سالانہ چندہ
پاک و ہند سے تیس روپے
بیرونی ممالک سے دو پونڈ (اللاؤ ڈاک)

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
دپائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا
الہاماتِ حضرت مسیح موعود

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۲۳۷

جلد: ۷۱ | بروز چہارشنبہ ۲۲/۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ بمطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۸۳ء / ۴ جنوری ۱۹۸۴ء | شمارہ ۵۲/۱

لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

اللہ کریم وتبارک کے فضل وکرم سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا انہتر واں جلسہ منعقدہ ۲۲ تا ۲۵ دسمبر ۱۹۸۳ء دارالسلام میں بخیر وخوبی انجام پذیر ہوا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک، ان چار ایام میں شب وروز اور شام وسحر نصرت الٰہی کے غیر معمولی نظارے دیکھنے میں آئے جو جلسہ میں شرکت کرنیوالوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی ان عنایات بے غایات پر ہمارے سر ایک بار پھر اس کے آستانہ پر جھک جاتے ہیں۔ روز افزوں گرانی، سفر کی صعوبتوں اور نامساعد حالات کے باوجود ہمارے بھائی بہنیں اور عزیز دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے گھروں کے آرام وآسائشوں کو خیرباد کہہ کر اس خالصتہً دینی اجتماع میں شریک ہوئے۔ خداوند کریم ان پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین!

جن خوش قسمت بھائیوں، بہنوں اور عزیزوں نے اس جلسہ میں شمولیت کی انہوں نے مشاہدہ کیا کہ اس اجتماع میں تقریروں اور خطبوں کا مقصد قرآن کریم کی عظمت۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت، اور دینِ اسلام کی عظمت کا دلوں پر نقش کرنا تھا۔ انہی مبارک ایّام میں اشاعت وتبلیغ اسلام اور خدائے ذوالجلال کے آخری پیغام قرآن کریم کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کی تدابیر اور وسائل پر غور کیا گیا۔ نصرت وغلبۂ اسلام کے لئے نہایت عجز والحاح سے اجتماعی دعائیں بھی کی گئیں۔

بفضل تعالےٰ اس سال پہلے کی نسبت حاضری زیادہ تھی۔ اندرون ملک دور دراز سے آنے والوں کے علاوہ امریکہ۔ انگلستان۔ سرینام۔ فجی اور کشمیر سے بھی احباب آئے۔ قرآن کریم کے ہسپانوی ترجمہ وتفسیر کا مسودہ بھی جلسہ سالانہ میں پیش کیا گیا۔ مترجمین نے اراکینِ انجمن کے نام ایک مکتوب بھی بھیجا تھا اور خواہش ظاہر کی تھی کہ یہ خط سالانہ جلسہ کے موقع پر مجمع عام میں پڑھ کر سنایا جائے۔ چنانچہ یہ خط اور اس کا اردو ترجمہ پڑھ کر سنایا گیا۔ خط سے عیاں تھا کہ اسلام کی عظمت نے مترجمین کے دلوں میں گھر کر لیا ہے اور انشاءاللہ وہ جلد ہی آغوشِ اسلام میں آجائیں گے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی اپیل پر احباب نے دل کھول کر عطیات دیئے خواتین نے بھی بھائیوں کے شانہ بشانہ لبیک کہا۔ امسال عطیات پچھلے سال کی نسبت چار گنا کے قریب تھے، احباب نے بطیب خاطر اپنے ماہوار چندوں میں بھی اضافہ کرنے کا وعدہ کیا۔

ایسا نظر آتا ہے کہ اس خدائے برتر وتوانا نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ مامورِ زمانہ کی جماعت کے افراد کے دلوں میں تحریک کی ہے وہ اس جلسہ میں نہ صرف کثرت سے شریک ہوں بلکہ خدا کی راہ میں بڑھ چڑھ کر مالی قربانی بھی پیش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے مامور بانیٔ سلسلہ کے بتائے ہوئے راستہ پر زیادہ مستعدی اور استقامت سے چلتے رہیں تاکہ برکاتِ سماویہ اور رحمتِ الٰہیہ سے زیادہ سے زیادہ حصہ پانے والے ہوں۔ آمین ثم آمین!

جنرل سیکرٹری، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پاکستان

جالینوس کے قلم سے

شجرۂ طیبہ اور شجرۂ خبیثہ

★ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسان کے لئے دو راستوں کا بہت تکرار سے ذکر فرمایا ہے۔ اچھائی کا راستہ اور بُرائی کا راستہ۔ اور اس کے ساتھ ہی انسان کی بہت سی اقسام کا ذکر فرمایا ہے مگر تمام بنی نوع انسان سب کے سب مل ملا کر دو قسموں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ اول وہ جو نیکی کی راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں اور دوم وہ جو نیکی کی راہ سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے مخالف راہ کو اپناتے ہیں۔

★ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو انسان اس جہانِ فانی اور چند روزہ زندگی میں قدم رکھتا ہے وہ اکیلا تو زندگی نہیں گذار سکتا۔ اسے کسی نہ کسی معاشرے کا فرد ہو کر رہنا پڑتا ہے وہ چاہے یا نہ چاہے۔ ارادتاً یا غیر ارادی طور پر وہ مجبور ہے کہ کسی اجتماع کا فرد بن کر وقت گذارے۔ خواہ یہ اجتماع چھوٹے پیمانے پر ایک خاندان یا قبیلہ ہو یا بڑے پیمانے پر کوئی ملک یا امت اور جماعت ہو یا تمام عالم انسانیت ہو

★ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حیوانوں سے اس لئے فضیلت دی ہے کہ اسے عقلِ سلیم عطا فرمائی ہے۔ اور اسی عقلِ سلیم کی بنیاد پر وہ اپنے اعمال اور افعال کا جوابدہ ہے جب کہ اس کے برعکس حیوانات اپنے اعمال کے جوابدہ نہیں ہیں اور یہ احسان محض اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرمایا ہے کہ:-

یمیز الخبیث من الطیّب

کہ وہ بُرے اور بھلے میں فرق کر سکے۔ روشنی اور اندھیرے کو پہچان سکے دن اور رات کی تمیز کر سکے۔ سیاہ و سفید کے فرق کو سمجھ سکے اس لئے عقلِ سلیم عطا کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرًا واما کفورًا

کہ ہم نے انسان کو اچھے اور بُرے میں تمیز کرنے کے لئے عقلِ سلیم عطا کر کے اس کے سامنے اچھے اور بُرے راستے واضح کر کے بیان کر دیئے ہیں اب یہ اس کا کام ہے کہ وہ خدا کی اس نعمت سے پورا پورا فائدہ اٹھاتا ہے یا ناشکری کا رنگ دکھاتا ہے۔

★ جس معاشرہ میں انسان زندگی گذارتا ہے ضرور اس سے کچھ نہ کچھ حاصل کرتا اور کچھ نہ کچھ اس کو دیتا ہے۔ اور یہ ایک ازلی ابدی حقیقت ہے کہ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ اگر وہ نیکی کرتا ہے تو یقیناً اسکو اس گنبد سے وہی صدا آئے گی اور اگر کسی سے بدی کرتا ہے تو لازم ہے کہ وہ دن آئے کہ اس سے سبھی لوگ بُرائی کریں۔

★ ہمارے روزمرہ کا مشاہدہ ہمیں بتاتا ہے کہ جو لوگ حصول مال و زر کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ دن رات اس دھن میں رہتے ہیں کہ ان کی تمام تر قوتیں اس کام کے پیچھے لگ جاتی ہیں۔ جو لوگ علم کے حصول کے لئے مساعی کرتے ہیں وہ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت حصولِ علم میں گذارتے ہیں۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنی منزل کو پا سکیں اور جو لوگ حق و صداقت کے لئے جہاد میں مصروف ہیں اور چاہتے ہیں کہ حق کا علم بلند کرنے کے لئے اپنی تمام تر قوتوں کو خرچ کریں انہیں دن رات یہی لگن رہتی ہے کہ کوئی فریاد کرے تو ہم اس کی مدد کو پہنچیں۔ کوئی مظلوم ہو تو اسے ظالم سے بچائیں۔ کوئی بھوکا ہو تو ہم اسے کھانا کھلائیں۔ کوئی ننگا ملے تو ہم اسے کپڑے پہنائیں۔ و علیٰ ہذا القیاس۔ اور جو لوگ صرف اپنے نفس کے لئے جیتے ہیں انہیں اپنے آپ کے سوا دوسرا نظر ہی نہیں آتا۔ انہیں اس دنیا سے اپنی خواہشات کی تجوریاں بھرنے کا ہر دم خیال غالب رہتا ہے وہ خواہشاتِ انسانی اور شہواتِ نفسانی کے پیچھے اس طرح ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں کہ انہیں اور کسی چیز کا خیال بھول کر بھی نہیں آتا۔ ان کا جینا اور مرنا، ان کا اوڑھنا اور بچھونا صرف ان کا اپنا نفس ہوتا ہے۔

★ یہ امر بھی روزانہ ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے کہ جو چیز انسان اپنے نفس کے لئے اس دنیا سے حاصل کرتا ہے اول تو وہ کم ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کو ہر دم زوال آتا رہتا ہے۔ خواہ وہ مالی برتری ہو، دنیاوی جاہ و جلال ہو یا بادشاہت ہو۔ لحظہ بلحظہ گھٹتی چلی جاتی ہے۔ اور اکثر تو اس کے اثرات کبھی باقی نہیں رہتے بعض دفعہ تو ان کا ذکر تک بھی باقی نہیں رہتا۔ اور اگر باقی رہتا ہے تو نیک ذکر اور نیک اعمال کی یاد اور اسکے اچھے ثمرات اور نتائجِ حسنہ کہ یہی باقی رہنے والی چیزیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"والباقیات الصالحات خیرٌ عند ربک ثوابًا وخیرٌ املًا"

★ اچھے اعمال اچھے ثمرات لاتے ہیں۔ نہ صرف کرنے والے کے لئے بلکہ اگر کسی اجتماع میں کوئی ایک فرد اچھے اعمال بجا لاتا ہے تو اس کے ثمرات سارا قبیلہ ساری جماعت یا سارا ملک حاصل کرتا ہے۔ اور انِ اعمالِ صالحہ کا اثر صدیوں تک جاتا ہے۔ اور نسل در نسل لوگ اس کے اچھے پھل کھاتے رہتے ہیں اس کی معمولی مثال یہ ہے کہ ایک انسان کسی بنجر اور بے آباد علاقہ میں پانی کی نہر لا کر اس علاقہ کو سیراب کرتا ہے تو وہ انسان تو اس جہان سے چلا جائے گا مگر اس کے ایک نیک عمل کے ثمرات تو نسلوں تک کے لئے قائم رہیں گے۔ ایسے صدقاتِ جاریہ خواہ وہ سرائے ہو، کنواں ہو، لنگر ہو۔ ہسپتال ہو، غریبوں کے لئے وظائف ہوں سکول و کالج ہوں۔ ان کے ثمرات قیامت تک قائم رہتے ہیں۔ اسے قرآن کریم نے کلمہ طیبہ قرار دیا ہے اور اس کی شان میں فرمایا ہے:-

ترجمہ:- "اچھی بات ایک پاکیزہ درخت کی مانند ہے اس کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان کی بلندیوں میں ہوتی ہیں اور وہ درخت اپنے پھل اور پھول اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنے ثمرات دیتا رہتا ہے۔"

از قلم: مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درس قرآن — سبق ۵۲

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الٓمّٓ ۝ اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ ۙ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

(آلِ عمران۳ – آیات ۱ تا ۴)

ترجمہ :۔ " میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں ۔ اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ وہ حیّ و قیوم ہے ۔ اس نے تجھ پر حق کے ساتھ کتاب اتاری اس کی تصدیق کرتی ہوئی جو اس سے پہلے ہے ، اور تورات اور انجیل کو ، پہلے لوگوں کو راہ دکھانے کے لئے نازل کیا ، اور فرقان کو اتارا ۔ وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے ۔ اور اللہ غالب ہے ، سزا دینے والا ہے ۔"

یہ سورۃ آلِ عمران کی ابتدائی چار آیات ہیں ۔ عمران حضرت موسےٰؑ اور حضرت ہارونؑ کے والد کا نام تھا ۔ ان دونوں نبیوں کی اولاد کا (جو ہزاروں سالوں پر پھیلی ہوئی تھی) ایک لفظ آلِ عمران میں کس خوبی سے قرآن کریم نے مختصر ترین مگر جامع نام رکھا ہے ۔ یہی اصل فصاحت و بلاغت ہے یعنے سادہ اور مختصر ترین الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معنی اور مفہوم کو ادا کرنا نہ کہ ایک معنی اور مفہوم کے لئے زیادہ سے زیادہ اور ثقیل ترین الفاظ کو جو ہم قافیہ یا ہم آواز ہوں فر فر ادا کرنا تاکہ سامعین پر مقرر کے علم و فضل کا غلط تاثر پیدا ہو جو کہ فصاحت و بلاغت کا عام غلط تصور ہے ۔ اگر اس سے پہلی سورت میں بنی اسرائیل قوم کا ذکر تھا کہ وہ کس طرح بگڑ گئی تو سورۃ آلِ عمران میں اُس سلسلہ نبوت کا جو حضرت موسےٰؑ اور حضرت ہارونؑ سے شروع ہوا اور حضرت عیسےٰؑ پر ختم ہوا ذکر ہے کہ اس سے کیوں نبوت لے کر ان کے بھائیوں یعنے بنی اسماعیل کو دی گئی ۔ آلِ عمران کے آخری نبی حضرت عیسےٰؑ کے واقعات کا ذکر آئے گا کہ ان کا کس طرح بات کا بتنگڑ بنا کر عیسائیت کے غلط عقائد اور حضرت عیسےٰؑ کی خدائی کی بنیاد رکھی گئی ۔ یہ تو ان کے ماننے والوں نے کیا ۔ اور اُن کے نہ ماننے والے یہودی قوم خصوصاً اُن کے علماء کی اتنی بُری حالت تھی کہ چودہ سو سال جو حضرت موسےٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ کے درمیان گذرے ۔ اس عرصہ دراز میں کئی سو (بلکہ بقول تورات کے کئی ہزار) نبیوں کے بھیجنے کے باوجود وہ قابلِ اصلاح نہ تھے اور آزمائے ہوئے کو آزمانا عبث ہوتا ہے ۔ اور حضرت عیسےٰؑ کو سُولی پر چڑھا کر یہود بہر حال مغضوب علیہم بن گئے ۔ اس لئے اب وقت آگیا تھا کہ حضرت موسیٰؑ کا مثیل نبی اُن کے بھائیوں یعنے بنی اسماعیل میں سے " برپا " کیا جائے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے خود پیشگوئی کی تھی ۔ اور اب نبوت کو لے کر اوروں کو جو اس کا پھل بروقت دیں دینے کا وقت آگیا تھا جیسا کہ اس سلسلہ کے آخری نبی حضرت عیسےٰؑ نے پیشگوئی کی ۔

الٓمّٓ حروف مقطعات ہیں ۔ یعنے ایسے حروف جو الگ الگ کر کے پڑھے جائیں اور ان میں سے ہر حرف کسی لفظ کا قائم مقام ہوتا ہے ۔ یہ طریق تمام زبانوں میں ہے ۔ قرآن مجید کے ان کو استعمال فرمانے سے قبل بھی عربی زبان میں ان کا استعمال تھا ۔ اور آج تو یہ بہت عام ہوگیا ہے ۔ دنیا بھر کی زبانوں میں ۔ مثلاً بی ۔ اے ، ایم ۔ اے ، پی ۔ ایچ ۔ ڈی ، A.I.O.K وغیرہ وغیرہ ۔ قرآن کریم میں جو حروف مقطعات آتے ہیں ان کے معنے عام طور پر نہیں کئے جاتے ۔ اس کی وجہ کوئی تو یہ بتاتا ہے کہ ان کے معنی صرف اللہ تعالےٰ جانتا ہے ۔ اگر انسان کو ان کے معنی بتانے ہی نہ تھے تو نعوذ باللہ انہیں قرآن حکیم میں رکھنے کا کیا فائدہ تھا ؟ دراصل مفسرین اس سے گھبرائے کہ ابتدائی دور میں ان حروف مقطعات کے مختلف معنے کئے گئے ۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔ اختلاف امتی رحمۃ ۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ ان حروف کے معنی جو جس کو پسند ہوں وہ اختیار کر لے جس طرح کہ باقی قرآن پاک کے الفاظ کے معنی بھی مختلف کئے جاتے ہیں ۔ لغت کی کتابوں میں قرآن کریم کے ایک ، ایک لفظ کے لئے کئی ، کئی معنے دیئے گئے ہیں ۔ تفاسیر میں بھی بکثرت اختلاف ہوتا ہے تو حروف مقطعات کے مختلف معانی سے کیوں گھبرایا جائے ؟

ایک اور توجیہہ جو میں نے ایک ترجمہ میں پڑھی وہ یہ تھی کہ یہ قرآن کے کاتبوں کے INITIALS ہیں یعنے اُن کے ناموں کے پہلے حروف ! یہ کہنے والے صاحب نے یہ نہ سوچا کہ اس کی چوٹ کہاں جا کر پڑتی ہے اگر قرآن پاک کی عبارت میں نعوذ باللہ کاتبوں کے نام آگئے ہیں تو پھر الٰہی وعدہ کہ ہم (یعنے اللہ تعالےٰ) اس قرآن کی حفاظت کریں گے کہاں باقی رہا ؟ اور کیا امن رہا کہ نعوذ باللہ کاتبوں کے ناموں کے علاوہ اور کچھ بھی قرآن میں نہیں مل گیا ؟ یہ بالکل غلط توجیہہ ہے ۔ حروف مقطعات کے معنے خود صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں اور ابتدائے وحی سے حروف مقطعات قرآن پاک کے متن کی تلاوت میں نماز میں بھی پڑھے جاتے

تھے۔ اس لئے کاتبوں نے نعوذ باللہ لگا دیئے تھے تو حافظوں کو کیا ہوا تھا کہ وہ بھی پڑھتے تھے؟

الٓمّٓ کے معنی رئیس المفسرین حضرت ابن عباس نے اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ (میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں) کئے ہیں اور وہ بہت اعلیٰ ہیں۔ پہلے لفظ اَنَا کا پہلا حرف الف لے لیا گیا، اور درمیانی لفظ اللّٰہ کا درمیانی حرف لام اور آخری لفظ اعلم کا آخری حرف میم۔ یہی الٓمّٓ سورۃ البقرہ کے شروع میں بھی آتا ہے۔ اور وہاں اس کے یہی معنی "میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں" لیتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ کیا اعلیٰ جوڑ ہے اگلی عبارت سے کہ یہ کتاب جس میں کوئی شک و شبہ نہیں متقیوں کے لئے ہدایت ہے، کیونکہ ہدایت اس سے لی جاتی ہے جو زیادہ علم رکھتا ہو۔ مثلاً مریض ہدایات ڈاکٹر سے لیتا ہے کیونکہ ڈاکٹر زیادہ اور بہتر علم رکھتا ہے۔ اور خود ڈاکٹر اگر اسے بھی ہدایت لینی ہو تو اس مرض کے سپیشلسٹ یعنی ماہر کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون کامل علم رکھتا ہے کہ اس نے کس مقصد کے لئے انسان کو پیدا کیا ہے اور کس راستہ پر چل کر وہ اپنے مقصدِ حیات کو پا سکتا ہے؟

سورۃ آلِ عمران کے شروع میں الٓمّٓ کے وہی معنی ہیں "میں ہوں اللہ کامل علم رکھنے والا"، مگر یہاں مفہوم کچھ اور ہے اور وہ بھی نہایت اعلیٰ ہے۔ اس سورت میں ظاہر اور باطن کے علم کا ذکر آئے گا۔ ماضی حال اور مستقبل کے اوقات کا علم دیا جائیگا، قرآن حکیم کو سمجھنے کا علم دیا جائے گا، وغیرہ وغیرہ۔ تو ان علوم کا کامل جاننے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہو سکتا ہے؟ اس لئے فرمایا کہ جس طرح تم اور معاملات میں بہتر علم رکھنے والے کی بات کو اتنا مانتے ہو کہ زہریلی دوائیں کھا کر یا آپریشن کرا کے اپنی جان تک کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتے حالانکہ وہ ڈاکٹر صرف تم سے بہتر علم رکھتا ہے مگر کامل علم رکھنے کا خود بھی دعویدار نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو جو واحد ذات ہے جو ہر قسم کے علوم کا کامل و مکمل علم رکھتا ہے کیوں نہیں مانتے؟

اللّٰہ لا الٰہ الّا ھو۔ لفظ اِلٰہ کے معنی عام طور پر "معبود" کئے جاتے ہیں یعنی وہ جس کی فرمانبرداری کی جاتے۔ مگر اس لفظ کے اندر اور بھی مفہوم ہیں یعنی معبود کے علاوہ محبوب، مقصود و مطلوب کے بھی۔ فرمایا کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قوانین میں جکڑی ہوئی اس کی فرمانبرداری کرتی ہے۔ (یہ حقیقت آج سے چودہ سو سال پہلے اُس وقت کے سائنسدانوں تک کو معلوم نہ تھی جو کہ اس اُمّی صلعم کی زبان سے دنیا کو بتائی گئی) مگر انسان کو عقل دے کر جو دوسری کسی مخلوق کو نہیں دی گئی آزاد چھوڑا گیا پر کہا گیا کہ اپنی عقل سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید کو پہچانو بلکہ اپنے پیدا کرنے والے کی اسی طرح مکمل فرمانبرداری کرو جس طرح کہ تمام مخلوق کرتی ہے اور یوں اپنے خالق کی ربوبیت سے فائدہ اٹھاتی ہے، تاکہ تم بھی اس کی ربوبیت سے نہ صرف فائدہ اٹھاؤ بلکہ اپنی مرضی سے ایسا کرنے کی وجہ سے دُنیا اور آخرت کے اجر کے وارث بنو۔ نیکی اور اخلاقِ فاضلہ بھی پیدا ہوتے ہیں جب اپنی مرضی سے کئے جائیں نہ کہ مجبوری کی فرمانبرداری سے جس طرح کہ مثلاً حیوان کرتے ہیں مگر اس سے نہ ان میں نیکی پیدا ہوتی ہے نہ وہ اخلاقی اور روحانی ترقیات کر سکتے ہیں۔ فرمانبرداری کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حسن (صفاتِ الٰہیہ) اور احسان (اُن صفات کے ہر دم فیض) سے تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بھی پیدا ہونی چاہیئے۔ جو فرمانبرداری محبت اور چاہت سے کی جائے اس کا سب سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے اور جو جبّی سمجھ کر کی جائے اس کا وہ فائدہ نہیں ہوتا۔ لفظ اِلٰہ میں تیسرا مفہوم ہے مقصود و مطلوب کا یعنی اللہ تعالیٰ کو پانا انسان کی پیدائش کا مقصد ہے۔ اور اس کے لئے اس کی محبت سے فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کی صفات کو زیادہ سے زیادہ اپنے اندر پیدا کر کے اس قُرب میں دن رات بڑھتے ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنے قرب میں انہی کو جگہ دے گا جو اس کی صفات اور خوبیوں میں رنگین ہوں۔

اللّٰہ لا الٰہ الّا ھو میں یہ مضمون بھی مذکور ہے کہ چونکہ وہ احد ہے اس لئے اس نے ہمیشہ اپنی توحید کو اپنے نبیوں اور کتابوں کے ذریعہ انسانوں کو بتایا اور اس کے سوا جو جھوٹے معبود ہیں وہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور جو اُن کی فرمانبرداری کرے گا یا ان کی طلب میں زندگی کو گنوائے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ کی صفات حیّ و قیّوم کا ذکر ہے۔ ان کی تشریح تو میں ابھی کر دوں گا مگر اُن صفات کا ثبوت وہ ہے جو اگلے الفاظ نزّل علیک الکتٰب بالحق میں مذکور ہے کہ وہ اپنی توحید کو جو حق ہے ہمیشہ کے لئے (اس کتاب کو نازل فرما کر اور اس کی حفاظت فرما کر) زندہ اور قائم رکھے گا۔ اور یہی ہوا۔

الحیّ: جو ہمیشہ سے زندہ تھا اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ الف لام لگا کر حیّ کے معنوں کو اللہ تعالیٰ سے خاص کر دیا کہ صرف وہی اس صفت کا (اپنے جامع معنوں میں) مالک ہے۔ الحیّ میں مزید معنی یہ ہیں کہ تمام زندگی اسی سے ہے یعنی اُس نے پیدا کی ہے۔ سائنس اس راز کو نہ کھول سکی کہ زندگی کس نے پیدا کی۔ اور اب تو سائنس یہ مانتی ہے کہ یہ کائنات اور جو کچھ اس میں ہے کبھی نیست تھا اور کبھی یہ سب کچھ ختم ہو جائیگا۔ کل من علیہا فانٍ ٥ ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلٰل والاکرام ٥

القیّوم: جو اپنی ذات میں قائم ہے اور باقی سب کو اسی سے قیام ہے۔ اللہ اکبر کہ آج سائنس نے بھی کہا کہ یہ کائنات اسی لئے قائم ہے کہ کسی محیط عالمگیر قلب (یا بالفاظِ دیگر ارادہ) میں قائم ہے۔ قرآن کریم اور رسول اللہ صلعم نے یہ بات چودہ سو سال پہلے بتا کر اپنے منجانب اللہ

ہونے کا ناقابل انکار ثبوت ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ نہ صرف اپنی ذات میں بلکہ اپنی صفات میں منفرد ہے پھر ایک اور زبردست علم ان دو الفاظ الحی القیوم نے دے دیا۔ انسان کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے (بھی تو دولت اور حکومت کے پجاری موت کے وقت کہتے ہیں کہ ہمارا سب کچھ لے لو مگر ہماری زندگی بچاؤ۔ اور زندگی ہو تو صحت کی ہو اور قیام یعنی زندگی کے سب سامان بھی میسر ہوں یہ تمام معانی لفظ قیام میں شامل ہیں مگر اس دنیا میں نہ ہمیشہ کی زندگی، نہ ہمیشہ کی تندرستی۔ نہ تمام سامانِ قیام ملتے ہیں۔ اور جو کچھ ملتا ہے وہ موت پر ختم ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا کہ اگر ہمیشہ کی زندگی اور قیام چاہتے ہو تو اس ذات کی طرف آؤ جو الحی القیوم ہے۔ مگر وائے رے انسان کی بدقسمتی کہ اس نے ہمیشہ کی زندگی کا مقصود و مطلوب و محبوب دنیا کو اور دولت کو بنایا جو دونوں نہ تو ہمیشہ کی زندگی بخش سکتی ہیں، نہ ہمیشہ کی صحت و تندرستی نہ ہمیشہ کا سکھ اور چین۔ اور انسان نے اگر کوئی خدا بنائے تو پتھر کے بت یا گائے یا اپنے جیسے انسان جو خود ان چیزوں کے محتاج تھے۔ خواہ وہ حضرت عیسیٰ ہوں یا مہاتما بدھ یا رامچندر جی یا کرشن مہاراج۔ اور جو خدائے واحد کی طرف بلانے کی تعلیم تمام الہامی کتابوں اور نبیوں نے دی تھی اس میں تحریف کر کے شرک کا جواز نکالا۔ نزل علیک الکتٰب بالحق اسی لئے قرآن اب فرماتا ہے کہ وہ حق جو کھویا گیا تھا دنیا پھر سے اُسے اس کتاب کو نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے دنیا کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا فرمایا ہے۔ بالحق کے معنی جہاں یہ ہیں کہ وہ حق جو دنیا سے کھویا گیا تھا وہ اس قرآن نے دوبارہ دنیا میں قائم کیا بلکہ یہ کہ سب سے بڑی ضرورت تھی۔

اگلے الفاظ مصدقاً لما بین یدیہ عام ہیں کہ یہ کتاب اُن تمام الہامی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں۔ شروع قرآن میں ہی فرمایا والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ مسلمان نہ صرف اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی بلکہ ان تمام کتابوں پر جو قرآن سے پہلے نازل ہوئیں۔ قرآن بھی کیا حکیم کتاب ہے! دوسری کتابوں کا حالانکہ وہ پہلے نازل ہوئی تھیں ذکر قرآن کے بعد کیا اس لئے کہ ان کتابوں کی آج حالت ایسی خراب ہے، ان میں مسلّمہ غلطیاں خواہ وہ تاریخی ہوں خواہ علمی اب اس قدر داخل ہو گئی ہیں، ان کی تعلیم آج ایسی ناقص ہے کہ ان کے ماننے والے ان کو چھوڑ کر دوسری جگہوں سے ہدایت لیتے ہیں الغرض ان کتابوں کو منجانب اللہ ماننا کسی عقلمند کے لئے ممکن نہ تھا اگر قرآن آکر ان کے منجانب اللہ ہونے کی تصدیق نہ کرتا۔ جیسا کہ آج کی آیت میں بھی آیا کہ **مصدقاً لما بین یدیہ**۔ پھر کیا عجیب کتاب قرآن حکیم ہے! سب کتابوں کو منجانب اللہ فرما کر بھی توحید الٰہی پر زبردست دلیل دی کہ کوئی نہ کہتا ہے اور کوئی نہ کہہ سکتا ہے کہ ان کتابوں کو نازل کرنے والا خدائے واحد کے سوا کوئی اور تھا۔ پہلی الہامی کتابوں میں سے تورات اور انجیل کا اس جگہ خاص طور پر ذکر فرمایا۔ نہ صرف اس لئے کہ ان میں دوسری کتابوں سے زیادہ توحید کی تعلیم ملتی ہے بلکہ اس لئے بھی کہ یہ دونوں کتابیں سلسلہ موسوی جس کو اب بند کیا جا رہا ہے کی پہلی اور آخری کتابیں ہیں اور ان کے ذکر میں اس سلسلہ کی تمام کتابیں آگئیں۔ تو فرمایا کہ نہ صرف سلسلہ موسوی کی تمام کتابیں بلکہ دوسری تمام الہامی کتابیں جو پہلے نازل ہوئیں وہ **من قبل ھدی للناس** تھیں یعنے پہلے جب وہ نازل ہوئیں تو لوگوں کے لئے ہدایت تھیں مگر اب نہیں رہیں۔ کیونکہ یا تو وہ کتابیں بالکل ضائع ہو گئیں یا ان میں زبردست تحریف (جو مسلّمہ ہے) ہو کر حق کے ساتھ باطل مل گیا۔ انسان کیوں نہ قرآن کے صدقے جائے کہ اگلے الفاظ ہیں وانزل الفرقان۔ قرآن کو یہاں فرقان کہا کہ وہ حق اور باطل میں فرق کر کے دکھاتا ہے۔ پچھلی کتابوں میں کیا حق باقی رہا اور کیا باطل مل گیا اس کا پتہ قرآن دیتا ہے اور آئندہ کے لئے بھی حق اور باطل میں فرق کر کے یہی کتاب انسانوں کی ہدایت کر سکتی ہے نہ کہ پچھلی کتابیں۔ آخر میں فرمایا کہ اب جب کہ اللہ کی آیات آگئیں جو حق اور باطل میں فرق نمایاں کر کے دکھاتی ہیں تو اب اگر لوگ ان کا انکار یا ناشکری کریں (لفظ کفر میں دونوں معنی ہیں) اور اپنی اپنی گمراہیوں میں مبتلا رہیں تو پھر ان کو سزا دے کر ان کی اصلاح کی جائے گی جس طرح ماں باپ جیسے خیرخواہ بھی اپنی اولاد کی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے امر پر اس لئے اگر لوگ پیار و محبت سے اس کا حکم نہ مانیں تو پھر وہ سزا دے کر انسان کی اصلاح کرتا ہے جس کے لئے اس دنیا کی سزا (اگر اس سے اصلاح نہ ہو) تو آخرت کی سزا پر وہ دلیل ہوتی ہے۔ جہاں اصلاح کئے بغیر نہ چھوڑا جائے گا۔

—— * * * * ——

اخبارِ احمدیہ

- سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں احباب سلسلہ حضور انور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

- **وفات**: حضرت امیر قوم کی خدمت میں جناب محمد امین نیّر نے پارہ چنار سے یہ افسوسناک اطلاع بھیجی ہے کہ :۔ "میرے والد محترم ڈاکٹر محمد زبیر صاحب (۱۷ ۱۱/۸۳) وفات پا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دوسرے روز کوہاٹ کے احمدیہ قبرستان میں تدفین ہوئی۔ مرحوم کے فرزند رشید محمد امین نیّر صاحب نے چٹھی کے ساتھ ہی چار ہزار روپیہ کا ڈرافٹ مرحوم کی روح کے ایصالِ ثواب کے لئے بمد اشاعت قرآن و اسلام بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطا کرے۔ بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

ایک ضروری تصحیح

- پیغام صلح مجریہ ۲۱ ۱۲/۸۳ صفحہ ۱۱ کالم ۲ نیچے سے اوپر سطر ۳ انا اول المسلمین پڑھا جائے اور ما کو کاٹا ہوا سمجھا جائے۔ ادارہ اس سہو کتابت پر معذرت خواہ ہے۔

(ادارہ)

از عزیز کشمیری صاحب، ایڈیٹر روزنامہ روشنی سرینگر، :

جلسہ سالانہ ۸۳ء کے تاثرات

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور دُنیائے اسلام میں واحد فعال اور تبلیغی انجمن ہے جس کے اصول و عقائد مطابق قرآن و حدیث ہیں جو صحیح معنوں میں ختم نبوت کی قائل ہے اور یقین رکھتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا۔ نہ نیا اور نہ کوئی پرانا اس کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔ اسطرح یہ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا باعث بن رہی ہے۔ اسلام کی ترویج و اشاعت کرنا اس کا بنیادی مقصد ہے۔ چنانچہ دُنیا کے مختلف ممالک میں اس جماعت کے مبلغین صداقت و حقانیتِ اسلام کی خاطر تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ اور ہزاروں غیر مسلموں کو آغوشِ اسلام میں لاچکے ہیں۔ اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ جس کا اعتراف دنیا بھر کے محققین بھی کرچکے ہیں۔

اسی جماعت نے اسلام کے متعلق بہترین لٹریچر شائع کیا ہے جس میں انگریزی ترجمۃ القرآن، تفسیر بیان القرآن۔ ریلیجن آف اسلام۔ مینول آف حدیث۔ زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیم۔ سیرت خیر البشرؐ اور تاریخ خلافت راشدہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان کُتب کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوچکے ہیں۔ اور ان سے مختلف مذاہب کے پیروں کے دلوں اور دماغوں سے اسلام سے متعلق غلط فہمیاں دور ہورہی ہیں۔ اور انہیں اسلام کیطرف مائل ہونے میں تحریک ملتی ہے۔ اور ان کتب کے بے شمار نسخے دنیا بھر کی لائبریریوں کو بھیجے گئے ہیں۔

اس جماعت کا نہتروان جلسہ سالانہ ۸۳ء ۲۳ تا ۲۵ دسمبر دارالسلام نیوگارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا۔ اور مجھے اتفاق سے ۳۶ سال کے بعد یعنی تقسیم ہند سے بعد پہلی بار اس میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ مجھے انتہائی مسرت اور خوشی ہے کہ حضرت مجدد صد چہاردہم نے اشاعت و تبلیغ اسلام کی خاطر دلوں میں جو تڑپ اور جذبہ پیدا کیا تھا وہ اس مجاہد اور زندہ جماعت کے افراد میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ چنانچہ جلسہ کے ایام میں روحانی اجتماعات کے جو مناظر دیکھنے میں آئے ان سے میں بہت ہی متاثر ہوا۔ حضرت امیر قوم جناب ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب نے تبلیغ و اشاعت اسلام کی خاطر چندہ کی اپیل کی تو منٹوں میں ۹ لاکھ روپے کی رقم جمع ہوئی۔ اس کے بعد جناب نصیر احمد فاروقی صاحب نے اپیل کی تو اس کے جواب میں بھی خطیر رقم قوم کے افراد نے جمع کردی۔

جلسے میں یہ خوش کن اعلان بھی ہوا کہ دنیا کے کثیر حصہ میں بولی جانے والی سپینش (ہسپانوی) زبان میں بھی قرآن پاک کا ترجمہ مکمل ہوگیا ہے۔ اور عنقریب ہی شائع کردیا جائے گا۔

احمدی خواتین نے اجتماعات میں جس جذبہ اور جوش کا اظہار کیا وہ قابلِ ستائش ہے۔ صنعتی دستکاری کے اشیاء کی فروخت سے جمع شدہ رقوم کے علاوہ ہزاروں روپے کا چندہ پیش کیا۔ اور ہر تحریک میں حصہ لینے میں ایک دوسرے پر سبقت لینے میں پیش پیش رہ کر انہوں نے اس امر کا ثبوت فراہم کیا کہ وہ دینی تحریکات میں حصہ لینے میں مردوں سے کم نہیں ہیں۔

ہر روز نماز فجر کے بعد جناب نصیر احمد فاروقی صاحب درس قرآن پاک دیتے رہے جس میں عالمانہ انداز میں کلام پاک کے رموز و نکات کو بیان فرماتے رہے جن سے مجلس میں رُوحانی سماں بندھ جاتا تھا۔ اور دلوں پہ وجد آفریں کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔

جلسہ میں مقررین نے اہم مسائل حاضرہ پہ بہترین تقاریر کیں اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان پر اس انداز میں روشنی ڈالی جو بڑے سے بڑے فقہاء اور مذہبی اکابر کے لئے بھی مشعل راہ بن سکتی ہیں۔ اتحاد و اتفاق میں برکت ہوتی ہے۔ اس پر کاربند ہوجانے سے بڑے سے بڑے معرکے سر کئے جاسکتے ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث نبویؐ میں مسلمانوں کو باہمی اتحاد و اتفاق کی زبردست تاکید آئی ہے۔ حضرت قائداعظم محمد علی جناح مرحوم بھی ہمیشہ مسلمانوں کو آپس میں متحد اور متفق رہنے کی تلقین کرتے رہے ہیں لیکن یہ سب سے بڑی بدقسمتی ہے کہ مسلمان اتحاد و اخوت کو بھول کر تفرقہ و انتشار کا بُری طرح شکار ہیں۔ البتہ اس کے مقابلے میں مسرت کا مقام ہے کہ احمدیہ جماعت میں صحیح اسلامی سپرٹ پائی جاتی ہے۔ اور ان کا باہمی بھائی چارہ خونی رشتے سے بھی زیادہ مستحکم و مضبوط ہوتا ہے جسے جس قدر سراہا جائے کم ہے۔ یہ خوبیاں، یہ پاک جذبہ اور اشاعتِ اسلام کی تڑپ اگر ان میں موجود رہی تو یقیناً مستقبل قریب میں دینِ فطرت اسلام تمام دیگر ادیان پر غالب آئیگا۔ یوں تو کسر صلیب کا نظارہ ہر کہیں نظر آرہا ہے۔ اور آجکل کسی بھی مسیحی۔ آریہ۔ یا دیگر ادیان کے افراد کو اسلامی دلائل کے مقابلے میں آنے کی ہمت نہیں ہورہی۔ وہ سب ہتھیار ڈال چکے ہیں۔ اور صرف جذبات اور عقیدت کے سہارے ہی اپنے اپنے مذاہب پر قائم ہیں مگر دلائل کی بناء پر نہیں۔

— ٭٭٭ —

خدا اور اُس کے رسولؐ کا فرمان

والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک:

ترجمہ:۔ "اور تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور اپنے والدین کے ساتھ (بہت) احسان کا سلوک کرو۔"

حضور صلعم نے فرمایا:۔

"یعنی کیا میں تمہیں زیادہ بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں"؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں؛ حضورؐ نے فرمایا:

"یعنی اللہ تعالےٰ کا شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی زیادہ بڑے گناہ ہیں۔"

تاریخ اسلام

ہمارے اسلاف

از مکرم مولانا احمد گل صاحب لاہور

حضرت عُمر بِن عبد العزیز رضؓ

تعارف :-

حضرت عمر بن عبد العزیز رضؓ سلیمان بن عبد الملک کی وفات کے بعد ۹۹ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ کے والد عبد العزیز مصری تھے۔ اور والدہ ماجدہ حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ کی پوتی تھیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مصر میں ہوئی۔ جب جوان ہوئے تو نہایت متقی، پرہیزگار اور صالح ثابت ہوئے۔

عبد الملک بن مروان کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی۔ جوانی میں کافی عرصہ تک مدینہ میں گورنر رہے۔ ان کے کارنامے تاریخ میں یادگار کے طور پر قائم ہیں۔ ان کا دورِ حکومت صرف دو سال رہا۔ تاہم جو اصلاحات ان دو سالوں میں انہوں نے سرانجام دیں ان کی وجہ سے ان کا عہدِ خلافت، خلافتِ راشدہ کا جز شمار کیا جاتا ہے۔ خلیفہ بننے سے پہلے بڑی شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جب گورنر بن کر مدینہ گئے تو ان کا ذاتی سامان تیس اونٹوں پر لد کر گیا تھا۔ اپنے زمانہ کے بہترین خوش لباس اور جامہ زیب آدمی سمجھے جاتے تھے۔ خوشبوؤں کا بیحد شوق تھا۔ اپنی داڑھی پر عنبر کا سفوف چھڑکتے تھے لیکن خلیفہ بنتے ہی یہ تمام جاہ و جلال یکسر ختم کر دیا۔ اور اپنی والدہ ماجدہ کے دادا حضرت فاروقِ اعظم رضؓ کے نقشِ قدم پر چل پڑے۔ مسلمانوں کی اکثریت ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کی ایک کڑی سمجھتی ہے۔

خشیۃ اللہ

آپ کے تقویٰ اور خشیت اللہ کی یہ کیفیت تھی کہ ایک دفعہ مالِ غنیمت میں بہت سا مشک آیا اور ان کے سامنے تقسیم کیا جانے لگا۔ آپ نے ناک پر کپڑا رکھ لیا تاکہ اس کی خوشبو دماغ میں نہ جا سکے۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا "مشک کا فائدہ اس کی خوشبو ہے چونکہ مشک مسلمانوں کا مال ہے اس لئے مجھے اس مال سے فائدہ اٹھانے کا کوئی حق نہیں۔"

اسی طرح ایک دن بیت المال سے بہت سے سیب لا کر ان کے سامنے تقسیم کئے جا رہے تھے آپ کا بیٹا پاس ہی کھیل رہا تھا۔ کھیلتے کھیلتے سیبوں کے پاس آگیا اور ہاتھ بڑھا کر ایک سیب اٹھا لیا۔ آپ نے جھپٹ کر سیب جو چھینا تو بچے کا منہ زخمی ہو گیا اور وہ روتا ہوا ماں کے پاس پہنچا اور سارا حال کہہ سنایا۔ ماں نے اسی وقت بازار سے سیب منگوا کر بچے کو دیا تو اس کا رونا بند ہوا۔

جب حضرت عمر بن عبد العزیز رضؓ گھر میں تشریف لائے تو بیوی کے پاس سیب پڑے دیکھ کر پوچھا۔ یہ سیب کہاں سے آئے ہیں؟ بیوی نے منہ بنا کر جواب دیا کہیں سے بھی آئے ہوں بیت المال سے نہیں آئے۔ غضب خدا کا ایک سیب کے لئے آپ نے میرے بچے کا منہ توڑ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ انصاف کا یہی تقاضا تھا مجھے بھی اس وقت تکلیف پہنچی مگر میں کس طرح برداشت کر سکتا تھا کہ ایک سیب کی خاطر میں انصاف کے ثواب سے محروم ہو جاؤں۔ اور میرا نام نیکوں کی فہرست سے کاٹ دیا جائے۔

اصلاحات :-

۱۔ خلفائے بنو امیہ نے بیت المال کو ذاتی ملکیت بنا لیا تھا۔ اور بہت سی جاگیریں لوگوں سے چھین کر خود مالک بن بیٹھے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضؓ نے بیت المال کو بھی صحیح قومی خزانہ کی شکل دی اور تمام چھینی ہوئی جاگیریں بھی مستحقین کو واپس دلا دیں۔

۲۔ باغ فدک جو حضورؐ کے زمانہ میں بنو ہاشم کی ضروریات پر صرف کرنے کے لئے وقف کیا گیا تھا بنو امیہ نے اس پر بھی غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے تحقیقات کے بعد یہ باغ بھی پہلے کی طرح بنو ہاشم کی ضروریات کے لئے مخصوص کر دیا۔

۳۔ عہد بنو امیہ میں خطبات میں حضرت علیؓ پر تبرا کیا جاتا تھا لیکن انہوں نے اس مذموم رسم کو پابندی لگا کر ختم کر دیا۔

۴۔ بیت المال کو شاہی خاندان کے لوگوں پر بے دریغ خرچ کیا جاتا تھا لیکن حضرت عمر نے اپنی تمام غلط کاریوں کو روک دیا۔ زیب و زینت اور دوسرے آرائش کے سامانوں اور فالتو گھوڑوں کو بیچ کر بیت المال میں جمع کر دیا اور جائز ضروریات پر خرچ ہونے لگا۔

۵۔ حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کی زیادتیوں کی شکایتوں پر بعض کو معزول کر دیا۔ بعض کو قید کر دیا اور بعض کو معمولی تنبیہہ کرنے کے بعد سیدھے راستے پر چلا کر ملک سے جور و ستم کی جڑیں کاٹ دیں۔

۶۔ آپ نے ذمیوں کے ساتھ نہایت ہمدردانہ اور مشفقانہ سلوک روا رکھا ان کے محتاجوں اور مستحقوں کے وظیفے جاری کئے اور سابقہ حکمرانوں کی شدتوں اور سختیوں کو ان کے دلوں سے محو کر دیا۔

۷۔ آپ نے ان برائیوں کا قلع قمع کر دیا جو خلافت راشدہ کے بعد دوبارہ عود کر آئی تھیں۔ لہو و لعب اور عیش و عشرت کی تمام باتیں ختم کر دیں۔ شرعی احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دینا شروع کر دیں۔ عورتوں کا حماموں میں داخلہ اور ان کا بال کھول کر نوحہ کرنا ممنوع قرار دیا۔ اشاعتِ اسلام کے لئے ہر جگہ مبلغ بھیجے۔

۸۔ آپ نے دربار سے خوشامدی لوگوں، شاعروں، منجموں اور گویوں کو نکال کر علماء و فضلاء کو جمع کیا۔ مذہبی تعلیم کے لئے مسجدوں میں درس کا سلسلہ جاری کیا۔ اور معلّم و متعلّم کے وظائف جاری کئے۔ احادیث کا ایک مجموعہ تیار کر کے اس کی نقلیں اطراف میں بھیج دیں۔

۹۔ آپ نے مسجد نبویؐ کو نئے سرے سے تعمیر کرایا۔ سرائیں بنوائیں۔ چشمے

بغاوتوں کو کچل کر باغیوں کو ہموار کر دیا۔ اموی خاندان کے لوگ آپ سے اس لئے سخت نالاں تھے کہ آپ نے عدل و انصاف اور دیگر اصلاحات سے لوگوں میں اپنی برکات کی ایک لہر دوڑا دی۔ ظالموں نے سازش کر کے آپکو زہر دے کر ہلاک کر ڈالا۔ آپ کی وفات رجب سنہ ۱۰۱ھ میں ہوئی۔

سیرت

حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی خلفاء میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ آپکی نیک دلی پارسائی اور حسن اخلاق نے عوام کا دل موہ لیا۔ اور آپ نے عدل و مساوات اور فقر کے باعث عہد فاروقی کو از سر نو زندہ کر دیا۔ آپ نے دولت و ثروت اور ناز و نعم کے گہوارے میں آنکھ کھولی اور اسی ماحول میں پلے بڑھے۔ گورنری کے زمانے میں بھی خوش پوشی اور خوش خوراکی میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا لیکن مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی آپ نے درویشی اور فقر کو اسطرح شعار بنایا کہ ظاہری صورت دیکھ کر کوئی پہچان نہ سکتا تھا کہ وہ خلیفہ ہیں۔

دیانت، سادگی اور تقوا سے آپ کی سیرت و کردار کے نمایاں پہلو تھے خلیفہ بنتے ہی آپ نے تمام املاک بیچ کر بیت المال میں جمع کرا دیں۔ انتہائی سادہ لباس پہننے لگے۔ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو سوائے ایک کرتہ کے جو پہنے ہوئے تھے کوئی دوسری قمیص نہ تھی۔ دیانت کا یہ عالم تھا کہ جب تک خلافت کا کام کرتے بیت المال کی شمع جلاتے۔ لیکن اس کے بعد ذاتی چراغ جلاتے۔ غذا میں اکثر مسور کی دال استعمال کرتے۔ یہی حال سارے اہل خانہ کا تھا۔

—— ٭٭٭ ——

(بقیہ ہمارا جلسہ سالانہ)

ہیں کہ اب کوئی نبی نہیں آئیگا وہ کام ان کے سپرد کیا گیا ہے۔ چونکہ آپ جماعت کے امیر ہیں۔ اس لئے تفہیم ہوئی کہ اس سے مراد جماعت احمدیہ لاہور ہے کیونکہ اب صرف یہی جماعت دنیا میں تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کا کام کر رہی ہے۔ اور جماعت کے موجودہ امیر کی وجہ سے دوبارہ اس کام میں جان پڑ گئی ہے۔ قرآن کریم کا ہسپانوی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور اب اس کی طباعت کی تجویز زیر غور ہے۔ جس اللہ کے ولی اور مجاہد انسان کی کوشش سے یہ ترجمہ ہوا ہے۔ اس کے لئے ہر روز رات کو دعا کرتا ہوں کہ یا الہی کہ اس عظیم خادم قرآن کو دنیا میں اپنا نمائندہ بنا۔ ان کو دوسری زبانوں میں بھی قرآن کریم کا ترجمہ کرانے کی توفیق عطا فرما۔ اے خدا! جس طرح تو نے اپنے ایک غلام حضرت یوسف علیہ السلام کو خزانوں کا مالک بنایا انہیں بھی اپنے خزانوں کا مالک بنا تاکہ یہ دین کی مزید خدمت کر سکیں۔ یا اللہ! تیری مخلوق بہت پیاسی ہے اس پر رحم فرما۔ اے خدا حضرت خولہؓ کی مانند میری یہ دعا بھی قبول فرما۔ آخر میں چودھری ریاض احمد صاحب اور ڈاکٹر وحید احمد صاحب کو عمدہ انتظام پر خراج تحسین پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جن کی محنت اور کوشش کا اس جلسہ کی کامیابی میں بہت بڑا حصہ ہے۔

جانب اہل سعادت پے بزن + تاشوی روزے سعید اے جان من

ترجمہ:۔ سعید لوگوں کی طرف قدم اٹھا تاکہ اے میری جان! تو بھی ایک روز سعید ہو جائے۔

انوار الٰہی کی بارش، مالی قربانی کا بے مثل مظاہرہ۔ حضرت اقدس کی بیعت اور تجدید بیعت کی برکات

امسال ہمارا جلسہ سالانہ خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضل و کرم سے ہر لحاظ سے ہی کامیاب رہا۔ ساری تقاریر پر مغز عالمانہ اور اثر انگیز تھیں۔ چاروں دن سامعین و سامعات کی تقاریر میں دلچسپی یکساں طور پر برقرار رہی۔ ہر اجلاس میں تمام نشستیں سامعین و سامعات سے پر تھیں۔ حضرت اقدس کے گلزار وجود کی سرسبز شاخ امیر قوم ایدہ اللہ کے ارشاد کا جادو تھا۔ یا دلوں میں تحریک خداوندی تھی کہ چاروں دن جلسہ گاہ سے باہر (دوران تقاریر) کوئی بھی شخص بلا ضرورت کھڑا نظر نہیں آیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا اختتامی خطاب بڑا ایمان افروز، روح پرور اور وجد آفرین تھا۔ آپ نے جب درد و سوز میں ڈوبی ہوئی آواز اور اپنے مخصوص انداز تلاوت میں سورۃ فاتحہ سے اپنی تقریر کا آغاز فرمایا تو سامعین ہمہ تن گوش ہو گئے۔ جب کرسیاں بھر گئیں تو بہت سے احباب کھڑے ہو کر سنتے رہے جہاں تک میں دیکھ سکا سب کی پلکیں تر تھیں۔ اور زبانوں پر حمد الٰہی جاری تھی گویا آپ کی زبان پر خدا بول رہا تھا تقریر کی دلپذیری اور اثر آفرینی کا عجیب عالم تھا۔ ایک ایک لفظ سامعین کے دلوں پر اترتا جا رہا تھا آنکھ والوں نے جلسہ گاہ میں حاضرین پر فرشتوں کا نزول دیکھا۔ ہر دل خدا کے حضور جھکا ہوا تھا۔ اور زبان اس فرشتہ صداقت کی صداقت پر گواہی دے رہی تھی۔ حضور کی ۲۸ دسمبر کی لاتہنوا و لاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین کے عنوان سے تقریر کے اثر کا یہ عالم تھا کہ آپکی اپیل پر سامعین نے تبلیغ اسلام و اشاعت قرآن کے لئے لاکھوں روپے دیوانہ وار ڈھیر کر دیئے جب آپ غالب اتفاق رائے سے امیر جماعت منتخب ہوئے تو صاحب دل احباب اور خدا تعالیٰ کے حضور جھکنے والے قلوب فرط مسرت سے اپنے رب کے حضور گر گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ایک متقی بزرگ کے ہاتھ پر جماعت کو جمع کر دیا تھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اس رات میں نے بے شمار دفعہ الحمد للہ رب العالمین پڑھا اور دل کی گہرائیوں سے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلعم پر درود بھیجا اور کلمہ شکر ادا کیا کہ اے خدا! تو نے ہمیں ایک ایسا امیر منتخب کرنے کی توفیق دی ہے جو تیرے مسیح موعود کے درخت وجود کی سرسبز شاخ ہے اور جس کے اخلاق فاضلہ سے غیر از جماعت لوگ بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی آپ کی آہ سحرگاہی اور درد بھری دعاؤں کا ہی اثر ہے کہ اس جلسہ سالانہ میں پہلے سے زیادہ احباب شامل ہوئے اور آپ کی اپیل پر اتنا چندہ دیا کہ جس کی مثال انجمن کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ مالی قربانی کا ایسا نظارہ بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے ممالک غیر میں جماعتوں کے قیام میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی بڑی تائید اور نصرت فرمائی۔ جماعتیں بڑھیں، مضبوط ہوئیں اور فعال بن گئیں۔ مشن ہاؤس لندن کی نئی اور خوشنما عمارت کا ملنا بھی ایک معجزہ ہے جن احباب نے اسے دیکھا ہے وہ اس کی مکانیت اور محل وقوع کی موزونیت کی یکساں تعریف کرتے ہیں۔

ایک بزرگ نے رؤیا میں دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں ان کے پیچھے موجودہ حضرت امیر کھڑے ہیں اور ایک مجمع کثیر ہے۔ لیکن جب نماز کے لئے صف بندی ہوئی تو صرف حضرت امیر رہ گئے باقی سب چلے گئے۔ ایک اور دوست نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک بزرگ حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے ہیں

(بقیہ کالم ۱ پر)

مغرب سے اسلام کے سورج کا طلوع

اس سال مجھے بیرونی ممالک کا دورہ کرنیکا اتفاق ہوا۔ انگلستان میں مجموعی طور پر اٹھارہ دن ٹرینیڈاڈ (پورٹ آف سپین) جزائر غرب الہند میں ایک ماہ پانچ دن اور ہالینڈ میں بارہ دن گذار دیئے۔ اس دوران مجھے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مختلف شاخوں کی سرگرمیوں اور انجمن کے ذمہ دار اور سرگرم کارکنوں سے ملنے کا بالمشافہ تبادلہ خیالات کرنیکا موقعہ ملا اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں نے ٹرینیڈاڈ میں فری پورٹ فائزبرن۔ گاسپاریلو، تسگوناس۔ اروفا۔ کمونو، گرانٹس روڈ۔ ایری وغیرہ کی مساجد کو دیکھا۔ اکثر مساجد کے ساتھ اردو، عربی کلاسیں جاری ہیں۔ خدا کے فضل وکرم سے نہ صرف مردوں میں مذہبی جوش اور جذبہ ہے بلکہ خواتین اور بچوں میں بھی اسلامی طرز کی زندگیاں گذارنے اور اسلامی تعلیمات دوسروں تک پہنچانے کی تڑپ موجود ہے۔ اکثر خواتین اسلامی مسائل سے بھی اچھی طرح واقف ہیں۔ باہمی میل جول بھی قائم ہے جس سے اجتماعی رنگ جھلکتا ہے۔ جماعت کے سرگرم کارکن مسٹر فاروق احمد، مسٹر امرل خاں ان کی اہلیہ محترمہ زکیہ صاحبہ، مسٹر زینول محمد، مسز فلورا، مسٹر کرن محمد وغیرہ سب جماعت کی تنظیم اور توسیع سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ مسز زرینہ بھی بڑی صلاحیتوں کی مالک ہے سارے ٹرینیڈاڈ میں عیسائیت کا غلبہ ہے اس لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ممبران وعہدیداران کو کام کرنے کے لئے زمین زرخیز ہے۔ چنانچہ میں نے ٹرینیڈاڈ مرر کے نمائندہ سے کو مسیح علیہ السلام کے سفر کشمیر اور کشمیر ہی میں رحلت پانے سے متعلق انٹرویو دیا جب وہ شائع ہو گیا تو کسی بھی عیسائی کو ہمت نہیں ہوئی کہ کوئی جواب دیدیتا۔ بلکہ سب دم بخود ہو گئے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سب (رشلیسٹ) عقلیت پسند ہیں اور دلائل کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے۔ اسی طرح مسلم لیگ مسجد (جو اصل میں مولوی امیر علی مرحوم مبلغ سلسلہ کی تعمیر کردہ ہے) میں نماز جمعہ کے بعد مسٹر امرل خاں نے میرا تعارف بحیثیت مصنف کتاب "مسیح کشمیر میں" کیا تو بہت سارے نوجوان میرے پاس پوچھنے آئے کہ قرآن پاک میں مسیح کے جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے اور پھر آخری زمانہ میں نازل ہونے سے متعلق آیات نہیں ہیں ہیں لے جواب دیا ایک بھی نہیں ہے۔ صرف مسیح کو رفع یعنی عزت دینے کا ذکر آیا ہے قرآن پاک میں ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے۔ انجیل میں بھی وہ اپنے کو ایسا ہی قرار دیتے ہیں۔ اس لئے ان کا دوبارہ آنا مسلمانوں یا دوسری اقوام کے لئے بیکار ہے

احادیث میں نزول مسیح کا ذکر تو ہے لیکن اس کے بارے میں صاف اور صریح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ وہ امامکم منکم یعنی امت ہی میں سے ایک امام ہوگا پھر وہ نوجوان سب اپنے مولوی صاحب کے پاس گئے اور سب کچھ بتلا دیا لیکن مولوی صاحب کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ اور ان پر واضح ہو گیا کہ ان جیسوں کے پاس قرآن وحدیث اور تواریخ کے ٹھوس دلائل اور ثبوت موجود نہیں ہیں۔

انگلستان میں بھی گرجاؤں کی رونق ختم ہوتی جا رہی ہے۔ لندن میں اہل تشیعہ نے قریباً نصف ملین پونڈ کے عوض ایک عظیم ترین گرجا خرید کر اس کا نام ادارہ جعفریہ رکھا ہے،

مسیح کے مافوق البشر ہوتے، بن باپ پیدائش اور فنا سے بچنے کا عقیدہ کوئی بھی حساس اور دانشمند نہیں رکھتا۔ ماسوائے ان اشخاص کے جو صرف عقیدت اور جذبات رکھتے ہیں۔

ہالینڈ میں ہماری جماعت بہت وسیع ہے۔ مولانا عبدالرحیم جگو تو پرانے اور بلند پایہ مبلغ ہیں جو اب تک کئی میڈل اور ایوارڈ پا چکے ہیں۔ آپ کئی بار حج بیت اللہ سے فیضیاب ہو چکے ہیں اور رابطہ عالم اسلامی سے بھی وابستہ ہیں۔ یوترخت میں جماعت کے صدر جناب ایوب محسن محمد، خلیل الرحمن وغیرہ اور ڈن ہیگ میں جناب الیس الہی بخش ان کی اہلیہ اور سکینہ جیسے مرادین کے بچن۔ نورمحمد مبلغ جناب فاضل رمضان، ان کی اہلیہ محترمہ زمرد۔ مسٹر بخسولہ، ان کی اہلیہ ساجدہ صاحبہ دختر مسٹر عبدالرؤف اڈیٹر پیغام صلح لاہور، الغرض بہت سارے معززین اور خواتین سے شرف ملاقات حاصل ہوا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ سب کے دلوں میں اسلام اور احمدیت کی بے پناہ محبت ہے۔ اور انتہائی شوق اور دلچسپی کے ساتھ دینی معلومات کے لئے تڑپ رکھتے ہیں

ہالینڈ میں بھی مسیحیت رو بہ زوال ہے۔ گرجاؤں کو صنعتی اداروں میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ فروخت کر دیا جاتا ہے یا کرایہ پر دیدیا جاتا ہے۔ بعض کو تو سینماؤں میں بدل دیا گیا ہے اور کسر صلیب کا عملی طور پر مشاہدہ ہو رہا ہے۔

قیام لندن کے دوران مجھے نہ صرف انجمن کے نئے مشن ہاؤس دارالسلام دیکھنے میں ٹھہرنے کا موقعہ ملا بلکہ سابقہ مراکز مسجد ووکنگ اور لانگ لے روڈ ٹوٹنگ بھی دیکھ لئے اور جماعت کے احباب وخواتین سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا۔ اللہ تعالے کا شکر واحسان ہے کہ سب کے دلوں میں اسلامیات کا بھرپور جذبہ ہے اور بانئے سلسلہ احمدیہ نے اسلام کی حفاظت اور ترویج واشاعت کی جو تڑپ دلوں میں پیدا کی ہے وہ سب میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

تینوں مشہور ممالک میں مقامی انجمنوں کے اپنے اپنے آفسیٹ پریس موجود ہیں۔ جن پر ڈچ اور انگریزی میں رسائل باقاعدہ طور پر شائع ہو رہے ہیں۔ ہر جماعت کے پاس انجمن کا شائع کردہ لٹریچر اپنی اپنی زبانوں میں موجود ہے اس سے یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ وقت آئے گا سارے مغربی ممالک میں اسلام کا غلبہ ہونے والا ہے اور وہ دن دور نہیں جب اسلام کا سورج مغرب میں پوری تابانیوں کے ساتھ ضیاء پاشیاں کرتا رہے گا۔

(بشکریہ روزنامہ روشنی سرینگر)

* * *

ارشادِ باری تعالیٰ

• "ترجمہ:۔ اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اُسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں۔"

رپورٹ: مولوی شفقت رسول خاں صاحب

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے انہترویں جلسہ سالانہ کی مختصر روئیداد

جلسہ خواتین - ۲۲ دسمبر ۱۹۸۳ء

خواتین جماعت احمدیہ لاہور کا پہلا اجلاس مورخہ ۲۲ دسمبر بروز جمعرات محترمہ بیگم فرحت نشاط صاحبہ کی زیر صدارت اور مہمان خصوصی محترمہ بیگم کرم الٰہی صاحبہ کی موجودگی میں محترمہ طاہرہ جنجوعہ صاحبہ کی تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترمہ زکیہ شیخ صاحبہ نے انجام دیئے۔

محترمہ زاہدہ جنجوعہ نے حضرت مسیح موعود کا کلام "ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے" مترنم آواز میں پڑھا۔ ملفوظات حضرت مجدد زماں محترمہ نگین ملک صاحبہ نے "ازالہ اوہام" سے پیش کئے۔ جن میں نماز، روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ اور بُرائی سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ آپ نے ان ملفوظات میں جماعت احمدیہ کو خدا کی آخری جماعت قرار دیا ہے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہی اس جماعت کا نصب العین بتایا ہے۔

محترمہ پروین چوہدری صاحبہ نے "سوانح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم" کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے حضورؐ کے "پیغام کی اہمیت" کی وضاحت کی اور بتایا کہ جو بات انسانیت کے فائدے کے لئے کہی جائے وہ نہایت اہم ہوتی ہے۔ اس کا قبول کرنا فرض اور ضروری ہوتا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کا پیغام تو انسانوں کی بہتری ہی کے لئے ہوتا ہے۔ تمام انبیاء اپنے وقتوں میں مخصوص پیغام لائے لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی بشارت کے مطابق تمام عالم کے لئے مبعوث ہوئے۔ آپؐ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں۔ اور ہم حضور صلعم کے ساتھ ساتھ حضرت ابراہیمؑ پر درود بھیجتے ہیں۔ چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اس لئے آپؐ کا پیغام تمام جہان کے لئے خیر وبرکت کا موجب ہے۔ یہ تمام کائنات سورج چاند ستارے سب ان[illegible]ن کو خدا کی عظمت کا پیغام دیتے ہیں۔ اور یہ سارا نظام انسان کے لئے ہے۔ خدا کی عظمت ہمارے اقرار اور انکار کی محتاج نہیں۔ اس نے اپنا پیغام انسانوں تک پہنچانے کے لئے رسول مبعوث کئے اور یہ خدا کا پیغام انسانوں کے لئے مفید اور منافع بخش ہے۔ آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو سمجھنے کے لئے حقیقت پسندی ضروری ہے۔ ہم مسیح موعود کی جماعت ہیں ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کریں۔ وہ یوں کہ اپنے اخلاق و اعمال کو خدا کے پیغام کے مطابق درست کریں۔

محترمہ بیگم حنیف اختر ملی صاحبہ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وسعت خیال اور وسعت نظر ترقی پسند اقوام کا خاصہ ہے۔ مقاصد کے حصول کے لئے فروعات کو نظر انداز کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تعمیری نکتہ چینی مستحسن ہے جس کا مدعا اصلاحِ احوال ہو۔ اتفاق، وسعت خیال اور وسعت نظر سے محروم قومیں پسماندہ رہ جاتی ہیں موصوفہ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ بدقسمتی سے مسلمانوں کی حالت ایسی ہی ہے ہر جگہ یہی کیفیت ہے کہ مسلم قوم اتحاد، وسعت نظر و خیال سے محروم ہے تخریبی تحاریک بہت جلد پھیل جاتی ہیں جبکہ تعمیری رجحانات کا فقدان ہے۔ اس قوم کے اندر تعصب، خود غرضی، تنگ نظری وغیرہ نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ باہمی اتحاد۔ حقیقت پسندی، ایثار جیسے عمدہ اخلاق کی ضرورت ہے۔ تاکہ قوم ترقی کے عروج کو پا سکے۔ اور یہ باتیں جبھی ممکن ہیں جبکہ مجدد وقت کے ساتھ وابستگی ہو۔

محترمہ فرحت نشاط صاحبہ نے اپنے بیان میں کہا کہ مجدد وقت کی جماعت کا کام اصلاح ہے اس کا کام اشاعت قرآن و اسلام ہے۔ لوگ حضرت مسیح موعود کے کام کو نظر انداز کر کے محض چند بیکار اور بے معنی اعتراضات کرتے ہیں اور انہی اعتراضات کو اچھالا جاتا ہے۔ جن میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ تبلیغ اسلام کے لئے کوئی کوشش نہیں کی جاتی۔ یہ شرف صرف حضرت مجدد کی جماعت کو حاصل ہے۔ کہ انہوں نے کفرستان مغرب میں سب سے پہلے خدا کا نام بلند کیا اور آج بھی وہاں تبلیغ اسلام میں پیش پیش ہے۔ مگر مسلمان اس جماعت کو ہی کافر کہتے ہیں۔ عیش و عشرت میں غرق قوم اسلام کیا پیش کرے گی؟ مقررہ موصوفہ نے مزید کہا کہ تاریکی کو دور کرنے کا طریق صرف یہ ہے کہ ہم اپنے صحیح عقائد کو پھیلائیں اور عمل سے اس کو واضح کریں کیونکہ عمل کے سامنے زبانی باتیں کچھ اہمیت نہیں رکھتیں۔

جناب انور ملی صاحب کی بچی طیبہ نے نعت پیش کی۔

میں احمدی بچی ہوں، میں احمدی بچی ہوں۔
ہے عزم جواں جس کا اس قوم کی بیٹی ہوں

محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ صدر تنظیم خواتین احمدیہ لاہور نے تقریر کرتے ہوئے حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑتے ہوئے دعا کی تھی کہ اے اللہ ان میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو انہیں علم و حکمت سکھائے اور ان کو پاک کرے۔ اور یہی تین باتیں تبلیغ کا اصل مقصد ہیں۔ خدا نے ہمیں بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ اس زندگی کو کامل کرنے کے لئے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ اور اس کے لئے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کا نمونہ پیش کیا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ بلغ ما انزل الیک۔ خدا نے سب قوموں کی طرف نبی بھیجے مگر نبی آخر الزماں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں لیکن اصلاح کے لئے مجددین کا وجود کا وعدہ دیا گیا ہے

اس لئے حضرت مجدد کی بعثت ہوئی اور ان کو مخالفت پر صبر دکھانا پڑا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ؎

گالیاں سن کر دعا دیتا ہوں اُن لوگوں کو

رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

لیکن ختم المرتبت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ان سے بڑھ کر مخالفت کی گئی اور آپ نے صبر و استقامت دکھائی۔ جب بندہ خدا کے حضور اظہارِ عجز کرتا ہے تو خدا تعالیٰ نقص کو دور کر کے قوت عطا فرماتا ہے۔ محترمہ نے بتایا کہ حضرت موسیٰ نے خدا کے حضور عرض کی کہ صرف میرا بھائی ہارونؑ ہی میرے ساتھ ہے اور سب لوگ نافرمان ہیں مجھے صبر اور استقامت عطا فرما آخرکار نافرمان قوم کو بابلیوں اور ایرانیوں نے تاخت و تاراج کر دیا اور بیت المقدس کو ویران کیا گویا بنی اسرائیل نافرمانی کر کے خدا کی نصرت سے محروم اور خوار ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد سو سال تک غلط باتیں پھیل جائیں گی۔ صحابہ رضہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ پھر کیا ہوگا تو حضور صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تجدید دین کے لئے ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث کرتا رہے گا۔ اور بُرائیاں دور کرتا رہے گا۔ کیونکہ خدا کا کام رکتا نہیں۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت ابوبکر رضہ نے فرمایا تھا کہ محمدؐ تو فوت ہو گئے ہیں لیکن خدا زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ مقررہ موصوفہ نے زور دیا کہ تم نبی صلعم کی تعلیم کے وارث ہو اور ان کو حکم تھا کہ اے رسولؐ جو تیری طرف اتارا گیا اس کو لوگوں تک پہنچا دو۔ اور اب یہ تبلیغ و اشاعت ہمارے ذمہ ہے۔ کیونکہ حضرت امام وقت فرماتے ہیں کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز نہیں ہوگا جیسا مجھ سے۔ یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ ہی میں داخل ہے۔ دعوتِ حق کے لئے ایک جماعت کا وجود ضروری ہے اور تم ہی وہ جماعت ہو جو امام وقت نے تبلیغ اشاعتِ اسلام کے لئے کھڑی کی ہے۔ اس کو کوئی مٹا نہیں سکتا کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

نورِ خدا ہے کُفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

آپ نے بیعت کے اقرار کو یاد دلایا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو نبھانے پر زور دیا۔

محترمہ زبیدہ محمد احمد صاحبہ نے "ہمارا کام" کے عنوان سے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا آج مشکلات کا دور ہے۔ ہر طرف بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ کئی ملک گذشتہ چند سالوں سے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ بڑی طاقتیں ایٹمی ہتھیاروں کی دوڑ میں لگی ہوئی ہیں۔ عالمگیر جنگ کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔ اور مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کا گلا کاٹنے میں مصروف ہیں۔ کہیں بھی امن و سکون نظر نہیں آتا انسان خسارہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کیونکہ وہ دن رات طلب دنیا میں غرق ہے لیکن اس مصیبت سے نجات صرف اسی صورت میں ہے کہ وہ خدا پر ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم خدا کے دین کی تبلیغ کریں اور اشاعت اسلام کے لئے دامے درمے قدمے سخنے کام کریں۔ کوئی شخص جماعت سے الگ ہو کر کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جماعت میں کرامت ہے اس لئے ہمیں متحد اور مربوط رہنا چاہیئے۔ ہمارے بزرگوں کی امانت ہمارے پاس ہے اسکو دنیا تک پہنچانا ہمارا فرض ہے۔ اور اس کے لئے ہم جوابدہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے جو کام ہمارے سپرد کیا ہے وہ خدا کا کام ہے۔ اور خدا کا کام کبھی نہیں رکتا۔ ہم اس فریضہ کو انجام دیں گے تو خدا کا ہم پر فضل ہوگا۔ آج مغربی ملکوں کو اسلام سے آگاہ کرنا صرف ہمارا کام ہے۔

زاہدہ ناہید صاحبہ نے حضرت مرزا صاحب کا کلام ؎

"پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا"

مترنم آواز میں سنایا جس سے دلوں میں سرور پیدا ہوا۔

محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ آف لندن نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ خدا کا فضل و احسان ہے کہ ہم پھر مل بیٹھے ہیں اور مرحومین کے لئے دعائے خیر کے بعد کہا کہ ہمیں لندن میں مشن کے لئے ایک موزوں اور عمدہ ٹھکانہ مل گیا ہے اس میں محترمہ جمیلہ خاں صاحبہ اور جناب شاہد عزیز صاحب، جناب محمد انور صاحب نائب امام لندن مشن کی مساعی کی وجہ سے مرکز میں جان پڑ گئی ہے۔ دارالسلام میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ تقاریر ہوتی ہیں۔ درس قرآن کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے۔ غرضیکہ اب لندن مشن خوب فعال ہے۔ اور اشاعتِ اسلام میں بڑھ چڑھ کر کام کر رہا ہے۔ پرنٹنگ مشین نصب کی گئی ہے۔ حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمۃ القرآن انگریزی اور دوسری قطب کو پھیلانا ضروری ہے کیونکہ یہی لٹریچر اسلام کا روشن چہرہ دکھا سکتا ہے۔ موصوفہ نے آئندہ نسل کی تربیت دینی پر زور دیا کیونکہ زمانہ بے دینی کی طرف راغب ہے بچوں کی اصلاح بڑی ضروری ہے تاکہ دین کے صحیح خادم بن سکیں۔

محترمہ ناجیہ طارق نے قرآن پاک کی آیت قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم کے حوالہ سے پردہ پر مدلل تقریر کی اور بتایا کہ غض بصر کا حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے۔ عورت مردوں کے شانہ بشانہ خدمت دین کر سکتی ہے۔ اور تمام جائز کاموں میں شامل ہو سکتی ہے۔ آج اصلاح معاشرہ کے لئے عورت کو گھروں میں مقید کرنے پر زور دیا جا رہا ہے حالانکہ یہ شرعی پردہ نہیں ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کو ضرورت کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔ معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

محترمہ سلیمہ فاروقی صاحبہ نے "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات" کے عنوان پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا حضور صلعم نے سب سے پہلے ایسی خاتون سے شادی کی جو آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں اور اس کی وفات پر ایسی خواتین سے آپ نے نکاح کئے جو یا تو بیوہ تھیں یا مطلقہ ماسوائے ایک خاتون کے یعنے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ۔ اور وہ خواتین ہمدردی کی محتاج تھیں جو ماسوائے نکاح کی صورت کے ممکن نہ تھا۔ کیونکہ ان کے خاوند اسلام کی راہ میں غزوات میں شہید ہو گئے تھے۔ یا دوسرے لوگوں سے بہتر راہ و رسم کے لئے ان قبائل کی بیوگان سے نکاح کئے۔ بہرحال آپ کی زندگی عیش و عشرت سے عبارت نہیں ہے۔ اور یہ وہی محترم نبیؐ تو ہیں جن کے سامنے اہلِ مکہ نے دنیا کی ہر نعمت پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن آپ نے انکار کر دیا تھا۔

ان ازواج مطہرات کا وجود اس لئے بھی ضروری تھا کہ تمام ضروریاتِ زندگی کے متعلق مسائل کا حل نبی اکرم صلے اللہ علیہ السلام کے وجود سے حاصل کیا جائے

اور عورتوں کے متعلقہ مسائل کو ازواجِ مطہرات سے معلوم کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ عورتوں کی خبر گیری۔ بچوں کی پرورش وغیرہ وغیرہ کے جملہ مسائل ازواج کی ساطت سے معلوم ہوتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی بے عیب ہے اور آپ ہر رنگ میں اسوۂ حسنہ ہیں۔ محترمہ رضیہ مدد علی نے چندہ کے لئے اپیل کی اور خواتین نے خدمت دین و اشاعت قرآن کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

خواتین کا دوسرا اجلاس محترمہ زبیدہ محمد احمد صاحبہ کی سٹیج سیکرٹری کی حیثیت اور محترمہ آمنہ بی بی بد وملہی کی تلاوتِ قرآن پاک سے شروع ہوا۔ شمائلہ وغیرہ بچوں نے حضرت مسیح موعود کا کلام سنایا۔

اِک نہ اک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے

محترمہ مجیدہ ماسٹر اللہ بخش صاحبہ نے تنظیم خواتین احمدیہ بد وملہی کی رپورٹ اور محترمہ پروین چوہدری صاحبہ نے اوکاڑہ کی رپورٹ پیش کی۔ اور سیکرٹری خواتین کراچی نے کراچی کی رپورٹ پیش کی جو حوصلہ افزا اور جماعت کی ترقی اور تنظیم کے بہت عمدہ نتائج پر مبنی تھی۔ اور ملتان کی رپورٹ محترمہ فرحت نشاط صاحبہ نے پیش کی۔

بعد ازاں محترمہ ساجدہ رحمٰن صاحبہ نے "اسلام کیا ہے؟" کے عنوان سے نہایت خوبصورت اور مدلل انداز میں تقریر کی۔

عزیزہ رفعت عزیز صاحبہ نے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بالاختصار حالات زندگی سنائے اور ان کی خدمات دینیہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ مدیحہ رسول صاحبہ نے حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم کے حالاتِ زندگی سنائے اور اور اس شعر سے اپنی تقریر کی ابتدا کی ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کئے

اور اُن کی تبلیغی مساعی کا ذکر کیا۔ اور ان کے رؤسائے مغرب کو حلقہ بگوش اسلام کرنے کے واقعات سنائے۔

محترمہ شمائلہ غفور ملہی صاحبہ نے حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین مرحوم کے حالات زندگی بیان کئے۔ اور ان کے زیر نگرانی نئی تعمیرات احمدیہ بلڈنگس کا ذکر کیا۔

محترمہ سمیرا اشرف صاحبہ نے حضرت مولانا عبدالحق ودیارتھی کی زندگی کے حالات بیان کئے اور ان کی دینی مساعی کا ذکر کیا۔

یہ تمام تقاریر بزرگانِ سلف کو نہایت درجہ خراج تحسین تھا اور ان کی خدماتِ دینیہ کا اعتراف بھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ حقیقت بھی کہ ان بزرگوں کی زندگیاں عین کتاب و سنت کے مطابق تھیں اور ہمیں بھی اُن کے نقشِ قدم پر چل کر خدمات دینیہ کو ادا کرنا چاہیئے۔

محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ صدر تنظیم خواتینِ احمدیہ لاہور نے اختتامی دعا کی اور بزرگانِ سلف مولانا عبدالحق ودیارتھی اور یوسف گرنتھی کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم نے ان بزرگوں کی ذات سے فائدہ اٹھایا وہ نہایت مخلص انسان تھے۔ دعا کی گئی کہ خدا ہمیں دین پر استقامت عطا فرمائے اور دینِ اسلام کی خدمت کا موقع فراہم کرتا ہے اور یوں یہ خیر و برکت کی مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

— ••• —

ایک دل خراش صدمہ

ہماری جماعت کا ایک اور ستارہ غروب ہو گیا

آہ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب پی ایچ۔ ڈی

القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی بہ اللہ
دل غم و الم سے بھر پور ہے آنکھیں اشک بار ہیں لیکن ہم کچھ نہیں کہتے سوائے اس کے جس پر اللہ راضی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

سال ۱۹۸۳ء کے آخری دن ۳۱ دسمبر کو جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب پی ایچ ڈی بھی ہم سے جدا ہو کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۳۰ دسمبر کو ٹھیک ٹھاک اور ہشاش بشاش حسب دستور دوستوں سے ملے۔ ۳۱ دسمبر کو اچانک پھیپھڑوں کی تکلیف ہوئی دل پر اثر پڑا اور جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔

آپ ایک صالح، شریف النفس، مخلص، اعلیٰ فہم و فراست کے مالک نہایت ذہین نرم دل اور احمدیت کے سچے خادم تھے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں عربی کی اعلےٰ تعلیم کے بعد آپ نے برسلاڈ یونیورسٹی (جرمنی) سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ متعدد اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ پاکستان کے لئے پہلی جنگ آزادیٔ کشمیر میں آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں خاصے صحت مند اور شکل و صورت سے جوان معلوم ہوتے تھے۔ بڑے باہمت، وقت کے پابند اور اَن تھک تھے۔ جرمنی اور انگلینڈ میں انجمن کے نمائندہ کے طور پر آپ نے بڑے مشکل اور کٹھن حالات میں بطور امام خدمات سرانجام دیں اور اپنے اس فرض کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا۔

ماڈل ٹاؤن سے جنازہ دارالسلام لایا گیا نماز جنازہ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے پڑھائی جس میں مقامی جماعت کی کثیر تعداد کے علاوہ اُن کے بے شمار مداحوں نے بھی شرکت کی جنازہ میں جمِ غفیر دیکھ کر مرحوم کی مقبول شخصیت کا کچھ اندازہ ہوتا تھا۔ قبرستان دارالسلام میں تدفین کے بعد حضرت امیر نے دعا کرائی۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اپنی قربت سے نوازے آمین! ادارہ پیغام صلح مرحوم کے خاندان اور عزیزوں کے اس غم میں برابر کا شریک ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے

باہتمام الدین پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا
(چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۴ جنوری ۱۹۸۴ء۔ شمارہ ۱

جلد: ۷۱ { یوم چہارشنبہ | ۶ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۸۴ء { شمارہ ۲-۷

ارشاداتِ حضرت مجددِ صدچہاردہم

جماعت تب ہی بنتی ہے جب بعض بعض کی ہمدردی کریں

"جس شخص کو پوری طاقت دی گئی ہے وہ اپنے کمزور بھائی سے محبت کرے میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ اس کے لئے دُعا کرے اس سے محبت کا اظہار کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے لیکن بجائے ان کے کینہ میں زیادتی کی جاتی ہے۔ اگر ایسے کمزور بھائیوں سے عفو نہ کیا جائے اور اس سے ہمدردی نہ کی جائے تو اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں۔ جماعت تب ہی بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کریں آپس میں پردہ پوشی کی جائے۔ جب ایسی حالت پیدا ہو جائے تب وہ ایک وجود ہو کر ایک دوسرے کے جوارح ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں اگر ایک شخص کا بیٹا کوئی قصور کر بیٹھے تو اس کی پردہ پوشی کی جاتی ہے اور اس کو الگ ہو کر سمجھایا جاتا ہے۔ اسی طرح اپنے بھائی کی ہر شخص پردہ پوشی چاہتا ہے اور یہ نہیں چاہتا کہ اس کے عیبوں کے لئے اشتہار دے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کا بھائی بنائے تو کیا بھائیوں کے حقوق یہی ہیں کہ بدسلوکی اور بے مروتی کی جائے ... بعض وقت انسان جانوروں۔ بندروں اور کتوں سے بھی سبق سیکھ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طریق کو بہت ناپسند کرتا ہے کہ اندرونی پھوٹ ہو اور یہ طریق نامبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی یہی طریق و نعمت اخوت یاد دلائی ہے اور اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کر دیتے تو وہ اخوت ان میں پیدا نہ ہو سکتی تھی جو رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے ان کو ملی۔ اسی طرح پر اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اسی قسم کی اخوت وہ یہاں بھی قائم کرے گا۔ خدا تعالیٰ پر مجھے بڑی امیدیں ہیں اس نے وعدہ کیا ہے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ ایک جماعت قائم کرے گا جو قیامت تک منکروں پر غالب رہے گی مگر یہ دن جو ابتلاء کے دن ہیں اور کمزوری کے ایام ہیں ہر ایک شخص کو موقعہ دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اپنی حالت میں تبدیلی کرے دیکھو ایک دوسرے کا شکوہ کرنا۔ دل آزاری کرنا اور سخت زبانی کر کے دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔ اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے پچھلے سلسلے منقطع ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر غریب، بچے جوان۔ بوڑھے، ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور ان کی عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں ان کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں۔"

(ملفوظاتِ احمدیہ حصہ چہارم)

ہمارے اسلاف

سیرت حضرت عمرؓ کے چند اوراق

درویشی و پادشاہی کا مرقع

جہاں ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو خدا تعالیٰ نے وہ نرالی شان بخشی کہ دنیا کے کسی اور انسان کو وہ شان نصیب نہ ہوئی وہاں آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و خصائل بھی ایسے عدیم المثال تھے کہ دنیا کی تاریخ میں اُن کی نظیر ڈھونڈھنا بے سود ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام سے کون مسلمان واقف نہیں۔ آپ کے کارہائے نمایاں نے کس مسلمان کو قوت ایمان نہیں بخشی؟ آپ کے عدل و انصاف، ایمان و اخلاص، تدبر و حکمت اور عقل و ذہانت نے کس بڑے سے بڑے دشمن سے خراج تحسین وصول نہیں کیا؟ اور آپ کے زمانہ کی تاریخ لکھتے ہوئے کون مورخ ایسا ہے مسلم یا غیر مسلم، منصف یا متعصب جس نے آب زر کو سیاہی نہ بنایا ہو؟ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام اور مسلمانوں کی عظیم الشان خدمات انجام دیں اور دین محمدی کی شان کو ایسا بلند کیا کہ ہم قیامت تک نہ ان کو فراموش کر سکتے ہیں اور نہ ان کی نظیر لا سکتے ہیں۔ وہ ایسی خدمات تھیں کہ اگر دنیا میں ایک اور عمر پیدا ہو جاتا تو اس وقت صفحہ ہستی پر صرف اسلام ہی ایک مذہب ہوتا اور مسلمان ہی ایک قوم۔

سیرت عمر رضی اللہ عنہ کی داستان کے متحمل اخبار کے چند اوراق نہیں ہو سکتے اس کے لئے دفتر درکار ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں ہم صرف فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے اور وہ بھی بڑے اختصار کے ساتھ اس وقت ہم حضرت عمر کی زندگی کے چار پہلوؤں پر روشنی ڈالیں گے۔

۱۔ عمر رضی اللہ عنہ بحیثیت ناظم ملک (۲) عمر رضی اللہ عنہ بحیثیت کمانڈر انچیف یا قائد اعظم
۳۔ عمر بحیثیت امیر المومنین (۴) عمر رضی اللہ عنہ بحیثیت ایک مسلمان۔

ملکی انتظام خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں مسلمان اتنی وسیع مملکت کے مالک ہو چکے تھے کہ اس کا انتظام بڑی طاقت اور قابلیت کا محتاج تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اس وسیع سلطنت کے انتظام کو احسن طریق پر انجام دیا بلکہ ایسی ایسی باتیں ایجاد کیں اور انتظام کے سلسلہ میں ایسی تجاویز کو رواج دیا جن سے نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم حکومتیں بھی اس سے قبل نا آشنا تھیں۔ خلافت ثانیہ میں جو باتیں اور نئی ایجادیں مختلف صیغوں میں رائج ہوئیں مورخین کے نزدیک اولیت سے تعبیر کی جاتی ہیں۔ اور اس اولیت اور قابلیت کا سہرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔ ذیل میں ان تمام باتوں کو نقل کیا جاتا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائج کیں۔

ممالک مقبوضہ کی صوبوں میں تقسیم، بیت المال یا خزانہ کا قیام۔ عدالتوں اور قاضیوں کا تقرر فوجی دفتر کی باقاعدہ ترتیب۔ والنٹیئر کور۔ یعنی ٹیریٹوریل فورس کا قیام۔ پیمائش کا جاری کرنا۔ تاریخ اور سنہ ہجری کا قیام۔ مردم شماری۔ نہریں کھدوانا۔ شہروں کا آباد کرنا۔ صیغہ محاصل اور دفتر مال کا قیام۔ پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ یا نظارت نافعہ کا قیام۔ پولیس کا قیام اور صیغہ تعلیم اور صیغہ مذہبی کا قائم کرنا۔

افسران ملکی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ ملک کو آٹھ صوبوں میں تقسیم کیا یعنی مکہ۔ مدینہ۔ شام۔ جزیرہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ فلسطین اور مصر۔ ایران کی سلطنت پہلے ہی تین صوبوں میں منقسم تھی یعنی فارس خراسان اور آذربائیجان۔ چنانچہ یہ تقسیم بحال رہی ملک کے انتظام کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر صوبہ کے اندر جو افسران مقرر کئے ان کی تفصیل یہ ہے (۱) والی یا گورنر (۲) کاتب یا میر منشی (۳) کاتب دیوان یا فوجی دفتر کا میر منشی (۴) صاحب الخراج یا کلکٹر (جس کے ماتحت ہر پرگنہ میں تحصیلدار وغیرہ کام کرتے تھے۔) (۵) صاحب الاحداث یا انسپکٹر جنرل پولیس۔ صاحب بیت المال یا افسر خزانہ (۷) صدر الصدور، قاضی۔ منصف وغیرہ۔

افسروں اور عاملوں کو ہدایات

اس بات کی تو تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہر طرف امن و امان تھا۔ رعایا خوشحال تھی اور تہذیب و تمدن میں دن بدن ترقی ہو رہی تھی۔ اس تمام ترقی و خوشحالی کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ ایسے افسر مقرر کرتے تھے جنہیں اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس ہو جو عادل اور منصف مزاج ہوں۔ اور جنہیں اس بات پر یقین ہو کہ ان سے ان کے افعال کی بازپرس ہو گی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر کسی عامل یا افسر کے خلاف شکایت سن پاتے تو فوراً اس کی تحقیق کرتے اور اگر افسر واقعی مجرم ہوتا تو اس کو قرار واقعی سزا دیتے۔ حضرت عمرؓ کا عاملین پر اس قدر رعب تھا کہ کوئی اپنے فرائض میں کوتاہی کی جرأت نہ کرتا۔ جب کسی کو گورنر یا افسر مقرر فرماتے تو یہ ہدایت دیتے۔

"یاد رکھو کہ میں نے تم کو امیر اور سخت گیر مقرر کر کے نہیں بھیجا بلکہ امام بنا کر بھیجا ہے۔ کہ لوگ تمہاری تقلید کریں تم مسلمانوں کے حقوق ادا کرو ان کو زد و کوب نہ کرو کہ وہ ذلیل ہوں۔ ان کی بے جا تعریف نہ کرو کہ غلطی میں پڑیں ان کے لئے اپنے دروازے بند نہ رکھو کہ زبردست کمزور کو کھا جائیں۔ ان سے کسی بات میں اپنے آپ کو ترجیح نہ دو کہ یہ ان پر ظلم کرنا ہے۔" (الفاروق جلد دوم صفحہ ۲)

اس کے علاوہ ہر عامل سے عہد لیا جاتا تھا کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو گا باریک کپڑا نہ پہنے گا۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔ دروازے پر دربان نہ رکھے گا۔ اور اہل حاجت کی ہمیشہ حاجت روائی کرے گا۔ تمام عمال کو حکم تھا کہ ہر سال حج کے موقعہ پر حاضر ہوں۔ حج کی تقریب پر تمام اطراف کے مسلمان جمع ہوتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں اعلان فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو اپنے عمال کے خلاف شکایت ہے تو پیش کرے اور پھر لوگوں کی شکایات پر عمال سے بازپرس کرتے۔ ایک دفعہ ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا کہ فلاں عامل نے مجھے بے قصور ۱۰۰ کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مستغیث کو حکم دیا کہ وہیں مجمع عام میں عامل کے ۱۰۰ کوڑے لگائے۔ حضرت عمرو بن العاص نے آپ کو سمجھایا کہ یہ بات عاملوں پر گراں گزرے گی لیکن عدل فاروقی کے سامنے اُن کی پیش نہ گئی اور بالآخر عمرو بن العاص نے اس شخص کو دو صد دینار دے کر اس عامل کا قصور معاف کرایا۔

(ماخوذ)

* * *

از قلم: مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درسِ قرآن ــ سبق ۵۳

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ؕ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ؕ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰہُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ؕ

(آلِ عمران ۳ ۔ آیات ۵ تا ۷)

ترجمہ:۔ ”یقیناً اللہ تعالیٰ پر نہ زمین میں کوئی چیز چھپی ہے اور نہ آسمان میں۔ وہی ہے جو تمہاری تصویریں رحموں میں بناتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں سے (کچھ) محکم آیتیں ہیں جو کتاب کی ماں (یعنی اصل) ہیں۔ اور کچھ اور متشابہ ہیں پھر جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو متشابہ ہے فتنہ پیدا کرنے کے لئے اور یہ چاہتے ہوئے کہ اُن کی (من مانی) تاویلیں کریں۔ اور اس کی کوئی تاویل نہیں جانتا سوائے اللہ کے، اور ان کے جو علم میں پختہ ہیں، وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل والوں کے سوا کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا“

یہ سورۃ آلِ عمران کی ۵ تا ۷ آیات ہیں۔ ان سے قبل کی آیات ۱ تا ۴ کی تفسیر میں نے پچھلے درس میں کی تھی۔ اُن آیات میں ذکر تھا قرآن سے پہلی الہامی کتابوں کا حالانکہ وہ اپنے وقت کے لوگوں کے لئے ہدایت تھیں مگر ان کے ماننے والے آج ہدایت یا سیدھے راستہ پر نہیں رہے (اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ آج اپنے دینوں پر عمل کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کو پا نہیں سکتے جس کو پانے کا نشان ہمیشہ یہ رہا ہے کہ اُن سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا تھا) پر چونکہ اب اُن دینوں میں باطل مل گیا اس لئے حق اور باطل میں فرق کر کے دکھانے اور حق کو تا ابد قائم کرنے کے لئے یہ قرآن نازل ہوتا ہے۔ مگر قرآن کو ماننے والوں کو وہ غلطی نہیں کرنی چاہیئے جو پچھلوں نے کی تھی جس کا ذکر آگے آئیگا کہ انہوں نے محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ آیات کا پیچھا کیا اور اُن کی من مانی تاویلات کر کے نہ صرف خود حق سے گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا بلکہ اختلافات بھی پیدا کئے۔

مزید تفسیر سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ محکم اور متشابہ آیات سے کیا مُراد ہے؟ حضرت امام راغب نے محکم کی تعریف کی ہے کہ ”محکم وہ ہے جس میں لفظ اور معنی کی حیثیت سے کوئی شبہ وارد نہ ہو۔“ مثلاً اللہ تعالیٰ کی توحید یا اعمال کی جزا و سزا کے بارہ میں قرآن حکیم کی آیات ایسی واضح اور یکساں ہیں کہ اُن کے بارہ میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور ”متشابہ“ آیات ایسی ہیں کہ ان کے ایک سے زیادہ معنی کئے جا سکتے ہوں جو ایک دوسرے کے مشابہ تو ہوتے ہیں مگر ان کی تاویل بجائے محکم آیات کی روشنی میں کرنے کے جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہو وہ من مانی تاویلیں کر کے اختلافات اور حق بات سے پھر جانے یا فتنہ کی صورت پیدا کر دیتے ہیں۔ مثلاً انجیل میں خدائے واحد کی صاف اور واضح تعلیم اور تاکید ہے۔ جب حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا گیا کہ سب حکموں میں اول حکم کیا ہے تو ”یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے۔ اے اسرائیل سُن! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔“ تو پوچھنے والے فقیہہ نے اُس سے کہا ”اے استاد! بہت خوب! تو نے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔“ (مرقس باب ۱۲۔ آیات ۲۹ و ۳۲) ۔ مگر چونکہ دوسری جگہ انہوں نے خدا کو ”باپ“ کے لفظ سے پکارا یا کہیں اپنے آپ کو ”خدا کا بیٹا“ کہا تو یہودیوں نے یہ الزام لگا کر کہ یہ خود خدا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انہیں سنگسار کرنا چاہا تو حضرت عیسیٰؑ نے اس کا خود جواب دیا کہ کیا تمہارے بڑے خدا نہ کہلاتے تھے (جیسا کہ تورات کی کتاب زبور میں بطور مجاز نیک لوگوں کے لئے لفظ خُدا بلکہ الٰہ آیا ہے ”میں نے تو کہا کہ تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالےٰ کے فرزند ہو“ (۸۲: ۶) تو میں نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا انہی معنوں میں کہدیا تو تم کہتے ہو کہ میں کفر بکتا ہوں۔ (یوحنا ۱۰۔ ۳۴ تا ۳۶) پھر ساری عمر حضرت عیسیٰؑ اپنے آپ کو ”ابنِ آدم“ کہتے رہے اور دو انجیلوں میں اُن کے شجرہ نسب میں اُن کے ماں اور باپ انسان (یوسف نجار) لکھے ہوئے ہیں۔ مگر بعد میں پولوس اور دوسروں نے حضرت عیسیٰؑ کو بطور مجاز یا استعارہ اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہنے کا یہ فائدہ اٹھایا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو نہ صرف سچ مچ کا خدا کا بیٹا بلکہ خدا (تین میں سے ایک) بنا ڈالا۔ یہی وہ دلوں کی کجی اور متشابہ آیات کی من مانی تاویل کر کے حق سے گمراہ ہو جانا یا فتنہ کھڑا کرنا ہے کہ آج دنیا میں سب میں زیادہ تعداد میں لوگ اسی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

میں نے عیسائیت کے حوالے سے محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ آیات کی اتباع کرتے ہوئے اور من مانی تاویل کر کے گمراہ ہو جانے یا اختلاف

پیدا کرنے کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اسی سورت آلِ عمران میں عیسائیت کے عقائد کا ذکر آئیگا۔ مگر اس سے پہلے جو قرآن کریم نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ بیماروں کو چنگا کر دیتے تھے یا مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے یا پرندے پیدا کر دیتے تھے تو وہ سبھی مجاز اور استعارہ کے رنگ میں آیا ہے کیونکہ قرآن حکیم کی محکم آیات ہیں کہ جسمانی بیماروں کو شفا دینا یا مُردوں کو زندہ کرتا یا کسی بھی مخلوق کو پیدا کرنا صرف اللہ تبارک و تعالےٰ کا کام ہے اور ان معاملات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ حضرت عیسےٰؑ کے لئے کیوں قرآن حکیم نے بطور مجاز یا استعارہ یہ باتیں فرمائی ہیں۔ اس کی تفصیل تو میں انشاءاللہ ان مقامات کی تفسیر کرتے ہوئے کروں گا مگر اس بات کا یہاں ذکر میں اس لئے کر رہا ہوں کہ بدقسمتی سے ہمارے مفسرین نے قرآن حکیم کے محکمات اور متشابہات کے فرق کو سمجھ لیتے ہوئے حضرت عیسےٰؑ کی ان باتوں کو ظاہری رنگ میں لے کر عیسائی پادریوں کے ہاتھوں میں ایک کاری ہتھیار پکڑا دیا تھا کہ وہ قرآن کے حوالے سے کہ یہ اعجاز تو صرف خُدا کر سکتا تھا تو حضرت عیسےٰؑ نے بھی کئے تو وہ نعوذ باللہ خدا تھے وہ پادری مسلمانوں کو عیسائی بنالیں۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب پہلے انسان ہیں جنھوں نے اس معاملہ کو صاف کر کے عیسائی پادریوں کے دانت کھٹے کیا توڑ دیئے۔

قرآن کریم میں پیشگوئیاں جو علم غیب پر مبنی ہوتی ہیں وہ زیادہ تر متشابہ آیات کی شکل میں ہیں۔ اور ان کو متشابہ صورت میں رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ ان کے معانی نہیں کھلتے جب تک کہ وہ پوری نہ ہوں۔ اس کے دو فائدے ہیں اوّل تو یہ کہ کوئی مفتری یا جھوٹا انسان ان غیب کی پیشگوئیوں کو اپنے پر نہیں لگا سکتا کیونکہ جب معنی ہی معلوم نہیں تو ان کا ناجائز فائدہ کس طرح اٹھایا جا سکتا ہے۔ دوم جب وہ پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں تو وہ قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے اور رسول اللہ صلعم کی صداقت پر زبردست ثبوت مہیّا کرتی ہیں۔

دوسری قسم کی وہ متشابہ آیات ہیں جن کے معانی کھولنے کے لئے قرآن حکیم کے ایک ریسرچ کرنیوالے کو خود قرآن حکیم کی محکم آیات کے اندر رہ کر ان کی تفسیر کرنے کے لئے محنت اور کاوش کر کے، اپنے دماغ کو لڑا کر، اور خود اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعاؤں سے سمجھنے کی التجا کر کے جب ان معانی پر سے اللہ تعالیٰ پردہ اٹھاتا ہے تو نہ صرف وہ مفسر بے اختیار اللہ تعالیٰ کے حضور میں گر کر اقرار کرتا ہے کہ سبحٰنک لا علم لنا الّا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم "تو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں ملتا سوائے اس کے جو تو ہمیں دیتا ہے۔ بے شک تو تمام علوم رکھنے والا، حکمتوں کو جاننے والا ہے"، اور ایک دنیا ان انکشافات سے مستفید ہوتی ہے۔ اور قرآن کے منجانب اللہ ہونے اور اس کے اندر لاانتہا خزانوں اور معرفتوں پر ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ یاد رہے کہ جس طرح دنیاوی علوم میں انسان کا ذہن نشوونما نہیں پا سکتا جب تک کہ انسان محنت اور کاوش کر کے ان علوم کے مخفی خزانوں کو نہ نکالے، دینی اور باطنی علوم کا بھی یہی حال ہے۔ اگر میں دنیاوی علم سے ایک مثال دوں تو آپ کو سمجھنا آسان ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے بجلی کو تو خود بنایا اور اس کے اصول مقرر فرمائے مثلاً مثبت اور منفی یا A.C یا D.C یا اس کے اور خواص مقرر فرمائے۔ وہ محکم اور بنیادی اصول ہیں اور وہ دینی علم کے محکمات کے مقابلہ پر بجلی کی محکمات ہوتی ہیں۔ مگر بجلی کو خود بنا کر اللہ تعالےٰ نے انسان کو موقعہ دیا کہ وہ اپنی محنت اور کاوش اور خداداد عقل کو استعمال کر کے بجلی کی وہ تمام چیزیں بنا لے جن سے دنیا کو آج اس قدر فائدہ پہنچ رہا ہے۔ تو بجلی کی تمام چیزوں کے علوم بجلی کے علم اور اصولوں کے ماتحت ہوتے ہیں اور بجلی کے علم میں سے اسی طرح پیدا ہوتے ہیں جس طرح متشابہات محکمات کے ماتحت ہوتی ہیں اور محکمات میں سے ایک رنگ میں پیدا ہوتی ہیں۔ انسان کے اعمال کا نیک یا بد ہونا یا انسان کی ان کے بارہ میں اللہ تعالےٰ کے سامنے جوابدہی یہ محکمات میں سے ہے مگر جنت یا دوزخ جو ان اعمال سے پیدا ہوتی ہیں ان کا تمام بیان متشابہات کے رنگ میں ہے اور مرنے کے بعد ہی ان متشابہ باتوں پر سے اپنے وقت پر پردہ اُٹھے گا۔ اسی لئے مثلاً جنّت کی نعمتوں کے بارہ میں اللہ تعالےٰ سے علم پاکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ انہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا نہ کسی قلب میں سے ان کا گذر ہوا۔ مگر دنیا کی نعمتوں سے ان کو کچھ مشابہت ہے تبھی تو جنت کی نعمتوں کے پہلے ذکر میں ہی فرمایا وانتوا بہ متشابھا ط (البقرۃ ۲ - ۲۵) کہ وہ دنیا کی نعمتوں سے مشابہ ہوں گی۔ دنیا کی زندگی میں انہیں سمجھانے کے لئے لازماً متشابہ زبان میں رکھنا پڑا تبھی تو فرمایا کہ مثل الجنۃ التی وعد المتقون (محمد ۴۷ - ۱۵) کہ انہیں سمجھانے کے لئے مثال دینا پڑی۔ مثلاً جنت میں شہد اور دودھ کی نہروں کا ذکر اصلی معنوں میں ہرگز نہیں بلکہ متشابہ الفاظ میں ہے۔ اور قرآن کے مفسر پر اس کی کاوش اور محنت اور دعا کے نتیجہ میں ان متشابہات کے معنے کھولے جاتے ہیں جب ان کا ذکر آئیگا تو اس پر انشاءاللہ روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔

اوپر کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن حکیم میں (۱) متشابہات میں بہت سا علم غیب ہوتا ہے جو (۲) قرآن کی محکمات میں سے ہی وقت آنے پر پیدا ہوتا یا ظاہر ہوتا ہے۔ اب ان دو باتوں کو ذہن میں رکھ کر ہم آج کے درس کی طرف آتے ہیں۔ پہلی آیت میں تو فرمایا کہ انّ اللہ لا یخفیٰ علیہ شیءٌ فی الارض ولا فی السّماءِ ؕ "اللہ پر نہ زمین میں کوئی چیز چھپی ہے نہ آسمان میں۔ زمین اور آسمان اور جو کچھ ان کے اندر ہے وہ انسانوں کے لئے مخفی ہوتا ہے جب تک کہ وہ مخفی علم ظاہر نہ ہو جائے۔ مگر اللہ تعالےٰ جس نے ان سب کو بنایا ہے اس کے لئے کوئی چیز یا آسمانوں زمینوں کا کوئی علم مخفی نہیں ہو سکتا۔ اور وہ کیسے مخفی ہو سکتا ہے جب اُس نے ان کے ظاہر اور باطن دونوں کو بنایا ہے۔ اسی طرح جو ماضی یا حال میں زمین پر ہوا اس کا علم بھی اللہ تعالےٰ کو ہے جو ان کا عینی شاہد ہے بلکہ جو مستقبل میں ہونا ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کی تقدیر کے بموجب ہونا ہے وہ انسان کے لئے تو ابھی آسمان پہ ہے مگر اللہ تعالےٰ سے وہ مخفی نہیں۔ سائنس نے آج آن کر بتایا ہے کہ ماضی۔ حال اور مستقبل انسان کے لئے بطور واقعات کے پیدا ہوتے ہیں مگر دراصل وہ تمام وقت موجود ہوتے ہیں۔

اس حیرت انگیز انکشاف کے لئے دیکھئے صفحہ ۲۷ کتاب "دی یونیورس اینڈ ڈاکٹر آئن سٹائن" جس کے مصنف کا نام لنکن بارنٹ ہے۔ قرآن کے علم و حکمت پہ انسان عش عش کر اٹھتا ہے۔ قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کے علم کو کتاب سے تشبیہ دی ہے۔ جو صفحہ اس کتاب کا کھلا ہوتا ہے وہ حال ہوتا ہے۔ اس کے پہلے کے صفحات ماضی ہوتے ہیں اور اگلے صفحات مستقبل ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ بیک وقت اور ہر آن کھلے ہوتے ہیں جس طرح کتاب اپنے تمام صفحات پر محیط ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ماضی، حال اور مستقبل پر بیک وقت حاوی ہوتا ہے۔ انسان کے لئے اگلے پچھلے صفحات آنکھ سے اوجھل ہوتے ہیں۔ مگر کتاب کے لئے جو ان تمام صفحات پر احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے تمام صفحات یکساں ہیں۔ وہ انسان کی آنکھ سے نہیں دیکھ رہی ہوتی ہے بلکہ اپنی آنکھ سے جس کے آگے تمام صفحات موجود ہوتے ہیں۔ اس دقیق ترین مسئلہ کو کیا آسان تشبیہ دیکر سمجھایا ہے!

اللہ تعالیٰ کے محیطِ کل علم کا یہاں کیوں ذکر فرمایا ہے؟ آگے قرآن میں محکمات اور متشابہات کا ذکر آئیگا۔ دونوں رنگوں میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم دیا ہے۔ محکمات تو انسان کی آنکھوں کے آگے کھلے صفحہ کی طرح ہیں۔ مگر متشابہات ان بند صفحوں کی طرح ہیں جو انسان سے تو مخفی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے لئے کھلے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تو بند صفحہ کو پلٹ کر انسان کی آنکھوں کے آگے کھول دیتا ہے۔

اس سے اگلی آیت بھی عجیب تر ہے! هو الذی یصوّرکم فی الارحام کیف یشآء ط لا الٰه الا هو العزیز الحکیم ہ "وہی اللہ ہے جو تمہاری تصویریں رحموں میں جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔"

اب یہ مسلّم ہے کہ کوئی انسان اپنی اولاد کی شکل نہ خود بنا سکتا ہے نہ لیڈی ڈاکٹر یا دائی کی مدد سے گھڑ سکتا ہے۔ وہ بچہ جو ماں کے رحم میں مخفی ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخفی نہیں ہوتا اور وہی جس طرح چاہے اس کی شکل بناتا ہے۔

اور کیا عجب بنانے والا ہے کہ بالکل ایک ہی تعداد کی ہڈیوں اور پٹھوں اور گوشت پوست سے ایسی شکلیں بناتا ہے کہ کوئی دو انسان بلکہ توام بچے بھی بالکل ایک جیسے نہیں ہوتے۔ فرمایا کہ وہ تمہاری شکل بنانے والا ہی تمہارا الٰہ ہے جس کے معنی میں بتا آیا ہوں کہ معبود (جس کی فرمانبرداری کی جائے) محبوب (فرمانبرداری جو اللہ تعالیٰ کو محسنِ اعظم جانتے ہوئے محبت سے کی جائے تبھی بہترین فائدہ ہوتا ہے نہ کہ چٹی سمجھ کر کی جانے والی فرمانبرداری سے) اور مطلوب و مقصود (کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر کے ہی اللہ ملتا ہے جس کو پانا انسان کی زندگی کا مقصد ہے) تو اللہ کا ذکر یہاں کیوں فرمایا؟

قرآن حکیم نے وہ علم دیئے ہیں جو کہیں اور سے نہیں مل سکتے۔ جس طرح ماں کے پیٹ میں بچہ ہوتا ہے اور اس کی شکل بن رہی ہوتی ہے انسان کے جسم کے اندر اس کی روح شکل اختیار کر رہی ہوتی ہے۔ اور موت (یعنی جسم کے مرنے) پر وہ روح جو اب "النفس" یعنی ایک شخصیت بن گئی ہوتی ہے اگلے عالم میں اسی طرح پیدا ہوتی ہے جس طرح بچہ اس عالم میں پیدا ہوتا ہے اسی لئے مر کر بظاہر ختم ہو جانے پر اگلے عالم میں چلے جانے کے بارہ میں جو لوگ شک کرتے ہیں انہیں قرآن حکیم پہلی بات یہ فرماتا ہے کہ جس نے پہلی دفعہ تم کو پیدا کیا وہ کیا دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔ تو لفظ الٰہ یہاں لانے میں یہ حکمت ہے کہ اسی نفس کی شکل اچھی بنتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں عمر گزارے اور اسے راضی کرنا اور پانا اس کی زندگی کا مقصد رہا ہو۔

مگر اس آیتِ مبارکہ کا ایک اور بہت اعلیٰ مفہوم اگلی آیت سے متعلق ہے۔ اگلی آیت میں قرآن میں محکمات اور متشابہات کے ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ محکمات "ماں" ہوتی ہیں اس کتاب کی۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ متشابہات ان محکمات سے وہی نسبت رکھتی ہیں جو بچے اپنی ماں سے رکھتے ہیں اور متشابہات کی شکل بنتی ہے۔ محکمات کے بطن میں جس طرح بچہ کی شکل ماں کے پیٹ میں بنتی ہے۔ اس لئے اگر متشابہات کے ایک سے زیادہ معنی وقتاً فوقتاً نکلتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا اعلیٰ ترین مظہر ہوتے ہیں۔ مگر جس طرح بچہ کی شکل ماں کے پیٹ کے اندر بنائی جاتی ہے کسی متشابہ آیت کے کوئی معنی مت کرو جو متعلقہ محکم آیت کے باہر ہوں۔ بلکہ وہ اس محکم آیت کے اندر رہتے ہوئے کرنا چاہئیں۔

اگلی آیت یوں ہے:۔ "وہی (اللہ ہی) ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اس میں سے (کچھ) محکمات ہیں جو کتاب کی ماں (کا حکم رکھتی) ہیں۔ اور کچھ متشابہ ہیں سو جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو متشابہ ہے فتنہ پیدا کرنے کے لئے اور یہ چاہتے ہوئے کہ ان کی (من مانی) تاویلیں کریں۔ اور اس کی کوئی تاویل نہیں جانتا سوائے اللہ کے، اور ان کے جو علم میں پختہ ہیں، وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور عقل کرنے والوں کے سوا کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا۔"

اس آیت کے بیشتر مضمون کی تفسیر میں پہلے ہی کر چکا ہوں صرف اس کے آخری حصہ کی تفسیر باقی ہے۔ فرمایا کہ متشابہ آیت کی تاویل سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم (اللہ) بتا آئے ہیں کہ محکمات بطور "ماں" کے ہیں۔ انہی کے اندر رہ کر متشابہ آیت کی تفسیر کرو۔ بالفاظ دیگر اس کتاب کی متشابہات کی تفسیر اسی کتاب کی محکمات کے ماتحت یا اندر رہ کر کرو۔ کیونکہ دونوں اللہ کے علم سے دی گئی ہیں اور ان میں تضاد ممکن نہیں۔ یا پھر فرمایا کہ جو لوگ علم میں پختہ ہوں ان سے متشابہات کے معنی پوچھو۔ مگر اس فرمان کے عربی الفاظ میں آگے پیچھے دونوں طرف وقف لا کر اس فرمان کو دونوں طرف جوڑا ہے یعنے اول یوں کہ متشابہات کی تاویل یا تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور یا

وہ لوگ جو علم میں پختہ ہوں اور دوسری طرف جوڑ کر اس کے معنی یہ بنتے ہیں کہ وہ لوگ جو علم میں پختہ ہیں وہ محکمات اور متشابہات دونوں پر ایمان لاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ دونوں ہمارے رب کی طرف سے ہیں یعنے ہماری ربوبیت کے لئے ہیں (علمی اور روحانی تربیت کے لئے ہیں) اگرچہ فوراً کسی متشابہ آیت کے معنی نہ بھی ان کے سمجھ آئیں یا یہ معنے بنے کہ جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ کس طرح متشابہ آیت کے معنی کرتے ہیں؟ محکمات کی طرف لوٹا کر کیونکہ دونوں ہمارے رب کی طرف سے ہونے کی وجہ سے تطبیق رکھتے ہیں متضاد نہیں ہو سکتے۔ آخر میں فرمایا کہ عقل والے لوگوں کے سوا کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ عقل سے کام لو۔ خدا کے کلام میں تضاد کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لئے فروع کو اصول کے ماتحت رکھ کر قرآن کے دونوں قسم کے علموں سے فائدہ اٹھاؤ۔

چونکہ دلوں کی کجی نے دوسری تمام قوموں کو گمراہ کیا کہ وہ متشابہات کے پیچھے پڑ کر اور محکمات کو بھول کر من مانی تاویلیں کرنے لگے اس لئے اگلی آیت میں مسلمانوں کو دعا سکھائی کہ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب ہ

"اے ہمارے رب ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا ہونے دینا اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت کی۔ اور اپنی جناب سے ہمیں رحمت (روحانی انعامات) عطا فرما۔ بے شک تو بہت عطا کرنے والا ہے۔"

اللہ کا فضل ہو تو ہی انسان دل میں کجی پیدا ہو جانے سے بچ سکتا ہے کیونکہ دلوں کے بھید اللہ تعالے کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بالآخر یہ خبردار کرنے کے لئے کہ دلوں کی کجی اور گمراہی قابلِ مواخذہ ہے اس رکوع کو اس آیت پر ختم فرمایا ہے:-

"اے ہمارے رب تو ضرور لوگوں کو اس دن کے لئے جمع کرنے والا ہے جس میں کچھ شک نہیں۔ بے شک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔"

وعدہ خلافی تو وہ کرتا ہے جو وعدہ پورا نہ کر سکے۔ اللہ تعالے تو عزیز یعنے غالب اور اپنی مخلوق پر تمام قدرتیں رکھتا ہے اس کے لئے وعدہ پورا کرنا آسان ہے۔

***

کلام الامام

رُوحِ اخوّت

ہماری جماعت کو چاہیئے کہ کسی بھائی کا عیب دیکھ کر اس کے لئے دعا کریں۔ لیکن اگر وہ دعا نہیں کرتے اور اسکو بیان کر کے دور سلسلہ چلاتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں۔ کون سا ایسا عیب ہے جو دور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہمیشہ دعا کے ذریعہ سے دوسرے بھائی کی مدد کرنی چاہیئے۔ ایک صوفی کے دو مرید تھے۔ ایک نے شراب پی اور نالی میں بے ہوش ہو کر گرا۔ دوسرے نے صوفی سے شکایت کی اس نے کہا تو بڑا بے ادب ہے کہ اس کی شکایت کرتا ہے اور جا کر اٹھا نہیں لاتا۔ وہ اسی وقت گیا اور اسے اٹھا کر لے چلا۔ کہتے تھے کہ ایک نے تو بہت شراب پی لیکن دوسرے نے کم پی کہ اسے اٹھا کر لے جا رہا ہے۔ صوفی کا مطلب یہ تھا کہ تو نے اپنے بھائی کی غیبت کیوں کی۔ آنحضرت صلعم سے غیبت کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کسی کی سچی بات کا اس کی عدم موجودگی میں اس طرح بیان کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو اسے برا لگے غیبت ہے۔ اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے اور تو بیان کرتا ہے تو اس کا نام بہتان ہے۔ خدا تعالے فرماتا ہے: ولا یغتب بعضکم بعضًا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتًا۔ اس میں غیبت کرنے کو ایک بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جو آسمانی سلسلہ بنتا ہے ان میں غیبت کرنے والے بھی ضرور ہوتے ہیں اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر یہ آیت بے کار جاتی ہے۔ اگر مومنوں کو ایسا ہی مطہر ہونا تھا اور ان سے کوئی بدی سرزد نہ ہوتی تو پھر اس آیت کی کیا ضرورت تھی؟ بات یہ ہے کہ ابھی جماعت کی ابتدائی حالت ہے بعض کمزور ہیں جیسے سخت بیماری سے کوئی اٹھتا ہے بعض میں کچھ طاقت آگئی ہے پس چاہیئے کہ جسے کمزور پائے اسے خفیہ نصیحت کرے۔ اگر نہ مانے تو اس کے لئے دعا کرے اور اگر دونوں باتوں سے فائدہ نہ ہو تو قضاء و قدر کا معاملہ سمجھے۔ جب خدا تعالے نے ان کو قبول کیا ہوا ہے تو تم کو چاہیئے کہ کسی کا عیب دیکھ کر سردست جوش نہ دکھلایا جائے ممکن ہے کہ وہ درست ہو جاوے۔ قطب اور ابدال سے بھی بعض وقت کوئی عیب سرزد ہو جاتا ہے القطب قد یزنی کہ قطب سے بھی زنا ہو جاتا ہے بہت سے چور اور زانی آخر کار قطب اور ابدال بن گئے۔ جلدی اور عجلت سے کسی کو ترک کر دینا ہمارا طریق نہیں ہے کسی کا بچہ خراب ہو تو اس کی اصلاح کے لئے وہ پوری کوشش کرتا ہے ایسے ہی اپنے کسی بھائی کو ترک نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ عیب دیکھ کر اسے پھیلاؤ اور دوسروں سے تذکرہ کرتے پھرو۔ بلکہ وہ فرماتا ہے کہ "وہ صبر اور رحم سے نصیحت کرتے ہیں۔" مرحمہ یہی ہے کہ دوسرے کے عیب دیکھ کر اسے نصیحت کی جاوے اور اسکے لئے دعا بھی کہ دعا میں بڑی تاثیر ہے۔"

(الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۹)

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا

ہر چیز میں خدا کی ضیاء کا ظہور ہے — پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دور ہے

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا — اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

عاشق جو ہیں وہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں — جب مر گئے تو اسکی طرف کھینچے جاتے ہیں

ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی — دیوار زہد خشک کی آخر کو پھٹ گئی

زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں — مقبول بن کے اسکے عزیز و حبیب ہیں

از قلم: مکرم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب لندن

حضرت اقدس نے خدا کی ہستی کو زندہ ہستی کے طور پر پیش کیا

خدائی تحریکات کی آخری کامیابی خدا تعالےٰ کا ازلی ابدی قانون ہے

اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون .... وھو السمیع العلیم (سورۃ الانبیاء ا تا ۴)

یہ آیات سورۃ شریفہ الانبیاء کی ہیں ان میں یہ ذکر ہے کہ جب ہم کسی اصلاح کی صورت کرتے ہیں تو ہم اس طریق اصلاح میں انذار کا پہلو بھی اختیار کرتے ہیں کہ جب تک تم اپنی غفلت و سستی کو نہیں چھوڑو گے اصلاح و فلاح اور راستی کی راہ اختیار نہیں کرو گے تو تمہارا انجام برا ہوگا۔

اس تعلیم کے مقابلہ پر جو لوگ دشمنی کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں پہلے وہ ہنسی مخول اور ٹھٹھے سے کام لیتے ہیں۔ مامور خدا کی تعلیم و تلقین اور نصیحت کو نظر انداز کر کے اس کو استہزا میں اڑا دیتے ہیں اور لہو و لعب میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جب مامور خدا کی کچھ کامیابی نظر آتی ہے تو پھر اس کی نسبت مختلف قسم کی قیاس آرائیاں شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی کہتے ہیں کہ اس کے دماغ میں خرابی ہے۔ اپنے الٹ پلٹ خوابوں کی بنا پر دعوے کرتا ہے، اور کوئی کہتے ہیں کہ یہ شخص دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے عمداً خدا پر محض افتراء اور بہتان باندھتا ہے۔ کوئی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے۔ اعلےٰ کلام پر قادر ہے اس لئے جو کلام اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ اثر انگیز ہے۔

یہ ہیں مختلف قسم کی آراء جو ایک مامور من اللہ کی ہستی کے بارے میں اس کے مخالف قائم کرتے ہیں لیکن خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ پہلے بھی جب کبھی ہم نے نبی اور رسول اور مامور اپنی جناب سے اصلاح انسان کے لئے مبعوث کئے وہ مافوق انسانی ہستی کے مالک نہیں تھے۔ وہ فرشتے نہیں تھے۔ وہ کوئی دوسری مخلوق نہیں تھے وہ انسان ہی تھے اور جسمانی حوائج میں ہم آپ کی طرح تھے۔ ان کو وہ سب ضروریات انسانی لاحق تھیں جو دیگر انسانوں کو لگی ہوئی ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ ہم ان پر اپنی وحی نازل کرتے ہیں۔ فرمایا

ثم صدقنٰھم الوعد فانجینٰھم و من نشاء و اھلکنا المسرفین ۝

آخر کار ہمارے وہ وعدے سچے نکلے۔ ہم نے ان مومنوں کو نجات دی اور زیادتی کرنیوالے تھے ان کو تباہ کر دیا۔

اس میں یہ نصیحت اور ذکر کے طور پر فرمایا کہ کاش تم عقل سے کام لو۔

اس زمانہ میں جب خدا تعالےٰ کے نزدیک یہ مقدر ہوا کہ دنیا میں فساد بڑھ جانے کی وجہ سے انسان کے اندر صفاتِ حسنہ مغلوب ہو رہی ہیں تو اس فسادِ عظیم کے پیش نظر اس زمانہ میں اپنے وعدہ صادقہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ...

یعنی صدی کے سرے پر ہم امت محمدیہ کی اصلاح و فلاح کے لئے ایک مامور مبعوث کیا کریں گے چنانچہ اس وعدۂ الٰہی کے مطابق اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اصلاح دین و امت کے لئے مبعوث فرمایا اور حضرت امام زماں نے ربانی فریضہ کو مستحکم طریقہ سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک جماعت بنائی جو ان مقاصد کی حامل ہے۔ جن کے لئے آپ کھڑے کئے گئے تھے۔

حضرت امام زماں نے نہ صرف اس جماعت کے سامنے مقصد غلبۂ اسلام رکھا بلکہ اپنے انفاس قدسیہ سے اس جماعت کے اندر وہ صفات اور خوبیاں پیدا کر دیں جو ایسے عالی مقاصد کے حصول کے لئے ضروری تھیں۔

چنانچہ ان صفات میں سب سے مقدم یہ ہے کہ آپ نے اپنے پیروؤں میں کامل ایمان ودیعت کیا اور اپنی تعلیمات کے ذریعہ سے خدا پر کامل اور پختہ ایمان پیدا کر دیا مادیت اور دہریت کے زمانہ میں خدا کا تصور ہی انسانی عقل و دماغ کو اجنبی محسوس ہونے لگا ہے اور وہ مذہب اور اس کی قدروں کی داستانِ پارینہ اور ٹھٹھا مخول سمجھتے ہیں لیکن حضرت امام زماں نے خدا کی ہستی کو زندہ ہستی کے طور پر پیش کیا۔ اور اسلام کو زندہ اور حقیقت و صداقت پر مبنی دین ثابت کیا نیز یہ یقین جاگزین کیا کہ دینِ اسلام دنیا میں غالب آئے گا۔ اسکو عقل و فلسفہ اور سائنس سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک وقت تو یہ حالت تھی کہ اعلےٰ اعلےٰ تعلیم یافتہ مسلمان بھی اسلام کی حقیقتوں اور اس کی زندگی بخش تاثیرات سے منکر ہو رہے تھے۔ وہ سوچ ہی نہیں سکتے تھے کہ اس عقل و علم کے زمانہ میں بھی اسلام دنیا میں پھیل سکتا اور کوئی پڑھا لکھا انسان اس کو قبول کر سکتا ہے وہ احساسِ کمتری کا بُری طرح شکار تھے۔ کہ اسلام کو آج کوئی نہیں قبول کر سکتا۔

انتہائی مایوسی کے دور میں یقین کی زندگی

اس مایوسی اور بے چارگی کی حالت میں حضرت امام زماں اعلان فرماتے ہیں کہ وقت آگیا ہے کہ اسلام اب دنیا میں غالب آئے گا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں

حضرت امیر مولانا صدر الدین مرحوم و مغفور اکثر یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ آپ کو قادیان سے مولانا شبلی صاحب سے ملاقات کے لئے بھیجا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے مسلمانوں کی اصلاح اور دینی ترقی کے لئے مدرسہ قائم کیا۔ ہم نے پہلے پہل اپنے تعلیم یافتہ طلبا کو لیا کہ وہ صحیح قسم کے مبلغ بن سکیں گے لیکن ان طلبہ میں تقاضۂ وقت کے مطابق تبلیغ کی قابلیت پیدا نہ ہو سکی۔ جو پہلا

مقصد تھا۔ بعد ازاں ہم نے انگریزی خواں لوگ لئے مگر ہم اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ انگریزی تعلیم نے دین و مذہب کے اصولوں اور عقائد کو ان کے دلوں سے مسخ اور محو کر دیا تھا۔ اس لئے ہم ان کے قلوب میں ایمان و یقین اور غلبہ دین کا کوئی جذبہ و ولولہ پیدا نہ کر سکے۔ لیکن اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ قادیان میں اعلےٰ سے اعلےٰ انگریزی خواں تعلیم یافتہ لوگ چلے گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ دین و مذہب پر فریفتہ ہو گئے۔ ایک طرف حضرت مرزا صاحب کی تعلیم و صحبت سے ان میں غلبہ اسلام پر حتمی یقین و ایمان پیدا ہو گیا اور ان کے قلوب ایثار کے جذبہ سے سرشار ہو گئے یہاں تک کہ وہ اپنے دنیاوی مقاصد کو چھوڑ چھاڑ کر ہمہ تن تبلیغ دین کے لئے وقف ہو گئے۔ تو دوسری طرف انہوں نے نہایت کامیابی سے اشاعت اسلام کے ذریعہ ایک عالم میں اسلام کی تائید کے لئے ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ نمایاں فرق ہے جو حضرت اقدس نے اپنے پیروؤں کے دلوں میں ایمان کی پختگی اور جذبہ ایثار کے ساتھ پیدا کیا۔

دوسری صفت جو حضرت اقدس نے اپنی قوم کے اندر پیدا کی وہ ایثار و قربانی کی صفت ہے۔ یہ جماعت اس صفت میں اپنی نظیر آپ ہے اس جماعت کے ایثار و قربانی کی مثال آج کہاں مل سکتی ہے جبکہ آج لوگ ایمان کی دولت سے محروم ہیں۔ ان کے نزدیک روپیہ پیسہ ہی سب کچھ ہے حصولِ دولت کی دوڑ میں یوں گم ہیں کہ انہیں اپنی بھی خبر نہیں۔ اور زر کے سوا اور کسی بات کی ان کو سوچنے کی فرصت نہیں اور اگر اُن کی توجہ کسی طرف نہیں تو وہ دینِ اسلام کی طرف نہیں کہ اس کی اشاعت و غلبہ کے لئے بھی نہیں کچھ کرنا چاہیئے۔ ؎

ہر کسے در کار خود با دینِ احمدؐ کار نیست

والا معاملہ ہو رہا ہے۔

اسلام کی اشاعت و غلبہ کا جذبہ صرف خدا کے فضل سے جماعتِ احمدیہ میں ہی ہے جس کا اعتراف دوست و دشمن دونوں کو یکساں ہے جن کے قلوب ایمان کے نور اور ایقان کی دولت سے معمور ہیں اور وہ اپنا حلال اور گاڑھے پسینے سے کمایا ہوا روپیہ اس مال و دولت کی حرص کے زمانہ میں خدمت اسلام میں صرف کرتے ہیں۔ (جلسہ سالانہ ۸۳ء میں سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل پر دس لاکھ کے قریب روپیہ جمع ہوا)

مگر افسوس ہوتا ہے مسلمان بھائیوں کے طرزِ عمل پر کہ اگر وہ خدا کی راہ میں اسلام کی خدمت کا عزم کرتے ہیں تو جو اس سلسلہ میں رنگ اختیار کیا جا رہا ہے وہ تعمیری نہیں تخریبی ہے۔ اور یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی طرح جماعتِ احمدیہ کو ختم کر دیا جائے اور جس جگہ یہ کام کر رہی ہے وہ ہم اپنا لیں۔ حالانکہ تبلیغ اسلام کے لئے وسیع میدان پڑا ہے۔ اگر خدمت دین کا کام تعمیری راہوں سے کیا جائے تو کیا ہی اچھی بات ہے مگر اس بات پر انتہائی افسوس کرنا پڑتا ہے کہ تبلیغ بھی کرنے کی راہ اختیار کی جاتی ہے تو تخریبی اقدامات کو اختیار کیا جاتا ہے۔

قبولیت کیلئے تقوٰی اوّل شرط ہے: خداتعالیٰ کے ہاں تو وہی کام قبول ہوتے ہیں جن کی بنیاد تقوٰی پر ہو۔ اگر تقوٰی نہیں ہے تو کام بظاہر کتنا بھی خوبصورت و نیک و اعلےٰ نظر آئے وہ قابلِ قبول نہیں ہے۔ جیسے قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

لمسجد اسس علی التقوٰی من اوّل یوم احق ان تقوم فیہ

جس کام کی بنیاد تقوٰی پر ہو اسی میں خدا کی رضا ہے جسے قبولیت حاصل ہوتی ہے اور اسی میں آپ کو شمولیت اختیار کرنا چاہیئے۔

جو لوگ اشاعتِ اسلام دنیا میں کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں جو اس مقصد کی مقتضی ہیں۔ یعنی قرآن کے اصولوں کی صداقت پر حتمی اور مکمل یقین ہو اس کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اپنے اندر ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اور پھر اس زمانہ کے جو خاص مسائل ہیں ان پر گہری نظر ہو اور اُن کے نتائج و اثرات ان کے سامنے ہوں۔ یاد رہے کہ ان مسائل میں جب تک مسلمانوں کا نکتہ نظر وہ نہیں ہو جاتا جو حضرت اقدس نے پیدا کیا تب تک اشاعتِ دین میں وہ کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکتے۔ مثلاً موجب میں حیاتِ مسیح کا عقیدہ لے کر تحریکِ اشاعتِ اسلام کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اس کے علاوہ یہ کہ خدا زندہ ہستی ہے اور وہ انسانوں سے ہمکلام ہوتی ہے دین کا یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ اگر کوئی شخص یا مسلمان گروہ اس بات کا قائل نہیں کہ اب بھی خدا کا مکالمہ مخاطبہ اپنے بندوں کے ساتھ جاری ہے تو وہ کیسے اسلام کی اشاعت دنیا میں کر سکتا ہے؟ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو قرآن کی تفسیر کی ہے وہ عین زمانہ کی ضرورت کے مطابق کی ہے اس زمانہ کی ضروریات کو سامنے رکھا۔ اس تفسیر کے بغیر کہیں بھی اسلام کی تبلیغ کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص یا گروہ آج دنیا میں تبلیغ اسلام کرنا چاہتا ہے تو انھیں چاہیئے کہ ان اصولوں کو اپنائیں جو احمدیت نے پیش کئے ہیں۔ اور وہ صفات اپنے اندر پیدا کر دکھلائیں۔

***

(بشکریہ مشرق میگزین)

پاکستان میں سگریٹ نوشی کے متعلق تشویشناک حقائق

گیارہ ارب روپے دھوئیں میں اڑا دیئے جاتے ہیں

(قسط ۱)

مجلس شوریٰ کے ایک اجلاس میں وزیر خزانہ نے بتایا کہ ۸۲-۱۹۸۳ء کے دوران مالی سال میں پاکستان میں سگریٹ سازی کے مختلف کارخانوں سے چھتیس ارب اسی کروڑ سگریٹیں کلیئر ہوئی ہیں۔ اس کلیئرنس کے معنی یہ ہیں کہ محکمہ کسٹم کے انسپکٹروں نے اس تعداد پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ سگریٹوں کی اس تعداد میں وہ سگریٹ شامل نہیں ہیں جو کسٹم کے مراحل طے نہیں کر سکتی ہیں اور نہ وہ سگریٹ شریک ہیں جو ملک سے باہر کی سگریٹ فیکٹریوں سے کسی نہ کسی طور پر پاکستان میں درآمد کر لی جاتی ہیں۔ ایک اور بھی دلچسپ صورت ہے ذرا غور فرمایئے۔

پاکستان میں ساختہ سگریٹ خود پاکستان میں سمگل ہو کر آتے ہیں اور ارزاں قیمت پر دستیاب ہیں جس کے سبب ایکسائز ڈیوٹی کی صورت میں ہمارا خزانہ کروڑوں روپوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ افغان خریدار اپنے ملک کے لئے قانونی طور پر پاکستانی سگریٹ درآمد کرتے ہیں۔ پھر یہی سگریٹ صوبہ سرحد اور پنجاب کے بعض شہروں میں درآمد کئے جاتے ہیں اور مقامی مارکیٹ میں سستے داموں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ برآمدی سگریٹوں پر ۳۵ تا ۴۰ فیصد برآمدی ڈیوٹی عائد نہیں ہوتی۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ پاکستان کے کارخانوں سے سمگل ہونے والے سگریٹوں کی تعداد آٹھ دس ارب سے کم نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم جناب محترم وزیر خزانہ صاحب ہی کے اعداد و شمار کو سامنے رکھیں اور پاکستان کی آبادی ۸ کروڑ قرار دیں تو اس وقت پاکستان میں ہر شخص چار سو ساٹھ سگریٹ سالانہ پھونک رہا ہے۔

ایک محتاط اندازہ یہ ہے کہ ہر سگریٹ کا ۱/۴ حصہ ضائع ہوتا ہے یعنی پیا اور پھونکا نہیں جاتا۔ سگریٹ کے بعض برانڈ قیمتی ہیں۔ اور بعض سستے اور جو سگریٹ غیر ملکی ناجائز طور پر درآمد ہوتے ہیں وہ سب سے مہنگے پڑتے ہیں۔ ان حالات میں ایک محتاط اندازے کے مطابق فی سگریٹ اوسطاً تیس پیسے پڑتی ہے۔

میں سگریٹ نوشی کے مضر صحت ہونے کے موضوع پر بعد میں گفتگو کروں گا ذرا پہلے ہم اس پر بھی غور کر لیں کہ ملت پاکستانیہ بہ حیثیت مجموعی سگریٹ نوشی پر مندرجہ بالا اخراجات کرنے کے بعد اپنا کس قدر وقت سگریٹ نوشی پر صرف کر رہے ہیں۔ ہم نے محتاط اندازہ لگایا ہے کہ ایک سگریٹ کو لطف اندوزی کے ساتھ پھونکنے میں اوسطاً پانچ منٹ صرف ہوتے ہیں اس اعتبار سے اعداد و شمار درج ذیل ہوتے ہیں۔

ایک کھرب چوراسی ارب منٹ

تین ارب چھ کروڑ چھیاسٹھ لاکھ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ گھنٹے

بارہ کروڑ ستتر لاکھ ستتر ہزار سات سو ستتر دن

بیالیس لاکھ اٹھاسٹھ ہزار دو سو اٹھاسٹھ مہینے

تین لاکھ چوّن ہزار نو سو اڑتیس شخصی سال

دیا سلائی کا ہر شعلہ فضا میں سے آکسیجن کو جذب کر کے جلا دیتا ہے اور پھر سگریٹ جب پانچ منٹ تک جلتی رہتی ہے تو اس سے بھی آکسیجن صرف ہوتی رہتی ہے اور آکسیجن جیسی جان افزا نعمت کا اس طرح جلنا اور صرف ہونا بجائے خود ایک ضیاع ہے مگر اس احتراق کے نتیجے میں فضا میں دھواں اور کاربن مونو آکسائیڈ کا پھیل جانا انتہائی مضر صحت ہے۔ ہم سگریٹ نوشی کی بدولت اپنے ماحول کی جان افزا آکسیجن خرچ کر کے اور جوابًا کاربن مونو آکسائیڈ اور مختلف دوسری گیسیں فضا میں شریک کر کے ایک انتہائی مضر صحت "تفریح" میں مبتلا ہیں۔

سگریٹ نوشی کے نتیجہ میں کم از کم ایک درجن مضر صحت گیسیں معرض وجود میں آ جاتی ہیں۔ ان میں مضر ترین کاربن مونو آکسائڈ ہے جو ایک بے رنگ اور بے بو گیس ہے۔ اس گیس کا اثر براہ راست خون کے سرخ حصے پر ہوتا ہے۔ خون کا یہ سرخ جزو آکسیجن جذب کر کے جسم کی ہر ساخت تک اسے پہنچا کر سامان حیات کرتا ہے۔ مگر جب اس پر سگریٹ نوشی کے نتیجے میں کاربن مونو آکسائڈ کا حملہ ہوتا ہے تو آکسیجن اور خون کا تعلق خراب ہو جاتا ہے اور کاربن مونو آکسائڈ کو خون کی رگوں کو خراب کر دینے کا پورا موقع مل جاتا ہے۔ اور یوں امراض قلب کے پیدا ہونے کا سامان ہو جاتا ہے۔ کاربن مونو آکسائڈ کے علی الرغم اب تازہ ترین دریافت یہ ہے کہ سگریٹ نوشی کے نتیجے میں ہائیڈروجن سائنائیڈ اور نائٹروجن سائنائیڈ بھی پیدا ہو جاتی ہیں کہ جو یقینی طور پر ہوائی نالیوں کو متاثر کرتی ہیں۔ اور پھیپھڑوں کے مسائل پیدا کرتی ہیں۔

عالمی ادارہ صحت کے مشیر مسٹر ایڈورڈ آر ڈ نے صحت اور تمباکو نوشی پر پانچویں عالمی کانفرنس کے موقع پر ایک مضمون میں یہ پیشگوئی کی ہے اس مضمون میں سگریٹ نوشی کے عادی افراد کے متعلق جو اعداد و شمار دیئے گئے ہیں ان کے مطابق یورپ میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں سگریٹ نوشی کا رجحان بڑھا ہے۔ البتہ امریکہ میں سگریٹ ترک کرنیوالوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ۱۹۵۹ء کے مقابلے میں یورپ میں سگریٹ نوش مردوں کی تعداد میں ۸۳٫۲ فیصد اضافہ ہوا ہے جو ۱۹۵۹ء کے مقابلے میں دوگنا ہے جبکہ سگریٹ نوش خواتین کی تعداد میں ۱٫۱ فیصد اضافہ ہوا ہے جو ۱۹۵۹ء کی نسبت ۵ گنا ہے۔ ۱۹۵۹ء میں اس تعداد میں اضافے کی حد ۲٫۵ فیصد تھی۔

(باقی آئندہ)

جالینوس کے قلم سے

حقائق دینی اور جدید سائنس کی ترقیات

- ایک طرف جدید سائنسدانوں نے اپنی روزمرہ کی نت نئی ایجادات سے دورِ حاضر کے انسان کو عجیب ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے اور دوسری طرف دینی امور اور قرآنی ہدایات کے بارے میں صحیح راہنمائی کے فقدان نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے اب کوئی بھی شخص سائنسدانوں کے انسان کو چاند کی سطح پر اتار دینے سے انکار نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس امر سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ سائنسدانوں کا دعوٰے ہے کہ انہوں نے ٹسٹ ٹیوب کے ذریعہ بچہ کی پیدائش مکمل کی ہے۔ یہ حقائق ہیں جن سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ ان امور کو قدرتِ خداوندی کی عظمت اور مومنوں کے ذاتِ باری تعالیٰ پر ایمان میں زیادتی کا باعث ہونا چاہیئے یا اسے ابتلاء میں پڑ کر گمراہی اور بے راہ روی اور انکارِ ذاتِ الٰہی پر منتج ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا فتنہ ہے کہ جب تک اس کا دفاع قرآنی تعلیم سے نہ کیا جائے گا بہت سے ایمان والوں کے ایمان ڈول جانے کے امکانات موجود ہیں۔ اور ایمانیات کا یہ مسئلہ سیاسیات سے بہت اہم ہے۔
- قرآن کریم کا دعوٰی ہے کہ تخلیق کائنات کا سزاوار محض رب العالمین ہے۔ یہ آسمان اور زمین اور ان میں پھیلے ہوئے لاکھوں کروڑوں وجود خواہ وہ جاندار ہیں یا غیر جاندار، انسان ہیں یا حیوان، سورج۔ چاند، ستارے۔ دریا، سمندر اور نباتات و جمادات تمام کو صرف اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ عدم سے وجود میں لانے والا اور نیست سے ہست کرنیوالا اور کن فیکون کے نظارے دکھانے والا محض اور محض رب السمٰوٰت والارض ہے اور جن جن کو بھی اس کے سوا خدائی کا مقام دیا جاتا ہے یا ان کی عبادت اور پرستش کی جاتی ہے اور خدا یا خُدا کے بیٹے بنائے جاتے ہیں ان سب کو بھی خدا تعالےٰ نے ہی وجود بخشا ہے اور وہ اس امر کی ذرہ برابر بھی قدرت نہیں رکھتے کہ وہ کائنات کے کسی ایک ذرّے کی بھی تخلیق کر سکیں کسی کو پیدا کر کے اسے زندگی دینی تو کجا وہ اپنی حیات و موت پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔ خدا جب چاہے انہیں اس صفحہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا سکتا ہے کہ وہ قادر و توانا خُدا وہ واحد و یگانہ خُدا تمام تر قدرتوں کا مالک ہے اور کوئی نہیں جو اس کی برابری کر سکے۔ ولم یکن لہ کفواً احد۔
- اللہ تعالےٰ نے کس تحدّی سے بیان فرمایا ہے:۔

"ترجمہ:۔ اے لوگو میں ایک عجیب بات تبلاتا ہوں ذرا اسے غور سے سنو، وہ لوگ جنہیں تم خدا تعالےٰ کے علاوہ پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی بنانے پر قادر نہیں ہیں خواہ وہ سب کے سب جمع ہو جاویں اور اگر ان سے ایک مکھی کوئی چیز اٹھا کر لے جاوے تو وہ اسے واپس بھی نہیں لے سکتے کس قدر کمزور ہے مانگنے والا اور وہ جس سے مانگا گیا"

(سورۃ حج - ۷۴)

- پھر دوسرے مقام پر فرمایا:۔

"کیا وہ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بھی خدا کی طرح پیدائش کر سکتے ہیں اور ان پر مخلوق مشتبہ ہوگئی ہے؟ ان سے کہدو کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ واحد قہار خدا ہے۔"

(سورۃ رعد - ۱۶)

- جہاں تک تو چاند پر جانے اور وہاں ایک مہینہ تک انسان کے رہنے کا سوال ہے تو یہ ایک حقیقت ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ:۔

"تم اس زمین میں زندہ رہوگے اور اسی میں مروگے اور یہاں سے ہی تمہارا خروج کیا جائے گا۔"

- سائنسدان اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ چاند کی سطح پر جانے والے انسان کو اگر زمینی حالات اور فضا ایک گھڑی کے لئے بھی میسر نہ ہو تو وہ وہاں رہنا تو کجا ایک سیکنڈ بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہاں جانے والے کو جانے سے قبل وہ تمام حالات مہیّا کئے جاتے ہیں جو زمین پر زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔

اس امر سے خدا تعالیٰ کی بیان کردہ حقیقتوں پر ایمان راسخ ہوتا ہے جو اس کے پاک کلام میں صدیوں قبل بیان ہو چکی ہیں۔ اور سائنسدانوں نے جو جدید علوم میں ترقی کی ہے وہ بھی قرآنی ہدایات میں پہلے سے موجود ہے۔ خدا تعالےٰ کا ہی فرمان ہے کہ آسمانوں اور زمین میں غور و فکر کرو اور تدبّر اور عقل کو بروئے کار لاؤ تاکہ پوشیدہ علوم تمہارے سامنے کھل جاویں۔ یہ الگ بات ہے کہ جن کو کلام الٰہی میں مخاطب کیا گیا ہے انہیں یہ توفیق نصیب نہیں ہوئی اور غیروں نے اس میدان میں سبقت حاصل کی ہے اور "یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا"۔

- قرآنی آیات میں سینکڑوں مقامات پر یہ امر بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالےٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔ بطور مثال چند مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱: فرمایا:۔

"وہی ذات ہے جس نے ہر چیز کو اسکی خوبصورتی کے ساتھ بنایا ہے اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی ہے۔"

(سورۃ السجدہ - ۷)

۲: پھر فرمایا:۔

"ان سے کہو کہ ذرا دیکھو تو سہی کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے اور خدا تعالیٰ کی نشانیاں اور اس کے انذار نہ ماننے والی قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔"

(سورۃ یونس - ۱۰۱)

۳۔ پھر تفصیل سے فرمایا:۔

"کیا وہ اپنے اوپر آسمان پر غور و فکر نہیں کرتے کہ ہم نے اسے کیسے بنایا ہے اور اسے مزین کیا ہے اور اس میں کوئی سوراخ بھی نہیں ہیں اور زمین کو دیکھو کہ کیسے پھیلایا ہے اور ہم نے اس میں پہاڑ رکھے ہیں اور ہر قسم کی خوبصورت جوڑوں کے ساتھ نباتات پیدا کی ہے۔۔۔"
(سورۃ قٓ ۶-۱۰)

* ایسے لاتعداد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات پر غور و فکر، تدبر اور علوم ارضی و سماوی میں تحقیق کی دعوت دی ہے۔ محض اس لئے کہ اس سے جلال الٰہی کا ظہور ہو اور اس کی ذات پر ایمان بڑھے۔

* اس امر میں بھی کوئی کلام نہیں کہ بعض اوقات ظاہری علم انسان کو سرکشی اور بغاوت کی طرف لے جاتا ہے جب انسان کو تھوڑی بہت علمی میدان میں کامیابی اور برتری نصیب ہوتی ہے تو وہ گمراہی اور کفر کی راہ اختیار کرتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے ایک بندے کو خدا دولت سے مالا مال کرتا ہے تو وہ یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ یہ سب میرے اوصاف اور کمالات کا نتیجہ ہے اس طرح اس دور میں جب انسان کو فضائے آسمانی میں کامیابیاں نصیب ہوتی ہیں اور جدید سائنس نے ان کے لئے آسمانی دروازوں کو کھولا ہے اور بند علوم کی کنجیاں انہیں مل گئی ہیں تو وہ بجائے وجود باری تعالےٰ پر ایمان میں زیادتی کرنے کے الحاد اور بغاوت کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

* حقیقت یہ ہے کہ علوم آسمانی اور زمینی کی فتوحات کا منبع صرف قرآن کریم کا بتلایا ہوا راستہ اور آیات قرآنی میں بیان کردہ علم اور اس علم پر چلنے کے لئے رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور آپ کی سنّت ہے۔ اور اسی کا نام دین ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے حقائق کوئی سائنس اور کوئی علم بغیر دین کے معقول نہیں ہے۔ اور کوئی دین بغیر علوم کے روشنیاں مہیا نہیں کر سکتا یہ قدرت خداوندی کے عطا کردہ وہ مضبوط بندھن ہیں جن پر یہ کائنات قائم ہے اور انسان خدا کی عطا کردہ خلافت علی الارض کا حق اسی رنگ میں ادا کر سکتا ہے کہ وہ جہاں تک بھی ممکن ہو سکے دین کی بنیادوں پر قائم ہو کر علوم میں ترقیوں کی منازل کو طے کرے اور اس کائنات کے سربستہ اسرار و حقیقتوں میں معرفت حاصل کرے۔

* ایک مومن اس وجہ سے بھی اس بات کا پابند ہے کہ وہ علوم میں ترقی کرے کہ اسکو اللہ تعالےٰ نے اس زمین پر اپنا قائم مقام اور خلیفہ بنا کر بھیجا ہے کہ وہ اس کے بتلائے ہوئے علوم اور معارف سے دنیا کو آگاہ کرے قولاً۔ عملاً۔ اور فعلاً۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس انسان نے اس امانت سماوی اور ارضی کو اٹھانے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ اس لحاظ سے بجائے مغرب کے سائنسدانوں کے اس کا اولین فرض ہے کہ وہ اس کائنات میں پوشیدہ رازوں سے دنیا کو روشناس کرا دے جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

"ہم نے اس امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے خوف کھایا اور اسے انسان نے اٹھالیا۔" (سورۃ احزاب ۷۲)

* جب حاملین شریعت قرآنی نے تمام فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری کو قبول کیا ہے تو کیا اُن کا فرض نہیں بنتا کہ وہ قرآنی علوم کے ذریعہ قدرت خداوندی کو عیاں کریں اور اگر وہ اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں تساہل سے کام لیں گے اور آسمانوں اور زمین کے علوم میں ترقی کرنے میں کوتاہی کریں گے تو خدا کے سامنے اس امانت میں خیانت کرنے پر جوابدہ ہوں گے۔ خدا کے ہاں جوابدہی کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ "یقیناً سماعت، بصارت، اور قلوب سب کے سب خدا کی بارگاہ جوابدہ ہوں گے۔"
(بنی اسرائیل ۳۶)

۲۔ انسان نہ صرف اپنے وجود، اعمال اور افعال کا جوابدہ ہوگا بلکہ اگر اس کے جوارح اور اعضاء اس کی راہ میں سعی مسلسل کرنے میں گریز یا کوتاہی کریں گے تو ان سے بھی پوچھا جائے گا۔ جیسے فرمایا:۔

"اس روز اُن کے خلاف گواہی دیں گے ان کی زبانیں، اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں کہ وہ ان سے کیا کیا کام لیتے رہے ہیں۔"
(سورۃ نور۔ ۲۴)

۳۔ پھر اللہ تعالےٰ نے انسان کی جلد کو جو جسم انسانی میں تمام چیزوں کو محسوس کرنے والی ہے بطور گواہ کے رکھا ہے کہ اس کو علم ہے کہ اس نے کیا کیا ہے اور کیا نہیں کیا۔ جیسا کہ جہنم والوں کے ذکر میں فرمایا گیا ہے۔

"یہاں تک کہ وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے اور گواہی دیں گے ان کے خلاف اُن کے کان اُن کی آنکھیں اور اُن کی جلدیں کہ وہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں اور وہ اپنی جلدوں سے کہیں گے کہ تم نے کیوں ہمارے خلاف شہادت دی ہے تو وہ جواب دیں گی کہ ہم کو بولنے کی قدرت عطا اس ذات نے کی ہے جس نے ہر چیز کو نطق بخشا ہے۔"
(سورۃ فصلت ۲۰-۲۱)

* جو سائنسدان اپنے علوم کی بنیاد پر ٹیوب کے ذریعہ بچہ کی پیدائش پر قادر ہو کر خدا کی ذات سے انکار کرنے پر تل گئے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر وہ ذرا بھی غور و فکر سے کام لیں تو یہ حقیقت انہیں ماننی پڑے گی کہ وہ اب بھی کسی چیز کی تخلیق پر قادر نہیں ہیں اور وہ ان امور کا جواب کہاں سے لا سکیں گے کہ:۔

۱: یہ ٹیوب کہاں سے آتی ہے؟ اور جن ذرات اور جس مادے سے یہ ٹیوب بنائی جاتی ہے وہ کہاں سے آتے ہیں۔؟ کیا سائنسدان اس ٹیوب کو عدم سے وجود میں لانے پر قدرت رکھتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ ٹیوب جن چیزوں سے مرکب ہوتی ہے وہ سب اشیاء خدا تعالےٰ کی پیدا کردہ ہیں اور اس کی تخلیق کی گئی بعض چیزوں کو جمع کر کے ٹیوب کی شکل دی جاتی ہے جسے رحم مادر کا عکس بھی کہا جا سکتا ہے۔

۲۔ جو مادہ اس ٹیوب میں رکھا جاتا ہے کیا وہ مرد اور عورت سے حاصل نہیں کیا جاتا؟ بات تو تب ہے کہ تخلیق خداوندی کی طرح سائنسدان بھی کوئی چیز نیست سے ہست میں لا دیں یا کن فیکون کا نظارہ پیش کریں۔ سائنسدان تو صرف خدا تعالےٰ کے پیدا کردہ مادہ سے

ثبوت فراہم کرتے اور اسے رحم مادر کا رنگ دیتے ہیں اور مرد اور عورت سے حاصل کئے گئے مواد کو اس میں منتقل کرتے ہیں۔ ایک ذرہ بھی وہ خود نہیں بنا سکتے۔ اور ان چیزوں کے مجموعہ سے رحم مادر کا سارا ماحول پیدا ہو کر بچہ کی تخلیق کا سبب بن جاتا ہے اور یہ تمام اشیاء خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کی پیدا کردہ نہیں ہیں۔

ہم اس بحث میں نہیں جانا چاہتے کہ سائنسدانوں کا یہ فعل حلال ہے یا حرام ہے۔ صرف سائنسدانوں سے یہ سوال ہے کہ جب تم لوگ تمام چیزیں تو خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی استعمال کرتے ہو اور ماحول بھی ویسا ہی پیدا کر دیتے ہو تو اس میں تو خدا تعالیٰ کی ذات پر ایمان بڑھنا چاہیئے کہ اس کی نقل کی جا سکتی ہے کوئی نیا ذریعہ ایجاد کرنے سے انسان قاصر ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ صادر فرما دیا ہے کہ ہم نے ہی ہر چیز کو اور انسان کو پیدا کیا ہے۔ وہ فرماتا ہے:

ھذا خلق اللہ ..... فارونی ماذا خلق الذین من دونہ؟

"یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوق ہے ..... "پس مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے کیا پیدا کیا ہے جن کی اس کے علاوہ بطور معبود کے پرستش کی جاتی ہے۔"

* اس نوٹ سے اُن علماء کرام کو جو قرآنی علوم پر وسیع دسترس رکھتے ہیں دعوت تعلیم فراہم کی جاتی ہے کہ وہ جدید سائنس سے متاثر ہونے والوں کے الحاد کی طرف مائل ہونے کا نوٹس لیں اور صحیح راہنمائی کر کے اپنے فرائض سے سبکدوش ہوں۔ محض ان امور سے آنکھیں بند کر کے انکار کرتے چلے جانا کسی کو زیب نہیں دیتا۔

کہ کبوتر کے آنکھیں بند کر لینے سے بلی کا ارادہ تبدیل نہیں ہو سکتا اور یہ کہ ظلمتوں کو مٹانے کے لئے آفتابوں کا انتظام بہت ضروری ہے۔

(واللہ ولی التوفیق)

— * * * —

اَخبارِ احمدیہ

* حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں۔ احباب سلسلہ اور جماعت کے سب بیدار بزرگ حضور انور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

* درسِ قرآن مجید

جامع احمدیہ دارالسلام میں محترم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب کے درس قرآن کا ہفتہ وار سلسلہ قریباً ایک ماہ موصوف کی بیماری کی وجہ سے ملتوی رہنے کے بعد ۹ جنوری ۸۴ء (سوموار) بعد عصر سے پھر شروع ہو گیا ہے۔ قرب و جوار کے احباب قرآنی معارف کے اس چشمۂ شیریں سے فیضیاب ہوں۔

— * * * —

تربیت اولاد کے متعلق

حضرت اقدس کے قیمتی ارشادات

اولاد کیلئے خواہش

"اولاد کے لئے اگر خواہش ہو تو اس غرض سے ہو کہ وہ خادم دین ہو۔"

"اولاد کی خواہش صرف نیکی کے اصول پر ہونی چاہیئے۔ اس لحاظ سے اور خیال سے نہ ہو کہ وہ ایک گناہ کا خلیفہ باقی رہے۔" (ملفوظات جلد ہشتم و ملفوظات جلد دوم)

اولاد کی تربیت

"اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کا فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۷۲)

اولاد کیلئے دُعا

"میری تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دُعا نہیں کرتا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۷۲)

"ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد و آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں بس اس سے زیادہ نہیں۔ اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا وقت پر سرسبز ہو گا۔"

(ملفوظات جلد دوم)

"جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوز دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم)

* * * *

باہتمام البدر پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور — مورخہ ۱۱ جنوری ۸۴ء، شمارہ ۲

جلد: ۷۱ { یوم چہارشنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۸۴ء } شمارہ نمبر ۳

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

ہمارا مذہب ۔

زعشاق فرقان و پیغمبریم
بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کرینگے یہ ہے کہ حضرت سیدنا محمد مصطفٰے صلعم خاتم النبیین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا ہے اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے ۔ اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ ان کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے ۔ اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا کہ جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کر سکتا ہو ۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلعم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتدا اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں ۔ کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلعم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے ۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے ۔۔۔ بغرض ہمارا ان تمام باتوں پر ایمان ہے جو قرآن شریف میں درج ہیں اور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے لائے اور تمام محدثات و بدعات کو ہم ایک فاش ضلالت اور جہنم تک پہنچانے والی راہ یقین کرتے ہیں ۔ (ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۳۷-۱۳۹)

"اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر دہلی کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ، ملائک کا منکر ۔ بہشت اور دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبریل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے ۔ لہٰذا میں اظہاراً للحق عام اور خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہیں ۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں ۔ اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر ہوں ۔ بلکہ ان تمام امور کا قائل ہوں ۔ جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں ۔ اور جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ان تمام باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کے رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں ۔۔۔۔ اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے ۔ میں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں ۔

(اشتہار ۲ ۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

* * * *

از روئے اسلام ہر نشہ آور چیز ممنوع ہے

(کھانا پینا - استعمال میں لانا - پیش کرنا - اس کا کاروبار کرنا)

* بعض انسان جب اطمینانِ قلب کی نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں تو وہ نشہ کرتے ہیں اور اس مستقل فسادگاہ کے اتار چڑھاؤ اور سرد و گرم سے اپنے آپ کو تھوڑی دیر کے لئے کسی دوسری دنیا میں لے جاتے ہیں مگر کیا ایسا کرنے سے انہیں سکون نصیب ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر اس کا علاج کیا ہے۔ اس کا قرآنی علاج تو ذکرِ الٰہی ہے اپنے خالق کو یاد کرنا، اس کی عبادت کرنا۔ اس کے احکامات اور اوامر پر گامزن ہونا۔ اس کے منع کئے ہوئے راستوں سے کنارہ کشی کرنا اور اس کے دین کی نصرت کے لئے شب و روز جو بن سکے وہ کرنا، اور جو فرائض خالق اور مخلوق کے ضمن میں اسکے ذمہ لگائے گئے ہیں ان کو بخوبی بجا لانا۔ یہ تو ہے اس کا صحیح علاج۔ مگر آج کی دنیا سکون کی تلاش میں کہیں اور ہی نکلی چلی جا رہی ہے

* حال ہی میں ایک عرب وزیر اعظم نے یہ بیان دیا ہے کہ میرے ملک میں ایک سال میں جو سگریٹ امپورٹ کی جاتی ہے اس کی قیمت ایک ہزار ملین ڈالر، (دس ارب پاکستانی روپیہ سے زائد) سے بھی زیادہ ہے۔ انہوں نے اس میں اس حشیش اور افیون کو شامل نہیں کیا جو تمام دنیا میں ناجائز ذرائع سے آ رہی ہے۔ اگر اس کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو گویا اس ملک کا ایک چوتھائی بجٹ تو اسی غیر اسلامی نشہ کے کام میں غرق ہو کر رہ گیا۔ اب اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر یہی رقم خدا اور اس کے دین کے نام کو سربلند کرنے پر خرچ کی جاوے تو خداتعالیٰ کے وعدہ کے مطابق یقیناً دنیا کو اطمینانِ قلب کی دولت سے مالا مال کیا جا سکتا ہے کہ اس کا یہ وعدہ ہے

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب

(یاد رکھو دلوں کے اطمینان کا راز خدا کے ذکر کو بلند کرنے میں ہے)

* جب تاجِ برطانیہ کا سورج ملک چین میں غروب ہو گیا تو اس کے راہنماؤں نے اس راز کی کھوج لگائی جس کی وجہ سے آبادی کے لحاظ سے دنیا کے سب سے بڑے ملک کو غلام رکھا جا رہا تھا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ افیون کا نشہ ہی وہ لعنت تھی جس کی وجہ سے ہم آج تک خوابِ غفلت میں سوئے رہے انہوں نے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا اور اسے استعمال کرنے والے کو غدار اور ملک دشمن قرار دیا گیا۔ اور بعض حالات میں پھانسی کی سزا بھی تجویز کی گئی۔ نتیجہ کیا ہوا کہ ملک بیدار اور آزاد ہو گیا۔ اور آج اس کی طرف کوئی ٹیڑھی نظر سے دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اب وہاں افیون کی بجائے ایٹم بم ہے گو حدیث میں آتا ہے کہ "سبق سیکھنا ہو تو چین سے بھی سیکھو" مگر تاہم ہمیں ہمارا دین اور اس کے احکامات کافی ہیں۔ ہمیں خدا کے فرمان کے مطابق جب کسی الجھن میں پڑیں تو فردوہ الی اللّٰہ والی الرسول، خدا اور اس کے رسولؐ کے فرمانوں سے روشنی حاصل کرنا چاہیئے۔ ویسے حکم تو یہ بھی ہے کہ نیکی کی بات اگر دیوار پر بھی لکھی ہو تو اس پر عمل کرو۔

* میرا تو سر شرم سے اس وقت جھک جاتا ہے اور اسے بیان کرنے سے مجھے کوئی باک نہیں ہے کہ جب پاکستانی ریڈیو سے یا پاکستانی ریکارڈوں سے یہ آواز نشر ہو رہی ہوتی ہے کہ "میں شرابی ہوں میں شرابی ہوں" تو ہمارے پاکستانی دوست ایسے سر دھن رہے ہوتے ہیں گویا وہ کسی محفل میلاد میں شامل ہوں

یہ تو تھا جملہ معترضہ اب میں ایک قابل ڈاکٹر کی رائے درج کرتا ہوں کہ منشیات کے استعمال سے انسانی روح اور جسم پر کیا بیت جاتی ہے وہ لکھتا ہے: کہ منشیات کے استعمال سے مندرجہ ذیل عوارض کا لگ جانا ضروری امر ہے۔

۱۔ آنکھوں میں سرخی اور سرخ رگوں کا نمودار ہونا۔
۲۔ حلق اور منہ کا خشک رہنا۔
۳۔ کانوں کا بجنا اور کمیٔ سماعت کا ہو جانا۔
۴۔ کھانے کی خواہش کی زیادتی خصوصاً میٹھی چیزوں کی طرف میلان جو کئی بیماریوں کی جڑ ہے۔
۵۔ اعصاب اور پٹھوں میں عدم توازن کا پیدا ہو جانا۔
۶۔ حواس کے عمل میں گڑبڑ (خصوصاً سننے اور دیکھنے کے عمل میں)
۷۔ چہرہ پر زردی کا نمودار ہونا۔

یہ تمام عوارض ابتدائی طور پر کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے ظاہر ہوتے ہیں مستقل طور پر استعمال کرنا اور منشیات کو عادتِ ثانیہ بنا لینا تو موت کو دعوت دینا ہے۔

* باقی تمام نشہ آور چیزوں کو چھوڑ کر میں یہاں صرف اس ام الامراض یا ام الخبائث کا ذکر کرتا ہوں جس کا استعمال ترقی یافتہ ملکوں میں بہت زیادہ ہے۔ اور ان کی دیکھا دیکھی ترقی پذیر ملکوں میں بھی اس کا استعمال کوئی کم نہیں ہے۔ میرا مطلب "شراب" سے ہے۔ جسے قرآن کریم نے محبوبِ خدا صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے ذریعہ قطعاً حرام قرار دیا ہے۔ گو "بعض مسلمان" کہلانے والے لوگ اس کے جواز کی راہیں تلاش کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ دور کی کوڑی لاتے ہیں۔ کہ قطعاً حرام نہیں ہے۔ یا بعض قسم کی شراب حرام ہے اور فلاں فلاں قسم کی شراب کی قطعی حرمت نہیں قرار دی گئی۔

اگر قرآن کریم ہمارے لئے مشعلِ ہدایت ہے اور یقیناً ہے تو ہمیں اسکے

(بقیہ صلا صفحہ ۱۲ پر)

جلسہ سالانہ ۸۳ء کی شاندار کامیابی کے بعد ہمارا فرض کیا ہے؟ اور ہمیں اب کیا کرنا چاہیئے؟

نوٹ :- حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے زیر نظر خطبہ کے کالم ۲ کی سطر ۳ میں جس پچھلے خطبہ کا ذکر ہے وہ حضور نے ۲۳ دسمبر ۸۳ء کو دوران جلسہ ارشاد فرمایا تھا۔ ترتیب کے لحاظ سے اُسے پہلے آنا چاہیئے تھا مگر بعض وجوہات کی بناء پر ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ اب اگلے شمارہ میں ہدیۂ قارئین کرام ہوگا۔ (ادارہ)

خطبہ جمعہ مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۸۳ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بمقام دارالسلام ۵ عثمان بلاک ۔ نیو گارڈن ٹاؤن ۔ لاہور ۱۶

تشہد و تعوذ اور تلاوت آیات "وسارعوآ الیٰ مغفرة من ربکم....

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین

(آل عمران ۱۳۳ تا ۱۳۹)

کے بعد آپ نے ان کا ترجمہ اور تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان کی مصائب اور مشکلات میں تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم اپنے ان ناموافق حالات سے گھبرا کر نہ سست ہو اور نہ غمگین ہو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہوئے یعنی یہ صفات جو ان آیات میں بیان ہوئی ہیں اگر تم اپنے اندر پیدا کر لو گے تو تم ہر قسم کے غم و فکر اور حزن و ملال سے نجات پا جاؤ گے اور حالات تمہارے لئے خواہ کتنے ہی نامساعد اور ناموافق کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ غلبہ تمہیں ہی عطا فرمائے گا۔ یہ آیات میں نے اپنے ان احساسات اور مشاہدات کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے پڑھی ہیں جو اس جلسہ سالانہ کی محض تائید اور نصرت الٰہی سے غیر متوقع کامیابی کے بعد میرے دل میں پیدا ہوئے ہیں اس کے متعلق ہر ایک کا اپنا مشاہدہ اور احساسات ہیں اور جو کچھ آپ میں سے ہر ایک نے دیکھا ہے اس کے متعلق ہر ایک کا نظریہ اور کیفیت اسی پر موقوف ہے میں صرف اپنے ہی جذبات اور اپنی دلی کیفیت کا اظہار کر سکتا ہوں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم نے نہایت نامساعد حالات اور بیم و رجا کی حالت میں اس جلسہ کی ابتدا کی لیکن ہم نے اس کی غیر معمولی کامیابی میں اللہ تعالیٰ کا غیبی ہاتھ کارفرما دیکھا جس کے اثر سے میرا دل جب بھی میں فارغ ہوتا ہوں اس کے سامنے سجدہ میں گرا رہتا ہوں کہ اے اللہ ہم تیرا شکر کیسے ادا کریں کیونکہ مجھے اس جلسے میں وہ جھلک نظر آئی جس کے لئے میری آنکھیں سال ہا سال سے منتظر اور ترستی تھیں اور میری یہ آرزو تھی کہ یہ جماعت ایک بار پھر حضرت مسیح موعود کی جماعت سے تھوڑی بہت مشابہت پیدا کر لے۔ میں نے اس جلسہ کے دوران میں ایسا ہی محسوس کر لیا۔

آپ میں سے اکثر یہ جانتے ہیں کہ ہمیں اس سال کے دوران میں طرح طرح کی مشکلات اور پریشانیاں لاحق رہیں۔ چونکہ ان کا تعلق میرے ایک اقدام سے ہے اس لئے میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا مجھے سارا سال ہی بہر حال یہ یقین رہا کہ میرا یہ اقدام کسی طرح غلط نہ تھا۔ اگر مجھے اس کی صحت پر یقین نہ ہوتا تو میں اس پر کبھی مصر نہ ہوتا۔ انسان عاجز ہے۔ اس سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس کے دل میں یہ شبہ بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ میری کسی غلطی اور خطا سے جماعت کے اتحاد کو نقصان نہ پہنچ جائے لیکن اس جلسہ سالانہ میں میں نے جو کچھ دیکھا ہے اُس سے میرے اس یقین کو مزید تقویت ملی ہے کہ میرے اس اقدام میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل تھی۔ میں اس سے زیادہ اس معاملہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

پچھلے خطبہ (۲۳ دسمبر کا خطبہ جو عنقریب شائع ہو جائے گا (مرتب)) میں بھی میں نے یہ آیات پڑھی تھیں۔ اور ان میں سے آخری آیت کے متعلق کچھ مختصراً بیان کیا تھا کہ اس کا باقی مضمون پھر کبھی موقع ملا تو بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت جلد ہی یہ موقع فراہم کر دیا کہ میں اس کو پورا کرنے کی کوشش کروں اور یہ موقع عین اس جلسہ کے بعد ہی مل گیا ہے۔ میں ایک بار پھر اپنے اس قلبی احساس کو دہرانا چاہتا ہوں کہ اس جلسہ کو کامیاب بنانے میں ہماری کوششیں بہت حقیر تھیں (گذشتہ سالوں کی طرح جلسہ میں شامل ہونے کی ترغیب دلانے کے لئے اس سال جماعتوں میں کوئی خاص وفود بھی نہیں بھیجے گئے تھے۔ مرتب) یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت ہی سے ہوا۔ اس میں اس کی رحمت۔ معیت اور اس کا دستِ غیب ہمارے شامل حال تھا۔ اس سے کوئی بھی صاحب بصیرت انسان انکار نہیں کر سکتا۔ بصارت تو سب کو حاصل ہے لیکن اس کے ساتھ اگر بصیرت بھی ہو تو میں نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی ضرور تائید کرے گی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس جلسہ کی اس طرح کامیابی کے بعد ہمارا فرض کیا ہے اور ہمیں اب کیا کرنا چاہیئے کہ ہم آئندہ بھی اللہ تعالیٰ کی تائید اور مدد کے مستحق بن سکیں۔ اس کا جواب ان آیات میں ہے جو میں نے شروع میں پڑھی ہیں اور حضرت صاحب کی تعلیم میں ہے جو آپ نے اس زمانہ میں ہمارے سامنے پیش کی ہے ہمیں وہ بن جانا چاہیئے جو حضرت مسیح موعود ہمیں بنانا چاہتے تھے۔ اور جیسے آپ نے اپنی بعثت کی غرض بتایا ہے آپ نے فرمایا ہے کہ میری بعثت کی غرض متقیوں کی ایک جماعت پیدا کرنا ہے۔ اگر میری بعثت کی یہ غرض پوری نہ ہوئی تو میرا سارا کاروبار عبث ہے۔

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ متقی کیسے بن سکتے ہیں اور ان کی کیا صفات ہوتی ہیں۔ اس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے" وسارعوا الیٰ مغفرة من ربکم وجنة عرضها السموات والارض اعدت للمتقین" اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ تمہارے پاس وقت بہت کم ہے اس لئے سارے کام چھوڑ کر فی الفور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس جنت کو حاصل کرنے کے لئے جس کی نعمتیں اور وسعتیں اس ساری کائنات سے بڑھ کر ہیں۔ اس کی طرف دوڑ

کرآؤ جس جنت کی وسعت اور نعمتوں کا یہاں نقشہ کھینچا گیا ہے ۔ وہ کوئی ایسی عجیب چیز ہے جس تک انسان کے تصور کو بھی رسائی حاصل نہیں ۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ مالا عین رأت و مالا اذن سمعت و ماخطر علیٰ قلب بشر ۔ نہ تو کسی آنکھ نے اُسے دیکھا ہے اور نہ ہی کسی کان نے اس کے متعلق سنا ہے ۔ نہ ہی کسی دل میں اس کا تصور آیا ہے اس کے بعد بتایا ہے کہ وہ متقین کون لوگ ہیں اور ان میں کون سی صفات پائی جاتی ہیں ۔ الذین ینفقون فی السرّآء و الضرّآء والکٰظمین الغیظ و العافین عن الناس ط واللّٰہ یحب المحسنین ہ متقی وہ لوگ ہیں جو آسودگی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور سخت غضب کو دبا لینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ احسان کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے ۔

آسودہ اور خوشحال لوگوں کے لئے خرچ کرنا قرآن کریم کے الفاظ میں اس لئے مشکل ہوتا ہے کہ کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ " جب وہ اپنے آپ کو غنی پاتا ہے تو وہ خدا سے سرکشی اختیار کر لیتا ہے ۔ اور تنگ دست خدا کے راستے میں خرچ کرنے سے اس لئے ہاتھ روک لیتا ہے کہ اس کے خیال میں اس کی اپنی ضروریات پوری نہیں ہوتیں تو وہ کہاں سے اور کیسے خرچ کرے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان خواہ آسودہ حال ہو یا تنگ دست اس کی راہ میں خرچ کرے ۔ اپنی ضروریات کو کاٹ کر بھی خرچ کرے ۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ انسان کے جذبہ اور خلوص پر ہوتی ہے کسی کے تھوڑے یا بہت مال پر نہیں ہوتی ۔ ایک تنگ دست کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک روپیہ خرچ کرنا شاید ایک خوشحال اور دولت مند کے ایک لاکھ روپیہ سے اللہ تعالیٰ کی نظر میں کہیں بڑھ کر قیمت رکھتا ہو ۔ اسی لئے یہ حکم ہوا ہے کہ خواہ تمہارے مالی حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں خدا کی راہ میں تھوڑا بہت ضرور خرچ کرو ۔ ظاہر ہے ایک مالدار کے لئے ایک لاکھ روپیہ دے دینا اتنا مشکل نہیں جتنا ایک تنگ دست کے لئے چند پیسے دے دینا مشکل ہے ۔ اگر ایک مالدار باوجود ہر طرح کی فراخی کے اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے تو وہ اپنے ساتھ اچھا نہیں کرتا ۔ خدا کو اس کا بخل پسند نہیں ہوتا ۔ وہ دراصل اس کی حکمت سے غافل ہے کہ اس کے مال میں اس کا صرف اتنا ہی حصہ ہے جتنا وہ اپنے اوپر اپنی زندگی میں خرچ کر لیتا ہے ۔ اور اس کا اصلی مال وہی ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے آگے بھیج دیتا ہے ۔ اس دنیا سے گذر جانے کے بعد جو اس کا مال پیچھے رہ جاتا ہے وہ تو اس کے وارثوں کا ہوتا ہے ۔ اس بارے میں ایک بار حضور نبی کریم صلعم نے اپنے صحابہ رضہ سے پوچھا کہ کیا تمہیں وہ مال اچھا لگتا ہے جو تمہارا ہو یا وہ مال جو تمہارے وارثوں کا ہو ؟ تو سب نے یہی جواب دیا کہ ہمیں وہی مال اچھا لگتا ہے جو ہمارا اپنا ہو ۔ اپنی ذات سے بڑھ کر نہ ماں باپ پیارے ہوتے ہیں ۔ نہ بہن بھائی اور نہ اولاد ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پھر تمہارے اموال میں سے تمہارا کچھ بھی نہیں سوائے اس کے جو تم نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے رہ گیا ہے وہ تمہارے وارثوں کا ہی ہے ۔ وارثوں کے لئے مال و دولت اور خزانے چھوڑ جانا کوئی دانشمندی اور دُور اندیشی نہیں کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر جاتے ہیں ان کی اولادوں کا اللہ تعالیٰ خود کفیل ہو جاتا ہے ۔ کیا ہم میں سے ہر ایک کا یہ اپنا مشاہدہ اور تجربہ نہیں ہے ؟ ہمارے بزرگ اور متقدمین میرے خیال میں ہم سے زیادہ ہی غریب تھے اس لئے انہوں نے جو کچھ دیا بہت تھوڑا دیا ۔

آپ نے فرمایا میرے والد امیر نہ تھے لیکن اپنی عمر میں انہوں نے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ پیسے ، آنے اور روپے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیئے ۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالےٰ نے کیا پھل لگائے ۔ اس لئے اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال دینے سے اولاد کو کبھی نقصان نہیں پہنچتا ۔ اس کے برعکس جو لوگ اپنی اولاد کے آرام و آسائش کی خاطر بہت کچھ چھوڑ جاتے ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ ان کے بگاڑ اور کرپشن (CORRUPTION) کا سبب بن جاتا ہے فائدہ کی نسبت نقصان کا احتمال زیادہ ہوتا ہے ۔

متقین کی دوسری صفت " والکٰظمین الغیظ والعافین عن الناس بیان کی گئی ہے ۔ یعنی وہ سخت جوشوں کے وقت بھی مغلوب الغضب نہیں ہوتے اپنا غصہ پی جاتے ہیں ۔ غصہ دبا دینا اور تھوک دینا ہر معمولی انسان کا کام نہیں ۔ یہ بڑا مشکل کام ہے ۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں ۔ ؎

گالیاں سن کر دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو

رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے (درثمین)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔

" لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب "

پہلوان وہ نہیں ہے جو کشتی میں اپنے مخالف کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے نفس کو قابو میں رکھے ۔ غصہ کو دبانے کے نتیجہ کے متعلق آپؐ فرماتے ہیں ۔

" من کظم الغیظ وھو یقدر علیٰ نفاذہ ملا اللہ جوفہ امناً و ایماناً "

" جو کوئی اپنے غصے کو دبا لیتا ہے درآنحالیکہ وہ اُسے نکال سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو امن اور ایمان سے بھر دیتا ہے ۔"

وہ محض اپنے غصہ کو ہی نہیں دباتے بلکہ " والعافین عن الناس" بھی ہوتے ہیں ۔ وہ لوگوں کی غلطیوں اور خطاؤں سے درگزر کرنے والے بھی ہوتے ہیں ۔ اور اس سے بڑھ کر وہ محسنین ہوتے ہیں ۔ واللہ یحب المحسنین اور اللہ تعالیٰ ایسے محسنین سے ہی محبت اور پیار کرتا ہے ۔ اس سلسلے میں حضرت امام حسن علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ آپ کے غلام سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی جس پر آپ کو بہت غصہ آیا ۔ غلام نے یہ دیکھ کر کہا " والکٰظمین الغیظ " یہ الفاظ سنتے ہی حضرت امام حسنؓ کا غصہ فرد ہو گیا ۔ اس کے بعد غلام نے پڑھا " والعافین عن الناس" تو کہتے ہیں ان کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اور وہ بشاش ہو گئے ۔ غلام نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر کہا " واللہ یحب المحسنین " تو آپ نے فرمایا جاؤ میں نے تم کو آزاد کیا ۔

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے قرآن کریم کو عملی طور پر قبول کیا اور اس کی تعلیم کے آگے اپنے سر جھکا دیئے ۔ اور اس کے ایک ایک لفظ کی طرف جب ان کو توجہ دلائی گئی تو انہوں نے اس پر عمل کیا ۔ درگزر کرنا بھی ایک اعلےٰ درجہ کی صفت اور تقویٰ

کی علامت ہے۔

ہم میں بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جنہیں بہت غصہ آتا ہے اور وہ اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا رحم کرے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ثلث اقسم علیھن۔ تین ایسی باتیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں۔

۱۔ مانقص مال من صدقۃ۔۔۔ صدقے سے مال کبھی ضائع نہیں ہوتا۔

۲۔ مازاد اللہ عبداً بعفو الا عزا۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کی عزت بڑھاتا ہے جو اس کے کسی بندے کو معاف کر دیتا ہے۔

۳۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ۔۔۔۔ جو اللہ تعالیٰ کی خاطر تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اونچا کرتا ہے۔ انکسار کرنے والے کو بلندیاں عطا کی جاتی ہیں۔

یہ بڑی قیمتی باتیں ہیں جو ہمیں ذہن نشین کر لینی چاہیئں اور سارعوا الیٰ مغفرۃ من ربکم کے مطابق ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے میں جلدی کرنی چاہیئے۔ زندگی کا جو تھوڑا بہت وقت ہمارے پاس ہے اُسے ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

یہ صفات تو بہت اعلیٰ درجہ کے مومنین کی تھیں۔ اس کے بعد دوسرے درجے کے مومنین کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وھم یعلمون"

یعنی جب وہ کوئی بُرا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو وہ اس پر اپنی ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں کیونکہ اللہ کے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔ اور جو غلطی یا گناہ وہ کر بیٹھے ہوں اس پر وہ اصرار نہیں کرتے یعنی پھر اس کے مرتکب ہونے سے باز رہتے ہیں درآنحالیکہ وہ جانتے ہیں۔ انہیں فوراً اپنی غلطیوں کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ ان کے لئے استغفار کرتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں۔

قرآن کریم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو کوئی گناہ کرے اور پھر جلدی سے توبہ کرے تو اللہ غفور رحیم ہے۔ وہ بخشش دیتا ہے اور اللہ کے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ وہ واسع المغفرۃ ہے اس کی مغفرت بہت وسیع ہے۔ اگر انسانوں سے دانستہ یا نادانستہ بار بار بھی غلطی سرزد ہو جائے تو بھی مایوسی کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

"قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا"

اے رسول ان سے کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے یعنی ان سے گناہ سرزد ہوئے ہیں تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا ہے کہ نیک کام کرنے والوں کے لئے مغفرت، جنت اور بہت بڑا اجر ہے۔ یہ حقائق ہیں جو اللہ تعالے نے بیان فرمائے ہیں۔ جو لوگ ان حقائق کی یا ان اللہ کے بندوں کی جو ان حقائق کو یاد دلاتے ہیں تکذیب کرتے ہیں ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اسی لئے یہ بھی فرمایا ہے کہ ۔۔۔ گذر چکے ہیں۔

"فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین"

زمین میں چلو پھرو اور تاریخ کے اوراق کو پڑھو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ:

"ھٰذا بیان للناس وھدی وموعظۃ للمتقین"

یہ لوگوں کے لئے بیان اور متقیوں کے لئے ہدایت اور وعظ ہے۔

وعظ اس نصیحت کو کہتے ہیں جس کے ذریعے برائی سے ڈرایا جائے جیسے ان آیات میں ڈرایا گیا ہے۔ اور اچھے اعمال کے متعلق بیان کر کے ترغیب دی جائے اور سننے والوں کے دلوں میں رقت اور یہ جذبہ پیدا ہو کہ ہم نے ایک اچھی بات سُنی ہے۔

اِن آیات میں استغفار کا ذکر آیا ہے حضرت صاحبؑ نے اپنے رسالہ "چشمہ مسیحی" کے نئے ایڈیشن کے صفحات ۳۲، ۳۳ پر استغفار کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ ہمارے لئے قابلِ غور ہے

استغفار صرف گنہگاروں کے لئے ہی ضروری نہیں۔ معصومین، مقربین اور انبیاء کا بھی یہ ایک شیوہ رہی ہے (اس کا فلسفہ حضرت صاحب کے الفاظ میں صفحہ ۔۔۔ پر ملاحظہ فرمائیں) ہم نے جو کچھ سنا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اسے یاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

— * * * —

اخبارِ احمدیہ

* حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں احباب سلسلہ حضور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

* **وفات**

جناب عبدالرحمٰن صاحب (برادر بزرگ جناب عبدالغفور ثاقب صاحب) موضع دیپ گراں (سرحد) میں وفات پا گئے ہیں۔ آپ ایک صوفی منش، درویش طبع اور مرنج و مرنجان بزرگ تھے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے۔ آمین۔ بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔ مرکز سے سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ کے علاوہ متعدد احباب نے مرحوم کے گاؤں دیپ گراں پہنچ کر جنازہ میں شرکت فرمائی۔

اعتذار

درس قرآن کریم کا سبق ۵۳ کاتب صاحب پیغام صلح کی ناسازئ طبع کے باعث زیر نظر شمارہ میں شریکِ اشاعت نہیں ہو سکا۔ اب اگلے شمارہ میں ہدیۂ قارئین ہوگا۔

(ادارہ)

چوہدری محمد انور ملکی صاحب لاہور

موجودہ عالمی حالات ایک بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہیں

یہ مضمون ۴ اپریل ۱۹۷۰ء کے پیغام صلح کے صفحہ ۱۱ پر شائع ہوا تھا جبکہ افغانستان میں روسی مداخلت کے آثار تک نہ تھے مگر بغور مطالعہ اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو ایک صاحب نظر کی فراست نے آج سے تیس سال قبل ہی بھانپ لیا تھا جسے آج رونما ہونے والے واقعات نے سچ ثابت کر دیا ہے۔ اس لئے قارئین کرام کے اضافہ علم کے لئے اسے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

— (ادارہ)

دنیا کے حالات حاضرہ کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو دکھائی دیتا ہے کہ کہیں ذات پات، رنگ، نسل، زبان اور مذہب کا جھگڑا ہے۔ کہیں علاقائی اور قومی تعصبات کے فتنے سر اٹھائے ہوئے ہیں۔ کہیں سیاسی اور نظریاتی آویزش ہے۔ کہیں طبقاتی کشمکش۔ کہیں توسیع پسندی اور ملک گیری کی ہوس کارفرما ہے تو کہیں ہوس۔ دھاندلی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ کہیں اپنے نظریات کو پھیلانے کے لئے بیرونی طاقتیں سرگرمیوں میں مصروف ہیں تو کہیں بڑی طاقتوں کے ایماء پر یا ان کی درپردہ مدد سے جنگی محاذ آرائی جاری ہے۔ دنیا اس وقت سیاسی طور پر دو دھڑوں میں منقسم نظر آتی ہے۔ ایک روس اور اس کے زیر اثر ممالک کا اور دوسرا امریکہ اور اس کے ہم نوا ممالک کا۔ چند ہی ممالک ایسے ہیں جو ان دو بڑی طاقتوں کے دائرۂ اثر سے باہر اور اپنی پالیسیوں کو وضع کرنے میں کسی حد تک آزاد اور خود مختار ہیں۔

یہ دونوں بڑی طاقتیں اپنے عالمی مفادات کے تحت دوسرے ممالک میں اپنے اثر و نفوذ کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے اور وہاں اپنی کٹھ پتلی حکومتیں قائم کرنے میں کوشاں رہتی ہیں۔ ان مفادات کی خاطر بعض اوقات اگر چھوٹے اور کمزور ممالک کی آزادی، سالمیت اور علاقائی خود مختاری انہیں پامال بھی کرنی پڑے تو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کر دیتی ہیں۔ ان طاقتوں کے نزدیک ایک چھوٹے اور کمزور ممالک کی آزادی و سالمیت اور علاقائی خود مختاری ان کے اپنے مفادات کے مقابلے میں ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔

اس دور کے بڑے سے بڑے بین الاقوامی مسائل و تنازعات مثلاً تنازعہ کشمیر، قضیہ فلسطین، قبرص کا مسئلہ، جنوبی افریقہ، روڈیشیا، موزمبیق، نمیبیا وغیرہ میں حاکم سفید فام اقوام کے خلاف مقامی لوگوں کی جدوجہد آزادی کے مسائل محض اس لئے حل نہیں ہو رہے کہ ان علاقوں میں بڑی طاقتوں کے مفادات ایک دوسرے سے متصادم ہیں اور اقوام متحدہ کا ادارہ جو ممالک کے مابین تنازعات حق و انصاف کے اصولوں کے مطابق طے کرنے کرانے اور دنیا میں فروغ امن کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ ان تنازعات و مسائل کو منصفانہ طور پر طے کرانے میں ناکام رہا ہے، کیونکہ دونوں بڑی طاقتیں بوجہ حق استرداد رکھنے کے اس ادارے کو اپنے مفادات کے خلاف کام کرنے نہیں دیتیں۔

چھوٹے اور کمزور ممالک کے لئے یہ ادارہ صرف تنازعات و مسائل پر قرار دادیں پیش کرنے اور بحث و تمحیص کے لئے ایک پلیٹ فارم کا درجہ رکھتا ہے اس ادارے سے چھوٹے ممبر ممالک کو اگر کچھ فائدہ پہنچا ہے تو وہ صرف تعلیمی، سائنسی اور اقتصادی میدانوں وغیرہ میں اور وہ بھی محدود پیمانے پر۔ چونتیس سال قبل جب اس ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا تو دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی تھی کہ یہ ادارہ دنیا میں فروغ امن کے لئے کام کریگا اور اس کے چارٹر پر دستخط کرنیوالے ممالک ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کی پالیسی پر عمل کریں گے، نیز بین الاقوامی تنازعات و مسائل کو حل کرنے کے لئے یہ حق و انصاف کی قوتوں کا ساتھ دیں گے۔ غرض ان اسباب و وجوہات کی روک تھام کی جائے گی جن کے باعث اس کا پیشرو ادارہ لیگ آف نیشنز تباہ ہو گیا تھا اور جس کے نتیجہ میں دوسری عالمگیر جنگ چھڑ گئی تھی مگر اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی طاقتوں کی روش میں واضح تبدیلی نہیں آئی۔ انہوں نے اپنے مفادات کے حصول اور تحفظ کے لئے صرف اپنی حکمت عملی تبدیل کی ہے۔ اب یہ مقصد براری کے لئے اپنی کٹھ پتلی کو استعمال کرتی ہیں۔

ظاہر ہے اگر یہ اپنی چالوں اور نیتوں کو درست نہیں کرتیں اور اپنے ان مواعید کی پاسداری نہیں کرتیں جو انہوں نے ادارہ کے چارٹر پر دستخط کرتے وقت کئے تھے تو اس ادارے کا انجام اپنے پیشرو ادارہ لیگ آف نیشنز سے مختلف نہ ہوگا۔ اور ایسا ہونے کی صورت میں تیسری عالمگیر جنگ چھڑ جانے کا امکان ہے جو تباہی اور ہولناکی میں دوسری عالمگیر جنگ سے کہیں بڑھ کر ہوگی کیونکہ گذشتہ تیس پینتیس سالوں میں بے حد خطرناک اور مہلک جنگی ہتھیار تیار ہو چکے ہیں۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے۔ بڑی طاقتوں کے ادارہ اقوام متحدہ پر چھائے ہونے کے باعث مختلف ممالک کے درمیان تنازعات حق و انصاف کی رو سے طے نہیں پا رہے اور اس صورت میں تبدیلی کے آثار بھی نظر نہیں آتے تو لامحالہ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ ادارہ اپنے پیشرو ادارے کے سے حالات سے دوچار ہونے والا ہے اور جب ایسا ہے تو دنیا ایک خوفناک اور مہیب جنگ کی لپیٹ میں آ جاتی ہے۔

خاکسار نے گذشتہ سال ایک مضمون میں جو تین اقساط میں ۱۴ مئی، ۷ جون اور ۱۴ جون کو "پیغام صلح" میں شائع ہوا اس خدشہ کا اظہار کیا تھا کہ عنقریب ایک

خوفناک جنگ کے حالات پیدا ہونے والے ہیں اس کی نسبت خداتعالیٰ کے کلام قرآن کریم میں بھی پیشگوئی موجود ہے اس میں ارشاد ہے۔

ترجمہ:۔ "اور کوئی بستی نہیں مگر ہم اسے قیامت کے دن سے پہلے ہلاک کر دیں گے یا اُسے سخت عذاب دیں گے۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔"

اس آیتِ قرآنی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی آفت یا طوفان قیامت سے پہلے دُنیا میں آنے والا ہے جس سے کئی شہر، قصبے اور دیہات بالکل تباہ ہو جائیں گے اور جو باقی بچیں گے ان کے مکین بھی اس آفت کا ضرور مزہ چکھیں گے۔

گذشتہ پینسٹھ سال میں کئی جنگیں دنیا میں ہوئیں جن میں دو عالمگیر جنگوں کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں مگر ان دونوں بڑی جنگوں کے دوران زیادہ تر ملوث ممالک کے بڑے شہر یا قصبے متاثر ہوئے جو ذرائع رسل و رسائل، نقل و حمل کے لحاظ سے یا صنعت و تجارت کے مراکز کی حیثیت سے یا پھر فوجی اعتبار سے خصوصی اہمیت کے حامل تھے اور چھوٹے دیہات اور قصبوں کا نسبتاً کم نقصان ہوا۔ اور وہ ممالک جو جنگ میں براہِ راست شریک نہ تھے اُن کے شہروں قصبوں اور دیہات میں زندگی قریباً معمول پر رہی اس لئے ان جنگوں میں سے کوئی بھی وہ جنگ نہ تھی جس کا نقشہ آیت مذکورہ بالا میں کھینچا گیا ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی جنگ کی طرف اشارہ کر رہی ہے جس کی شدّت اور تباہ کاری کو دُنیا کے ہر کونے اور ہر خطے میں بُری طرح محسوس کیا جائے گا۔

اس کی تصدیق بانئے سلسلہ احمدیہ کی ایک پیشگوئی سے بھی ہوتی ہے جس کا ذکر خاکسار کے ایک مضمون میں جو ۲۱ فروری ۱۹۷۹ء کو پیغامِ صلح میں چھپ چکا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارے سلسلہ میں بھی سخت تفرقہ پڑے گا اور فتنہ انداز اور ہوا و ہوس کے بندے جُدا ہو جائیں گے پھر خدا تعالیٰ اس تفرقہ کو مٹا دے گا۔ باقی جو کٹنے کے لائق اور راستی سے تعلق نہیں رکھتے اور فتنہ پرداز ہیں وہ کٹ جائیں گے اور دُنیا میں ایک حشر برپا ہوگا اور تمام بادشاہ آپس میں ایک دوسرے پر چڑھائی کریں گے اور ایسا کشت و خون ہوگا کہ زمین خون سے بھر جائے گی اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپس میں خوفناک لڑائی کریگی۔ ایک عالمگیر تباہی آئے گی اور ان تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہوگا۔۔۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے۔"

چنانچہ اس پیشگوئی کے عین مطابق ۱۹۱۴ء میں جب مولانا نورالدین رحلت فرما جاتے ہیں تو جماعتِ احمدیہ تفرقہ کے باعث دو گروہوں میں بٹ جاتی ہے ایک گروہ علیحدہ ہو کر لاہور آ جاتا ہے۔ جہاں وہ ایک انجمن قائم کر کے اسلام کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دیتا ہے۔ اور دوسرا گروہ قادیان میں مقیم رہتا ہے[1]۔ گذشتہ پینسٹھ سالوں میں جماعت کے دونوں گروہوں کی جانب سے تفرقہ کے اسباب پر بہت سا لٹریچر نکل چکا ہے جس میں ایک دوسرے کو اس معاملے میں غلطی خوردہ اور بانی سلسلہ کی تعلیمات و دعاوی سے منحرف ثابت کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ تاہم اب وقت آ گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ہاتھوں فیصلہ ہو کہ سچا فریق یا گروہ کون سا ہے۔

[1] :۔ حاشیہ اگلے کالم پر ملاحظہ فرمائیں۔

یہ کام کیسے سرانجام پانا اسے منظور ہے۔ اس کی بابت خاکسار ایک مضمون میں جو پچھلے سال دو قسطوں میں پیغامِ صلح میں شائع ہوا یوں عرض کر چکا ہے۔

"جماعتِ احمدیہ ربوہ کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ دونوں جماعتوں میں اختلاف کا سبب مسئلہ خلافت تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ تفرقہ اور اختلاف کی اصل وجہ میاں محمود احمد صاحب اور ان کے ہمنوا لوگوں کی حضرت صاحب کے بارے میں تبدیلی عقیدہ تھی اور غیر از جماعت محقق لوگوں نے اس کی تصدیق کی جیسا کہ ۲۵ مارچ ۱۹۱۴ء کے اخبار الہلال میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی اس تحریر سے ظاہر ہے جو یوں ہے۔

"ایک عرصہ سے اس جماعت میں مسئلہ تکفیر کی بنا پر دو جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک گروہ کا یہ اعتقاد تھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی مسلمان ہیں گو وہ مرزا صاحب کے دعوے پر ایمان نہ لائیں لیکن دوسرا گروہ صاف صاف کہتا تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہ لائیں وہ قطعی کافر ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آخری جماعت کے رئیس صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد ہیں۔ اس گروہ نے اب انہیں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ مگر پہلا گروہ تسلیم نہیں کرتا۔"

مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے اس بارے میں جو تحریر شائع کی ہے اور جس عجیب و غریب دلاوری کے ساتھ قادیان رہ کر اظہار رائے کیا ہے وہ فی الحقیقت ایک ایسا واقعہ ہے جو ہمیشہ اس سال کا یادگار واقعہ سمجھا جائے گا۔"

خداتعالیٰ اس کی تصدیق مولانا محمد علیؒ کی کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر"[2] کے ذریعے بھی کر رہا ہے جس کے دیباچہ میں مولانا مرحوم نے ۱۹۱۴ء میں پیدا ہونے والے جماعتی تفرقہ اور اس کے اسباب کا ذکر کیا ہے۔ اسی کی طرف حضرت اقدس کے ایک الہام میں اشارہ ہے، فرماتے ہیں:۔ الہام ہوا:۔

(۱) "اے ورلڈ اینڈ ڈُگرلز"

(۲) "خواب میں دیکھا کہ گویا ایک انگریز مذکورہ بالا الفاظ بار بار بولتا ہے"

[1] ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم کے موقع پر اس گروہ کو مجبوراً قادیان سے نکل کر پاکستان آنا پڑا۔ اس گروہ کی بڑی کوشش تھی کہ ضلع گورداسپور (جس میں قادیان واقع ہے) مسلم اکثریتی علاقہ میں ہونے کی وجہ سے پاکستان میں شامل ہو مگر خدائی حکمت کے تحت معاملہ برعکس ہوا اور اس قادیان میں مقیم گروہ کو مجبوراً وہاں سے نکلنا پڑا۔ آج کل اس گروہ (جماعت) کا صدر دفتر ربوہ ضلع جھنگ ہے۔

[2] کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" بانی پاکستان کی ملکی معیشت سے متعلق دو متنازعہ فیہ تقاریر مورخہ ۲۶ مارچ و یکم جولائی ۱۹۴۸ء کا ماخذ ہے ان کے اصل مفہوم بابت پیپلز پارٹی اور دیگر سیاسی جماعتوں کے درمیان اب تک اختلاف چلا آ رہا ہے۔

پھر جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انگریز نہیں بلکہ وہ مولانا محمد علی صاحب ہیں جو وہ الفاظ بول رہے ہیں اور پھر یہی الہام انگریزی میں ہوا اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ بھی یعنی یہ کہ ایک کلام اور دو لڑکیاں[1]"

(۲۷ جنوری ۱۹۰۶ء)

۲۷ جنوری ۱۹۰۶ء کی تاریخ ہے جب حضرت صاحب کو یہ الہام ہوتا ہے اور اسی تاریخ کو حضرت مولانا محمد علی مرحوم کی کتاب "دی نیو ورلڈ آرڈر" رؤیا میں دکھلائی جاتی ہے جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:-

"ایک کتاب دکھلائی گئی اس پر لکھا تھا "لائف" (دیکھئے بدر جلد ۲ نمبر ۵ مورخہ ۲ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲ و الحکم جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۳)

اس کتاب کو مولانا مرحوم نے جب عالم رؤیا میں دیکھا تو اس پر LIFE ASSURANCE کے الفاظ لکھے موجود تھے۔ باطنی واردات کے تحت ان اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ کی گہری اور طبیعی حکمت کے تحت جب ایسی کتاب منظر عام پر آئے گی جس سے حضرت اقدس کی زندگی کے مقاصد پورے ہونے کی راہ کھلے گی اور ان کی سچائی دنیا پر آشکارا ہو گی تو پہلا اثر اس کتاب کا یہ ہو گا کہ حضرت صاحب کے اصل مقام کا لوگوں کو پتہ چلے گا اور ان کے علم الکلام کے اصل وارث لوگوں کی تائید ہو کر تفرقہ مٹے گا۔"

حضرت امیر مرحوم کی کتاب کے ابتدائی چند صفحات کو پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ آپ نے بھی آئندہ جنگ سے متعلق اس میں اشارہ کر دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں یہ جنگ تباہی اور ہولناکی میں پہلی عالمی جنگوں سے کہیں بڑھ کر ہو گی۔

اس آئندہ آفت اور طوفان کی ایک وجہ تو وہ حالات و مسائل ہوں گے جن کا ابتدا مضمون میں ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری اہم وجہ لوگوں کی اخلاقی حالت میں پستی و تنزل اور ان کی بے راہ روی ہو گی۔ جو تقریباً دنیا کے تمام ممالک کا مشترکہ مسئلہ ہے۔

خداتعالیٰ لوگوں کے غلط مذہبی اعتقادات و نظریات پر تو کسی حد تک چپ رہ سکتا ہے مگر ان کی اخلاقی گراوٹ و پستی اور بے راہ روی پر زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکتا۔ بلکہ یہ امور اس کے غیظ و غضب کو دعوت دینے والے ہیں اور عنقریب دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے وہ دراصل اس کے غصہ اور ناراضگی کا مظاہرہ ہو گا۔

قرآن کریم کی محولہ بالا پیشگوئی جب اس طور پر پوری ہو جاتی ہے جس طور پر خداتعالیٰ سے علم پا کر بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بیان فرمایا ہے تو اس سے جہاں قرآن کریم کی عظمت اور اس کے الہامی کتاب ہونے کی صداقت دنیا پر واضح ہو گی وہاں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مامور من اللہ ہونے کی سچائی ثابت ہو گی جو کثیر تعداد میں مخلوق خدا کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا موجب بنے گی اور وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی نسبت سخت بدظنی رکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اپنے پہلے خیالات سے تائب ہو کر جماعت احمدیہ سے منسلک ہو جائیں گے جن میں ان کے اکابر اشخاص اور سربراہان مملکت تک شامل ہوں گے جیسا کہ پیشگوئی میں بشارت بھی موجود ہے۔

———

[1] ایک کلام اور دو لڑکیوں کے الفاظ سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ ایک علم الکلام کی بابت دو گروہوں میں جھگڑا ہو گا۔ ہر ایک ان میں سے کوشش کریگا کہ وہ ثابت کرے کہ وہی اس کا وارث ہے۔ دو گروہوں کو دو لڑکیوں کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ (خاکسار اپنے گذشتہ مضمون میں جو تین اقساط میں پیغام صلح میں شائع ہوا اور جس کا حوالہ پہلے آچکا ہے اس امر پر روشنی ڈال چکا ہے)

الہام میں جن دو گروہوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ جماعت احمدیہ کے دونوں فریق ہیں جن میں سے ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ وہی حضرت اقدس کے علم الکلام یا تعلیم کا وارث و امین ہے۔"

———

استغفار کی حقیقت

"خداتعالیٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ ایک محب صادق کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ اس کا محبوب اس پر ناراض نہ ہو جائے اور چونکہ اس کے دل میں ایک پیاس لگا دی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اس سے راضی ہو اس لئے اگر خداتعالیٰ یہ بھی کہے کہ میں تجھ سے راضی ہوں تب بھی وہ اس قدر صبر نہیں کر سکتا کیونکہ جیسا کہ شراب کے دور کے وقت ایک شراب پینے والا ہر دم ایک مرتبہ پی کر پھر دوسری مرتبہ مانگتا ہے اسی طرح جب انسان کے اندر محبت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبت طبعاً یہ تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خداتعالیٰ کی رضا حاصل ہو پس محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ خدا سے کامل طور پر پیار کرنے والے ہر دم اور ہر لحظہ استغفار کو اپنا ورد رکھتے ہیں اور سب سے بڑھ کر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے اور استغفار کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ ہر ایک لغزش اور قصور جو بوجہ ضعف البشریت انسان سے صادر ہو سکتی ہے اس امکانی کمزوری کو دور کرنے کے لئے خدا سے مدد مانگی جائے تا خدا کے فضل سے وہ کمزوری ظہور میں نہ آوے اور مستور و مخفی رہے پھر بعد اس کے استغفار کے معنی عام لوگوں کے لئے وسیع کئے گئے اور یہ امر بھی استغفار میں داخل ہوا کہ جو کچھ لغزش اور قصور صادر ہو چکا خداتعالیٰ اس کے بدنتائج اور زہریلی تاثیر دل سے دنیا اور آخرت میں محفوظ رکھے۔ پس نجاتِ حقیقی کا سرچشمہ محبت ذاتی خدائے عزوجل کی ہے جو عجز و نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعے سے خداتعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور جب انسان کمال درجہ تک اپنی محبت کو پہنچاتا ہے اور محبت کی آگ سے اپنے جذباتِ نفسانیت کو جلا دیتا ہے تب یکدفعہ ایک شعلہ کی طرح خداتعالیٰ کی محبت جو خداتعالیٰ اس سے کرتا ہے اس کے دل پر گرتی ہے اور اس کو سفلی زندگی سے گندوں سے باہر لے جاتی ہے۔"

(چشمہ مسیحی۔ نیا ایڈیشن صفحہ ۳۲-۳۳)

گذشتہ سے پیوستہ

پاکستان میں سگریٹ نوشی سے متعلق تشویشناک حقائق

گیارہ ارب روپے دھوئیں میں اُڑا دیئے جاتے ہیں

یورپ کا یہ حال ہے کہ وہاں بالعموم آب و ہوا صاف و شفاف ہے وہاں کے پینے کے پانی میں نہ جراثیم ہو سکتے ہیں اور نہ پانی والے پائپوں میں مردہ جانور، اور نہ وہاں یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ صاف پانی اور غلیظ پانی کے پائپوں کا تال میل ہو جائے۔ یورپ میں غذا میں ملاوٹ کا کوئی تصور نہیں ہے وہاں کی چائے کی پتی میں چنے کے چھلکے نہیں ملائے جاتے۔ وہاں دودھ میں سفیدیاں شریک نہیں کی جا سکتیں وہاں خوردنی تیل کی جگہ کھانے کے لئے موبل آئل نہیں فروخت ہو سکتا۔ وہاں مرغی کی جگہ کوّا اور بکرے کی جگہ مردہ کتنے کا گوشت یا گائے بھینس کی جگہ مرے ہوئے گھوڑوں گدھوں کا گوشت فروخت نہیں ہوتا ہے، لہٰذا وہاں کا ہر انسان برقراری صحت کے لئے صاف پانی اور خالص غذا استعمال کرتا ہے لہٰذا اس کی صحت کا معیار بہرحال ہم سے بلند ہے سگریٹ نوشی سے جب یورپ میں ایک کروڑ افراد مر سکتے ہیں تو آپ ذرا اپنے ملک کا جائزہ تو لیجئے جہاں غذا پانی جس انداز کا میسر ہے اس کا نقشہ ہم نے اوپر کھینچا ہے اور ہوا تو جس قدر آلودہ میسر ہے اس کا تصور تو ممکن نہیں اس پر مستزاد سگریٹ نوشی جس نے افراد وطن کے سینوں کو چھلنی کر کے رکھ دیا ہے اور سرطان کے پھیلنے کا پورا سامان کر دیا ہے اس وطن پاک کا ہر انسان کسی نہ کسی درجے میں مبتلائے درد و الم ہے۔ دق و سل کے لاکھوں مریض خرابی ماحول پر فکر و نظر کی دعوت دے رہے ہیں امراض نظام ہضم اس کی علامت ہیں کہ گندہ پانی اور ملاوٹی چیزوں نے ان کے نظام جسمانی کو تہہ و بالا کر دیا ہے۔ سگریٹ نوشی بڑھ کر جب چرس کا روپ دھار لیتی ہے تو افراد ملت کے لئے ایک اور بڑا ہی دردناک اور اندوہناک مسئلہ پیدا کرتی ہے۔ پاکستان میں منشیات کا استعمال شروع ہو چکا ہے۔ اور اس وبا نے لاکھوں افراد وطن کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے یہ صحت کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ اخلاق کے بحران کا بڑا ہی الم ناک مسئلہ ہے۔ ہمارے وطن عظیم کے لاکھوں نوجوان سگریٹ اور چرس نوشی کی آہنی گرفت میں آ چکے ہیں اور ملک و قوم ان کی تعمیری عظمتوں سے محروم ہو رہی ہے۔

پاکستان میں جس تعداد میں سگریٹ پیئے جا رہے ہیں ایک محتاط اندازہ یہ ہے کہ ان میں کم و بیش تیس ہزار گیلن نکوٹین ہوتی ہے اگر نکوٹین کی یہ مقدار وریدی انجکشن سے انسانی جسم میں داخل کر دی جائے تو پاکستان کی ہزار گنا آبادی کو ہلاک کر دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ سگریٹ نوش کے جسم میں نکوٹین بہرحال جذب ہوتی ہے اور ایک ایسے زہر کی حیثیت رکھتی ہے کہ جس کی ہلاکت خیزی سست اور غیر محسوس ہوتی ہے اس قدر ثابت کر دیا ہے کہ فلٹر کے ذریعے صرف ۲۵ تا ۵۰ فیصد کی نکوٹین کا جذب ہونا روکا جا سکتا ہے اور اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ تمباکو اور سگریٹ سے نکوٹین کو خارج کرنا ہرگز ممکن نہیں۔ اور فلٹر بھی اس میں کوئی مدد نہیں کرتے۔

پاکستان میں اعداد و شمار رکھنے کا کوئی دستور نہیں ہے اور اگر آپ کو خوش قسمتی سے کوئی اعداد و شمار دستیاب ہو جائیں تو ان کے بارے میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مبنی بر صحت ہوں گے صحت و مرض کے باب میں صورت حال کو جانتا ہوں اور یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان میں اس موضوع پر تمام اعداد و شمار صحت سے عاری ہیں اس لئے کہ ہم خود محنت نہیں کرتے اور ملٹی نیشنل کارپوریشنوں کے مزاج کے مطابق اپنے حالات کو ڈھالنے کے عذاب میں گرفتار ہیں۔

ہم سگریٹ نوشی کے باب میں برطانیہ کے ایک اعداد و شمار سے مدد لے کر پاکستان کے حالات کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔

برطانیہ میں تمباکو کی تحقیقاتی انجمن نے جو اعداد و شمار کئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ برطانیہ کے تیئیس ہزار ملین تمباکو پینے والوں نے ۱۹۲۹ء میں ۶۰۲۵ ۱۳ ملین سگریٹیں ۱۱۳۵ ملین سگار اور زیرہ اعشاریہ ایک ملین پاؤنڈ پائپ کا تمباکو استعمال کر ڈالا یعنی ۱۹۵۸ کے مقابلے میں ۴۲۰۱ ملین سگریٹوں اور ۸۸۵ ملین سگاروں کا اضافہ ہو گیا۔ اب ملاحظہ کیجیئے کہ اس سے بیماری میں کتنا اضافہ ہوا۔

بیماری / ۱۹۵۸ء / ۱۹۶۸ء

سینے کا سرطان ۱۹۲۰ء ۲۸۸۳۲

نرخرے کی نالی کا ورم ۲۹۳۹۲ ۲۹۸۶۴ دل کے امراض ۱۴۱ ۸۴۰ ۱۳۸۶۱۷

اب ذرا اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز اعداد و شمار ملاحظہ کیجیئے۔

تمباکو کے محصول میں سرکاری خزانے کو ہر سال ۱۱۰۰ ملین پاؤنڈ کی آمدنی ہوتی رہتی ہے۔ تمباکو کے صنعت کار اپنے کارخانوں کی بنائی ہوئی چیزوں کی فروخت میں اضافہ کرنے کے لئے ہر سال اشتہارات پر اٹھارہ ملین پاؤنڈ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس تمباکو نوشی کے خلاف جو تحریک چلائی جا رہی ہے اس پر صرف ایک لاکھ پاؤنڈ خرچ کئے جاتے ہیں۔ یعنی سرکاری خزانے کو تمباکو کی فروخت کی بدولت جو رقم حاصل ہوتی ہے اس کے دسویں حصے کا محض ایک فیصد

برطانیہ کی سابق لیبر گورنمنٹ یہ کوشش کر رہی تھی کہ تمباکو کے استعمال اور اشتہارات پر پابندی عائد کر دے مگر وہاں کی سب سے بڑی تمباکو کی کمپنی یعنی امپریل ٹوبیکو کمپنی کو یہ بات نہایت ناگوار گذری حالانکہ وزارت صحت اس پابندی کو پسند کرتی تھی اس کے باوجود دوسری وزارتیں اس کے خلاف ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ تمباکو کے سلسلے میں قومی جذبات کو برانگیختہ کرنا سیاسی دانشمندی کے خلاف ہوگا کیونکہ حال ہی میں شراب نوشی پر چند پابندیاں عائد کی جا چکی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ انہیں یہ خوف تھا کہ پابندی عائد کرنے سے سگریٹ پینے والوں کے ووٹ حاصل نہ ہو سکیں گے۔

برطانیہ میں محکمہ صحت و سماجی تحفظ کے افسر اعلیٰ سر جارج گاڈبر نے اپنی سالانہ رپورٹ میں صاف صاف لکھا ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں تمباکو نوشی کی بدولت اموات میں جو اضافہ ہوا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر پہلے پچاس ہزار اموات ہوتی تھیں تو اب یہ تعداد بڑھ کر ایک لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ ۱۹۶۱ء سے لے کر ۶۷ء تک صرف پھیپھڑوں کے سرطان کی وجہ سے اموات میں چالیس فیصد کا اضافہ ہو چکا ہے سر جارج نے لکھا ہے کہ شاید ہمارے معاشرے کو اس تلخ حقیقت کا احساس

ابھی تک نہیں ہوا ہے کہ ہمیں سگریٹ سے نجات حاصل کر لینا انتہائی ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمباکو کا تعلق تجارت و زراعت سے اس قدر زیادہ ہو چکا ہے اور حکومت کو بھی اس کی بدولت اس قدر زیادہ رقم حاصل ہوتی ہے کہ اس کے خلاف جو آواز بھی اٹھائی جاتی ہے وہ اشتہارات کے ہجوم اور ہنگاموں اور سماجی اطوار کے سامنے صدا بہ صحرا بن جاتی ہے۔

پاکستان پر یلغار

تمباکو فروخت کرنے والی بین الاقوامی کمپنیوں کو جب سے یہ اندیشہ ہوا کہ دولت مند ملکوں میں ان کے مال کی کھپت نہیں ہو سکے گی کیونکہ وہاں لوگوں کو تمباکو کے مضرت رساں اثرات کا علم ہو گیا ہے تو انہوں نے غریب اقوام کو اپنا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ یہ کام انہوں نے دو طرح سے کیا ایک تو تمباکو کی کاشت کے ذریعہ سے اور دوسرے تمباکو کے استعمال کے ذریعہ سے۔ ان کمپنیوں کے اس عمل سے پاکستان میں اور تیسری دنیا میں بیماریوں کو فروغ حاصل ہو رہا ہے اور جنگلات تباہ ہو رہے ہیں۔ جس زمین پر اناج پیدا ہونا چاہیئے اس پر قبضہ کیا جا رہا ہے۔ اور ان تمام باتوں کا مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ غریب ملکوں کی حکومتیں زیر بار ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

مائک مے لر نامی ایک صحافی نے اس سلسلہ میں انگریزی میں ایک موضوع پر وسیع معلومات فراہم کی ہیں۔ اس صحافی نے سب سے پہلے جو حیرت انگیز انکشاف کیا وہ یہ ہے کہ ترقی پذیر ملکوں میں جو سگرٹیں فروخت کی جاتی ہیں ان میں کول تار بہت زیادہ ہوتا ہے اسی قسم کی سگرٹیں جو امریکا اور برطانیہ میں فروخت کی جاتی ہیں ان میں کول تار کم ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے اس چیز سے سرطان کا گہرا تعلق ہے۔

اہل فکر و نظر نے دنیا کی سب سے بڑی کمپنی برٹش امریکن ٹوبیکو کی مختلف اقسام کی سگرٹیں خریدیں اور ان کا تجزیہ امریکا کی نیشنل لیبارٹری میں کیا گیا جو کہ اوک ریج ٹینس امریکا میں ہے تجزیہ کرنے کے بعد پتہ چلا کہ جو سگرٹیں کینیا، سری لنکا اور ملائشیا میں فروخت کی جاتی ہیں ان میں کول تار بہتر (۷۲) فیصد ہوتا ہے حالانکہ وہی سگرٹیں جو برطانیہ میں فروخت کی جاتی ہیں ان میں اتنا کول تار نہیں ہوتا۔ افریقی اور ایشیائی ممالک میں سگریٹ کی فروخت پر وہ پابندیاں نہیں ہیں جو برطانیہ اور امریکا میں ہیں۔

اقوام متحدہ نے جو اعداد و شمار جمع کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۷۶ء میں دنیا کی قابلِ کاشت زمین کے چار اعشاریہ پانچ ہیکٹر پر یعنی ایک کروڑ دس لاکھ ایکڑ تمباکو کی کاشت کی جا رہی تھی اس کا ۷۰ فیصد تیسری دنیا میں تھا جس سے ۷۰ فیصد تمباکو پیدا ہو رہی تھی۔ مولر کا کہنا ہے کہ تمباکو نے تیسری دنیا کے وسائل کو تباہ کر رکھا ہے ورنہ انہی وسائل سے اناج پیدا کیا جا سکتا ہے۔ تمباکو کی کاشت پر خرچ بھی بہت زیادہ کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے دوسری چیزوں کی کاشت ناممکن ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بیروزگاری بھی بڑھتی ہے۔ اس کے علاوہ تمباکو کی کاشت کی بدولت ریگستانی علاقے وسیع تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ تیسری دنیا کو تمباکو کی فصل کو بچانے کے لئے ہر سال بے شمار درخت کاٹنے پڑتے ہیں اور پھر جب ملک میں تمباکو کی کاشت بڑھ جاتی ہے تو پھر سگریٹ کے لئے کاغذ اور ڈبیاں بنانے کا سامان منگوانا پڑتا ہے۔ لہٰذا ملک اور بھی زیر بار ہو جاتا ہے۔ ایک طرف غذائی اجناس نہ پیدا کرنے سے ملک پر بار پڑتا ہے تو دوسری طرف عوام کی صحت خراب ہوتی ہے اس پر طرہ یہ کہ قابلِ کاشت زمین بھی برباد ہو جاتی ہے۔

غریب ممالک ان حالات کو اس بناء پر برداشت کرتے چلے آ رہے ہیں کہ سگریٹ بنانے والی کمپنیوں کی بدولت حکومت کو ٹیکس وصول ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض کمپنیاں یہ چالاکی بھی کرتی ہیں کہ حکومت کے کرتا دھرتا لوگوں میں سے چند کو اپنے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں بھی شامل کر لیتی ہیں۔ بیس دولت مند ملکوں میں سے ۱۹ نے تمباکو نوشی پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں اس کے مقابلے میں تیسری دنیا کے ۴۵ ملکوں میں سے صرف گیارہ نے کچھ پابندیاں عائد کی ہیں۔ پاکستان اب تک اس باب میں بالکل خاموش اور بے حرکت و عمل ہے یہاں ایک طرف پاکستان ٹوبیکو بورڈ ہے کہ صوبہ سرحد میں تمباکو کاشت کے اعلا مدارج طے کرنے کے بعد اب صوبہ سندھ میں تمباکو کاشت کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے اور وزارت صحت پاکستان اس حرکت پر کوئی قدغن عائد نہیں کرتی شاید پاکستان کے مسئلہ صحت سے اسے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے سگریٹ ساز کمپنیاں کھلے بندوں سگریٹ سازی اور تشہیر کے میدان میں سرگرم ہیں اور ذرائع ابلاغ سگریٹ کی تشہیر میں پیش پیش ہیں۔ تیسری دنیا دولت مند ملکوں کے سرمایہ داروں اور سگریٹ سازوں کی ہدف بنی ہوئی ہے اور یہاں سگریٹ نوشی کی تباہ کاریاں بڑھتی جا رہی ہیں یہاں بیوروکریسی خریدی جا سکتی ہے ضرورت ہے کہ تیسری دنیا میں ایک انقلاب برپا ہو اور سگریٹ کی تباہ کاری پر بند باندھے۔

حس کو بیدار کر کے امت مسلمہ پاکستان کی صحت و اخلاق کی اس بربادی پر بند کیوں نہیں باندھتے؟ یہ کیسے صحیح و درست اور جائز ہو سکتا ہے کہ ہم چند افراد کے لئے اور عیش پسند افراد کے ایک مجموعے کے عیش و عشرت کے لئے تمباکو کی کاشتوں اور سگریٹ سازیوں سے حاصل کرتے ہیں ایک محتاط اندازہ یہ لگایا گیا ہے کہ پیرس سے نیویارک تک جیٹ ہوائی جہاز اپنی ایک اڑان میں ۳۵ ٹن آکسیجن پھونک دیتا ہے۔ پاکستان کے ہی سگریٹ نوش بھی جب سگریٹ نوشی کرتے ہیں تو فضا جان فزا آکسیجن جلاتے رہتے ہیں نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی وجہ سے فضا کس قدر خراب ہو رہی ہے۔

عالمی ادارہ صحت کے ایک ماہر مشیر نے سگریٹ کی ہلاکت خیزی کا حسب ذیل نقشہ کھینچا ہے۔

یورپ میں ۱۹۸۲ء سے ۲۰۰۰ء تک ۱۸ سال کے دوران صرف سگریٹ نوشی سے ایک کروڑ افراد ہلاک ہو جائیں گے۔

اس مشیر کے مطابق یہ اموات کینسر عارضہ قلب اور نفخ الصدر (ایمفی سیما) کے مرض کی بناء پر ہوں گی۔

(بشکریہ مشرق میگزین لاہور)

(بقیہ صفحہ ۲ سے آگے)

بلائے ہوئے راستے عزیز ہونے چاہئیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ دُعا کی تھی کہ :-

"یا الٰہی شراب کے بارے میں ہماری ایسی راہنمائی فرما جو شافی و کافی ہو"

تو اس کے بعد قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی تھی۔

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو یقیناً شراب ۔ جوا ۔ بت پرستی اور تیروں سے نصیب آزمانا گند (رجس) ہیں اور یہ شیطانی عمل ہیں پس تم اس سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو سکو۔ یقیناً شیطان یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے دشمنی اور بغض پیدا کرے اور تمہیں ذکر الٰہی اور نماز سے دُور کر دے پس کیا تم ان سے باز نہیں آؤ گے"

کس قدر وضاحت سے شراب کی حرمت کا حکم نازل فرمایا گیا ہے شراب کے لئے اللہ تعالیٰ نے "رجس" کا لفظ استعمال کیا ہے جو دوسرے مقام پر سوٗر کے گوشت کے لئے استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔

"ان کو کہہ دے کہ جو مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے اس میں میں یہ نہیں پاتا کہ کسی کھانے والے پر کیا حرام کیا گیا ہے سوائے مردہ گوشت، خون اور سوٗر کے گوشت کے کیونکہ یہ "رجس" ہیں۔

اب اس قدر واضح ہدایت کے باوجود اگر کوئی خواہ وہ کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو یہ کہے کہ قطعی حرمت کا ذکر نہیں ہے تو کس قدر بڑا ظلم اور جرم ہے۔ اور بعض لوگ جو ایک درمیانی راہ پیدا کرتے ہیں کہ بیماری یا ضرورت کے وقت شراب کا جواز ہے اور وہ لوگ شرابیوں کے ہاتھوں میں لائسنس دیکر انہیں شراب خانوں کے دروازوں کے مستقل گاہک بنا دیتے ہیں ان کے لئے بھی خدا تعالےٰ کے محبوب اور پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک قول پیش کرتا ہوں کہ وہ کافی ہوگا۔ حضورؐ سے سوال کیا گیا ہے کہ کیا بیماری کا علاج شراب سے کرنا ممکن ہے تو حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ :-

"اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے اس چیز میں قطعاً شفا نہیں رکھی جس چیز کو اس نے اُمت پر حرام قرار دیا ہو"

اور یہ امر کس سے پوشیدہ ہے کہ جب جواز کا دروازہ تھوڑا سا کھلا رکھا جاوے تو سارے دروازے کو کھول لینا کون سا مشکل کام ہے اور نصِ قرآنی کے خلاف اجتہاد اور قیاس سے کام لینے کو تمام فقہائے اُمت نے منع قرار دیا ہے۔

* ہر مسلمان اور مومن کہلانے والے سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کے بیان فرمودہ احکامات کو سمجھنے کے لئے صرف ایک ہی طریق بتلایا گیا ہے۔ " سنتی و سنۃ خلفاء الراشدین المہدیین کہ میری سنت اور میرے خلفاء کی سنت کے مطابق عمل کرنا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضورؐ کے وقت میں یا حضور صلعم کے خلفاء کے دور میں شراب پینے والے سے کیا سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔

* یہ تو ہر مسلمان کے ذہن نشین ہے کہ جب حرمت شراب کا حکم نازل ہوا تو مسلمانوں نے شراب کے مٹکے توڑ دیئے اور تمام شراب کے ذخیرے مدینہ کی گلیوں میں بہا دیئے۔

* تمام مکاتب فکر کے فقہاء اس امر پر تو یک زبان ہیں کہ شراب پینے والا سزا کا مستحق ہے۔ سزا کس قدر ہونی چاہیئے اس میں زمانہ اور وقت کے اعتبار سے آراء میں اختلاف ضرور پایا جاتا ہے حنفی ۔ مالکی اور حنبلی مکتب فکر کی یہ رائے ہے کہ شرابی کی سزا اسی کوڑے ہیں ۔ اور شافعی ۔ ظاہری اور زیدی مکتب فکر کے علماء نے چالیس کوڑے لگانے پر اتفاق کیا ہے۔

احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضور صلعم کے دور میں شراب پینے کی سزا چالیس کوڑے تھی بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ :

"حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے شراب کی سزا کے طور پر چھڑی سے اور جوتے سے مارنے کا حکم دیا اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی چالیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

دوسری روایت میں ہے :

سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلعم کے عہد میں ایک شرابی کو حضورؐ کی خدمت میں لائے تو چالیس کوڑوں کا حکم ہوا یہی عمل حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ہوا اور یہی حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں رہا۔ جب لوگ باز نہ آئے تو نافرمانی شروع کی تو حضرت عمرؓ نے پھر اسی کوڑوں کا حکم دیا۔

* دور نبویؐ اور دورِ خلافت راشدہ کے مطالعہ سے یہ بات تو طے ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں پر شراب کو قطعاً حرام قرار دیا گیا اور اس کی سزا دی جاتی رہی ۔ یہاں تک کہ ایک حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ :-

"ابو داؤدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شرابی کو سزا دینے کے بعد اس کے منہ پر مٹی ڈالی اور لوگوں نے بھی مٹی ڈالی اور یہ بطور سزا کے تھا"

* احادیث کی روشنی میں ذیل میں شراب کی ان اقسام کا ذکر کر دینا بہتر ہوگا جو حرمت شراب کے حکم کے نازل ہونے سے قبل اہلِ عرب کے استعمال میں تھیں اور جن سے جب بھی موقعہ ہوا سوال کرنے پر حضورؐ نے منع فرمایا۔

۱ - شہد کی شراب (تبع)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ سے قبل تبع کے متعلق سوال ہوا جو کہ شہد سے تیار کی جاتی تھی اور اہلِ یمن بکثرت استعمال کرتے تھے۔ تو آپؐ نے فرمایا :

"جو شراب نشہ دے پس وہ حرام ہے"

اب کس قدر واضح اور بنیادی ارشاد ہے کہ ہر چیز جو پینے والی ہو اور اس سے نشہ ہوتا ہو وہ حرام ہے اور یہ تو قرآن کریم کا حکم ہے کہ :-

"نشہ والے کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی"

۲ - مکئی کی شراب (مزر)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ابوداؤد سے روایت ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا کہ میں نے حضور سے شہد کی شراب کے بارہ میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا وہ تو بتع ہے ۔ میں نے عرض کی کہ لوگ مکی اور جو سے بھی نبیذ بناتے ہیں آپؐ نے فرمایا وہ مزر ہے اور ارشاد فرمایا :-

"اپنی قوم سے جا کر کہہ دو کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے"

ایک اور جگہ ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ:۔

"مجھے اور معاذ بن جبلؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھجوایا تو معاذ نے کہا کہ آپ ہمیں ایسے ملک میں بھجوا رہے ہیں جہاں کے لوگ کثرت سے شراب کے رسیا ہیں تو ہم وہاں کیا پئیں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہاں ہر چیز پی لینا مگر نشہ آور چیز نہ پینا"

۳۔ کچی کھجور کے پانی کی شراب

"حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں ابو علیبہ اور ابی بن کتب کو مکئی اور کھجور کی شراب پلاتا تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے خبر دی کہ شراب حرام ہوگئی ہے تو ابو طلحہ نے مجھے کہا کہ اے انسؓ اسے پھینک دے تو میں نے پھینک دی"

۴۔ انگور کے پانی کو ابال کر بنائی گئی شراب (طلاء)

عرب کے لوگ انگور کا پانی نچوڑ کر اسے اس قدر ابالتے تھے کہ جب وہ دو تہائی سے زائد اڑ جاتا تھا تو نشہ آور ہو جاتا تھا اور جو نیچے بچ جاتا تھا وہ شراب کہلاتا تھا۔

۵۔ مکئی کی حبشی شراب (عنبیراء)

یہ شراب حبشہ کے لوگ مکئی کو ابال کر نشہ آور بنا کر استعمال کرتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ:۔

"عبیداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے خمر اور میسر سے اور عنبیراء سے منع فرمایا اور فرمایا کہ "ہر نشہ آور چیز حرام ہے"

۶۔ داذی

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے داذی شراب کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا:۔

"میری امت کے لوگ شراب کو استعمال کرتے ہیں اور اس کا نام کچھ اور رکھ لیتے ہیں"

اس حدیث سے یہ امر واضح ہے کہ کوئی بھی اور نام رکھ کر نشہ آور چیز کا استعمال ممنوع ہے۔

۷۔ وسکی

عربی انسائیکلو پیڈیا میں اسے میسرہ لکھا گیا ہے جس کے معنے "زندگی کا پانی" ہے اسے گندم۔ جو۔ یا مکئی سے تیار کیا جاتا ہے اور حدیث میں پھلوں اور سبزیوں سے تیار شدہ نشہ آور مشروب کے استعمال سے روکا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بیسیوں قسم کے مشروبات ہیں جن کو مختلف نام دیکر استعمال کیا جاتا ہے اور ان سے صرف اس بنا پر باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ نشہ آور ہیں اور نشہ آور چیزوں کا استعمال ایک مومن اور مسلم کہلانے والے کے لئے جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے نقصان دہ ہے۔

- ہم روزانہ زندگی میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ نشہ آور چیزوں کے استعمال کرنے والے نشہ میں کس کس قسم کی ذلیل اور گھٹیا حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ عبادت کا بجا لانا تو ایک طرف رہا نشہ میں رشتوں کا امتیاز بھی مٹ جاتا ہے اور انسان سے اس قسم کی گری ہوئی حرکات سرزد ہوتی ہیں کہ وہ انسان معلوم ہی نہیں ہوتا۔ ایک معزز انسان نشہ کی حالت میں گندی نالی کے کنارے پڑا نظر آتا ہے فحش گوئی اور بد کلامی کے علاوہ اسوقت اس کے منہ سے کچھ بھی نہیں نکلتا۔ جن ملکوں میں شراب کا بکثرت استعمال ہے ان کے اعداد و شمار سے جرائم کی بڑھتی ہوئی کثرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور جو چیز جرائم کو جنم دے اس کا استعمال کسی معاشرے کے لئے بھی سود مند نہیں ہے۔

- اسلام ہمیں ایک پاک، نیک اور صاف ستھرے معاشرے کا ایک فرد بنانا چاہتا ہے اور ہمیں محترم اور مکرم ابناء آدم میں سے ایک دیکھنا چاہتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:۔

ولقد کرمنا بنی آدم

ہم نے بنی آدم کو بہت تکریم اور احترام دیا ہے تو کیا ہمیں خدا کے دیئے ہوئے اس اعزاز و منصب سے گر جانا چاہیئے اور چند گھڑیوں کے نشہ کے لئے جو بعد میں زندگی بھر کا روگ بن جائے اپنی آدمیت اور انسانیت کو بالائے طاق رکھ دینا چاہیئے۔ ہرگز نہیں۔ ہمیں ہر اس نشہ سے قطعاً اور قطعاً پرہیز کرنا چاہیئے جو "پینے سے" "کھانے سے" یا "منہ میں رکھنے" سے ہمیں ہمارے مقام سے گرا دے۔ خدا تعالےٰ ہمیں احکام الٰہی کی پیروی کرنے اور اس پر چلنے اور اسکی تلقین کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

—— ***** ——

اطاعتِ امیر بہر حال ضروری ہے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جو شخص امیر قوم میں ایسی چیز دیکھے جسے وہ پسند نہ کرے تو چاہیئے کہ وہ صبر کرے۔ (اور معاملہ پر غور کرتا رہے شائد وہ خود غلطی پر ہو) پس جو شخص بھی جماعت سے ایک بالشت جدا ہوا (اور جماعت میں انتشار پیدا کیا) وہ جاہلیت کی موت مرگیا"

—— *** ——

باہتمام البدر پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر ملک پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ (چیف ایڈیٹر:۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۸۴ء، جلد ۷۱، شمارہ ۳

جلد ۷۱ } بروز چہار شنبہ، ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۸۴ء { شمارہ ۴

ملفوظات حضرت مجدد صد چہاردہم

جماعت کو وصیّت

"میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں اور یہ بات پہنچا دوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سنے یا نہ سنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی میری موت میری قربانیاں میری نماز اللہ ہی کیلئے ہیں۔" (الحکم ۳۱۔ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۴)

"دیکھو دنیا چند روزہ ہے اور آگے پیچھے سب مرنے والے ہیں۔ قبریں منہ کھولے ہوئے آوازیں مار رہی ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی نوبت پر جا داخل ہوتا ہے۔ عمر ایسی بے اعتبار اور زندگی ایسی ناپائیدار ہے کہ چھ ماہ اور تین ماہ تک زندہ رہنے کی امید نہیں۔ اتنی بھی امید اور یقین کہ ایک قدم کے بعد دوسرا قدم اٹھانے تک زندہ رہیں گے یا نہیں۔

پھر جب یہ حال ہے کہ موت کی گھڑی کا علم نہیں اور یہ پکی بات ہے کہ وہ یقینی ہے ٹلنے والی نہیں تو دانشمندوں کا فرض ہے کہ ہر وقت اس کے لئے تیار رہیں اور اسی لئے قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ لا تموتنّ الا وانتم مسلمون (الحکم ۱۷۔ اگست ۱۹۰۲ء صفحہ ۵)

"بے ثباتیٔ دنیا"

نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

اے حُبِّ جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں ٭ اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
دیکھو تو جا کے اُن کے مقابر کو اک نظر
سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر
اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
اِک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے
اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے
پھر دفن کر کے گھر میں تاسف سے آئیں گے
اے لوگو عیشِ دُنیا کو ہرگز وفا نہیں
کیا تم کو خوفِ مرگ خیالِ فنا نہیں۔
سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے + کس نے بلالیا وہ سبھی کیوں گذر گئے
وہ دن بھی ایکدن تمہیں یاد نصیب ہے، + خوش مت ہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے
ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

دُعا
بحضور ربّ العلیٰ

اے خدا، اے بندوں کے مالک تیری قدرت کا زبردست ہاتھ ہر ایک کی گردن پر ہے۔ اے دروازہ ہائے رحمت کے کھولنے والے، اے ہر طرح کے اسبابوں کے مہیا کر دینے والے ہمارے واسطے وہ سبب اور ایسا سامان مہیا فرما جو ہماری طاقت درخواست وطلب سے بڑھ کر ہے۔

خدایا ہم کو خاص اپنے کام میں مشغول ہونے کی توفیق عنایت فرما کہ ہم تیرے ہی انصاف و داد سے تسلی یاب ہوں۔ تیری مخلوق سے کوئی تمنا اور آرزو ہم کو نہ رہے ہمارا انس ومحبّت اگر ہو تو تجھ سے ہو تیرے غیر سے تعلق خاطر ہمیں وبال جان ہو۔ تیری تقدیر پر رضامندی ہماری خوشی ہو تیری طرف سے کسی زحمت وبلا کے آنے پر ہمیں صبر آجائے۔ صرف تیرے ہی عطا پر ہم قناعت کرنیوالے ہوں اور تیری ہی نعمتوں کے شکر گذار محض تیری ہی یاد سے ہمیں لذت ملے اور تیری ہی سچی کتاب ہمارے لئے راحت وشادمانی کا باعث ہو۔ رات کی درمیانی سنسان گھڑیوں اور دن کے آغاز وانجام پر ہمیں تیری ہی ذاتِ پاک کے ساتھ رازگوئی کی عزت حاصل ہو۔ وہ دنیا جو تیری پاک یاد سے غافل کرنیوالی ہے اس سے ہم کنارہ کش ہو جائیں۔ اور آخرت سے دوستی اور محبت کا لگاؤ پیدا ہو۔ تیری ملاقات کا شوق غالب ہو۔ تیری ہی جناب کی طرف ہر وقت متوجہ رہیں گو یا کہ ہم ہر وقت موت کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ اور سمجھیں کہ یہ ہی ایک سچی راہ ہے جس راہ سے ہم نے تیرے حضور میں حاضر ہونا ہے۔

اے ہمارے پروردگار جو وعدہ تُو نے ہمارے حق میں اپنے پیارے رسولوں کی زبان پر فرمایا ہے وہ ہمیں عنایت فرما۔ ہم کو روزِ قیامت کی رسوائی سے بچا بے شک تیری ذات سے ہرگز خلافِ وعدہ نہیں ہوتا۔

الٰہی اپنی توفیق کو ہماری رفیق اور راہِ راست کو ہمارا طریق مقرر فرما خداوندا ہمارے مقصدوں میں ہم کو تو کامیاب کر اور ہماری توبہ قبول کر کر بے شک توبہ قبول کرنے والا مہربان تُو ہی ہے۔

الٰہی ہماری صبح کا آغاز تیرے ہی نام پاک سے ہو اور اختتام شام پر بھی تیرا ہی نام پاک منہ سے نکلے۔ تیرے ہی نام سے ہماری زندگی ہو اور تیری ہی نام سے ہماری موت ہمارا رجوع آخری تیری ہی جناب کی طرف ہے۔

خدایا۔ اپنے روئے مبارک کی لذت دیدار ہمیں عطا فرما اور اپنی ملاقات پاک کا ذوق وشوق ہمارے دلوں میں پیدا کر۔

بارالٰہا۔ ہمیں سچ کو سچ کر دکھا اور اسی سچ کی تابعداری پر قائم رکھ اور جھوٹ ہمیں جھوٹ ہی نظر آئے۔ اور اس سے ہمیشہ ہم کو نفرت اور پرہیز ہی حاصل رہے۔

الٰہی ہمیں ہر ایک چیز کی اصلیت اور حقیقت سے آگاہ کر دے اور ہم کو ایسی حالت میں موت نصیب کر کہ ہم تیرے فرمانبردار مسلمان ہوں اور ہم کو اپنے خاص نیک بندوں کی جماعت میں شامل فرما۔ ظالموں بے انصافوں کی بدی کو ہم سے دور کر۔ اور اپنے صادق ایمان داروں کی دُعا میں ہم کو شریک کر۔ اپنی یاد کی غافلوں اور غفلت کی نیند میں سونے والوں کی نیند سے ہمیں جگا دے اور ہم کو اپنے پیارے برگزیدہ رسول کریم کی شفاعت سے بہرہ مند کر اور اس حال میں کہ ہم تیری عطا کردہ سلامتی سے امن پانے والے ہوں۔ ہم کو بہشت میں داخل فرما اپنے خالص پرہیزگاروں کی جماعت میں قیامت کے دن ہمیں اٹھا اور اپنے پناہ دینے والے آتشِ دوزخ سے ہم کو نجات دے۔

خداوندا۔ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی بخشش اور اپنا رحم نازل فرما۔

خداوندا۔ امتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کو اپنی خاص مدد اور نصرت عنایت فرما۔

خداوندا ۔ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بندھے ہوئے کام کھول دے۔

خداوندا ۔ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صلاحیت عطا فرما۔

خداوندا۔ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کشادگی عطا فرما۔

خداوندا ۔ امتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کو اس کے اقران وامثال پر عزت وبزرگی سے سرفراز کر۔

خداوندا۔ امتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے گناہوں، خطاؤں لغزشوں سے درگذر کر۔

اے توبہ کرنے والوں کے سچے دوست ہماری توبہ قبول کر۔

اے ڈرے ہوئے اور خوف زدہ ہوئے ہوؤں کے امان دینے والے ہم کو امن دے۔

اے ۔ حیرت میں بھٹکتے پھرنے والوں کے رہنما ہماری رہنمائی کر۔

اے ۔ فریادیوں کے فریادرس ہماری فریاد کو پہنچ ۔ مایوسوں کے امیدگاہ ہماری امیدوں کو منقطع نہ کر۔ اے گنہگاروں پر رحم کرنے والے ہم پر رحم کر ۔ خطاکاروں کے بخشنے والے ہماری خطا معاف کر۔ سب قسم کی بدلیوں کو ہم سے دور فرما اور اپنے نیکوکار بندوں کے ساتھ ہمارا انجام بخیر کر۔

الٰہی ہمارے گناہوں کو بخش۔ ہمارے عیبوں کی پردہ پوشی کر ہمارے سینے کو کھول دے۔ ہمارے دلوں کی نگہبانی کر۔ ہمارے دلوں کو اپنی ہدایت کے نور سے روشن فرما۔ ہمارے کاموں کو آسان کر۔ ہماری مراد وحاجات کو حصول کا درجہ عطا فرما۔

الٰہی ہم کو بھی ہمارے دوستوں۔ ہمارے والدین، ہمارے بزرگوں۔ استادوں خویشوں اور قرابتیوں کو بھی اور ان لوگوں کو بھی جن کا حق ہم پر ہے اور جمیع امت محمد صلعم کو تو اپنے خاص رحم اور کرم سے بخش دے۔

***

از قلم مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب

درسِ قرآن — سبق نمبر (۵۴)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥
اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ
مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ٥ لا کَدَاْبِ اٰلِ
فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ؕ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاَخَذَھُمُ
اللّٰہُ بِذُنُوْبِھِمْ ؕ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ٥ قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا
سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِھَادُ ٥ قَدْ کَانَ
لَکُمْ اٰیَۃٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَۃٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
وَاُخْرٰی کَافِرَۃٌ یَّرَوْنَھُمْ مِّثْلَیْھِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَاللّٰہُ
یُؤَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً
لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ٥

(سورۃ آل عمران ۳۔ آیات ۱۰ تا ۱۳)

ترجمہ:۔ "جو لوگ کافر ہیں ان کے اموال اور ان کی اولاد (یعنی کثرت) اللہ کے بالمقابل کسی کام نہ آئیگی۔ اور وہی آگ کا ایندھن ہیں۔ (ان کا حال) فرعون کے لوگوں کا سا ہے اور ان لوگوں کی طرح جو ان سے بھی پہلے تھے۔ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑا۔ اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ جو لوگ کافر ہیں ان سے کہہ دے کہ تم جلد ہی مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ یقیناً تمہارے لئے نشان تھا ان دو گروہوں میں جن کی آپس میں مٹ بھیڑ ہوئی۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑتا تھا۔ اور دوسرا کافر تھا۔ وہ ان کو ظاہر آنکھ سے اپنے سے دوچند دیکھتے تھے۔ اور اللہ اپنی نصرت کے ساتھ جس کو چاہے مدد دیتا ہے۔ اس میں بصیرت رکھنے والوں کے لئے یقینی عبرت ہے۔"

ان آیات سے سورۃ آل عمران کے دوسرے رکوع کی ابتدا ہوتی ہے پچھلے رکوع پر میں دو درس دے چکا ہوں۔ جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں اس سورت میں زیادہ تر عیسائیت اور عیسائیوں کا ذکر ہے۔ پچھلے رکوع کا اہم مضمون تھا۔ اللہ تعالیٰ کے کلام میں محکمات اور متشابہات دونوں کا ہونا، متشابہات میں کچھ حصہ کلام کو رکھنے میں مصلحت، اور متشابہات کو محکمات کے ماتحت (اور ان کے اندر) رکھ کر ان کے مختلف مضامین سے مستفید ہونا، نہ کہ خالی متشابہات کے پیچھے لگ کر ان کی من مانی تاویلات کرنا جس سے فتنہ وگمراہی کی راہیں کھلتی ہیں، ان سب بنیادی اور اہم اصولوں کو بیان فرمایا تھا کیونکہ ان کو نہ سمجھنے سے ہی عیسائیت اور عیسائیوں کو ٹھوکر لگی اور وہ گمراہی میں اتنا دور نکل گئے کہ ولا الضالین کا نمونہ ٹھہرے۔ اس میں مسلمانوں کو بھی تنبیہ تھی کہ تم نے بھی محکمات اور متشابہات کے بارہ میں ٹھوکر نہ کھانا۔ آخر میں عام تنبیہ تھی کہ روز قیامت جب سب اگلے پچھلے اکٹھے کئے جائیں گے تو ایمانیات اور اعتقادات کی بھی جوابدہی ہو گی۔ اس لئے جو اپنا دل چاہے ایمان یا اعتقاد بنا لینا اور نہ صرف خود گمراہ ہو جانا بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنا جس طرح کہ عیسائی کرتے رہے اور اب بھی کرتے ہیں (اور چونکہ ایمانیات پر اس دنیا میں پکڑ نہیں) تو بے فکر ہو کر دیدہ دلیر ہو جانا یہ ٹھیک نہیں۔

مگر عیسائی اقوام کا اس زمانہ میں آن کر خدا پر سے اور یوم حساب پر سے ایمان اٹھ گیا ہے اور جن مذہبی لوگوں (عیسائیوں میں سے) کا ایمان ہے بھی تو کفارہ کے غلط عقیدہ نے انہیں بے فکر کر رکھا ہے کہ مسیح کے کفارہ پر ایمان لانا ہی نجات کے لئے کافی ہے اور بہر حال مسیح کی شفاعت ان کو یوم حساب بچا لے گی۔ اور اس لئے مؤاخذہ اور محاسبہ سے بے فکر ہو کر یہ لوگ دنیا میں اپنی دولت اور کثرت کے بل بوتے پر جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

تو کیوں نہ انسان قربان جائے قرآن حکیم پر کہ آج کے رکوع کو شروع کیا اس آیت سے کہ "جو لوگ کافر ہیں ان کے اموال اور ان کی اولاد اللہ کے بالمقابل کسی کام نہ آئیگی۔ اور یہی آگ کا ایندھن ہیں۔" انسان مال کماتا اور جمع کرتا ہے۔ اپنی اولاد کی خاطر۔ فرمایا کہ یہی دونوں اس جنگ کی آگ کا ایندھن بن جائیں گیں جو اللہ تعالیٰ ان عیسائی اقوام پر مسلط کرتا رہے گا۔ ان کی بداعمالیوں کی سزا کے طور پر جو وہ قیامت کی جوابدہی سے بے فکر ہو کر اس دنیا میں کرنے لگ جائیں گیں لفظ "آگ" کی تفسیر جنگ کی آگ میں نے نہیں قرآن کریم نے خود فرمائی جب کہا کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاھا اللہ (المائدہ ۶۴)۔ "جب کبھی وہ لڑائی کے لئے آگ جلاتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتا ہے۔" اور اس کی تفسیر میں روح المعانی میں لکھا ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ جب کبھی جنگ کا اعلان کرنا ہوتا تھا تو اونچی جگہ یا پہاڑی پر آگ جلا دیا کرتے تھے۔ مگر عیسائی اقوام کے اوپر جو سزائیں آئی ہیں۔ دو عالمگیر جنگوں کی شکل میں تو ان میں جو زمین اور آسمان سے آگ برسی ہے وہ دنیا نے کبھی دیکھی نہ تھی اور ابھی ایٹم اور ہائیڈروجن کے بم پھٹنے سے جو خوفناک آگیں زمین اور آسمان کو ایک کر دیں گی ان سے الامان! الحفیظ!

تو یہ ہولناک جنگیں نہ ہو سکتی تھیں اگر عیسائی اقوام کے پاس مال و دولت نہ ہوتی۔ پرانے زمانہ میں ایک تلوار یا ایک تیر کمان سے جنگ ہو سکتی تھی مگر موجودہ زمانہ کے جنگی سامان اس قدر بے پناہ مہنگے ہیں کہ وہ قارون سے بڑھ کر خزانے مال و دولت کے جو مغربی اقوام کماتی ہیں انہی سے یہ جنگیں لڑی جا سکتی ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کے پاس

اپنا کچھ بھی نہیں اور وہ عیسائی اقوام کی دست نگر ہیں۔ اسی لئے عیسائی اقوام دلیر اور حاوی ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے آگے تمہارے جنگی ساز و سامان کچھ کام نہ آئیں گے۔ اور ان جنگوں میں جو اللہ تعالیٰ ان پر ایک دوسرے کے خلاف بھڑکائے گا عیسائیوں کے زیادہ تر نوجوان لڑکے و لڑکیاں (اولاد) بھرتی ہو کر ان آگوں میں بھسم ہو گئیں۔ یہ امر کہ یہ جنگیں اور آگیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے بطور سزا ہیں۔ دو کھلے نشانوں سے واضح ہے۔ اول تو قرآن مجید و احادیث کی پیشگوئیوں سے (بلکہ اس زمانہ کے مامور و مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے الہاموں سے بھی) اور دوسرے اس بات سے کہ یہ عیسائی اقوام بخوبی جانتی ہیں کہ جنگ کیا ہولناک آفت اور نقصان و تباہی لانے والی چیز ہے اور باوجود خواہ[illegible]یوں سے بچنے کی اپنی انتہائی کوششوں کے جنگ میں خود ایک دوسرے [illegible] خلاف لرزاں و ترساں "ہنکائی" جاتی ہیں۔

یہ سچ ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں لفظ کافر ہے نہ کہ عیسائی اور اس لئے یہ بھی سچ ہے کہ جو لوگ بھی کافر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے جنگ مول لیں وہ سب مراد ہیں۔ مثلاً کفار عرب نے جب تلوار سے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنا چاہا تو وہ بھی اپنی جلائی ہوئی آگوں میں ہی جلنے لگے مگر چونکہ سورۃ آل عمران میں خاص طور پر ذکر عیسائی اقوام کا ہے اس لئے یہ آیت ان پر خاص طور پر چسپاں ہوتی ہے۔ اور ان کے مال و دولت اور اولادیں ان جنگوں کا ایندھن نہیں جیسا کہ قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پہلے حیرت انگیز طریقہ پر فرما رکھا تھا۔

اگلی آیت ہے کہ ان عیسائی اقوام کا حال فرعون کے لوگوں کا سا ہے بلکہ ان سے بھی پہلے لوگوں کا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے اسی دنیا میں پکڑا اور وہ سزا دی کہ وہ تاریخی اور عبرتناک سزائیں بن گئیں۔ اس آیت میں پہلے چند امور کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ پہلے تو یہاں "آل فرعون" فرمایا۔ عام طور پر غلط فہمی کی بناء پر اکثر لوگ "آل" کے معنے اولاد کے کرتے ہیں۔ فرعون (رعمسیس ثانی) کی تو اولاد تھی ہی نہیں۔ اس لفظ آل کے صحیح اور پورے معنے یعنے فرعون کی قوم کے ہی کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح درود شریف میں بھی آل محمدؐ کے معنے حضورؐ کی امت ہے نہ کہ خالی سید صاحبان،

دوسرے سوال یہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم سے کیوں مماثلت بتائی؟ فرعون اپنے زمانے میں سب سے بڑا بادشاہ تھا۔ پھر اس نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنائے رکھا عرصہ دراز تک وہ ان کے لڑکوں کو مروا دیتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ بالآخر شہنشاہی، طاقت و حکومت اور غلبہ کا خمار اس کے دماغ کو ایسا چڑھا کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ آج تو عیسائی اقوام اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب میں مبتلا ہو چکی ہیں۔ مگر جب ان کو عروج نصیب ہوا آج سے کوئی تین سو سال پہلے تو ان کی کیا حالت تھی؟ ساری دنیا پہ چھا گئی تھیں اور کوئی ان کو چیلنج نہیں کر سکتا تھا۔ کہا جانے لگا کہ برٹش ایمپائر پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ نہ صرف خشکی پر بلکہ سمندروں پر بھی اس کا غلبہ تھا۔ دنیا کا نقشہ برطانیہ کے سرخ رنگ کی وجہ سے تقریباً سرخ تھا۔

محکوم رعایا میں جو ذرہ مردانہ وار کھڑا ہو سکتا تھا تو یہ اس کو جیل خانوں میں بند کر کے ختم کر دیتے اور جو عورتوں کی طرح کمزور لوگ ہوتے اور ان سے کوئی خطرہ نہ ہوتا تو انہیں زندہ رہنے دیا جاتا، اور جو خوشامد اور عورتوں کی طرح خدمت کرتے ان کو خاں صاحب، راؤ صاحب اور دوسرے خطابات سے نوازا جاتا تھا۔ آج تو کھلم کھلا عیسائی اقوام دہریت کو پھیلاتی ہیں۔ خدا کی ہستی کا انکار کر کے یا یہ کہہ کر کہ خدا یا تو تھا ہی نہیں اور یا تھا تو اب (نعوذ باللہ) مر گیا ہے۔ اور اس سے قبل بھی خدا کی جگہ ان عیسائی اقوام نے خود لے لی۔ آخر خدا انسان سے کیا چاہتا ہے؟ یہی نہ کہ اس کی عاجزی سے فرمانبرداری کی جائے؟ سو عیسائی اقوام نے محکوم رعایا سے بھی یہی چاہا۔ اگر خدا چاہتا ہے کہ اس کے احکام کی پیروی کی جائے اور اس کے عذاب اور ثواب کا خیال کر کے لوگ عمل کریں تو عیسائی اقوام نے بھی اپنی محکوم رعایا سے یہی چاہا کہ ہماری عاجزی سے فرمانبرداری کرو اور ہماری خوشنودی یا ناراضگی کا خیال رکھو۔ جو ہم کہیں وہ کرو۔ ہم جس کو چاہیں سزا دیں جس کو چاہیں جزا دیں۔ ہم جس کو چاہیں رزق دیں جتنا چاہیں۔ ہم جس قوم کو چاہیں زندہ کریں یا موت کی حالت اس پر وارد کریں۔ یہی خدائی اختیارات ہیں جو عیسائی اقوام نے محکوم رعایا سے منوانے چاہے۔ اس لئے فرعون سے مماثلت ان کی زبردست تھی۔

تیسری بات قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ایمانیات یا اعتقادات پر نہیں پکڑتا۔ اس کا فلسفہ میں لا اکراہ فی الدین (دین میں کوئی مجبوری منوانا نہیں ہے۔) کی تفسیر میں بیان کر آیا ہوں۔ اس لئے اگر کوئی شخص صرف حق کو قبول نہ کرے تو اس پر اس دنیا میں مواخذہ نہیں (آخرت میں ہے) مگر یہاں یعنے آج کی آیات میں جو الزام کا فروں (خواہ وہ کفارِ مکہ ہوں یا عیسائی اقوام) پہ لگایا گیا ہے وہ انکار کرنے یا نہ قبول کرنے کا نہیں ہے بلکہ تکذیب یعنے حق کو جھٹلانے، اس کے خلاف پروپاگنڈہ کرنے کہ وہ باطل ہے تاکہ اور لوگ بھی نہ مانیں۔ یا حق کو اور حق کے علمبرداروں کو ہلاک کرنے کی کوشش کرنا جیسے کہ کفار مکہ نے تلوار سے یا اس زمانہ میں عیسائی اقوام نے اسلام پہ اور بانی اسلام پہ جھوٹے اعتراضات کر کے یا کردار کشی

CHARACTER ASSASINATION

کر کے کرنی چاہی۔ تو یہ بڑا سنگین جرم ہے۔ اور یہ اس دنیا میں بھی قابل مواخذہ ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ حق اور حق کے علمبرداروں کو ہلاک کرنے کی کوشش پہ مجرموں کو سزا نہ دے یا ان کے غلبہ کو نہ توڑ دے (جو لفظ "ہلاک" کے عربی میں اولین معنے ہیں) یا انہیں ہلاک بمعنی مارنے کے نہ کرے تو پھر حق اور حق کے علمبردار ہلاک ہو جائیں، جو اللہ تعالیٰ کس طرح ہونے دے سکتا ہے۔ تو تکذیب کے علاوہ اور بھی بداعمالیاں کفار مکہ میں تھیں، اور آج یورپ اور امریکہ میں کھلی بدکاریاں اور سیاہ کاریاں جو ہو رہی ہیں وہ قابل مواخذہ ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ،

اخذہ اللہ بذنوبہم

یعنے اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے اسی دنیا میں ان کو پکڑا اور

فرمایا کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ دیر گیرد سخت گیرد۔ اس کی سزا کتنی سخت ہوتی ہے یہ اسی سے پوچھئے جو اس میں مبتلا رہا ہو۔

اگلی آیت ہے کہ "جو لوگ کافر ہیں ان سے کہہ دے کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔"

عربی میں "س" اور "سوف" مستقبل قریب کے لئے آتے ہیں جیسے یہاں ستغلبون میں ہے اور اس کے معنی اسی دنیا میں اس واقعہ کے ہونے کے ہوتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو کفار عرب کو اور اس زمانہ میں عیسائی اقوام کو جو غلبہ نصیب تھا اس میں کوئی خیال کر سکتا تھا کہ کتنی جلدی یہ اپنا غلبہ کھو بیٹھے گی۔ لفظ تحشرون کے معنی "جائے قرار سے نکال کر جنگ کی طرف لے جانا ہے"۔ عیسائی اقوام کا جہاں بالکل کوئی واسطہ نہیں تھا وہاں قدرت ان کو ہانک کر لے گئی اور انہیں خونخوار جنگیں لڑنی پڑیں مثلاً شمالی افریقہ کوریا یا ویت نام میں بئس المھاد یعنے برا بچھونا جس میں وہ بے بس لٹائے گئے ہیں یہ ہے کہ جب گرما گرم جنگ نہ بھی ہو رہی ہو تو سرد جنگ پامالی اور دوسرے مصائب ہر آن ان پر مسلط ہیں۔

آج کی آخری آیت میں جس جنگ کو بطور نشان کہا وہ جنگ بدر تھی۔ نہ صرف قرآن شریف میں اس کی پیشگوئی تھی کہ سیھزم الجمع و یولون الدبر (القمر ۵۴ - ۴۵) "یہ جمعیت شکست کھائے گی اور یہ پیٹھ پھیر دیں گے"۔ بلکہ بائبل میں یسعیاہ نبی کی کتاب میں "عرب کی بابت الہامی کلام" کے عنوان سے صاف پیشگوئی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی ہجرت کے ایک سال بعد جنگ ہو کر قریش کی طاقت کم ہو جائے گی۔ (۲۱ : ۱۳ - تا ۱۷) جو کتاب کہ عیسائی پڑھتے ہیں جس طرح جنگ بدر میں معجزہ نمائی ہوئی اور اگر ایک طرف کفار کا لشکر جرار سر سے پیر تک ہتھیاروں سے مسلح تھا تو سامنے مسلمان بچے بوڑھے ملا کر ۳۱۳ تھے اور ہتھیاروں کا وہ فقدان تھا کہ تلواریں جو ہوتی کم سے کم ہتھیار اس زمانہ میں تھیں وہ بھی پوری نہ تھیں۔ اسی طرح اس زمانہ میں ایک طرف عیسائی پادریوں کا ٹڈی دل تھا اور عیسائی حکومتوں کی تمام طاقت ان کی پشت پر تھی تو سامنے مٹھی بھر احمدی جو کوئی دنیاوی ساز و سامان نہ رکھتے تھے، مگر اللہ تعالے کی نصرت شامل حال تھی تو دشمن کو شکست فاش ہوئی۔ اس میں واقعی "بصیرت رکھنے والوں کے لئے عبرت ہے۔ بصیرت قلب کی آنکھ سے دیکھنے کو کہتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

——— *** ———

ایک ضروری تصحیح

ایک مضمون کہ "موجودہ عالمی حالات ایک بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہیں"۔ مندرجہ پیغام صلح ۱۸/۱/۸۴ صفحہ ۵ تا ۷، یہ مضمون ۱۹۷۹ء کا ہے جو سہو کتابت سے ۸۷ء لکھا گیا ہے۔ قارئین کرام تصحیح فرمالیں۔ ادارہ اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

عزیز کشمیری کے رخصت ہونے پر

عزیز کاشمیری ایڈیٹر روزنامہ روشنی سرینگر جلسہ سالانہ کے دنوں میں چند دنوں کے لئے مرکز میں تشریف لائے تھے۔ ان کی آمد سے متاثر ہو کر یہ چند شعر موزوں ہو گئے۔

ابن محمد اعظم علوی مرحوم

اے دوست جس سے روح کی دنیا مہک گئی
جنت سے لائے بھائی عزیز الفتوں کا ہار

لیکن یہ بزم چشم زدن میں ہوئی تمام
مانند بوئے گل ہوا رخصت میرا قرار

آنے کے ساتھ جانے کا دھڑکا ضرور ہے
ہر صبح جیسے شام کا کرتی ہے انتظار

وہ چند روز ان کی جو شفقت ہوئی نصیب
تڑپا رہی ہے قلب حزیں کو ہزار بار

راہ وطن کے کانٹے بنے راحتوں کے پھول
چھونے نہ پائے تیرے جوانوں کو کوئی خار

ارشد کی رب جل و علیٰ سے ہے التجا
یہ گلستان ملت بیضا ہو پر بہار

اخبار احمدیہ

★ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت سے ہیں احباب جماعت اس مہبط برکات سماوی وجود مسعود کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

قرارداد تعزیت

مکرم ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی وفات حسرت آیات پر جماعت فیصل آباد کے ایک ہنگامی اجلاس میں تعزیتی قرارداد منظور ہوئی کہ مرحوم و مغفور جماعت کا ایک قیمتی سرمایہ تھے۔ قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے جلسہ سالانہ میں آپکی تقریر بڑی مدلل اور اثر انگیز تھی۔ کیا علم تھا کہ اپنی اس شاندار تقریر کے صرف ایک ہفتہ بعد ہی چل بسیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون"

(مرسلہ: ٹیپو مرزا)

"خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا تاکہ میں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے راہ راست پر لوگوں کو چلاؤں۔"

حضرت مجدد صد چہاردہم

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاداتِ مبارکہ

(منتخبہ از کتاب: صحیح بخاری)

- الاعمال بالنیّات وانما لکل امرءٍ مانوٰی۔

اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر عمل کا اجر نیت کے مطابق ملے گا۔

- کن فی الدنیا کانّک غریبٌ او عابر سبیلٍ

تو دنیا میں ایسا بن جا گویا تو پردیسی ہے یا رہ گذر مسافر ہے۔

- التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ

گناہ سے توبہ کرنیوالا شخص ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

- خیرکم من تعلم القرآن و علمہ

تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور سکھاتا ہے۔

- المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

- من قتل دون مالہٖ فھو شھید

جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہو جائے وہ بھی شہید ہوتا ہے۔

- استوصوا بالنساءِ خیرًا

عورتوں سے نیک سلوک کرنے کے متعلق میری نصیحت یاد رکھو۔

- الید العلیا خیرٌ من الید السفلیٰ

اوپر والا ہاتھ یعنی دینے والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ یعنی لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی لینے والے نہیں بلکہ دینے والے بنو۔

- کلکم راعٍ و کلکم مسئول عن رعیتہٖ

تم میں سے ہر شخص ایک حاکم کی حیثیت رکھتا ہے اور ہر ایک کو اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائیگا۔

- ما زال جبریل یوصینی بالجار حتیٰ ظننتُ انہٗ سیورثہٗ

جبریل مجھے بار بار ہمسایہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے یہاں تک کہ مجھے خیال آتا ہے کہ شاید وہ اسے وارث ہی قرار دے گا۔

- ان من خیارکم احسنکم اخلاقًا

تم میں سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ اخلاق والا ہے۔

- دع ما یریبک الیٰ ما لا یریبک

جو بات تیرے دل میں اضطراب پیدا کرے اسکو چھوڑ دے اور جو تجھے مضطرب نہ کرے اور اس کے بارے میں تجھے اطمینان ہو اسے اختیار کر لے۔

- اتقوا النار ولو بشق تمرۃٍ۔

صدقہ دے کر آگ سے بچو خواہ کھجور کا ایک آدھ حصہ ہی دینے کی توفیق ہو۔

- من یرد اللہ بہٖ خیرًا یفقھہ فی الدین

جس شخص کو اللہ تعالیٰ بھلائی اور ترقی دینا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔

- من لا یرحم لا یرحم

جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

- من بنیٰ مسجدًا یبتغی بہ وجہ اللہ بنی اللہ لہٗ مثلہ فی الجنۃ

جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ویسا ہی گھر بنائے گا۔

- مطل الغنی ظلم

استطاعت رکھنے والے کا جبکہ سب کچھ موجود بھی ہو قرض ادا نہ کرنا اور ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

- الصبر عند الصدمۃ الاولیٰ

اصل صبر تو صدمہ کے آغاز میں ہی ہوتا ہے۔ ورنہ آخر کار تو سب ہی رو دھو کر صبر کر لیتے ہیں۔

- لا یؤمن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہٖ

تم میں سے کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

- لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاثۃ ایّام۔

کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور اس سے قطع تعلق رکھے۔

- انّ خیارکم احسنکم قضاءً۔

تم میں سے اچھے وہی لوگ ہیں جو قرض کی ادائیگی عمدگی سے اور اچھے طریقے سے کرتے ہیں۔

- انصر اخاک ظالمًا او مظلومًا

اپنے بھائی کی مدد کرنا خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

- اتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم۔

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔

——— ★★★★ ———

ملک ظفر اللہ خاں صاحب راولپنڈی

بعثتِ مجددین - خلفاءِ محمدی

مجددین کی بعثت پر قرآن وحدیث کی شہادت

قرآن کریم میں بطور سنت اللہ یوں ارشاد الٰہی مذکور ہے کہ فطال علیھم الامد فقست قلوبھم ط وکثیر منھم فسقون اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا ط قد بیّنّا لکم الاٰیات لعلکم تعقلون ٥ الحدید

ترجمہ :۔ "جب ایک لمبی مدت گزر جاتی ہے تو دلوں میں سختی آجاتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ کثرت سے نافرمان ہو جاتے ہیں۔ جان رکھو کہ بے شک اللہ زمین کو مرے پیچھے زندہ کیا کرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی آیتوں کو کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ کسی روحانی مقتدا کی وفات کے بعد جب ایک لمبی مدت گذر جاتی ہے تو لوگوں کے دل سخت ہو جاتے ہیں اور ان میں خدا سے غفلت اور فسق وفجور پھیل جاتا ہے اور مذہب سے بیگانگی پیدا ہو جاتی ہے تب خدا اپنی قدیم سنت کے مطابق زمین کو اس کے مرے پیچھے زندہ کرتا ہے یعنی کسی نئے روحانی انسان کے ذریعہ ان روحانی مُردوں کو زندگی بخشتا ہے۔ چنانچہ اسی سنت اللہ کے مطابق ہمیں حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے قبل اس احیائے روحانی کے لئے انبیاءؑ کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے جن کے ذریعہ قلوب کی مُردہ زمین زندہ ہوا کرتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے پر چونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے جو ہدایت نوعِ انسان کو خدا کی طرف سے ملنی مقدر تھی وہ اپنی تکمیل کو پہنچ چکی اس لئے نبیوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ مگر خدا کا قانون برابر اسی طرح قائم ہے کہ ایک لمبے عرصے کے بعد دلوں کی زمین سخت اور مردہ ہو جاتی ہے۔ اور خدا سے غفلت اور فسق وفجور پھیل جاتا ہے۔

پس اس کے احیاء کے لئے روحانی لوگوں کا آنا اب بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح پہلے تھا۔ پس آنحضرت صلعم کو یہ وعدہ دیا گیا کہ آپؐ کے دین کی تجدید اور تر وتازگی کے لئے اور روحانی مردوں کو زندہ کرنے کے لئے آپ کی امت میں سے ایسے لوگ وقتاً فوقتاً مبعوث ہوتے رہیں گے جو آپؐ کے علم و حکمت اور کمالاتِ باطنی کے وارث ہونگے اور آپؐ کے فیوضِ روحانی سے مستفید ہو کر آپؐ کے لائے ہوئے کامل و مکمل دین کی تجدید کریں گے۔ یعنی الٰہی ہدایتوں کی کی طرف سے جو غفلت دلوں میں گھر کر جاتی ہے اُسے دور کریں گے اور ان تمام بدعات سے مذہب کو پاک کریں گے جو امتداد زمانہ سے دین میں مل جاتی ہیں اور مذاہب باطلہ کے حملوں سے اس کی حفاظت کریں گے اور ضروریات زمانہ کے مطابق دین حق کی تصدیق اور تائید اور اس کی اشاعت کریں گے۔ قرآن کریم میں ان لوگوں کا نام خلفاءِ محمدی رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ نور میں ارشاد ہوتا ہے :۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّالحات لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکننّ لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدّلنّھم من بعد خوفھم امنا ط (الخ)

ترجمہ "اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک اعمال رکھتے ہیں کہ خدا انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسا اُن لوگوں سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو جو انہیں پسندیدہ ہے مضبوط کریگا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔"

گویا ان خلفاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دین کی تمکین کرتا اور ہر ایک قسم کے خوف سے انہیں امن بخشتا ہے۔ حدیث شریف میں اُن میں سے روحانی خلفاء کو مجددین کے نام سے پکارا گیا ہے۔ جیسا کہ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابوداؤد میں یہ حدیث وارد ہے کہ :۔

ان اللہ یبعث فی ھٰذہ الامۃ علٰی رأس کل مأتہ سنۃ من یجدد لھا دینھا"

"کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص مبعوث کرتا رہے گا جو دین کی تجدید کرتا رہے گا۔"

یہ حدیث اس آیت قرآنی کے بیان کردہ خدا کے غیر تبدیل سنت کے عین مطابق ہے جسے ابتدا میں نقل کیا گیا ہے۔ کہ

فطال علیھم الامد فقست قلوبھم ط وکثیر منھم فسقون ٥ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا الخ پس اللہ تعالیٰ کی اس سنت کے مطابق ضروری ہے کہ ہر صدی کے سر پر کوئی مجدد آوے۔ کیونکہ امتداد زمانہ سے جو خرابیاں دین میں اور لوگوں کے عقائد واعمال میں پیدا ہو جاتی ہیں ان کا علاج کرنے اور مردہ قلوب کو زندہ کرنے کے لئے خدا کی یہ سنت ہے کہ روحانی لوگ بھیجے جائیں۔ ہاں اب نبی نہیں آسکتے کیونکہ نبوت کا کام ختم ہو گیا۔ اس لئے اب جو آئیں گے وہ صرف مجدد کہلائیں گے کیونکہ احیاء قلوب اور تجدید دین ان کی ذات سے وابستہ ہوتا ہے۔

حدیثِ مجدد کی صحت

اس حدیث مجدد کی تطبیق قرآن کریم سے ثابت کی گئی ہے اور مشاہدہ وتجربہ اور سنت اللہ کا تقاضا بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ گویا درایتاً یہ حدیث نہایت صحیح اور عین مطابق سنت اللہ وقرآن کریم ہے۔ اب روایتاً بھی کچھ اس کے بارے میں عرض کر دینا ضروری ہے۔ حدیثِ مجدد کے

متعلق امام سیوطی مرقاۃ الصعود میں لکھتے ہیں کہ حدیث کے حفّاظ حدیث مجدد کی صحت پر اتفاق رکھتے ہیں۔ اور متقدمین جیسے حاکم اور بیہقی اور متاخرین جیسے ابوالفضل عراقی اور امام ابن حجر اس کی صحت کے قائل ہیں اور ابن عساکر نے بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کر کے لکھا ہے کہ اس سے ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ثابت ہے

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں اور پھر تفہیمات الٰہیہ میں اس حدیث کی صحت کو قبول کیا ہے لیکن اتنا ہی نہیں امت محمدیہ میں ایسے مسلمہ برگزیدہ بزرگ گذرے ہیں جنہوں نے دعوائے مجددیت کر کے اس حدیث کی صحت پر مہر لگا دی ہے جن میں سے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اور حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اور سید احمد صاحب بریلوی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے صریح لفظوں میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔

حضرت مجدد سرہندی اپنے مکتوبات میں اپنے متعلق فرماتے ہیں۔

ترجمہ:۔ "یہ علوم انوارِ نبوت کے چراغ سے لئے گئے ہیں اور ان علوم و معارف کا مالک اس ہزار کا مجدد ہے اور جاننا چاہیئے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد گذرا ہے لیکن صدی کا مجدد اور ہے اور ہزار کا اور۔"

پس حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اگر چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں کی بلکہ صدی کا سر اس بات کو چاہتا تھا کہ حدیث مجدد کے ماتحت کوئی مجدد اس صدی پر مبعوث ہوتا۔ علاوہ ازیں اس زمانہ میں بدعات اور فسق و فجور کا زور اور لوگوں کی مذہب سے بیگانگت اور غفلت کا انتہا پر پہنچ جانا اور اسلام پر طرح طرح کے خطرناک حملے اس بات کے متقاضی تھے کہ نہ صرف یہ کوئی مجدد مبعوث ہو بلکہ ایسا عظیم الشان مجدد مبعوث ہو جو بلحاظ علم و حکمت اور روحانیت کے بہت اعلےٰ پایہ رکھتا ہو تا تمام مذاہب باطلہ پر اسلام کو غالب کر کے دکھا سکے اور مسلمانوں کے مردہ قلوب کو زندہ کر سکے۔

محدث ہونیکا دعویٰ

اور نیز ضرور تھا کہ خدا اس سے ہمکلام ہوتا تا آجکل کے دہریوں اور الہام کے منکروں پر حجت تمام ہو۔ ایسے لوگوں کو جو نبی تو نہیں ہوتے مگر اللہ تعالےٰ ان سے مکالمہ و مخاطبہ کرتا ہے حدیث شریف میں محدث کہتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ لقد کان فیمن کان قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی اُمتی احد منھم فعمر

"بے شک ان لوگوں میں جو تم سے پہلے ہو گذرے ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے جن سے خدا کلام کیا کرتا تھا حالانکہ وہ نبی نہیں ہوا کرتے تھے پس میری امت میں اگر کوئی ایسا شخص ہے تو وہ عمرؓ ہے۔"

اسی طرح مسلم اور ترمذی اور ابو العلیٰ حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ قد کان یکون فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی اُمتی منھم احد فعمر کہ "بے شک تم سے پہلے امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں پس اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہے۔"

(دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۷)

ان دونوں حدیثوں کو ملا کر پڑھنے سے صاف نظر آتا ہے کہ نبیوں کے علاوہ کبھی اللہ تعالیٰ لوگوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور ان کو اپنی وحی اور الہام سے مشرف فرماتا ہے اور ان کو محدث کہا جاتا ہے چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے جب مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تو ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ میں محدث بھی ہوں یعنی خدا مجھ سے کثرت سے ہمکلام ہوتا ہے اور ساتھ ہی مجدد کا کام بھی بتایا کہ وہ کیا ہوتا ہے۔ حاجی ولی اللہ صاحب کو خط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"تجدید کے یہ معنی نہیں کہ کم یا زیادہ کیا جائے اس کا نام تو نسخ ہے بلکہ تجدید کے یہ معنی ہیں کہ جو عقائد حقہ میں فتور آ گیا ہے اور طرح طرح کے زوائد ان کے ساتھ لگ گئے ہیں یا جو اعمال صالحہ کے ادا کرنے میں سستی وقوع میں آگئی ہے یا جو وصول اور سلوک الی اللہ کے طریق اور قواعد محفوظ نہیں رہے ان کو مجدداً تاکیداً بالاصل بیان کیا جائے۔ وقال اللہ تعالیٰ۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا۔ یعنی عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ دل مرجاتے ہیں اور محبت الٰہیہ دلوں سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور ذوق اور شوق اور حضور اور خضوع نمازوں میں نہیں رہتا اور اکثر لوگ رُو بہ دنیا ہو جاتے ہیں اور علماء میں نفسانیت اور فقراء میں عُجب اور پست ہمتی اور انواع و اقسام کی بدعات پیدا ہو جاتی ہیں تو ایسے زمانہ میں خدا تعالےٰ صاحب قوت قدسیہ پیدا کرتا ہے اور وہ حجۃ اللہ ہوتا ہے اور بہتوں کے دلوں کو خدا کی طرف کھینچتا ہے۔ اور بہتوں پر اتمام حجت کرتا ہے یہ وسوسہ بالکل نکما ہے کہ قرآن شریف اور احادیث موجود ہیں پھر مجدد کی کیا ضرورت یہ ان ہی لوگوں کے خیالات ہیں جنہوں نے کبھی غمخواری سے اپنے ایمان کی طرف نظر نہیں کی۔ اپنی حالتِ اسلامیہ کو نہیں جانچا اپنے یقین کا اندازہ معلوم نہیں کیا۔ بلکہ اتفاقاً مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو گئے۔ اور پھر رسم و عادت کے طور پر لا الہ الا اللہ کہتے رہے حقیقی یقین اور ایمان بجز صحبت صادقین میسر نہیں آتا۔ قرآن شریف تو اس وقت بھی ہوگا جب قیامت آئے گی مگر وہ صدیق لوگ نہیں ہونگے جو قرآن شریف کو سمجھتے تھے اور اپنی قوت قدسی سے مستعدین پر اس کا اثر ڈالتے تھے۔ ...

لا یمسہ الا المطھرین

پس قیامت کے وجود کا مانع صرف صدیقوں کا وجود ہے۔ قرآن شریف خدا کی روحانی کتاب ہے اور صدیقوں کا وجود خدا کی ایک مجسم کتاب ہے جب تک یہ دونوں نمایاں انوارِ ایمانی ظاہر نہیں ہوتے تب تک انسان خدا تک نہیں پہنچتا۔" فتدبروا و تفکروا۔

* * * *

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، لندن

جماعتِ احمدیہ، اور احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

مسلمانوں میں فرقوں کے علاوہ جن کا باہمی اعتقادات یا بعض مسائل میں اختلاف ہے کئی ایک انجمنیں اور ادارے بھی قائم ہیں جو اپنی صوابدید کے مطابق کسی نظامِ عمل یا موقف پر کام کر رہے ہیں۔ جو مسلمانوں میں سے کسی انجمن یا ادارے کا رکن بن چکا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اقرارِ اسلام کے علاوہ اس خاص انجمن یا ادارے کے قواعدِ نظم و نسق کا بھی اقرار کرے۔ مثلاً کوئی صاحب اگر انجمن حمایتِ اسلام کا رکن بننا پسند کرتے ہوں تو ان کے لئے نہ صرف اسلام کا اقرار کرنا ضروری ہوگا بلکہ انجمن حمایت اسلام کے قواعد و ضوابط اور نظام طریق کار بھی قائل ہونا پڑیگا۔ محض مسلمان ہونے کے باعث وہ یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ انجمن حمایتِ اسلام کا بھی رکن ہے۔ بعینہٖ جو شخص احمدیہ جماعت سے وابستہ ہونے کا اقرار کرتا ہو وہ جب تک احمدیہ جماعتوں یا احمدیہ نظاموں میں سے کسی ایک کے قواعد و ضوابط اور طریقِ نظامِ کار سے بھی بکلی متفق ہونے کا اقرار نہ کرے تب تلک اُسے یہ دعویٰ کرنیکا اختیار نہیں کہ وہ کسی احمدیہ انجمن یا ادارے کا رکن ہے۔

لیکن حضرت مولانا صدر الدین صاحب مرحوم کی وفات کے بعد بالخصوص بعض لوگوں کو یہ دھوکا لگنے کا احتمال ہے کہ چونکہ اعتقادی رنگ میں وہ جماعت یا انجمن احمدیہ لاہور سے متفق ہیں اس لئے ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے رکن ہونے کا دعویٰ کریں حالانکہ وہ خود اس بات کے بھی معترف ہیں کہ نہ تو وہ حضرت مولانا مرحوم کی وفات کے بعد جو انتخاب نئے امیر جماعت کا ہوا ہے اس سے متفق ہیں اور نہ ہی انجمن کے نظم و نسق کے طریق کار کے مطابق انجمن کی مجالس معتمدین و منتظمہ کے جو فیصلے ہوں ان کو وہ تسلیم کرتے اور ان کا اپنے آپ کو پابند قرار دیتے ہیں۔

کس قدر تعجب انگیز ہے کہ ایک شخص نہ تو موجودہ امیر جماعت لاہور کو امیر ماننے کا روادار ہو، نہ ہی وہ احمدیہ انجمن لاہور کے قاعدۂ نظم کو مانتا ہو کہ اسکے کثرتِ رائے سے فیصلے اسے منظور ہیں لیکن باوجود اس کے وہ اس امر پر مصر ہو کہ اُسے انجمن اپنا رکن تسلیم کرے۔ یہ موقف تو بالبداہت غلط اور دھوکا دینے کا موجب ہے۔ بات تو یکطرفہ ہی درست و صحیح قرار دی جاسکتی ہے یعنی اگر وہ چاہتا ہے کہ احمدیہ انجمن لاہور کا رکن کہلائے تو لازم ہے کہ وہ امیرِ جماعت کو اپنا امیر اور انجمن کے نظم و نسق کے قاعدہ کثرتِ رائے کے فیصلہ پر پابند ہونے کا اقرار کرے اور اگر اُسے مؤخرالذکر دو یا دونوں میں سے کوئی ایک شرط منظور نہیں تو وہ یہ دعوےٰ نہ کرے کہ وہ احمدیہ انجمن لاہور کا رکن یا ممبر ہے۔ یہ دو متضاد امور ہیں ان میں سے ایک موقف ہی درست قرار دیا جائے گا۔

تجدیدِ بیعت کا معاملہ

اس غلط فہمی کا شکار بعض احباب اس لئے بھی ہو گئے کہ ۱۹۸۱ء میں نئے امیر جماعت کے انتخاب کو چند اصحاب ماننے کو تیار نہ ہوئے نیز گذشتہ ۱۹۷۴ء کی مخالفت اور فتوائے تکفیر کا اعادہ پاکستان اسمبلی نے کیا تو اس سے بعض کمزور طبع احباب متاثر ہو گئے یہاں تک کہ بعض نے تو ان ایام میں احمدیت سے قطع تعلقی کا اعلان کردیا اور بعض نے کسی اور رنگ میں کمزوری دکھلائی مگر وہ جماعت کے کاموں میں کچھ نہ کچھ حصہ لیتے رہے۔

نئے امیر نے ان دو امور کو مدنظر رکھ کر یہ مناسب خیال فرمایا کہ وہ جملہ احباب سے تجدید بیعت لیں تاکہ کسی کے معاملہ میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے چنانچہ گذشتہ جون رجولائی میں احباب جماعت لاہور کو تجدید بیعت کے لئے فارم بھیجے گئے۔ ایسے تقریباً تمام افراد نے دستخط کر کے تجدید بیعت کرلی لیکن چند احباب نے فارم دستخط کر کے نہیں بھیجے۔ ایسے اصحاب کا معاملہ گذشتہ مجلسِ معتمدین میں پیش ہوکر فیصلہ ہوا کہ جو اصحاب تجدید کرنا ضروری نہیں سمجھتے ان کو رکن مجالس بننے کا حق نہ ہوگا۔ چنانچہ اس کے مطابق عمل کیا گیا ہے لیکن بعض اصحاب اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کاروائی صحیح نہیں ہوئی۔ اور احمدیہ انجمن کی گذشتہ تاریخ و عمل کے یہ برخلاف ہے۔ مجھے ان سطور میں ان اصحاب سے یہ درخواست کرنا ہے کہ تجدید بیعت ناجائز کاروائی نہیں۔ نہ ہی یہ کاروائی احمدیہ انجمن لاہور کے بانیان کے مسلک کے خلاف ہے۔ حضرت مولانا محمد علی رح نے حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کی وفات پر حضرت خواجہ کمال الدین کی اس تجویز پر کہ حضرت مولانا نور الدین رح کو خلیفہ یا قائد جماعت بنا کر ان کے دستِ مبارک پر بیعت کیجائے پر یہ اعتراض کیا تھا جس کا ذکر حضرت مولانا نے اپنی کتاب "حقیقتِ اختلاف" میں یوں بیان کیا ہے کہ انہیں حضرت مولانا نور الدین کے خلیفہ ہونے پر کوئی اعتراض نہیں البتہ یہ اعتراض ہے کہ دوبارہ ہر احمدی کو خلیفہ وقت کی بیعت ضروری ہے۔ مگر جب حضرت خواجہ صاحب نے یہ کہا کہ بیعت انسب ہے تاکہ کوئی اختلاف نہ ہو تو حضرت مولانا محمد علی فرماتے ہیں کہ میں نے بھی بیعت کی بات کو تسلیم کرلیا۔ گویا آنجناب کے نزدیک بیعت ضروری نہ تھی تاہم جو کرلے وہ بھی کسی گناہ کے مرتکب نہ ہونگے۔

جناب میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کیوں نہ کی؟

اب یہ سوال سامنے آتا ہے کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے حضرت مولانا نور الدین کی وفات پر جناب میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے کیوں انکار کیا؟ اس بارہ میں بھی حضرت مولانا صاحب کا اپنا بیان کردہ موقف یہ تھا کہ اب ہم بیعت اس لئے نہ کرسکتے تھے کہ جناب میاں صاحب ۱۹۱۱ء یعنی اختلاف سے تین سال قبل جملہ غیر احمدیوں کی تکفیر کا عام اعلان کر چکے تھے۔ یہ بات حضرت مولانا نے انتخاب سے قبل میاں صاحب سے فرمادی تھی کہ آپکا یہ اصرار کہ نئے خلیفہ کی بیعت ضروری ہے تا جماعت میں وحدت برقرار رہے اسلئے ناممکن ہوگئی ہے کہ آپ تکفیرِ مسلمانان کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہ امر خلاف شریعت ہونے کیوجہ سے

***

جالینوس کے قلم سے:

قرآن کا نفسِ انسانی

نفس کو مار کر اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا یہ سامانِ دمار
جس نے نفسِ دُوں کو ہمت کر کے زیر پا کیا
چیز کیا ہیں اسکے آگے رستم و اسفندیار

* قرآن کریم میں نفسِ انسانی کی بہت شانیں بیان کی گئی ہیں۔ وہی نفسِ انسانی کبھی کبر و طرر اور نخوت و تکبر میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ وہ بہت سے جھوٹے سہارے اور آسرے تلاش کرتے ہوئے حق و صداقت کے خلاف نبرد آزما ہو جاتا ہے۔ وہی نفسِ انسانی دین کی حلاوت اور اُخروی زندگی کے متعلق خدائی وعدوں کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے دنیا میں اس حد تک غرق ہو جاتا ہے کہ اس کا اوڑھنا، بچھونا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ سونا۔ جاگنا۔ چلنا پھرنا سب کچھ دنیا کے لئے ہو جاتا ہے اور دین اور خدائی وعدوں سے مکمل انحراف کرتا ہے۔ دوسری طرف وہی نفسِ انسانی جب صداقت کا سورج طلوع ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو حق و صداقت کا ساتھ دیتے ہوئے اپنا سب کچھ خدا کے راستہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اور اس کا ہر لمحہ اس کی ہر گھڑی محض خدا کی رضا کے لئے خرچ ہونے لگ جاتی ہے اور تقویٰ اور نیکی کا کوئی موقعہ وہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا اور اثم اور عدوان کا خالص دشمن بن جاتا ہے۔ اور اس راہ میں جو مصائب اور تکالیف اور صعوبتیں اور آزار آتے ہیں انہیں محض خدا اور اس کے دین کے لئے بشاشتِ قلبی کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور زبان پر کبھی شکوہ شکایت کے کلمات نہیں لاتا۔ خدا کے راستہ میں اسے اپنا جان مال۔ اولاد۔ عزت۔ شان و شوکت اور جاہ و حشمت قربان کر دینے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے وہ ہر گھڑی لبیک کہتے ہوئے اپنا سب کچھ دین کے لئے فدا کرنے کا جذبہ رکھتا ہے۔

* لہٰذا ہم نفس کو محض بُرے معنوں میں نہیں لے سکتے مگر یہ ضرور ہے کہ نفس کی مثال ایک ایسے منہ زور گھوڑے کی مانند ہے جو سرکشی دکھاتا ہے اور اس پر سوار ہونے والے کی شان پر منحصر ہے کہ وہ کس طرح اس کو اپنے قابو میں رکھ کر بدی اور بُرائی کے راستوں سے بچاتا ہوا تقویٰ اور نیکی اور رضائے الٰہی کی راہوں پر چلاتا چلا جاتا ہے۔ اور جس نے خدا کی ودیعت کردہ طاقتوں کے ذریعہ اس پر مکمل قابو پا لیا تو وہ یقیناً تباہی اور گمراہی کی راہوں سے نجات پا جائے گا۔

* نفس سے اگر روح مراد لی جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ بدن ایک عارضی چیز ہے جسے ایک نہ ایک روز اپنا وقت پورا کر کے زوال پذیر ہونا ہے مگر نفسِ انسانی یعنی روحِ انسانی ایک مستقل اور پائیدار چیز ہے جسے موت نہیں ہے۔ اور جو اپنے اعمال، افعال، کردار، اور اخلاق کی خدا کے حضور جوابدہ ہے۔ اور جہاں جہاں قرآن کریم میں نفسِ انسانی سے مراد جسمِ انسانی لیا گیا ہے وہاں پر ذیلی مضمون میں ہی انسانی جسم مراد لیا گیا ہے۔ ورنہ انسان کی اس دُنیاوی زندگی میں اس قدر جسم کا کردار نہیں ہے جس قدر اس کی رُوح یا اس کے نفس کا ہے۔

اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ انسان سے اچھا فعل یا بُرا فعل جو سرزد ہوتا ہے وہ اس کی رُوح اور نفس کے حکم سے ہوتا ہے۔ اسی لئے جسم خدا کے حضور جوابدہ نہیں ہے۔ وہ تو اس دنیا میں ہی ختم ہو جاتا ہے۔ خدا کے حضور روح ہی پیش ہو کر ان اعمال کی جوابدہ ہو گی جو وہ جسم سے سرزد کرواتی رہی تھی۔

قرآن کریم میں نفسِ انسانی کو تین بڑی قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جو یوں ہے۔

* ۱۔ نفسِ امّارہ

اس سے مراد وہ نفسِ انسانی ہے جو اپنے جسم کو غلط راہوں پر چلنے پر اُکساتا رہتا ہے۔ اور وہ حق کی مخالفت میں مختلف قسم کے داؤ پیچ لگاتا رہتا ہے۔ اسے قرآن کریم میں یوں بیان فرمایا ہے:۔

"میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دے سکتا کہ نفس تو بعض دفعہ بُرائی کی طرف بھی راہنمائی کر دیتا ہے۔" (سُورۃ یوسف ۵۳)

۲۔ نفسِ لوّامہ

یہ دوسری قسم کا نفس ہے جو غلط راہ اختیار کرنے پر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔ اور شرمندگی اور پشیمانی محسوس کرتا ہے۔ اُسے قرآن کریم میں اس مقام پر ذکر کیا گیا ہے۔

"اور نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو ملامت کرنیوالا ہے۔"
(سُورۃ القیامہ ۲)

۳۔ نفسِ مُطمئنہ

تیسری قسم کا یہ نفس بلند مدارج کا حصول یافتہ نفس ہے جسے خدا کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے پر اور تمام عمر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے نتیجہ میں اطمینان اور سکون نصیب ہو جاتا ہے۔ اسے یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

"اے نفسِ مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف اس حالت میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہو۔" (سُورۃ الفجر ۲۸)

ذیل میں قارئینِ کرام کے لئے چند مقامات کا ذکر قرآن کریم سے کیا جاتا ہے کہ کلامِ الٰہی میں نفسِ انسانی کن کن معانی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ جسمِ انسانی سے نفس کا خارج ہو جانا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے قانونِ قدرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جسمِ انسانی سے رُوح یعنی نفس کو دو مواقعے پر خارج کیا جاتا ہے۔ ایک عارضی طور پر، ایک مستقل طور پر۔ جب عارضی طور پر اس جسم کو رُوح سے محروم کیا جاتا

ہے تو اس کے بعد وہ نفس واپس عطا کر دیا جاتا ہے مگر جب مستقل طور پر جسم اور روح کی جدائی ہو جائے تو قانونِ خداوندی یہی ہے کہ وہ روح اس دنیا میں واپس نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"اللہ تعالیٰ نفس کو واپس لے لیتا ہے موت کے وقت اور اگر موت نہ آئی ہو تو سوتے وقت بھی واپس لے لیتا ہے اور جس پر موت آ جائے تو اس نفس کو تو اپنے پاس روک رکھتا ہے اور دوسری صورت میں (یعنی نیند کے بعد) کچھ مدت کے لئے واپس بھیج دیتا ہے۔"

(سورۃ الزمر ۴۲)

۲۔ خواہشاتِ بد سے نفس کو محفوظ رکھنا۔

حصول جنت کے جہاں اور بہت سے ذرائع قرآن کریم میں بیان فرمائے گئے ہیں وہاں نفس انسانی پر مکمل کنٹرول اور بری خواہشات سے اسے بچائے رکھنا اور اسے راہِ راست پر چلائے رکھنا بھی مومن اور سچے مسلمان کی ایک شان بیان کی گئی ہے۔ اور جو انسان اس طریق پر اپنی زندگی کو بری راہوں سے بچائے رکھے گا وہ یقیناً جنت کا وارث ہوگا۔ فرمایا ہے:

"اور جو شخص اپنے رب کے مقام سے ڈرتا رہے گا اور نفس کو بری خواہشات سے روکے رکھے گا تو اس کا ٹھکانہ جنت میں ہوگا۔" (سورۃ عبس ۴۱)

ایسے ہی خدا کے مقام سے ہر لمحہ خوف زدہ رہتے ہوئے اس کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانے والوں کو دو جنتوں کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور فرمایا:

" اور جو اپنے رب کے مقام سے ڈرتا رہے گا اس کے لئے دو جنتیں ہوں گی۔" (سورۃ الرحمٰن ۴۶)

۳۔ نفسِ انسانی کو موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے۔

اس امر کو خدا تعالیٰ نے دو رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ ایک تو یہ کہ موت خدا تعالیٰ کے حکم سے اس کے مقرر کردہ وقت پر آتی ہے جس کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے۔ اور یہاں نفس کے لئے موت کا لفظ ذیلی طور پر لیا گیا ہے۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ موت بدن پر ہی آتی ہے نفس تو خدا کے حضور حاضر ہو کر جوابدہ ہوگا۔ فرمایا:

"اور کسی نفس پر موت نہیں آتی مگر خدا تعالیٰ کے اذن سے یہ مقرر کردہ وقت پر ہوتا ہے۔" (آل عمران ۱۴۵)

گو یہ بات واضح ہے کہ موت انسانی بدن پر ہی وارد ہوتی ہے اور نفس پر کبھی موت نہیں آتی۔ تاہم قرآن کریم کی آیات سے یہ بات زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ نفسِ انسانی قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا نہ کہ بدن انسانی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"۱:۔ اس روز آئے گا ہر نفس اپنے نفس سے جھگڑا کرتے ہوئے اور ہر نفس کو اپنے اعمال کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔ اور کسی قسم کی زیادتی روا نہ رکھی جائے گی۔" (سورۃ النحل ۱۱۱)

"۲:۔ اور تجھ کو کیا خبر کہ یوم الدین کیا ہے۔ پھر تجھ کو کیا پتہ ہے کہ یوم الدین کیا ہے۔ اس روز کوئی نفس دوسرے نفس کے کام نہ آئیگا اور اس روز محض خدا تعالیٰ کے فیصلے صادر کئے جائیں گے۔"

(سورۃ الانفطار ۱۹)

۳۔" اور ڈرو اس دن سے جس روز نہ بدلے میں دے سکے گا کوئی نفس کسی دوسرے نفس کے لئے اور اس نفس سے کسی قسم کا معاوضہ نہ قبول کیا جائے گا اور نہ ہی اسکو کسی دوسرے کی شفاعت کام آئے گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے۔"

(البقرۃ ۔۱۲۳)

* پہلے مرحلہ پر تو بیان فرمایا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اس سے آگے یا پیچھے نہیں آ سکتی یہ کسی کے اختیار میں نہیں ہے محض خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کے اذن سے آتی ہے۔

* دوسرے مرحلہ میں یہ بیان فرمایا کہ اس قسم کا عقیدہ رکھنا کہ کوئی نفس انسانی موت سے قانونِ قدرت کے خلاف محفوظ رکھ لیا گیا ہے یا وہ اس کے اس قانون سے کسی وجہ سے محفوظ رہ سکے گا۔ یہ خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے۔ فرمایا:۔

"ہر کسی نفس کو موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہوگا۔"

(آل عمران ۔ ۱۸۵)

یہاں پر بھی نفس پر موت وارد ہونے سے مراد جسم اور روح کا انقطاع ہے

۴۔ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں تمام نفسِ انسانی برابر ہیں

اسلام نے ہر مقام پر یہ تعلیم دی ہے کہ تمام نسلِ آدم کا ایک ہی مقام ہے اور ہادئی اسلام علیہ السلام نے بھی یہی تعلیم دی ہے کہ کسی کو رنگ، نسل، مال اور اولاد کی وجہ سے دوسرے پر فضیلت نہیں ہے اگر فضیلت ہے تو اسے جو خدا کی نگاہ میں متقی ہے۔ فرمایا:

"اور ہم نے تم کو خاندانوں اور قبائل میں تقسیم کیا ہے محض اس لئے کہ تم پہچانے جا سکو ورنہ تم میں سے معزز وہی ہے جو تقویٰ میں سب سے بڑھ کر ہے۔"

اس لئے بارہا انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یاد رکھو کہ تم ایک ہی نفس سے پیدا کئے گئے ہو اور تمہارا باپ ایک ہے۔ فرمایا:

"اس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے۔"

(النساء ۱ ۔)

* اور اس نفسِ واحدہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کو کہا گیا ہے۔ اس طریق پر وحدتِ نسلِ انسانی کا احساس دلا کر محبت، اخوت اور یگانگت کا سبق دیا گیا ہے۔ اور یہی وہ عالمگیر تعلیم ہے جس کی طرف سے آنکھیں بند کر کے ہم آج عرب و عجم اور مشرق و مغرب اور سیاہ و سفید کے فرق میں گرفتار ہو کر نسلِ آدم کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور خود اپنے ہاتھوں سے محض اس ظاہری تفریق کی وجہ سے اپنے ہی بھائیوں کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ (میرا اشارہ اس سے مشرقی اور سیاہ فام اقوام سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ پائے احمدِ مختار ہیں

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اَور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

رجسٹرڈ ایل ۸۳۶۰
تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

نائب مدیر
عبد الرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے ۳۰ روپے
بیرونی ممالک سے ۲ پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

جلد:- ۷۱ { یوم چہار شنبہ ۲۷ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۴ھ مطابق یکم فروری سنہ ۱۹۸۴ء } شمارہ ۵ : (۵)

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

مجاہدہ کے بغیر ترقی ناممکن ہے

خدا تعالےٰ جو خود اسلام کا محافظ ہے وہ اب چاہتا ہے کہ اسلام کا پاک اور درخشاں چہرہ دکھایا جائے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی ایک عجیب نمونہ ہے۔ اور ایک پہلو سے ساری زندگی ہی تکلیفات میں گذری۔ جنگِ اُحد میں آپ اکیلے ہی تھے۔ لڑائی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی نسبت رسول اللہ ظاہر کرنا آپ کی کس درجہ کی شوکت، جرأت اور استقامت کو بتاتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ انسان جب تک اس کوچہ میں داخل نہ ہو اُسے لذت ہی نہیں آتی۔ یہ ایک ایسی لذت ہے جس کی طرف خدا تعالےٰ ہر مومن کو بلاتا ہے۔ جس طرح اور لذتوں کا مزہ چکھنے ہو اس کا بھی مزہ چکھو۔ اور تلاش کرنیوالے پا لیتے ہیں۔ اس طرف سے اگر تکاہل اور تساہل ہو گا تو اُدھر سے بھی حرکت نہ ہو گی۔ ادھر سے مجاہدہ ہو گا تو ادھر سے بھی حرکت ہو گی مجاہدہ ایک ایسی شئے ہے کہ اس کے بدون انسان کسی ترقی کے بلند مقام کو پا نہیں سکتا۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔

غرض مجاہدہ کرو اور خدا میں ہو کر کرو۔ تاکہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں اور ان راہوں پر چل کر تم اس لذت کو حاصل کر سکو جو خدا میں ملتی ہے۔ اس مقام پر مصائب اور مشکلات کی کچھ حقیقت نہیں رہتی یہ وہ مقام ہے جس کو قرآن شریف کی اصطلاح میں شہید کہتے ہیں۔

قسط نمبر (1)

مولانا احمد گل صاحب

"اے بے خبر بخدمت قرآں کمر ببند"

تمام منزل من اللہ کتابوں کے ماحصل کو اپنے اندر جمع رکھے ہوئے ہے اور اسی وجہ سے اسے احسن الحدیث کہہ کر انسانی دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں مختلف تاریخی اور واقعاتی قصص پائے جاتے ہیں۔ اور اوامر و نواہی، وعدہ وعید اور سورتوں اور آیات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اس لحاظ سے اس کا نام قرآن رکھا گیا ہے۔

دوسرے معنی کے لحاظ سے اگر قرآن کو قرأت سے مصدر تسلیم کیا جائے تو قرآن کے معنی پڑھی جانے والی کتاب کے ہونگے۔ اس اعتبار سے یہ ایسی کتاب ہے کہ جسے دنیا میں پڑھی جانے والی تمام کتابوں پر خاص امتیاز حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے نزول کے بعد ہر زمانے میں بے شمار انسان اس کے قاری اور لاکھوں کی تعداد میں اس کے حفاظ پائے جاتے ہیں۔ تلاوتِ عامہ کے علاوہ اس کو خاص طور پر نمازوں میں بغرضِ عبادت پڑھا جاتا ہے۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسا لمحہ خالی نہیں گذرتا کہ اسمیں مسلمان مرد، عورتیں بوڑھے، جوان اور بچے نہ پڑھتے ہوں۔

یہ تمام امور قرآن کی امتیازی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لئے ایک بیّن دلیل ہیں جسے مسلمان بڑے فخر سے پیش کر سکتے ہیں اور کوئی انصاف پسند انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔

انسانی زندگی پر قرآن کے اثرات:-

انسانی زندگی کے کئی دور ہیں جنھیں عموماً تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے طفولیت جوانی۔ اور بڑھاپا۔ عام طور پر طفولیت کے زمانے کی حد پندرہ سال قرار دی گئی ہے۔ اس کے بعد جوانی کا زمانہ شروع ہوتا ہے جو چالیس پچاس سال پر جا کر ختم ہوتا ہے اس کے بعد آخری عمر کا حصہ، بڑھاپے کی عمر میں شمار ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی کے ان تین حصوں میں مختلف احساسات اور متفرق خیالات رونما ہوتے ہیں۔ جن کی صحیح راہنمائی اور اصلاح جوئی از بس ضروری ہے۔ یہ اصلاح قرآن کریم کے پڑھنے، اس پر غور و فکر اور عمل کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

بچپن: بچپن میں قرآن شریف کی طرف توجہ دلانے سے بچے کی بنیاد صحیح طور پر رکھی جا سکتی ہے۔ تاکہ اس کا بعد میں اٹھنے والا ہر قدم کج روی اور بے اعتدالی سے ہٹ کر صحیح نہج کی طرف اٹھ سکے ورنہ ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

پیار و محبت سے اُسے سمجھانے کی کوشش کرو۔ اگر دو تین سال تک تمہاری یہ کوشش کارگر ثابت ہو جائے تو بہتر ورنہ اسے جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائے فضربوہ علیھا اسے ڈانٹ ڈپٹ اور زجر و توبیخ کے ذریعے نماز پڑھنے کا عادی بناؤ۔ (ابوداؤد)

عبادت خواہ نماز کی صورت میں ہو یا قرآن خوانی کے رنگ میں ہو ہر صورت بچے کی نفسیات اور اس کے دل و دماغ پر خوشگوار اثرانداز ہو کر اس کی آئندہ زندگی کے لئے معاون ہو سکتی ہے۔ بچپن کے زمانہ میں اپنے اچھے اور بُرے اثرات کو بڑی تیزی اور مضبوطی سے قبول کرتا ہے۔ اس زمانے کے اثرات اور خیالات "پتھر پر لکیر" کا کام دیتے ہیں۔ جو بعد میں اس کی زندگی پر اثرانداز ہو کر اُسے نیک یا بد بنانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

جوانی

جوانی جو سوچنے اور غور کرنے کا زمانہ ہے اس زمانے میں نوجوان آدمی قرآن پر غور کرنے سے اپنے اندر بہت سی اصلاحی حیثیت پیدا کر کے اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکتا ہے۔ کیونکہ اس (قرآن) میں اخلاق کے متعلق بہت کچھ اور بے نظیر تعلیم پیش کی گئی ہے۔ اس کا بنیادی موضوع ہی یہی ہے کہ انسان کو کمالات اعلےٰ اور اخلاقِ فاضلہ سے متصف کیا جائے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ قرآن، انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور پیش آمدہ مسائل پر بحث کرتا ہے۔ وہ تمام امور جو انسان کی تعلیم میں پائے جاتے ہیں یا جن چیزوں سے اس کی زندگی بن سکتی ہے وہ قرآن میں موجود ہیں۔ "تاریخی واقعات، اسلامی جنگیں اخلاقِ حسنہ اور اخلاقِ سیئہ کی وضاحت، غیر مسلموں سے سلوک، صلح اور رواداری۔ اپنے اور غیروں کے ساتھ تعلقات اور باہمی حقوق۔ الغرض حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔ ان سب باتوں کا ذکر قرآن میں پایا جاتا ہے۔ صرف توجہ کرنے اور دھیان دینے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا محمد علی رحؒ نے ایک موقع پر نوجوانوں کے اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے انہیں اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"اگر آپ واقعی قرآن سے زندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے اپنے اندر ایک انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو اس طرح پڑھیں جو اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ ثواب کی خاطر سب مسلمان قرآن کو پڑھتے ہیں مگر آپ لوگ اس سے

(بقیہ صلا پر)

اللہ تعالےٰ کی بتائی ہوئی باتیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۳ء ۔ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، جامع احمدیہ ۔ دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن ۔ لاہور ۱۶

تشہد و تعوذ کے بعد آپ نے سورۃ آلِ عمران کی آیات ۱۳۳ تا ۱۳۹ "وسارعوا الیٰ مغفرۃ من ربکم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین" کی تلاوت کی اور فرمایا کہ ان آیات کا جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں تعلق جنگِ اُحد کے واقعات سے ہے ۔ میں آج اس آخری آیت ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین کے متعلق ہی کچھ بیان کروں گا ۔ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ تم نہ سست ہو اور نہ غمگین ہو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو ۔ مومنوں کو غلبے کی یہ خوش خبری جنگِ اُحد میں ایک نہایت نازک ترین وقت میں سنائی جاتی ہے جب کہ ان کی کامیابی کے ظاہراً کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں کامیابی کی بشارت دی جاتی ہے اور غلبہ کا یقین دلایا جاتا ہے ۔ اس بشارت کے ساتھ ایک شرط ہے "ان کنتم مؤمنین"، کہ یہ غلبہ تمہیں اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب تمہیں اللہ کی ذات پر کامل یقین ہو گا جو تمام طاقتوں اور قوتوں کا سرچشمہ ہے اور جو اپنے ہر ایک امر پر غالب ہے ۔

آپ نے فرمایا کہ جنگِ اُحد کے واقعات کی تفصیل آپ کئی بار پڑھ اور سن چکے ہیں اس لئے میں ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا لیکن ان لمحات کی نزاکت کے متعلق اجمالاً بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے حالات میں اس خوش خبری کی عظمت کا احساس اور اللہ تعالیٰ کی قادر و قیوم ہستی پر یقین ہمارے دلوں میں پیدا ہو سکے ۔ جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا دستہ جنگی لحاظ سے ایک اہم مقام پر متعین کیا تاکہ کفار عقب سے حملہ آور نہ ہو سکیں ۔ کفار میدانِ جنگ میں شکست کھا کر بھاگ نکلے ۔ اس دستہ نے یہ سمجھا کہ فتح ہو گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کے باوجود کہ وہ کسی حالت میں بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹیں، ہٹ گئے انہوں نے غلطی سے اپنی جگہ چھوڑ دی جس پر خالد بن ولید نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عقب سے حملہ کر دیا ۔ اس اچانک حملہ کی وجہ سے مسلمانوں میں افراتفری اور حضور صلعم کی شہادت کی افواہ پھیل گئی ۔ فتح شکست میں بدلتی ہوئی دکھائی دینے لگی ۔ یہ وہ نازک لمحات ہیں جب مسلمانوں کو یہ بشارت دی جاتی ہے کہ اگر اللہ پر تمہارا ایمان اور یقین ہے تو غالب تم ہی رہو گے اور مسلمان آخر کار غالب آئے اور کفار کو ہزیمت اٹھانا پڑی ۔

اس طرح کے حالات افراد کی زندگی میں بھی آتے ہیں اور قوموں کو بھی پیش آتے رہتے ہیں ۔ وہ جماعتیں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں جو اللہ کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے کھڑی ہوتی ہیں ۔ احادیث میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم کو فتح اور غلبہ کی یہ خوش خبری اس وقت دی گئی جب آپ یہ دعا کر رہے تھے :—

عربی عبارت :— اللّٰھم لا یعلنّ علینا اللّٰھم لا قوۃ لنا الا بک اللّٰھم لیس یعبدک بھذہ البلدۃ غیر ھٰؤلاء النفر کہ اے اللہ یہ ہم پر غالب نہ آئیں ۔ اے اللہ ہمارے پاس تیرے سوا کوئی قوت نہیں ہے ۔ تجھ ہی پر ہمارا بھروسہ اور توکل ہے ۔ تیرے سوا اور کوئی طاقت نہیں ۔ اگر یہ قلیل سا گروہ اس وقت ہلاک ہو گیا تو تیری عبادت کرنے والا اس شہر میں کوئی نہ رہے گا ۔ تو کہا جاتا ہے کہ اس وقت آپ پر یہ الفاظ اترے ۔" ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ۔ تم نہ سست ہو اور نہ غمگین ہو اور تم ہی غالب ہو گے اگر تم مومن ہو ۔ اس کے بعد کے واقعات ہم جانتے ہیں کہ دشمن میدان چھوڑ کر چلا گیا اور مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی ۔

قوموں ۔ جماعتوں اور افراد کی زندگی میں اس قسم کے اتفاقات آتے ہی رہتے ہیں جب وہ نہایت بے کسی کی حالت میں اور دوسروں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں اس کے برعکس کچھ دوسرے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے پاس بڑی دولت اور قوت ہوتی ہے اور لوگ ان کے مغلوب ہوتے ہیں لیکن یہ دونوں قسم کے لوگوں کے لئے امتحان کی گھڑیاں ہوتی ہیں ۔ اللہ ایک ایسے انسان کا نقشہ جس پر وہ انعام اکرام کرتا ہے ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے " واذآ انعمنا علی الانسان اعرض ونا بجا نبہٖ واذا مسہ الشر کان یؤسا " اور جب ہم انسان کو انعام و اکرام سے نوازتے ہیں تو وہ ہم سے منہ موڑ لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ناامید ہو جاتا ہے اور دوسری جگہ فرمایا ہے کلّا ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ جب انسان اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے تو وہ سرکشی اختیار کر لیتا ہے ۔ ایسا انسان جو اللہ سے منہ موڑ لیتا ہے اور سرکشی اختیار کرتا ہے آخرکار خود اپنے سامنے بھی اور دوسروں کے سامنے بھی ننگا ہو جاتا ہے ۔ خوشی اور آسودگی میں وہ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کتنا بگڑا ہوا ہے لیکن دوسرے لوگ یہ خوب جانتے ہیں کہ دولت نے اس کا دماغ پھیر دیا ہے ۔ اگر انسان اس پر غور کرے تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ یہ دونوں حالتیں اس کے لئے امتحان کی حیثیت رکھتی ہیں ۔

آنحضرت صلعم کی زندگی اور اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے ۔ آپ پر عسر کا وقت بھی گذرا اور یسر کا وقت بھی جبکہ آپ عرب کے مختار کل بادشاہ تھے لیکن ان دونوں حالتوں میں آپ نے اپنے رب سے تعلق قائم رکھا بلکہ عسر کی نسبت یسر میں اس تعلق کو اور زیادہ مضبوطی سے قائم رکھا ۔ اس لئے ہمیں بھی یہ حکم ملا ہے کہ لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتے ہو تو رسول اللہ کے خوبصورت نمونہ کو اپنے سامنے رکھو ۔ آپ کی پاک و مطہر زندگی میں ہر موقع کے لئے ہمیں بے شمار نمونے ملتے ہیں ۔ طائف

کا واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ مکے والوں نے آپؐ کے پیغام کو قبول نہ کیا تو آپؐ اس اُمید پر کہ شاید طائف والے مجھے قبول کرلیں وہاں تشریف لے جاتے ہیں لیکن وہاں کے ظالم اور سنگی القلب لوگ آپؐ پر پتھر پھینک کر آپؐ کو زخمی اور لہو لہان کر دیتے ہیں۔ وہاں سے بھاگ کر آپؐ ایک باغ کی دیوار کے سائے میں آکر بیٹھتے ہیں اور اُن کے دل کی یہ کیفیت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ان لم تکن علیٰ غضبان فلا ابالی

اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یہ ایک تنہائی کا وقت ہے۔ زخم خوردہ ہیں۔ سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی پاس نہیں کہ اس کے سامنے اپنے دل کا درد بیان کرتے ہیں۔ اس حالت میں بھی نہ آپ کے قدموں میں سستی آتی ہے اور نہ ہی آپؐ کوئی غم کرتے ہیں۔ صبر و سکون کا یہ پہاڑ اس حالت میں بھی مطمئن ہے اور اپنے رب کو ہی پکارتا ہے۔ ایک یہ گھڑی بھی ہے اور دُوسری یہ گھڑی بھی ہے کہ آپؐ کا ایک نہایت ہی وفادار ساتھی بھی آپؐ کے ساتھ ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے اِن الفاظ میں کیا ہے۔ اذا خرجه الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللہ معنا ج" مکہ سے ہجرت کے وقت جب آپ نے غار ثور میں پناہ لی تو آپ کے ساتھ آپؐ کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تھے۔ اس گھڑی دشمن آپؐ کا تعاقب کرتا ہوا غار کے منہ پر پہنچ چکا تھا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے جب خطرے اور گھبراہٹ کا اظہار کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " لا تحزن ان اللہ معنا " غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے "۔ اس کے بعد یہ الفاظ ہیں:" سو اللہ نے اپنی تسکین اس پر اتاری اور اس کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم نہ دیکھتے تھے۔ اور کافروں کی بات کو نیچا دکھایا۔ اور اللہ کی بات ہی بلند ہو کر رہتی ہے (کیونکہ) اللہ غالب حکمت والا ہے"

طائف میں آپؐ اکیلے تھے۔ غار ثور میں آپ دو تھے۔ اور میدانِ اُحد میں آپکے ساتھ ایک جمعیت تھی لیکن وہاں بھی مایوسی کی ایک گھڑی آئی اور فتح کی بشارت نازل ہوئی۔

اس امت پر اُن جماعتوں پر جو خدا کے دین کا کام کرتی ہیں ایسی مایوسی کی گھڑیاں آتی رہی ہیں اور آتی رہیں گی۔ فتح و نصرت کی یہ بشارت ساری امت کے لئے ہے کہ اگر تمہارا ایمان خدا پر ہے اور اس کے ساتھ تمہارا تعلق ہے تو پھر لا تھنوا ولا تحزنوا ۔۔۔۔" نہ سستی دکھا اختیار کرو اور نہ غمگین ہو تم ہمیشہ غالب رہو گے کبھی مغلوب نہ ہوگے۔

آپ نے فرمایا کہ جو لوگ ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر کے ارشاد ربانی کے مطابق دعوت الی الخیر نیکیوں کا حکم کرنے اور بُرائیوں سے روکنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں اللہ تعالےٰ نے یہ ضمانت دی ہے کہ اولٰئك ھم المفلحون۔ وہی لوگ انجام کار کامیاب ہوں گے۔ ہماری جماعت بھی دنیا میں خدا کا نام بلند کرنے اور اس کا پیغام دنیا میں پہنچانے والی جماعت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے اس جماعت کو بھی کامیابی کا مژدہ سنایا ہے۔ یہ ایک مشہور حدیث ہے کہ ایک وقت آئے گا جب مسلمانوں میں ۷۳ فرقے ہوں گے جن میں سے ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ یہ ناجی فرقہ یہی جماعت ہے جو ہر قسم کے جھگڑوں سے الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالےٰ کا نام دُنیا میں پہنچانے میں مصروف ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہر طرف پھیلی ہوئی ظلمت، بے دینی اور اندھیروں میں خدا کا نور پہنچا رہے ہیں۔

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحًا وقال اننی من المسلمین

"اس سے بہتر کس کی بات ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اعمالِ صالحہ بجالاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں"

دعوت الی الحق سے بہتر کوئی بات اور کوئی کام نہیں۔ یہ کام کرنے والے لوگ ہی کامیاب ہونگے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور ایسے ہی گروہ کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ مگر اس کامیابی کو حاصل کرنے اور اللہ کے وعدہ کا مصداق ہونے کے لئے ایمان۔ اعمال صالحہ اور ان کے ساتھ حوصلہ۔ ہمت اور جرأت شرط ہے۔

اس سے پہلی آیات میں اعلےٰ درجہ کے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ آسودگی اور تنگی میں اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اپنے غصہ کو دبا لیتے ہیں۔ اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ احسان کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے۔ یہ ایک الگ طویل مضمون ہے جس کے بیان کے لئے ایک اور خطبہ کی ضرورت ہے۔

حضرت صاحب بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم اعلےٰ درجہ کے مومن بن جائیں اور جو صفات اُوپر بیان ہوئی ہیں وہ اپنے اندر پیدا کریں۔ اپنے غصوں کو دبا دیں اور اپنے اندر انکسار اور عاجزی پیدا کریں۔ اس سے ذرا کم درجہ کے مومنوں کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر وہ کوئی بُرا اور فحش کام کر بیٹھتے ہیں تو اس پر وہ نادم اور شرمسار ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے بخشش اور مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ لیکن گناہوں پر توبہ کرنے کے بعد اصرار نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ مومن

" لم یصروا علیٰ ما فعلوا "

جو کہ بجھیں اس پر اصرار نہیں کرتے۔ اس کا اجر ان کو یہ ملتا ہے کہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھتا اور انہیں سکون بخشتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی میں بھی انہیں جنت کی بشارتیں دی گئی ہیں۔

اس کے بعد بتایا ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ تم سے پہلے بھی قومیں اور ان کے واقعات گذر چکے ہیں۔ تم زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اور اس پر غور کرو کہ نیکوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کیا سلوک کرتا ہے۔ اور ظالموں کے ساتھ اس کا کیا سلوک ہوتا ہے۔ اس سے عبرت حاصل کرو۔ پہلی قوموں کے عبرتناک انجام پر غور و فکر کرنے کے بعد تمہیں چاہیئے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے حکم کے مطابق اپنے اندر مومنانہ صفات پیدا کرو اور اگر کبھی کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو پھر سارعوا الی مغفرۃ من ربکم اپنے رب سے مغفرت اور بخشش طلب کرنے میں جلدی کرو اور کوئی دقیقہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں فروگذاشت نہ کرو۔ کیونکہ اسی میں تمہاری کامیابی اور غلبہ کی ضمانت ہے۔

درس قرآن - سبق

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ
الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَ
الْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ
حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ اَؤُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرٍ مِّنْ ذٰلِکُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ
اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ
خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ ؕ
وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا
فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ج اَلصّٰبِرِیْنَ وَ
الصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ
بِالْاَسْحَارِ ۝ شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ
وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ
الْحَکِیْمُ ۝ (آل عمران ۳ - آیات ۱۴ تا ۱۸)

ترجمہ:۔ "لوگوں کو شہوات (نفسانی خواہشوں) کی محبت بھلی معلوم دیتی ہے عورتوں اور بیٹوں اور ڈھیروں ڈھیر سونے چاندی اور پلے ہوئے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے لئے۔ یہ اس دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔ کہہ کیا میں تم کو اس سے اچھی بات بتاؤں، اُن لوگوں کے لئے جو تقوٰی اختیار کرتے ہیں اُن کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور پاک ازواج، اور اللہ کی رضامندی ملے گی۔ اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ پس ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ صبر کرنے والے اور سچ کر دکھانے والے اور فرمانبردار اور خرچ کرنے والے اور صبح کے اوقات میں استغفار کرنیوالے، اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتے اور علم والے بھی جو انصاف پر قائم ہوں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔"

اس رکوع کی ابتدائی چار آیات یہ ہیں پچھلے درس میں بتا آیا ہوں کہ اگرچہ اس رکوع کا مضمون بظاہر عام معلوم دیتا ہے مگر سیاق و سباق کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا روئے سخن زیادہ تر، بلکہ خاص طور پر، عیسائی مذہب اور عیسائی اقوام کی طرف ہے۔ پچھلے دو تین سو سال کی مذہبی تاریخ بتلاتی ہے کہ اس زمانہ میں عیسائیت بطور مذہب بڑے زور سے حملہ آور ہوئی اسلام پر۔ یورپ میں جس کو صنعتی انقلاب INDUSTRIAL REVOLUTION کہتے ہیں وہ مشینوں کی ایجاد سے آیا۔ مگر مشینوں کے ذریعہ صنعتی ترقی کرنے کے لئے یورپ کی اقوام کو خام مال (RAW MATERIALS) کی دن دوگنی رات چوگنی ضرورت بڑھی تو خام مال کی تلاش میں یہ اقوام اُن ممالک میں گئیں جہاں وہ ملتا تھا۔ وہ تھے ایشیا اور افریقہ کے پسماندہ ممالک۔ سو یہ اقوام تجارت کے بہانہ سے وہاں گئیں مگر اپنی صنعتی برتری اور بہتر ہتھیاروں کی وجہ سے ان ممالک پر قابض ہو گئیں۔ ان اقوام کے اس طرح دنیا پہ چھا جانے کی پیشگوئی قرآن حکیم میں سورۃ الانبیآء کے آخری رکوع میں یوں آج سے چودہ سو سال پہلے کی گئی تھی کہ اسلام کی وہ مخالفت جس کا مرکز ابتدائے اسلام میں مکہ کی بستی تھی وہ اس بستی کے عرب پہ غلبہ کو توڑ دیئے جانے کے بعد (یعنی فتح مکہ کے بعد) پھر وہ (مخالفت) لوٹ کر نہیں آئے گی حتٰی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کلّ حدب ینسلون ۝ (آیت ۹۶)

"یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی (یعنی اعلیٰ مقام) سے تیزی سے پھیل جائیں گے۔" تو یاجوج ماجوج کے متعلق عجیب و غریب قصے تھے کہ وہ کون ہوں گے یہاں تک کہ اس زمانہ کے مامور الٰہی حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ان کی نشاندہی کی کہ یہ مغربی عیسائی اقوام ہیں۔ اس وقت تو لوگوں نے حضرت موصوف کی ہنسی اڑائی مگر آج بیشتر روشن خیال مسلمان اسے مانتے ہیں۔ اسی لئے شاعر مشرق علامہ سر محمد اقبال نے بھی لکھا ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ ینسلون

الغرض مغربی عیسائی اقوام کو نہ صرف ان پسماندہ ممالک میں خام مال اپنی مشینوں اور صنعت کے لئے مل گیا بلکہ اُن سے تیار کردہ مال کے لئے مارکیٹ بھی انہی ممالک میں مل گئی۔ اور یوں ان کو ادائیگی کے توازن کو قائم کرنے میں آسانی ہو گئی۔ اور اپنی ان نو آبادیات کے خزانوں پر اپنا تسلط منتقل کرنے کے لئے انہوں نے اپنی محکوم رعایا کو عیسائی بنانے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے پادریوں کی فوجوں کو تمام مقبوضہ علاقوں میں چھوڑ دیا۔ براعظم افریقہ جیسے انتہائی پسماندہ علاقوں میں جہاں سوائے توہم پرستی کے اور کوئی مذہب نہ تھا انہیں کوئی دِقّت نہ ہوئی۔ وہاں طبّی امداد یا تعلیم یا نوکریوں کا لالچ کافی تھا لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے۔ مگر جہاں بڑے مذاہب موجود تھے وہاں بطور مذہب عیسائیت کا مقابلہ پیش آیا۔ وہاں بھی جیسے برصغیر پاک و ہند میں کروڑہا کروڑ اچھوتوں کو تعلیم دیکر

نوکریاں دیکر، زمینیں دیکر، اُن کی دُنیاوی حالت سُدھار نے کی لالچ کافی تھی انہیں عیسائی بنانے کے لئے۔ ورنہ عیسائیت کے عقائد ایسے ہیں کہ نہ وہ افریقہ کے جنگلی لوگوں تک کے سمجھ آسکتے تھے اور نہ اچھوتوں کے۔ جہاں مذہبی آمنا سامنا ہوا مثلاً ہندو مذہب سے وہاں بھی عیسائی پادریوں کو کوئی دقّت نہیں ہوئی۔ تینتیس کروڑ دیوتاؤں کی جگہ تین خدا منوانا مشکل نہ تھا۔ مگر اصل ٹکّر مذاہب کی عیسائیت اور اسلام کے درمیان ہوئی۔ اسلام کی خالص توحید کے آگے تثلیث ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ مگر توحید جو عین انسانی فطرت کے مطابق ہے اور اب تو سائنس بھی تائید کرتی ہے اسے تو پادری اور مستشرقین کچھ کہہ نہ سکے تو رسول پاک صلعم کی ذات مبارک پر حملے شروع کر دیئے اور مسلمانوں کے حضرت عیسٰےؑ کے بارہ میں غلط فہمیاں کہ وہ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں اور وہ خدائی اوصاف مثلاً مردوں کو زندہ کرنا یا پرندے پیدا کرنا بھی رکھتے تھے ان تمام غلط فہمیوں کا فائدہ اُٹھا کر حضرت عیسٰےؑ کی خدائی ثابت کرنے لگے۔ اب اسلام اور عیسائیت میں فرق صرف اتنا ہے اسلام حضرت عیسٰےؑ کو ایک برگزیدہ پیغمبر مانتا ہے اور عیسائیت انہیں خُدا کا بیٹا اور تین خداؤں میں سے ایک خدا بتاتی ہے۔ اگر حضرت عیسٰےؑ کی خُدائی خود قرآن کریم سے نعوذ باللہ ثابت ہو جائے تو پھر عیسائیت کی برتری اسلام پر مسلّم ہوتی ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ ساتھ ہی مسلمانوں میں یہ بھی غلط فہمی تھی کہ آخری زمانہ میں جب مسلمانوں کا حال بُرا ہوگا تو اصل حضرت عیسٰےؑ آسمان سے اُتر کر انہیں بچائیں گے۔ تو پھر فوراً ان کو مان کر نجات کیوں نہ حاصل کر لی جائے؟ اس تمام طرزِ استدلال کے آگے کوئی ٹھہر نہ سکتا تھا اور لاکھوں کی تعداد میں مسلمان عیسائی ہونے لگے جن میں پڑھے لکھے اور اچھے گھرانوں کے مسلمان بہت تھے۔ اس اسلام اور مسلمانوں پر خطرناک وقت میں اللہ تعالےٰ نے جو ہمیشہ اپنے دین کی حفاظت فرماتا ہے اس نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اس صدی کا مجدد اور مسیحِ موعود بنا کر بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موصوف کو بذریعہ الہام قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبویؐ کے اُن حوالوں کی طرف توجہ دلائی جن سے ثابت ہوتا تھا کہ حضرت عیسٰےؑ دیگر نبیوں اور انسانوں کی طرح وفات پا چکے ہیں اور آنے والا مسیح بموجب احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم امامکم منکم "تم میں سے ہی تمہارا ایک امام ہوگا۔"

اِن انکشافات کے بعد حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت نے پادریوں کی وہ خبر لی کہ وہ مذہبی مقابلہ سے فرار ہو گئے۔ مگر عیسائی حکومت جو پادریوں کی پُشت پناہی کر رہی تھی وہ بدستور قائم تھی۔ اور پادریوں نے اور حکومت نے مل کر وہ ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیئے جن کا ذکر آج کے سبق میں ہے۔

فرمایا کہ لوگوں کو بعض نفسانی خواہشات کی محبت بہت مرغوب ہے وہ ہیں عورتوں کے بارہ میں۔ اور اُن سے جو اولاد پیدا ہو خصوصاً بیٹوں کے بارہ میں، اور مال و دولت اور زمینوں اور جائیداد کے بارہ میں اور اچھی سواریوں کے بارہ میں۔ اِن چیزوں کی لالچ نہ صرف عیسائی اقوام کو خود تھی اور اب بھی ہے بلکہ انہوں نے انہی لالچوں کو دکھا کر یا دیکر لوگوں کو عیسائی کرنا شروع کر دیا۔ مذہبی میدان میں حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت نے آکر بھگا دیا تو حکومت اور نوکریاں اور مال و دولت تو عیسائی حاکموں کے ہاتھ میں تھے۔ ان دنوں مسلمانوں کی عورتیں گھروں میں کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتی تھیں اور اگر کبھی باہر نکلیں بھی تو برقعہ پہن کر لپٹی لپٹائی۔ اس کے بالمقابل عیسائی عورتیں اور نوجوان لڑکیاں بن ٹھن کر اور جسم کا کچھ حصہ ننگا کر کے یا ایسا لباس پہن کر جس سے اُن کے جسم کی کشش اور نمایاں ہو نکلا کرتی تھیں۔ چنانچہ ان کی وجہ سے بھی کئی مسلمان بہک کر عیسائی ہو گئے۔ مغربی اقوام نے عموماً بھی عورتوں کو استعمال کیا۔ بین الاقوامی جاسوسوں اور ڈپلومیسی کی چالوں کے لئے۔

چونکہ عیسائی حکومتیں اپنے دنیاوی غلبہ اور ملازمتوں اور زمینوں اور دیگر دنیاوی لالچوں کو دیکر لوگوں کو گمراہ کر رہی تھیں اس لئے حضرت مرزا صاحب نے بموجب حدیث رسول اللہ صلعم ان حکومتوں کے چلے جانے کے لئے دعائیں کیں اور آپ کو بذریعہ الہام بتایا گیا کہ جنگیں آئیں گی جو اِن کے زوال کا باعث ہوں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر عیسائی دنیا میں ایک اور انقلاب آیا جس نے عیسائیت کو ان اقوام نے دنیا پہ ٹھونسنا چاہا تھا وہ خود اِن کے ہاں بموجب حدیثِ نبویؐ پانی میں نمک کی طرح گُھل گئی۔ تو دین کو ان میں سے اکثر چھوڑ کر دنیا کی انہیں چیزوں پر گرے جن کا آج کے سبق میں ذکر ہے یعنے عورتیں یا اُن سے اپنا وارث لڑکا (اسلام میں تو لڑکی کو بھی وراثت کا حق ہے مگر یورپ اور امریکہ اور عیسائی ممالک میں صرف لڑکے کو ہے) یا سونے چاندی کے ڈھیر (جو عربوں نے کبھی دیکھے بھی نہ تھے مگر آج سونے چاندی کے پہاڑ عیسائی ممالک میں جمع ہیں اور ابھی اور جمع کئے جا رہے ہیں) اور جائیدادیں (خصوصاً بڑی بڑی جاگیریں جو (FARMS کہلاتی ہیں) اور اچھی سواری (گھوڑے کی جگہ اب موٹر کار نے لے لی ہے) کہ ہر شخص یہاں تک کہ مزدور بھی اپنی موٹر حاصل کرنے کی جستجو میں ہر وقت رہتا ہے۔ تو قرآن حکیم جس نے مغرب میں جا کر عیسائی اقوام کی بھی اصلاح کرنی ہے آج ہی کی آیات میں انہیں توجہ دلاتا ہے کہ یہ چیزیں انسانی زندگی کا مقصد نہیں کیونکہ یہ چند روزہ ہیں اور صرف اس دنیاوی زندگی کے لئے بطور سامان ہیں۔ انسان کو تو پیدا کیا گیا ہے ایک بڑے اعلےٰ اور ہمیشہ رہنے والے مقصد کے لئے یعنے اللہ تعالےٰ کو پانے کے لئے اسی لئے فرمایا واللہ عندہٗ حسن المآب۔ اللہ کی طرف آ کر اس کی طرف لوٹنا ہی اچھا انجام ہے۔ اللہ کو پانے میں جو جنت اور سکھ اور سرور ہے اس کے آگے یہ حیوانی خواہشات جو ھل من مزید کی آگ اپنے اندر رکھتی ہیں۔ قابل نفرت ہیں۔

پھر فرمایا:۔

قل اؤنبئکم بخیر من ذالکم ؕ للذین اتقوا عند ربہم
جنّٰت تجری من تحتہا الانہار خٰلدین فیہا وازواج
مطہرۃ ورضوان من اللہ ؕ واللہ بصیر بالعباد ۝

"کہہ کیا میں تم کو اس سے اچھی بات بتاؤں؟ ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اُن کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاک ازواج اور اللہ کی رضامندی ملے گی۔ اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔"

فرمایا کہ دنیا کی ان کششوں میں جن کا ذکر پچھلی آیت میں فرمایا تھا اندھا دھند پڑ جانے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ تم تقوٰی اختیار کرو۔ پچھلی آیت کے آخیر میں فرمایا تھا کہ بجائے دنیا کو اپنا الٰہ (معبود، محبوب، مطلوب) بنانے کے اللہ کی طرف آؤ کہ اس کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ آیت زیر غور میں فرمایا کہ اللہ کو اپنا الٰہ بنانے سے دنیا کی وہ چیزیں جن کی کشش کا ذکر فرمایا تھا وہ حرام نہیں ہو جاتیں مگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم متقی رہ کر دنیا کی زندگی گزارو۔ تقوٰی سکھلانے کے لئے (قرآن پاک کو ھدًی للمتقین بنا کر اس نے نازل فرمایا ہے) یعنے حلال اور حرام کی تمیز، نیک اور بد کی تمیز، تمہارے لئے مفید اور نقصان دہ باتوں کی تمیز گناہ اور عمل صالح کی تمیز، انسان اور انسان کی زندگی کی ہر بات کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ اچھا اور بُرا۔ دنیا کی کششوں کے پیچھے اندھا دھند پڑ جانے سے انسان اچھے اور بُرے کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ اس کا نظارہ جا کر اہل مغرب میں دیکھ لو۔ آج ان کی زندگی کا مقصد زیادہ تر دولت کو کمانا ہے۔ تو دولت بجائے خود بُری چیز نہیں۔ مگر اسے کس طرح کمایا جائے، کس طرح خرچ کیا جائے اس میں اچھائی اور بُرائی آ جاتی ہے۔ قرآن ہر عمل اور ہر اعتقاد اور ہر قول بلکہ دل کے خیالات تک کی اچھائی اور بُرائی کو کھول کر بیان فرماتا ہے (دلائل دے کر اور اچھے اور بُرے کا فرق واضح کر کے جیسا کہ میں سورۃ البقرۃ کی رمضان المبارک والے رکوع کی آیات کی تشریح میں بتا آیا ہوں) اور یوں انسان کو تقوٰی سکھاتا ہے۔ مگر اس کے لئے متقی کو بہت کچھ قربانی دینی ہوتی ہے دولت کو ہی لے لیجئے۔ متقی کو کسب حلال کی وجہ سے ممکن ہے غربت میں بلکہ فقر و فاقہ میں رہنا پڑے۔ یہی قربانی دنیا کی ہر کشش کے بارہ میں کرنی پڑتی ہے۔ تو فرمایا کہ دنیا کی کششوں میں رکھ کر مگر انہی کے ذریعہ انسان کو تقوٰی سکھا کر جب وہ اس دنیا کے امتحانوں میں پاس ہو کر اپنے رب کی طرف جاتا ہے تو وہاں اس کا اجر بہشت ہے جس کے سرسبز باغوں کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ (باغ اس کے ایمان کا اجر اور نہریں اس کے اعمال صالحہ کا اجر۔ ایمان جس سے انسان کے دل میں ٹھنڈک اور راحت پیدا ہوتی ہے جس طرح باغ میں جانے سے ہوتی ہے، اور اعمال صالحہ جن سے نہ صرف خلق خدا اس کی طرف سے امن میں رہتی ہے بلکہ منافع بھی پاتی ہے وہ فیوض نہروں کی طرح بہہ رہی ہوں گی) بہشت کی نعماء ایسی ہوں گی کہ جیسا کہ حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی قلب نے اس دنیا میں سمجھا ہو گا۔ مگر انہیں انسانی تجربہ میں آنے والی چیزوں کا نام دے کر سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ دُنیا کے باغوں اور نہروں کو دوام نہیں۔ خزاں یا خشک سالی یا دوسری تباہی ان پر آ جاتی ہے۔ انسان ان سے نکال بھی دیا جاتا ہے۔ مگر فرمایا کہ جنت کے باغ اور نہریں دوامی ہوں گی۔ انسان ان سے کبھی نکالا نہیں جائے گا۔ مگر باغ اور نہریں اور جنت کی دوسری نعمتیں بے لطف ہوتی ہیں اگر انسان کا وہاں کوئی ساتھی نہ ہو۔ تو بہترین ساتھ، بہترین جوڑا جو اللہ تعالےٰ نے بنایا ہے وہ مرد و عورت کا ہے جو ایک دوسرے کے لئے باعث تسکین و آرام ہوتے ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ ساتھ وہاں بھی ہو گا۔ مگر اس دنیا میں یہ ساتھ بجائے باعث سُکھ ہونے کے باعث دُکھ ہوتا ہے اگر ان میں سے کوئی ناپاک ہو۔ اس سے بڑھ کر کوئی دکھ کسی خاوند کے لئے نہیں ہو سکتا اگر اس کی بیوی بے حیا یا بدچلن ہو۔ اسی طرح بیوی ہر دکھ سہہ لیتی ہے مگر خاوند کی بدچلنی کو سہنا سب سے مشکل ہوتا ہے۔ تو فرمایا جنت میں جوڑے پاک ہوں گے اور سب سے بڑھ کر وہاں رضوانٌ من اللّٰہ" اللہ تعالیٰ کی خوشنودی" انسان کے لئے باعث خوشی و انبساط ہو گی آیت کے آخیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا "بصیر" ہے یعنے نہ صرف ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے بلکہ ان کے پیچھے جو انسان کی نیت یا ارادہ یا قلبی کیفیت ہوتی ہے اس کو بھی دیکھ رہا ہے۔ اس لئے جب تک انسان کا ظاہر اور باطن پاک نہ ہو وہ متقی نہیں بنتا۔ وہ آخرت میں جنت میں نہیں جا سکے گا۔ اور جنت، جنت نہ ہو گی جب تک کہ وہاں ایسے ہی لوگ نہ ہوں گے۔ اگر وہاں بھی چور، ڈاکو، بدچلن، ٹھگ لوگ ہوں تو جنت جنت نہ ہو بلکہ اس دنیا کی طرح جہنم بن جائے۔ وہاں بھی اگر مجرموں کے لئے پولیس رکھنی پڑے یا عدالتیں اور جیل خانے بنا لے پڑیں تو پھر وہ جنت کہاں رہی؟ جہنم بن جائے گی۔

آخری بات یہ بتانی ضروری ہے کہ متقی کا اصل اجر اس ارحم الراحمین نے آخرت میں رکھا ہے جو ہمیشہ کا گھر ہے۔ اس دنیا کے اجر چند روزہ ہوتے ہیں۔ مگر ایک رنگ میں آخرت کے اجر کا عکس اس دنیا میں بھی متقی کی زندگی میں پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اگر باہر کے باغ میں نہ ہو تو دل کے باغ میں ضرور ہوتا ہے۔ ایک ایمان دار شخص کو کوئی خوف یا حزن نہیں ہوتا۔ ایک بے ایمان شخص کو ہر وقت خوف یا حزن چپٹے ہوتے ہیں۔ ایک ایمان دار بھوکا سوئے مگر بے فکر ہوتا ہے۔ ایک بے ایمان اگرچہ پلاؤ زردے کھا کر سوئے مگر اس کے دل میں بے چینی و اضطراب کا جہنم یہیں پیدا ہو گیا ہوتا ہے اسی طرح ایک متقی انسان سے فیض کی، فائدے کی نہریں دوسری مخلوق خدا کو ہر آن بہہ رہی ہوتی ہیں اسی دنیا میں۔ اور ایک دُنیا دار انسان سے دُوسروں کو فیض نہیں پہنچتا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رضامندی بھی اسی دنیا میں متقی پر عیاں ہو جاتی ہے۔ صحابہ رسولؐ کو تو رضی اللہ عنہم کا انعام اسی دنیا میں مل گیا تھا جو بھی ان کے اور ان سے بڑھ کر خود حضرت رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر چلے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ثبوت اسی دنیا میں نظر آنے لگتا ہے۔ رؤیائے صادقہ یا کشوف کے علاوہ اللہ تعالےٰ سے ہم کلامی کا شرف بھی اُسے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اپنی رضامندی کے طور پر اللہ تعالےٰ نیک طبائع میں ایسے متقی انسان کی عزت و تکریم پیدا کر دیتا ہے۔

تقوٰی کی پہلی سیڑھی اگلی آیت میں فرمائی:

الذین یقولون ربنا اننا اٰمنّا فاغفرلنا ذنوبنا وقنا عذاب النّار ہ "وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے پس ہمارے

گناہوں کی مغفرت فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا"۔ متقی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اُسے فرمایا کہ فقط اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر مت رُک جاؤ بلکہ وہ ارحم الراحمین ذات تمہاری رب ہے، یعنے اس کا ہر آن تمہارے سے ربوبیت کا تعلق ہے وہ تم کو ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ نہ صرف تمہاری اخلاقی اور رُوحانی اصلاح کرنا چاہتا ہے بلکہ اخلاقی اور رُوحانی خوبیاں تمہاری ذات کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ پہلا مرحلہ جو اصلاح کا ہے اس کے لئے سب میں ضروری امر اپنی کمزوریوں اور گناہوں کا احساس بلکہ اعتراف ہے۔ شیطان جو خود گمراہ اور راندۂ درگاہ الٰہی ہوا (ابیٰ واستکبر (انکار اور تکبر نفس) کی وجہ سے وہ انسان کے بھی تکبر نفس کو اُکسا کر اُسے دھوکے میں رکھتا ہے کہ اس میں کوئی عیب نہیں۔ کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر دوسرا کوئی ایسے انسان کو اس کے عیبوں یا گناہوں کا احساس دلانا چاہتا ہے تو شیطان اپنی خصلت ابیٰ کو انسان میں بھی پیدا کرنے کے لئے اس سے انکار کروا دیتا ہے۔ ان باتوں کا تجربہ ان تمام لوگوں کو ہوا ہو گا جنھوں نے کسی کی اصلاح کی کوشش کی ہوگی۔

تو تقویٰ کے لئے سب میں ضروری ابتدا اور بنیادی قدم اللہ تعالیٰ پر ایسا ایمان ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہر جگہ ہے۔ (جیسا کہ قرآن حکیم نے تبلایا کہ هو معکم اینما کنتم) ہمیں دیکھ رہا ہے (بصیرؔ) ہماری باتوں کو سنتا ہے (سمیعؔ) اور ہمارے سینے کے رازوں تک کو جانتا ہے (علیم بذات الصدور) تو ایسے ایمان کو صرف ایک دفعہ لے آنا کافی نہیں بلکہ اس کو بار بار تازہ کرتے رہنا چاہیئے۔ اقرار 'امنا سے (ہم ایمان لائے) اور دعا کے ذریعہ جو یہ آیت مبارکہ سکھاتی ہے انسان کو اپنے رب سے تعلق باندھنا چاہیئے (نماز کے لئے جو لفظ قرآن حکیم نے استعمال فرمایا ہے یعنے صلوٰۃ اُس کے معنے بھی "دُعا" ہیں اور نماز بھی اللہ تعالیٰ کے اُوپر زندہ ایمان کو قائم کرتی ہے بشرطیکہ انسان نماز کو "قائم" کرے جیسا کہ قرآن ہمیشہ فرماتا ہے نہ کہ اُسے ایک چٹی سمجھ کر پڑھ ڈالے)۔ الغرض وہ ہمارا خیر خواہ رب جو ہمارے اعمال کو دیکھتا، اقوال کو سنتا اور ہمارے دل کے بھیدوں تک کو جانتا ہے اسی سے متقی انسان دعا کرتا ہے کہ میرے گناہوں کو تو بخوبی جانتا ہے اگرچہ شیطان اور میرے نفس امّارہ نے مجھ کو اندھا کر کے نہ صرف مجھ سے وہ کروائے ہوں بلکہ مجھے ان کا کما حقہٗ احساس نہ پیدا ہونے دیا ہو۔ تو تو ہی اُن کی مغفرت فرما۔ مغفرت جس کے معنی ڈھانپنے اور حفاظت کرنے کے ہیں یوں ہیں کہ میرے گناہوں کو دوسروں سے ڈھانپ لے، اور میری حفاظت فرمانے کے معنی ہیں کہ مجھے ان گناہوں کے دوبارہ ارتکاب سے بچا۔ (کیونکہ ہر گناہ پہلی دفعہ مشکل ہوتا ہے مگر ہر دفعہ جو انسان اُسے کرتا ہے تو اسے دہرانا آسان تر ہوتا چلا جاتا ہے) اور آخری دُعا ہے کہ وقنا عذاب النار یعنے جو گناہ ہو گئے اُن کی سزا بطور علاج تو آگ ہی ہے مگر تو ہم پر رحم فرما اور ہمیں اس سے بچا۔ تمام گناہ جذبات اور خواہشات انفعانی سے مغلوب ہو جانے سے سرزد ہوتے ہیں اور ان جذبات اور خواہشات کی فطرت آگ ہے۔ اگر انہیں تقویٰ کے ذریعے قابو میں نہ رکھا جائے تو وہ بھڑک کر عذاب النار تو لازماً بن جاتے ہیں۔

اگلی آیت میں تقویٰ کے منازل سلوک کا ذکر فرمایا ہے۔ سب میں اول صبر ہے۔ انسان آرام سے زندگی گذار رہا ہوتا ہے مگر جہاں حق کو قبول کیا تو ہر قسم کی مخالفت، ایذا دہی اور ابتلاؤں میں پڑ جاتا ہے۔ ان میں صبر سے کام لینا انسان کے قدم کو ان منازل سلوک میں ٹھوکر کھانے یا گمراہ ہو جانے سے بچا لیتا ہے۔ پھر تقدیری مصائب آتے ہیں، حالت خوف بھوک، محنت کے پھلوں کے ضائع ہو جانے، بیماریوں اور موت کے ہاتھوں، اُن میں بھی صبر سے کام لینا انسان کے قدم کو ڈگمگانے یا پھسل جانے سے بچا لیتا ہے۔ پھر اپنے ایمان اور عمل میں استقامت باوجود انسان کے باطن میں شیطن اور نفس امارہ کے وساوس کے اور باہر شیطان صفت انسانوں کے ورغلانے کے، یہ بھی صبر میں شامل ہیں۔

والصّٰدقین۔ مذکورہ بالا ابتلاؤں میں جو صبر سے کام لے وہی ہے جس نے ایمان کو اپنے عمل سے سچ کر دکھایا اور وہ صادق یا صدیق کے مقامات کو حاصل کر لیتا ہے۔

والقٰنتین: اور پھر جا کر انسان کی فرمانبرداری جو شروع میں تکلف اور جتن کرنے سے ہوتی ہے خشوع اور خضوع اور دل کے شوق اور تڑپ سے ہونے لگتی ہے جو کہ قنوت کا مقام ہے۔ عبودیت کا مقام ہے۔

والمنفقین: اس مقام پر انسان اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹانے میں لذّت و سرور پانے لگتا ہے خواہ وہ لٹانا دولت کا ہو، یا وقت کا، یا اپنی جان کا، یا اپنی اولاد کا۔ انفاق کے معنے خالی دولت خرچ کرنا نہیں بلکہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہو اُسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ضرورت پڑنے پر لٹا دینا ہے۔ بقول غالب ؎

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہی فنا فی اللہ کا مقام ہے۔

والمستغفرین بالاسحار: اس مقام پر بھی پہنچ کر ان میں فخر و تکبر نہیں پیدا ہوتا بلکہ وہ پچھلی راتوں کو اُٹھ کر سر بسجود ہوتے ہیں اور صبح کے پھوٹنے پر استغفار پڑھ پڑھ کر وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت چاہتے ہیں کہ آنے والے دن میں اُن سے کوئی غلطی یا کمزوری سرزد نہ ہو جائے۔ یہ صبح کے سہانے اوقات میں جبکہ ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور طبائع نیکی کی طرف مائل ہوتی ہیں استغفار اُن کے باطنی نور کو مکمل کرنے میں ممد و معاون ہوتا ہے جیسا کہ جو لوگ جنت میں داخل ہو جائیں ان کی بھی دُعا کا قرآن پاک میں بدیں الفاظ ذکر ہے:

یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا (التحریم ۶۶-۸)

"بہشتی (جن کے سامنے اور دائیں طرف اُن کے نور کے چلنے کا ذکر اس سے قبل ہے) کہیں گے کہ اے ہمارے رب

ہمارے نور کو ہمارے لئے کامل فرما اور ہماری مغفرت فرما" یعنے بہشت میں بھی داخل ہو کر متقی انسانوں کی اخلاقی اور روحانی ترقیات ختم نہ ہوں گی۔ نور وہ روشنی ہے جو باطنی امور کو روشن کر دے۔ تو انسان کے باطن میں (یعنے اس روح میں جو اللہ تبارک تعالے نے اس میں پھونکی ہے) وہ اخلاقی اور روحانی ترقیات پوشیدہ ہیں جو ہمیشہ اس کے لئے ظاہر ہو کر اس کی اخلاقی اور روحانی تکمیل کا باعث ہوتی رہیں گی۔ ان ترقیات کرنے میں وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے طالب ہونگے کہ کامل صرف وہی ذات ہے اور انسان کی کوششوں میں جو کوتاہی یا کمزوری سرزد ہوا نہیں صرف اس کی مغفرت ہی ڈھانپے تو انسان ان باطنی اور مخفی منازل کو بخوبی طے کر سکتا ہے۔

آج کے سبق کی آخری آیت ہے شھد اللّٰہ انّہٗ لا الٰہ الّا ھو والملٰٓئکۃ واولوا العلم قآئمًا بالقسط ط لا الٰہ الّا ھو العزیز الحکیم "اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتے اور علم والے بھی جو انصاف پر قائم ہوں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ غالب ہے، حکمت والا ہے"۔ اس آیت مبارکہ کو یہاں لانے کا مقصد تو یہ پیشگوئی ہے کہ بالآخر اللہ تعالیٰ کی توحید دنیا میں غالب آ کر رہے گی اور اسی لئے اگلی آیت ان الدین عند اللّٰہ الاسلام میں مزید پیشگوئی فرمائی کہ اسلام جو اس توحید کو قائم کرنیوالا ہے وہ دنیا کا غالب دین ہو کر رہے گا۔ مگر آیتِ زیرِ غور میں عیسائیت کی تثلیث کے باطل ہونے کو، اور اسلام کی توحید کے حق ہونے کو، تین قسم کے دلائل لا کر ثابت کیا ہے۔

اول تو اللہ تعالے کی توحید پر گواہی جس سے کہ تثلیث کا بھی بطلان ہوتا ہے، دو قسم کی ہے۔ قولی اور فعلی۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتم النبیین صلعم تک اللہ تعالے نے جتنی وحی نازل فرمائی اس میں توحید کی گواہی اور شرک کی شدت سے تردید تھی۔ تمام الہامی کتابوں میں جو آج موجود ہیں، باوجود اُن میں مسلمہ طور پر تحریف ہو جانے کے، اللہ تعالے کی توحید پر گواہی ملتی ہے۔ کوئی شرک کسی نبی کی اپنی زبان سے کسی روایت میں نہیں ملتا۔ تو یہ تو ہوئی قولی شہادت، اور اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت یہ ہے کہ تمام کائنات جس کے متعلق حیرت انگیز انکشافات اس زمانہ میں آن کر ہوئے ہیں (مثلاً ایٹم کے اندر ایک اپنی کائنات کے بسے ہوئے ہونے سے لے کر باہر کی کائنات کی محیر العقول وسعت اور عظمت کے انکشافات کے) اُن سب نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ تمام کائنات ایک ہے۔ ایک ہی قسم کی بنی ہوئی ہے۔ اور ایک ہی قوانین کی فرمانبرداری کر رہی ہے۔ اسی لئے ماڈرن سائنس نے آن کر اس زمانہ میں اقرار کیا ہے کہ تمام کائنات ایک ہے اور ایک ہی خالق کی ہستی پر گواہی دے رہی ہے اور ایک ہی قادرِ مطلق شہنشاہ کے حکم پر چل رہی ہے۔

دوسری گواہی آیتِ زیرِ غور میں فرشتوں کی فرمائی۔ سو فرشتوں کا تعلق لوگوں کے دلوں سے ہوتا ہے جیسا کہ میں پچھلے درسوں میں بتا آیا ہوں۔ سو انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید پر گواہی موجود ہے جسے اگر شرک کی مروجہ تعلیم کسی قوم میں عارضی طور پر ابھرنے نہیں دیتی پر دقت پڑنے پر (مثلاً کسی مصیبت میں) فرشتے اُسے ابھارتے ہیں اور کٹر سے کٹر دہریہ یا مشرک اس وقت بے اختیار خدائے واحد کو پکار اٹھتا ہے۔

تیسری قِسم کی گواہی فرمایا اُن علم والوں کی جو انصاف پر قائم ہوں۔ سو یہ اہلِ علم دو قِسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو مذہبی اہلِ علم۔ فرمایا اگر وہ انصاف سے گواہی دینے والے ہوں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی توحید ہی اپنے بانیٔ مذہب کی تعلیم ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ مثلاً آج کئی منصف مزاج بائیبل کے سکالر اس بات کا کھلم کھلا اقرار کرتے ہیں کہ بائیبل کی یا حضرت عیسٰےؑ کی تعلیم تو توحید کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ دوسری قِسم کے اہلِ علم سائنس دان ہیں۔ فرمایا کہ اُن میں سے بھی جو انصاف پر قائم ہوں وہ اللہ تعالے کی ہستی اور توحید پر ہی گواہی دیں گے۔ سو ایسے سائنسدانوں کی گواہی میں نے خود پڑھی ہے۔

آخر میں پھر فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ غالب ہے، حکمت والا ہے، اس لئے توحید دنیا میں غالب آ کر رہے گی۔ اگرچہ اللہ تعالے اپنے کام حکمت سے کرتا ہے اس میں وقت لگتا ہے مگر اسی میں مضبوطی اور قیام ہوتا ہے۔ اور یہ توحید کا غلبہ دنیا میں اسلام کے غالب مذہب بنائے جانے سے ہوگا۔ اسی لئے اگلی آیت کو شروع فرمایا:

ان الدین عند اللّٰہ الاسلام

اس لئے اسلام کو دنیا میں پھیلانا جو عین منشائے الٰہی کے مطابق ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے اور اسی کام کے لئے امامِ وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے جماعت بنائی تھی جیسا کہ قرآن کریم نے خود حکم دیا کہ:۔

ولتکن منکم اُمّۃٌ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ط واولٰٓئک ھم المفلحون۔ (آلِ عمران ۳۔ ۱۰۴)

"اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں"

یہی جماعتِ احمدیہ لاہور کا کام ہے۔

***

تقریبِ نکاح:۔

۲۹ جنوری مکرم چوہدری انیس الرحمان صاحب دار الکتب الاسلامیہ لاہور کی صاحبزادی توحیدہ انیس کا نکاح بہمراہ چوہدری اسد اللہ بعوض دس ہزار روپیہ حقِ مہر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد میں بعد نماز ظہر پڑھایا۔ نکاح کے بعد ظہرانہ دیا گیا۔ عزیزم چوہدری اسد اللہ چوہدری نور محمد صاحب آف چک ۸۱ کے صاحبزادے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالے اس تعلق کو جانبین کے لئے ثمر بہ ثمراتِ حسنہ بنائے۔ آمین!

یادِ رفتگاں (مولوی محمد رمضان صاحب آف منڈی بہاؤالدین)

عبدالرؤف

ایک عاشقِ قرآن اور صاحب کشف و الہام بزرگ کے مختصر حالاتِ زندگی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

قبلہ والد صاحب مولوی محمد رمضان آف منڈی بہاؤالدین کے انتقال کی خبر ۲۶ جنوری ۱۹۷۲ء کے پیغام صلح میں شائع ہوئی تھی۔ آپ کی ساری زندگی تبلیغ اسلام اور عشق رسول خیرالانام میں گذری۔ آپ کی مجاہدانہ اور تبلیغی زندگی کے چند سرسری واقعات ازدیاد ایمان کی خاطر ہدیۂ قارئین ہیں تاکہ احباب کو معلوم ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے متوکل اور درویش صفت انسان جماعتِ احمدیہ کو عطا کئے جنہوں نے شہرت و نمائش سے بے نیاز ہو کر محض رضائے الٰہی کی خاطر تبلیغ اسلام میں زندگیاں گذار دیں۔

آپ کا تعلق کھوکھر راجپوت خاندان سے تھا جو احمد آباد ضلع جہلم سے ہجرت کر کے بھیرہ ضلع سرگودہا میں آباد ہو گیا۔ آپ کے والد بزرگوار اہل حدیث تھے اور اپنے حلقہ میں بدعات اور بدرسومات کے خلاف وعظ کرنے میں بڑے مشہور تھے۔ انہوں نے والد صاحب مرحوم کو مختلف دینی مدارس میں تعلیم کے لئے داخل کرایا مگر آپ تکمیل تعلیم سے قبل ہی ایک درویش ساتھی طالب علم کی ترغیب پر چلہ کشی کی جانب مائل ہو گئے اور انتہائی گرمی کے موسم میں تزکیہ نفس اور تنویر قلب کی طلب میں نفلی روزے رکھ کر چلہ کشی شروع کر دی جس کا آپ کی صحت پر ناخوشگوار اثر پڑا اور آپ بیمار ہو گئے۔ اسی بیماری کے دوران اپنے والد کے کسی دوست کے ہمراہ متعدد مرتبہ قادیان جا کر حضرت مسیح موعود کی زیارت کی۔ چند مرتبہ قادیان جانے اور حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی مجلسوں میں بیٹھنے سے آنکھیں کھل گئیں اور آپ بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ ان کے والد صاحب کو ان کی بیعت کی خبر سے بڑا رنج ہوا اور ان سے قطع تعلق کر لیا۔ لیکن اپنے والد کی بیماری کے ایام میں اتنے جوش و خلوص سے ان کی خدمت کی کہ وہ ان سے راضی ہو گئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

آپ نے اپنے والد صاحب کے مرنے کے بعد دودھ کا وسیع پیمانے پر کاروبار شروع کر دیا اور بھیرہ کے مشہور محلہ شیخاں کے بازار میں دو بڑی دکانیں کرایہ پر لے کر ایک میں دودھ سپلائی کا ڈپو اور دوسری دوکان میں احمدیہ لائبریری قائم کر دی۔ اور اس زمانہ میں اپنی جیب سے تین صد روپیہ فراہمی کتب و رسائل اور فرنیچر وغیرہ پر خرچ کیا۔ اس لائبریری میں باجماعت نماز اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس لائبریری سے کئی مزدوری پیشہ مگر تعلیم کا شوق رکھنے والے لڑکوں نے بڑا فائدہ اٹھایا اور ان میں بعض کی ذہانت اور طلب علم کی کیفیت دیکھ کر والد صاحب مرحوم (مولوی محمد رمضان صاحب) نے انہیں مزید تعلیم اپنے خرچ پر دلائی۔ اور یہ خداتعالیٰ کی قدرت اور اس کا فضل ہے کہ اُن کے ایثار نے ان لڑکوں کو معاشرہ میں اونچا مقام دلایا اور آج ان کی بلند مرتبہ اولادیں شاید یہ تصور بھی نہ کر سکیں کہ :- ؎

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

آپ کی اس انسان دوستی، غریب پروری اور جوش تبلیغ نے مخالفین جماعت احمدیہ میں حسد اور بغض کی فضا پیدا کر دی اور آپ کے کاروبار کو مختلف سازشوں کے ذریعہ بھیرہ میں فیل کر دیا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا مخالفین کی سازشوں سے لائبریری کا نظام تو بکھر گیا مگر مولوی صاحب کے لئے اللہ پاک نے منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات کا علاقہ منتخب کر دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۲۸ء میں منڈی میں ہندو مسلم کشیدگی پیدا ہو گئی اور مسلمانوں نے اپنی دکانیں قائم کرنے کی تحریک شروع کر دی۔ یہاں سے دکاندار لانے کے لئے ایک امام مسجد اور نمبردار بھیرہ میں گئے۔ مولوی صاحب سے ملاقات ہو گئی اور نمبردار مولوی صاحب کو ساتھ لے آئے۔ خود ہی دوکان لے کر دی اور ہر قسم کی امداد کا یقین دلایا۔ یہ تھی آپ کے منڈی میں آنے کی داستان۔

بندۂ درماندہ باشد دل طپاں	ناگہاں درماں برآری از میاں
عاجزے را ظلمتے گیرد براہ	ناگہاں آری بر و صد مہر و ماہ
حسن و خلق و دلبری بر تو تمام	صحبتے بعد از لقائے تو حرام

یہاں بھی تھوڑی مدت بعد ہی ان کی خوشبو پھیل گئی کہتے ہیں کہ عشق اور مشک چھپانے سے نہیں چھپتے۔ دیہات کے اکا دکا احمدی آ کر ملنا شروع ہو گئے دکان کے ساتھ ہی نماز باجماعت کے لئے ایک جگہ بنا لی گئی۔ غیر مسلموں کی منڈی تھی شہر میں صرف ایک مسجد تھی جو دور تھی۔ خرید و فروخت کے لئے آنے والے اکثر مسلمان آپ کے پاس ہی آ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ آپ نے اپنی دوکان کے عقبی کمرہ میں لائبریری بھی قائم کر دی جس کا انتظام راقم الحروف کے سپرد تھا۔

کچھ مدت کے بعد دکان کے اوپر کا چوبارہ بھی کرایہ پر لے لیا اور اس میں باقاعدہ نماز جمعہ اور عام نمازیں بھی ادا کی جانے لگیں۔ چوبارہ مذکور کے ساتھ ہندوؤں کا جنج گھر تھا جس کے اوپر کے کمروں میں لڑکیوں کا سکول تھا۔ مندر کے پجاری برہمن نے چند دفعہ اذان کی آواز سن کر غیر مسلم مالک مکان کے پاس تحریری شکایت بھیجی کہ ہمارے مندر کے ساتھ آپ کے چوبارہ میں مولوی محمد رمضان نے مسجد بنا لی ہے اور روزانہ اذانیں دیتا ہے۔ کسی دن یہ مکان مسجد کے نام پر تم سے چھین لیا جائے گا۔ مالک مکان تحصیل وزیر آباد سے فوراً منڈی پہنچا اور مولوی صاحب سے مکان دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور اوپر جا کر وہ بڑی عجیب جستجو سے ادھر ادھر دیکھتا پھرا۔ پھر بولا "کہ آپ نے مسجد کہاں بنائی ہیں"۔ وضاحت چاہی تو مالک کہنے لگا مجھے شکایت گئی ہے کہ آپ میرے مکان میں اذانیں دیتے ہیں اسے مسجد بنا لیا ہے اور پھر مسجد کے نام پر تم اس پر قبضہ کر لوگے۔

جب مولوی صاحب نے اپنے احمدی ہونے کا بتایا۔ نیز آپ سے اذان کا ترجمہ اور نماز کا خلاصہ سنایا تو وہ ہندو ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ گمبیر آواز میں بولا "مہاراج آپ تو اللہ والے ہیں۔ ساری عمر میرے مکان میں نمازیں پڑھیں۔ اذانیں دیں میری یہ جگہ پاک ہی ہو گی"۔ بعد میں پتہ چلا کہ چند مخالفوں نے مندر کے برہمن سے مل کر یہ شکایت کی تھی تاکہ احمدی ایک جگہ اکٹھے ہو کر نماز ادا نہ کر سکیں مگر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان تھا کہ غیر مسلم مالک مولوی صاحب پر اتنا مطمئن تھا کہ اپنی باقیماندہ ملحقہ جائیداد کا بھی انہیں مختار بنا دیا۔ جو لوگ دین کی خدمت کو مقصد حیات بنا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے لئے معجزہ نمائی کرتا ہے جو بارہ مذکورہ اور دوکان مولوی صاحب کی اولاد ہی کے قبضہ میں ہے ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

ایک بار مخالفین نے آپ کی دوکان پر پکٹنگ لگا دی۔ خریداروں کو روکا جانے لگا۔ گھر میں پتھر پھینکے گئے۔ غرضیکہ ہر طرح سے تنگ کیا گیا۔ بھیرہ کے مشہور رئیس جناب شیخ فضل حق صاحب پراچہ مرحوم کو جب مولوی صاحب کی ان تکالیف کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے فوراً اپنے ایک خاص آدمی کو علاقہ کے بڑے زمیندار کے پاس بھیجا کہ مولوی صاحب کی مدد کی جائے۔ دوسرے ہی دن وہ زمیندار چند دیگر معززین علاقہ کے ہمراہ اپنے محافظین کا پورا جتھہ ساتھ لئے مولوی صاحب کے پاس پہنچا اور زور دے کر کہنے لگا کہ تکلیف دینے والوں کے نام و پتے بتاؤ۔ میں ابھی ان سے نمٹ لیتا ہوں۔ اگر اس طرح مناسب نہیں سمجھتے تو میرے ساتھ تھانیدار کے پاس چلئے وہ میرا دوست ہے ہر طرح آپ کی مدد کریگا۔

اس زمیندار کی آمد سے دوکان پر میلہ سا لگ گیا۔ پہلے تو آپ نے اُٹھ کر اس زمیندار کا شکریہ ادا کیا مگر ساتھ ہی کہا کہ "اب میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کر دیا ہے اس لئے اب میں اس کے فیصلہ کا انتظار کروں گا"۔ خدا تعالیٰ کی قدرت اور مولوی صاحب کی قبولیتِ دعا کا یہ کتنا بڑا نشان ہے کہ ابھی پندرہ دن بھی نہ گذرے تھے کہ گھیراؤ کرنے والوں کی آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ اُن کے مابین فساد بھی ہوئے اور وہ سب ایک ایک کر کے نہ صرف بھاگ گئے بلکہ چند ایک نے آ کر معافیاں بھی مانگیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فرشتے ان پر کوڑے برسا رہے ہیں۔

قرآن کریم سے عشق

مولوی صاحب مرحوم نے ساری عمر قرآن شریف پڑھانے کا شغل جاری رکھا شام کے بعد پڑوس کے بچوں۔ بڑوں اور بوڑھوں تک کو اکٹھا کر کے کسی کو نماز کا سبق دیتے کسی کو قرآن پڑھاتے جو نہ آتا وہ دن انتظار کرنے کے بعد خود اس کے پاس پڑھانے کے لئے چلے جاتے۔ اس طریقہ سے وہ شرما کر خود ہی بلاناغہ پڑھنے آ جایا کرتا تھا۔ اور یہ طریقہ آخر دم تک جاری رہا۔

محترم صاحبِ کشف والہام تھے۔ سچی خوابیں کثرت سے آیا کرتی تھیں مگر کبھی ان کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ صرف ان کے ملنے والے بعض امور پر ان کے اصرار سے یہ سمجھ جاتے تھے کہ یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ ایک شخص کو سفر میں ابتلاء پیش آنے والا تھا اس کے والد کو بلا کر سمجھایا کہ اپنے لڑکے کو متنبہ کر دے کہ فلاں فلاں باتوں میں احتیاط کرے۔ لڑکے کے والد نے پیغام پہنچانے میں سستی کر دی۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گذرا تھا کہ اس کے گرفتار بلا ہونے کی اطلاع آ گئی ؎

یہی اک فخر شان اولیا ہے + یہی اک آئینہ حق نما ہے۔

خالق ارض وسما بعض انسانوں کو ایسے عمدہ جبلی خواص سے نواز کر دنیا میں بھیجتا ہے کہ جب اُن کی جبلتوں کو مناسب تربیت سے نمو کا موقع ملتا ہے تو خدا پرستی کے یہ مخفی خزانے ظاہر ہو کر متعدد روحوں کو قلبی نور و عرفان سے مالا مال کر دیتے ہیں روحانی جماعتیں ایسے ہی بابرکت انسانوں سے بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہیں۔ آپ جہاں بھی گئے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور نیک لوگ آپ کے گرد ہمیشہ اکٹھے رہے۔

تعمیر مسجد کی دھن اور کامیابی

آپ پر اپنی الگ احمدیہ مسجد بنانے کی دھن سوار تھی بلکہ یہ دھن عشق کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ ایک بار ملک صوفی محمد دین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی منڈی بہاؤالدین رئیس علاقہ نے اپنی اراضی سے دس مرلہ زمین دینے کی پیشکش کی۔ وہ شہر سے ذرا ہٹ کر ہونے کے باعث آپ نے نہ لی۔ آخر آپ کو شہر کے عین وسط میں ایک جگہ پسند آئی۔ یہ سرکاری زمین تھی اور کچھ عرصہ بعد مکانات کے لئے نیلام ہونے والی تھی۔ اس کا محل وقوع کمپنی باغ کے مین گیٹ کے عین سامنے تھا مسجد کے لئے درخواست لکھی۔ نقشہ بنوایا اور احمدیوں کا ایک وفد لے کر ڈی سی گجرات سے ملے۔ یہ غالباً ۱۹۴۲ء کا زمانہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر نے سرکاری ریٹ پر زمین دینے سے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ آپ کھلے نیلام میں خرید لیں اور دیگر خریداروں کو کہہ دیں کہ کوئی بولی نہ چڑھائے مگر مولوی صاحب کو معلوم تھا کہ غیر مسلم تو کجا اپنے مسلمان بھائی بھی ہماری مسجد و مدرسہ نہ بننے دیں گے لہٰذا آپ نے دعاؤں پر زور دینا شروع کیا۔ اس وقت کی مولوی صاحب کی نیم شبی پکار آہ و بکا۔ دعا کا پرسوز لہجہ مجھے جب بھی یاد آتا ہے تو دل میں کُھرچن اور میٹھا میٹھا درد سا محسوس کرتا ہوں عجیب سماں ہوتا تھا۔ سحری کا ٹائم۔ پرسوز قرأت، اظہار درد و تڑپ غرضیکہ در و دیوار رونے لگتے تھے ؎

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
زلزلہ آیا زمین پر اس کے چلّانے کے دن

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو اس شکل میں قبول فرمایا کہ وہ زمین پاکستان بن جانے کے بعد نیلام ہوئی۔ علاقہ کے ایک مذہب پسند متمول زمیندار چوہدری غلام حیدر نے بھی اپنے مکانات کے لئے زمین خریدی اسے بھی اپنی مسجد بنانے کا شوق تھا چنانچہ اس نے اپنے ہم خیال لوگوں کی مدد سے اپنے مکانوں کے قریب کمپنی باغ مین گیٹ کے عین سامنے مولوی صاحب مرحوم کی پسند کردہ اور نقشہ داخل کردہ جگہ تقریباً دو کنال زمین پر قبضہ کر کے مسجد کے نام پر چھپے اور قناتیں لگوا دیں اور راتوں رات کچھ بنیادیں بھی بھر دیں۔ مقدمہ چلا جو ہائیکورٹ تک گیا۔ آخر کار سرکاری نرخ پر مذکورہ بالا زمین چوہدری غلام حیدر کو مل گئی۔ اب وہاں بہت بڑی مسجد مکمل ہو چکی ہے مسجد غوثیہ کا بورڈ آویزاں ہے۔ کارنر جگہ ہے ایک طرف کچہری روڈ اور دوسری طرف کھاریاں روڈ ہے یعنی کمپنی باغ کا مین گیٹ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو کشف میں یہ جگہ مسجد کے لئے ہی دکھائی گئی تھی جب ہی اسکے حصول کیلئے انہوں نے بڑا زور لگایا۔ اور جب بظاہر ناکامی ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے دروازے پر گر گئے اور دُعاؤں کا سہارا لیا ؎

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ مابیکساں
جز دعائے بامداد و گریہ اسحار نیست

(باقی آئندہ)

بقیہ صد ۲ سے آگے

قوت حاصل کرنے کے لئے قرآن کو پڑھیں۔ انسان کے اندر قوت پیدا کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہے۔ جو قرآن کریم کے ایک ایک جملہ اور ایک ایک حرف میں بھرا ہوا ہے آپ کے لئے استاد بھی ہونگے جو آپ کو قرآن کریم کا مفہوم سمجھائیں گے مگر آپ تنہائی میں بھی ضرور اس کا ایک حصہ پڑھیں۔ ترجمہ کو سامنے رکھ کر پڑھیں اور اس طرح پڑھیں کہ گویا قرآن کریم اس وقت آپ کے قلب پر اتر رہا ہے۔ جب تک یہ آپ کے دل پر نہ اترے آپ کے دل میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

(پیغام صلح ۲۵ جنوری ۱۹۵۱ء)

اگر نوجوان طبقہ ان قرآنی ہدایات اور اس کے بیان کردہ اصولوں کو زندگی کی بنیاد بنا لے تو ان کی زندگی ایک کامیاب زندگی اور ان کی کوشش ایک کامیاب کوشش ہو سکتی ہے

بڑھاپا:۔

انسان کی آخری عمر کا حصہ بڑھاپے کی عمر ہوتی ہے۔ اس زمانے میں احساسات کسی حد تک بڑھ جاتے ہیں جن کی وجہ سے صدمات، خطرات، مشکلات اور تکالیف کا احساس دل ناتواں کو گھیر لیتا ہے۔ ایسے پراگندہ حالات میں انسان اگر یکسو ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کرے تو ایسی حالت میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا رعب قلب انسانی میں منقوش ہو کر راحت کا سرچشمہ بن جاتا ہے اور دوسری طرف پریشانیوں اور دکھوں نے دل پر جو تسلط جما رکھا ہوتا ہے وہ نہ صرف ہلکے ہو جاتے ہیں بلکہ دل میں ایک گونا تسکین کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ خود قرآن نے اس کی وضاحت کر دی ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کہ اللہ کے ذکر اور اس کے کلام کو ورد زبان بنا لینے سے اطمینان قلب ہو جاتا ہے۔ یہاں اللہ کے ذکر یعنی قرآن کو دل کے اطمینان کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ اور دوسری جگہ شفا لما فی الصدور کہہ کر بتا دیا کہ یہ قرآن ان تمام روحانی بیماریوں کے لئے شفا کا موجب ہے جو سینوں میں پائی جاتی ہے۔ ہر قسم کے ہموم و غموم، مصائب و مشکلات اور پریشان کن احساسات یہ تمام ایسے امور ہیں جو دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انسان کے لئے طرح طرح کی پریشانیوں کا موجب بن جاتے ہیں۔ ان ناسازگار حالات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ "اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے یقیناً ایک ایسی کتاب آ گئی ہے جو سراسر نصیحت ہے اور وہ ہر اس بیماری کے لئے جو سینوں میں پائی جاتی ہو شفا دینے والی ہے۔" (یونس: ۵۸)

(باقی آئندہ)

میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہو

اخبار پیغام صلح جو آپ کا پچھلے اکہتر برس سے آپ کی خدمت کرتا چلا آ رہا ہے۔ یہ آپ کی انجمن کا خصوصی ترجمان اور نقیب آج مالی مشکلات سے دوچار ہے قومی اور خالصتہً دینی اخبار ہونے کی وجہ سے اس کا تمام تر انحصار چندہ خریداری پر ہے روز افزوں گرانی کا اثر اس پر بھی پڑ رہا ہے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور خرچہ ڈاک کے اخراجات کئی گنا بڑھ چکے ہیں اور ہمارے دیرینہ کرمفرما چندہ خریداری کی طرف توجہ نہیں دے رہے آپ سے گذارش ہے کہ اپنے اس دیرینہ خادم کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے (۱) اپنا چندہ خریداری موقعاً جلد از جلد بھجوا دیں (۲) نئے خریدار فراہم کریں (۳) صاحب حیثیت احباب عطیات بھجوائیں (۴) مسائل حاضرہ کے حل کرنے کے بارہ میں اپنے افکار مرتب کر کے اشاعت کیلئے بھجوائیں۔ (۵) اس اخبار کو بہتر اور مفید تر بنانے کے لئے اپنی تجاویز ہمیں بھجوائیں۔

(ادارہ)

مکتوب بنام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

از جناب عبدالعزیز صاحب ٹیکسلا

بخدمت اقدس حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ العزیز　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت رکھے آمین! پیغام صلح میں بزرگوارم ڈاکٹر بشیر الاسلام کی وفات حسرت آیات کا پڑھ کر انتہائی دکھ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۸۳ء کا سال جاتے جاتے بھی دکھ دے گیا کہ درد کی ٹیسیں مدتوں دل کو تڑپاتی رہیں گی علم زیر زمین چلا جائے تو اس سے کون فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ اور علم کا اٹھ جانا ہی قوموں کی بدنصیبی کی علامت ہے مرحوم ڈاکٹر صاحب اسوقت جماعت میں بہت بڑے صاحب علم تھے اور ان کی رحلت جماعت کیلئے نقصان عظیم ہے۔ موت بھی انسان کے کتنے قریب ہے جلسہ سالانہ پر جسکو ہشاش بشاش دیکھا تھا جوان دیکھا تھا اس کے نتھے نتھے سینے تھے اس کے علم میں پروئے ہوئے موتی گلے کے ہار بنائے تھے ہفتہ بعد منوں مٹی کے نیچے زمین ہو گیا۔ آہ! ثم آہ! ثم آہ! ہر چیز کو فنا ہے اور بقا تو جلال اور بزرگی والے اللہ کیلئے ہی ہے۔

حضرت امیر قوم! خدا کے کام انسانوں کے محتاج تو نہیں ہوتے۔ محمد رسول اللہ صلعم ایسا عظیم اور فخر کل انسان نہ رہا تو بھی اسلام کی اشاعت کا عظیم کام جاری ہی رہا مگر قوم کے سر سے سایہ عظیم انسانوں کا اٹھ جائے تو یتیمی کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ قوم محرومیوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ خداوند تعالیٰ اس محرومی سے محفوظ رکھنے کیلئے جماعت کے سر آپ کا سایہ لمبے عرصہ تک قائم رکھے۔ اس موقع پر بزرگوارم عبدالرحمن جیپا کی وفات بھی آپ کے دل کو اور زیادہ غمگین کرنے کا باعث ہوئی اور جماعت کا ایک اور ستارہ ڈوبنے سے تاریکی مزید بڑھ گئی۔ ۸۳ء کا اختتام اور ۸۴ء کی ابتدا دکھوں اور آہوں سے ختم اور شروع ہوئی۔ ہماری زبان میں بھائیوں کے مرنے کو بازو ٹوٹنے سے مثال دی جاتی ہے اور بازو ٹوٹنے سے انسان کی جو حالت ہوتی ہے وہ ہر ایک کو معلوم ہے۔ آپکی قلبی حالت کو سوائے اللہ پاک کے کون جان سکتا ہے مگر دکھوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی اطمینان کی بات ہوئی کہ آپ کی دیب گراں آمد سے جنازہ اور تدفین بہ احسن طریق سرانجام پائی۔ دیری کی معافی چاہتا ہوں۔ دعاؤں کا طالب ہوں اور آپکو صبر عطا کئے جانے کا اللہ کریم سے ملتجی ہوں۔ مولا کریم ہر دو مرحومین کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

اخبار احمدیہ:۔ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور حسب معمول خدمت دین و سلسلہ کے کاموں میں مصروف ہیں احباب جماعت حضور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کیلئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

الوداعی تقریب:۔ جناب محمد بیدار صاحب کو انجمن نے سرینام میں اپنا مبلغ مقرر کیا ہے اس سلسلہ میں ۱۰ جنوری کو آپ کے اعزاز میں بعد نماز مغرب ایک الوداعی تقریب منعقد ہوئی جس میں کثیر التعداد احباب نے شرکت کی حضرت امیر ایدہ اللہ کے لاہور سے باہر ہونے کے باعث جناب نصیر احمد فاروقی صاحب نے محمد بیدار صاحب کا احباب سے تعارف کرایا۔ چائے کے بعد محترم فاروقی صاحب نے دعا کرائی کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو خدمت دین اور اشاعت اسلام قرآن کے کام میں کامیابی بخشے، ۱۷ جنوری کو احباب نے ایئر پورٹ پر آپکو الوداع کہا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد بیدار صاحب کو اپنے مقاصد حسنہ میں کامیاب فرمائے۔ آمین!

باہتمام الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ یکم فروری ۱۹۸۴ء، جلد ۷۱، شمارہ ۵

جلد :- ۷۱ } یوم چہار شنبہ ۵ / جمادی الاوّل ۱۴۰۴ھ بمطابق ۸ فروری ۱۹۸۴ء { شمارہ : ۶

ارشادات حضرت مجدد صد چہار دہم،

جو شخص اپنی حیثیت کے موافق چندہ نہیں دیتا اس سلسلہ کو اسکے وجود سے کیا فائدہ؟

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہماری جماعت میں چندہ دینے والے بہت تھوڑے ہیں آئے دن صدہا آدمی بیعت کر کے چلے جاتے ہیں۔ لیکن دریافت کرنے بہت ہی کم تعداد ایسے اشخاص کی ہے جو متواتر ماہ بماہ چندہ دیتے ہیں۔ جو شخص اپنی حیثیت و توفیق کے موافق اس سلسلہ کی چند پیسوں سے امداد نہیں کرتا اس سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے؟ اور اس سلسلہ کو اس کے وجود سے کیا فائدہ؟ ایک معمولی انسان بھی خواہ کتنی ہی شکستہ حالت کا کیوں نہ ہو جب بازار جاتا ہے تو اپنے قدر کے موافق اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے کچھ نہ کچھ لاتا ہے تو پھر کیا یہ سلسلہ جو اپنی عظیم الشان اغراض کے لئے اللہ تعالےٰ نے قائم کیا ہے اس لائق بھی نہیں کہ وہ اس کے لئے چند پیسے بھی قربان کر سکے۔ دنیا میں آج تک کون سا سلسلہ ہوا ہے یا ہے جو خواہ دنیاوی حیثیت سے ہے یا دینی، بغیر مال چل سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے دنیا میں ہر ایک کام اس لئے کہ عالم اسباب میں ہے۔ اسباب سے ہی چلایا جاتا ہے۔ پس کس قدر بخیل اور ممسک وہ شخص ہے جو ایسے عالی مقاصد کی کامیابی کے لئے ادنیٰ چیز مثلاً چند پیسے خرچ نہیں کر سکتا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ الٰہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ بکری کی طرح نثار کرتے تھے۔ مالوں کا تو کیا ذکر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ایک سے زیادہ دفعہ اپنا کل گھر بار نثار کیا۔ حتےٰ کہ سوئی تک کو بھی گھر میں نہ رکھا اور ایسا ہی حضرت عمرؓ نے اپنی بساط اور انشراح کے موافق اور عثمانؓ نے اپنی طاقت و حیثیت کے موافق۔ علیٰ ھذا القیاس۔ علیٰ قدر مراتب تمام صحابہ اپنی جانوں اور مالوں سمیت اس دین الٰہی پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ایک وہ ہیں کہ بیعت تو کر جاتے ہیں اور اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دنیا پر دین کو مقدم کریں گے مگر مدد و امداد کے موقعہ پر اپنی جیبوں کو دبا کر پکڑ رکھتے ہیں۔ بھلا ایسی محبت دنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے اور کیا ایسے لوگوں کا وجود کچھ بھی نفع رساں ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔

(الحکم ۱۰ جولائی صہ ۲ ۱۹۰۳ء)

* * * *

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا

ہر چیز میں خُدا کی ضیاء کا ظہور ہے — پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دور ہے
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا — اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
عاشق جو ہیں وہ یار کو مر کے پاتے ہیں — جب مر گئے تو اسکی طرف کھینچے جاتے ہیں
ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی — دیوار زہد خشک کی آخر کو پھٹ گئی
زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں — مقبول بن کے اسکے عزیز و حبیب ہیں

از مکرم مولانا احمد گل صاحب لاہوری

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر ببند

(قسط ۲)

★ قرآن کریم کی جاذبیت

قرآن کریم کے اسلوب بیان میں ایسی فصاحت وبلاغت اور حلاوت وجاذبیت ہے کہ اس کے پڑھنے اور سننے سے دل اور دماغ دونوں متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت سے
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

اس کے قدرتی نغمہ اور ترنم سے انسان لطف اندوز ہو کر اپنے اوپر ایک وجد کی سی کیفیت پیدا کر لیتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ کفارِ مکہ چلّا چلّا کر کہتے تھے کہ لاتسمعوا لھٰذا القرآن والغوافیہ لعلکم تغلبون (السجدہ : ۲۷) " اس قرآن کو مت سنو بلکہ اس کی تلاوت کے وقت شور وغل پیدا کر دو تاکہ تم اس طرح غالب آجاؤ ۔"

یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جو قرآن کے مخالف تھے اس کے دیکھنے اور سننے سے اس لئے خوف زدہ تھے کہ کہیں اس کا اثر ان پر اور ان کے بچوں پر نہ پڑ جائے لیکن جو لوگ اس پر ایمان لا کر اور اسے خدا کا کلام سمجھ کر پڑھتے اور سنتے ہیں ان کی کیفیت کو قرآن نے اس طرح ظاہر کیا ہے :-

" جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ۔ اس کے پڑھنے سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ پھر ان کے چمڑے اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں (اللہ کی ہدایت ہے) جس کے ذریعہ سے وہ جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسکو اللہ گمراہ قرار دے دیتا ہے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ۔" (الزمر : ۲۴)

لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ قبولِ اسلام سے پہلے اس امر کا پختہ ارادہ کر لیا کہ حضرت رسول کریم صلعم کو قتل کر دیا جائے اور اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے ۔ ایک دن اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے گھر سے نکلتے ہیں ۔ ہاتھ میں تلوار ہے اور چہرے پر غیض وغضب کے آثار ہیں ۔ راستہ میں کسی نے کہا کہ عمر، تم محمد (صلعم) کے پاس جانے سے پہلے اپنے بہنوئی اور بہن کے متعلق معلوم کر لو ۔ وہ بھی اسلام قبول کر چکے ہیں ۔ اس خبر سے ان کے غصے میں اور اضافہ ہو گیا آپ نے دونوں میاں بیوی کو اس قدر مارا پیٹا کہ وہ لہو لہان ہو گئے ۔ اور ادھر خود بھی تھک گئے ۔ جب غصہ دور ہوا تو بہن کو کہا کہ جو کچھ تم پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی سنائیں ۔ جب پڑھا جانے والا کلام سنایا گیا تو وہ سورۃ طٰہٰ کا یہ حصہ تھا :-

" اے انسانِ کامل ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم ناکام رہو نہیں یہ تو ذکر ہے اس شخص کے لئے جو خوف کرتا ہے اور اس ذات کی طرف سے نازل ہوا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے ۔"

ان آیات کا سننا تھا کہ تمام غیض وغضب ختم ہو گیا ۔ کدورتیں معدوم اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں ۔ ہاتھ سے تلوار گر گئی اور کہا امن ھٰذا فرت قریش ۔ کیا قریش نے اس قرآن سے فرار اختیار کیا ہے ۔ اس کے بعد رسول خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر آغوشِ اسلام میں آ گئے ۔

یہ ہے قرآن کریم کا اسلوب بیان اور اس کی جاذبیت کا اثر جس کے آگے پہاڑ جیسی مضبوط شخصیت بھی نہیں ٹھہر سکی ۔ قرآن کے اس اثر کا اظہار اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیا ہے ۔

" اگر یہ قرآن ہم کسی پہاڑ پر اتارتے تو تو اسے دیکھتا کہ وہ (ادب) سے جھک جاتا اور اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ۔ اور یہ باتیں جو ہم تجھ سے کہتے ہیں یہ سب انسانوں کے لئے ہیں تاکہ وہ سوچیں ۔" (الحشر ۲۲)

★ رسول اللہ صلعم

حضرت رسول کریمؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور بعد میں آنے والے بزرگان دین کی زندگی کے حالات جن لوگوں نے پڑھے ہیں انہیں معلوم ہے کہ کس طرح ان حضرات کو قرآن سے عشق تھا ۔ قرآن پڑھتے وقت ان کی حالت کیا ہو جاتی تھی ۔ حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے قرآن سناؤ میں نے حیران ہو کر کہا ۔ یا رسول اللہ میں آپؐ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن آپؐ پر نازل ہوا ہے ۔ آپؐ نے فرمایا میں دوسروں سے بھی سننا پسند کرتا ہوں ۔ تب میں نے سورۃ النساء کو تلاوت کرنا شروع کیا ۔ جب میں اس آیت پر پہنچا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شھیدا یعنے " ہر امت سے ایک گواہ بلایا جائے گا کہ کہاں تک انہوں نے احکام الٰہی کو مان کر ان کی فرمانبرداری اختیار کی ہے اور آپؐ کو بھی اس امت پر بطور گواہ بلایا جائے گا ۔"

تو آپؐ نے فرمایا ۔ بس کرو اتنا ہی کافی ہے ۔ جب میں نے آپؐ کی طرف دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔ (بخاری)

★ صحابہ کرامؓ

آپؐ کے صحابہؓ میں بھی یہی عشق کارفرما تھا ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ قرآن کریم پڑھتے وقت زاروقطار روتے تھے یہاں تک کہ مشرکین مکہ نے آپ کو بلند آواز سے قرآن شریف کے پڑھنے سے روکنے کی کوشش کی کہ ہمارے بچوں اور عورتوں پر قرآن کے سننے سے اثر پڑتا ہے ۔

حضور علیہ السلام آخری دنوں میں جب بیماری کی وجہ سے مسجد میں نہ جا سکے تو فرمایا کہ ابوبکر صدیق امامت کے فرائض سرانجام دیں ۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ امامت کیسے کرا سکیں گے، وہ رقیق القلب ہیں ۔ ان پر تو قرآن

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

قرآن کریم کے فیوض و برکات کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۶ جنوری ۱۹۸۴ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

تشہد و تعوذ اور سورۃ الواقعہ کی آیات ۷۵ تا ۸۷ " فلا اقسم بمواقع النجوم ---- ترجعونھا ان کنتم صٰدقین ،، کی تلاوت کے بعد ان آیات کا ترجمہ اور تشریح بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

سورۃ الواقعہ کی ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ " ایسا نہیں میں قرآن کے حصوں کے نزول کی قسم کھاتا ہوں اور اگر تم جانو تو یہ ایک بڑی بھاری قسم ہے۔ یقیناً یہ قرآن نفع پہنچانے والا ہے (اور) یہ محفوظ کتاب میں ہے۔ سوائے پاک لوگوں کے اسے کوئی نہیں چھوتا۔ یہ جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ تو کیا تم اس کلام کو جھوٹا قرار دیتے ہو اور اسے اپنا حصہ ٹھہراتے ہو کہ تم اسے جھٹلاتے ہو۔ تو کیوں نہیں ہوتا کہ جب (روح) گلے میں آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم تمہاری نسبت اس سے قریب تر ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔ تو کیوں اگر تم کسی کے ماتحت نہیں اسے لوٹا نہیں دیتے اگر تم سچے ہو"۔

ترجمہ کے بعد ان آیات کی تشریح کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ ان آیات سے پہلے چند آیات میں جو " نحن خلقنکم فلولا تصدقون" سے شروع ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی پر انسان کی اپنی تخلیق۔ کھیتی باڑی سے مختلف چیزیں اُگانے۔ بادلوں سے پانی اتارنے اور درخت سے آگ پیدا کرنے کو بطور گواہ پیش کیا ہے۔ ان ساری مادی چیزوں کا تعلق انسان کی غذا اور زندگی سے ہے۔ ان کے پیدا کرنے پر انسان کو کوئی دسترس نہیں۔ نہ وہ اپنی تخلیق پر قدرت رکھتا ہے اور نہ وہ بیج اگانے۔ بادلوں سے پانی اتارنے اور درخت سے آگ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے تصرف اور اس کے دستِ قدرت میں ہے ان ساری باتوں پر غور کرنے سے بھی انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر شہادت مل جاتی ہے لیکن اس پر جو سب سے بڑھ کر اور یقینی شہادت ہے اس کا تعلق انسان کی روحانی زندگی سے ہے جس کا گہرا تعلق قرآن کریم سے ہے جو چشمۂ فیض ہے انسان کی روح کو سیراب کرنے اور اس کی نشو و نما۔ تربیت اور تکمیل کرنے کا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں قرآن کے حصوں کے نزول کو گواہ ٹھہرایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بڑی بھاری قسم ہے اس لئے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی شہادت نہیں ہو سکتی۔ شہادت یا قسم یہ ہے کہ انہ لقرآن کریم۔ "یقیناً" یہ قرآن کریم ہے یعنی یہ قرآن وہ ہے جس کا فیض تا قیامت جاری رہے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کا ہر لفظ نفع بخش ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام بھی کریم ہے اور آنحضرت صلعم کا نام بھی کریم ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلعم کے فیض اور سخاوت کی بھی کوئی انتہا نہیں اور اس قرآن کے فیوض کی بھی کوئی حد نہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر اتارا۔

اور فرمایا انہ لقول رسول کریم۔ یہ رسول کا قول ہے جو نہایت سخی ہے۔ "وما ھو علی الغیب بضنین ،، غیب کے علوم پر اس کی سخاوت اور فیض کی وسعت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ آپ کے یہ فیض تا ابد جاری رہیں گے اور دنیا ان سے فائدہ اٹھاتی رہے گی۔ (حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ زبحر کمالِ محمد است) (مرتب)

فتح مکہ کے دن کفار نے بھی یہ کہا کہ تو کریم ابن کریم ہے۔ اور یہ آپ کی شانِ کریمی ہی تھی کہ آپ نے لا تثریب علیکم الیوم فرما کر اپنے شدید ترین دشمنوں کو بھی جنہوں نے آپ اور آپ کے صحابہ کرام رض پر ظلم و ستم ڈھانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا تھا معاف کر دیا۔ یہ غیر معمولی کریمی اور سخاوت بھی قرآنی فیوض کا ہی نتیجہ تھی۔

قرآن کریم کے فیوض و برکات کے قیامت تک جاری رہنے پر دوسری شہادت یہ ہے کہ فی کتٰب مکنون یہ کتاب مکنون ہے یعنی اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔ یہ دشمنوں کے حملوں اور منصوبوں سے ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ انسانی ہاتھ اس میں کوئی ردّ و بدل نہیں کر سکیں گے۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہٖ تنزیل من حکیم حمید جھوٹ اس کے آگے پیچھے سے اس پر حملہ آور نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ کتاب حکمت والے تعریف کئے گئے اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ اللہ نے اس کی حفاظت کا خود وعدہ کر رکھا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے خود یہ ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ آج تک انسانی تصرف اس میں ایک زیر زبر تک تبدیل نہیں کر سکا اور یہ آج چودہ سو سال سے جوں کا توں موجود ہے۔

تیسری بات جو قرآن کریم کے متعلق بیان کی گئی ہے وہ ہے لا یمسہٗ الا المطھرون اسے سوائے پاک لوگوں کے کوئی نہیں چھو سکے گا۔ یعنی اس کی حکمتیں اور علوم و معارف صرف ان لوگوں پر کھلیں گے جن کے دل پاک ہیں۔ اس پر فکر و تدبر۔ عمل اور اس کی اشاعت کی توفیق بھی انہی لوگوں کو ملے گی جو پاک دل ہیں۔

میں آج آپ کی توجہ خاص طور پر اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ چھونا ظاہری معنوں کے لحاظ سے بھی ٹھیک ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے اسے طہارت کی حالت میں ہی ہاتھ لگایا جائے لیکن اس کے معنی یہیں تک محدود نہیں اس کا حقیقی مفہوم یہی ہے کہ قرآن کریم الٰہی علوم و معارف کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جس تک رسائی صرف انہی لوگوں کو ہو سکتی ہے جو ہر طرح کی آلائشوں اور نجاستوں سے پاک و صاف ہیں۔ ہمیں یہ بات خاص طور پر اپنے مدنظر رکھنی چاہیئے کہ ہمیں اس پر غور و فکر اور تدبر کرنے اور اس میں سے حکمت کے موتی تلاش کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنے کی توفیق تب ہی

ملے گی جب ہم بحیثیت جماعت اپنے دلوں کو تمام غلاظتوں ۔ آلائشوں اور نجاستوں سے پاک کرلیں گے کیونکہ ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

قرآن کریم کی اشاعت کو اگر ہم نے اپنا مقصد حیات بنانا ہے تو ہمیں یہی راستہ اختیار کرنا ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا ہے "تنزیل من رب العلمین۔ یہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ یہ اس رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو تمام انسانوں کی جسمانی اور روحانی ربوبیت کرنیوالا ہے۔ اس نے اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت اسے اتارا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الرحمٰن کی ابتدا میں فرمایا ہے "الرحمٰن علم القرآن" رحمٰن وہ ہے جس نے قرآن سکھایا۔ سب سے پہلی جماعت جس کو یہ قرآن سکھایا گیا صحابہ کرام رض کی جماعت تھی جس کی کوششوں سے قرآن کریم محفوظ ہوا۔ اس کی تعلیم پھیلی اور اس کی اشاعت ہوئی یہ اسی لئے ممکن ہوا کہ وہ پاک اور مطہر لوگوں کی جماعت تھی ان کے ذریعے دنیا میں عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا۔ قرآن کریم کے علوم و فیوض سے انسانوں کی روحانی اور دنیوی زندگیاں سنور گئیں۔

اسلام کی اشاعت کسی حکومت یا بادشاہ کی مرہون منت نہیں۔ دوسرے مذاہب کے دنیا میں پھیلنے کی وجوہات پر نظر ڈالیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کو فروغ اس وقت حاصل ہوا جب شاہ قسطنطین نے عیسائیت قبول کی اور الناس علیٰ دین ملوکہم کے مطابق رعایا نے بھی اپنے بادشاہ کا دین قبول کر لیا۔ بدھ مذہب اشوک کی کوششوں سے ہندوستان کی حدود سے نکل کر سری لنکا، چین، جاپان وغیرہ میں پھیلا۔ یہی کہانی دوسرے مذاہب کی بھی ہے لیکن اسلام درویش صفت اور مطہر اولیاء اللہ کے ذریعے پھیلا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے نبی کریم صلعم کے روضہ مبارک پر حاضری دی تو آپ کو یہ حکم ملا کہ آپ ہندوستان چلے جائیں۔ چنانچہ آپ اس حکم کی تعمیل میں ہندوستان تشریف لے آئے اور اجمیر میں جہاں پرتھوی راج کی حکمرانی تھی فروکش ہو گئے اور اسلام کی تبلیغ کی۔ آہستہ آہستہ لوگوں کا رجوع آپ کی طرف ہوا اور اس کفرستان میں اسلام کا نور پھیلا۔

ہمارے اس زمانہ میں بھی ایک گاؤں کے رہنے والے کو ہی قرآن کا نور دنیا میں پھیلانے کی توفیق اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملی۔ اس کے پاس بھی کوئی مادی قوت اور اقتدار نہ تھا۔ بلکہ ساری مادی قوتیں حتیٰ کہ خود مسلمان بھی آپ کے مخالف تھے۔ اس وقت بھی یہ سعادت امام وقت کے ذریعے آپ کی جماعت کو ہی حاصل ہوئی ہے۔ یہ ہمارے لئے بڑے فخر، عزت اور خوشی کا مقام ہے کہ یہ سعادت حضرت مسیح موعود کے خادموں کو نصیب ہوئی۔ دنیا میں جس انسان کی تفسیر کو اللہ نے قبولیت بخشی وہ بھی اسی جماعت کا فرد تھا اور ایک عظیم الشان مبلغ جو اسلام کا چراغ لے کر مغربی دنیا کی تاریکیوں میں پہنچا۔ وہ بھی اسی جماعت کا فرد تھا ہم اس پر جتنا بھی اللہ تعالےٰ کا شکر کریں کم ہے۔ لیکن ایسا قربانی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے قربانی کی روح بھی حضرت مسیح موعود کی جماعت میں پھونک دی ہے۔ مال کی قربانی انسانوں کے اندر سے نجاست کو دور کر دیتی ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں سے اللہ تعالےٰ مال کی محبت کو نکال کر اس کی بجائے دین کی محبت ان میں بھر دیتا ہے وہ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں کیونکہ دین کی خدمت سے بڑھ کر دوسرا کوئی احسن کام نہیں۔

اسی غرض سے اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلعم کو لوگوں سے ان کے اموال لینے کے متعلق فرمایا ہے "خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا" صدقے کے طور پر تو ان سے ان کے مال لے تاکہ تو اس سے انہیں پاک اور صاف کرے۔ ایک دوسرے مقام پر حضرت نبی کریم کو اپنی ازواج مطہرات کو اس طرح مخاطب کرنے کا حکم ہوا ہے۔ "یاایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوٰۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا" اے نبی اپنی بیبیوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دوں اور عمدہ میں تمہیں اچھی طرح سے رخصت کردوں۔ یہ مال دنیا رجس اور نجس ہے اس لئے "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔" اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے اے اہل بیت ناپاکی کو دور کردے اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے۔ مال اور دنیا کی دولت کو ناپاکی کہا ہے اور آپ کو حکم دیا ہے کہ تمہارے دل میں مال کی محبت نہ ہو کیونکہ یہ رجس ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مال کی محبت اور اللہ کی محبت دونوں ایک دل میں اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ اور نہ دل ہی پاک ہو سکتا ہے۔ جب دل پاک ہو جائے اس میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت سما جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ہم نے اس جلسہ سالانہ میں اللہ کے فضل۔ اس کی تائید۔ ایمان اور یقین اور قربانی کے بے مثال نظارے دیکھے ہیں۔ ہم اس کے لئے اللہ کے بہت شکر گذار ہیں۔ گنتی کے چند انسانوں نے تھوڑے سے وقت میں جو اتنا مال دے دیا یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہم نے حضرت صاحب کی آرزو کو کہ خدا کے دین کی اشاعت کے لئے اپنے مال قربان کرو بڑی مدت کے بعد اپنی آنکھوں سے کس شان کے ساتھ پورا ہوتے دیکھا ہے۔ کیا یہ مقام شکر نہیں ہے۔ جب تک دلوں میں الٰہی مقصد کیلئے محبت۔ یقین اور ایمان نہ ہو ایسی قربانی کوئی نہیں کر سکتا۔ الحمدللہ رب العلمین۔

مال کے علاوہ دین کی خدمت کے لئے انسانوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے مفسر اعظم حضرت مولانا محمد علی رح اور مبلغ اعظم حضرت خواجہ کمال الدین رح اور آپ کے چند ساتھیوں نے اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیا اور اس کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ مال دار لوگ دنیا کی سیر و سیاحت اور اپنے کاروبار کی خاطر باہر جاتے ہیں لیکن قرآن اور اسلام کی اشاعت کے لئے باہر نکل جانا بہت بڑی بات ہے۔ دنیا کی زندگی فانی ہے اس کے بکھیڑوں۔ دھندوں اور جھمیلوں سے اپنی مختصر سی زندگی میں کوئی نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ اچانک ختم ہو جاتی ہے انسان کے خیال میں کبھی نہیں ہوتا کہ اس کی آخری گھڑی اس کے کس قدر قریب ہے۔ حضرت ابوبکر رض جب مدینہ گئے تو آپ کو ملیریا بخار

ہو گیا۔ بیماری کی شدت میں آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

کل امریءٍ مصبح فی اھلہ
والموت ادنیٰ من شراک نعلہ

ترجمہ:۔ "ہر شخص کو اپنے گھر میں تیری صبح بخیر ہو، کہتے ہیں حالانکہ موت اس کی جوتی کے تسمے سے قریب ہوتی ہے۔"

موت کی اس گھڑی کے متعلق فرمایا ہے فلولا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون۔ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون۔ فلولا ان کنتم غیر مدینین ترجعونھا ان کنتم صدقین۔ تو کیوں نہیں ہوتا کہ جب تمہاری روح گلے میں پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو (کہ تمہارا اس دنیا کو چھوڑنے کا وقت آ پہنچا ہے) اور ہم تمہاری نسبت اس سے قریب تر ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم کسی کے ماتحت نہیں ہو تو کیوں اپنی روح کو لوٹا نہیں دیتے اگر تم سچے ہو۔

تمام رشتہ دار۔ قریبی اور دوست چارپائی سے لگے بیٹھے ہوتے ہیں لیکن کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ دیکھتے دیکھتے مرنے والے کی روح پرواز کر جاتی ہے بس اس زندگی کا یہی انجام ہے۔

اس کے بعد تین گروہوں مقربین۔ اصحٰب الیمین اور مکذبین کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے انجام کے متعلق بتایا گیا ہے کہ مقربین اور اصحٰب الیمین تو راحت، رزق، نعمت والے باغوں اور سلامتی میں ہوں گے اور مکذبین کے لئے دوزخ میں جلنا اور کھولتے پانی کی مہمانی ہوگی۔

اسی ہفتے ہمیں بھی اپنے ایک عزیز بھائی ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی اچانک وفات کا حادثہ پیش آیا ہے۔ دن کو وہ اچھے بھلے اپنے گیانا کے دو شاگردوں کو پڑھا کر گئے۔ رات کو اطلاع ملی کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون زندگی کس قدر بے ثبات ہے۔ ہمیں اپنے بھائی کی جدائی کا بے حد صدمہ اور غم ہے۔ دین کے لئے آپ کی بڑی خدمات تھیں اور اس کے لئے آپ نے بڑی قربانیاں دیں۔ جب آپ کو لندن مشن کے لئے بھیجنے کا فیصلہ ہوا تو آپ اپنا سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے۔ دو اڑھائی سال بڑی سختی اور مصیبت میں گذار کر مشن کو زندہ کیا۔ اپنے علم سے لوگوں کو متاثر کیا۔ اور بڑی جرأت اور جوانمردی سے وہاں دن گذارے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خطاؤں سے درگذر فرمائے اور آپ کو اپنے مقربین میں شامل کرے۔ آمین! اپنی وفات سے چند گھنٹے پہلے بھی وہ اپنا فرض ادا کر گئے۔ ان کی زندگی سے ہم سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے جس نازک وقت میں اور جن مشکلات میں لندن مشن کو زندہ کیا میں خود اس کا عینی شاہد ہوں اللہ ان کی ان خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

فاروقی صاحب کے کتابچہ "مسنون دعائیں" میں یہ ایک بہت پیاری دعا ہے۔ آپ بھی اس کو یاد کرنے یا اس کا ترجمہ یاد کرنے کی کوشش کریں۔

دعا اور اس کا ترجمہ:۔

یا من لا تراہ العیون ولا تخالطہ الظنون ولا یصف الواصفون اجعل خیر عمری آخرہٗ وخیر عملی خواتمہٗ وخیر ایامی یوم القاءک فیہ یا ولی الاسلام واھلہ ثبتنی بہ حتی القاک

ترجمہ:۔ "اے وہ جسے آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اور نہ جس کی ذات کی حقیقت کو لوگوں کے گمان پہنچ سکتے ہیں اور نہ جس کی تعریف کا حق تعریف کرنے والے ادا کر سکتے ہیں۔ میری عمر کے پچھلے حصہ کو اس کے پہلے حصہ سے بہتر بنا اور میرے ہر آخری عمل کو پہلے عمل سے بہتر بنا اور میرے ایام میں سے بہترین دن وہ ہو جس دن کہ میں تجھ سے ملوں۔ اے اسلام اور اہل اسلام کے کارساز مجھ کو اسلام پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے اعمال کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو۔

***

اخبارِ احمدیہ

* حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ احباب جماعت حضور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔
* ایڈیٹر پیغام صلح کو صدمہ:۔ مورخہ ۳۱ جنوری بروز منگل جناب احمد صادق صاحب کی والدہ جو پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب کی خوشدامن تھیں مختصر علالت کے بعد لاہور میں انتقال کر گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ جلسہ سالانہ کے دنوں سے دارالسلام میں مقیم تھیں۔ اچانک خون کی قے ہوئی فوراً ہسپتال میں داخل کر دیا گیا مگر وقتِ آخر آ چکا تھا بہترین طبی امداد فراہم کرنے کے باوجود جانبر نہ ہو سکیں اور اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ ع

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسے دل اسی پہ تو جاں فدا کر

مرحومہ بڑی صابر و شاکر خاتون تھیں سلسلہ کی فدائی تھیں۔ ہمیں اس صدمہ میں پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب، برادرم احمد صادق اور مرحومہ کے دیگر عزیزوں سے دلی ہمدردی ہے حضرت امیر ایدہ اللہ نے جنازہ پڑھایا اور دارالسلام کے قبرستان میں تدفین ہوئی اللہ تعالیٰ مرحومہ کے جنت میں درجات بلند فرمائے۔ آمین! بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔
* قرار دادِ تعزیت جماعت پشاور:۔ مورخہ ۲۰ جنوری بعد از نماز جمعہ جماعت پشاور کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی وفات کو ایک قومی نقصان قرار دیا گیا۔ نیز دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں درجات بلند فرمائے۔ آمین!

مرحوم جماعت کے ایک مخلص، باہمت اور صاحب علم رکن تھے۔ بڑی مدلل اور مؤثر تقریر کرتے تھے۔ لندن مشن میں بطور امام کے آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

***

محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ، لندن۔

یہ اللہ کے سپاہی

چند سال گذرے یہی موسم سرما تھا اور میں انگلینڈ سے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے آئی ہوئی تھی لیکن یہ دو انجمن کے دفتر واقع دارالسلام میں میرے موجودہ ان کی خدمت میں پیش کر دی علی کہ مرکز سے ایک صاحب کو بطور مبلغ و امام لندن مشن کے لئے بھیجا جائے۔ اس معاملے پر گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک صاحب تشریف لائے مغربی لباس میں ملبوس۔ چہرے پر علاوہ ذہانت اور علم کی مخصوص آگاہی اور چمک کے ایک پرکشش مسکراہٹ چھائی ہوئی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے تعارف کروایا کہ یہ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب پی ایچ۔ ڈی ہیں۔ مجھے ان سے غائبانہ تعارف تو پہلے سے تھا کیونکہ کچھ عرصہ تک وہ جرمنی میں وہاں کے ہمارے مشن سے متعلق رہے تھے اور ان کی قابلیت اور حسنِ انتظام کی تعریف سن چکی تھی دو چار باتوں کے بعد میں نے بے اختیار کہا کہ "لندن مشن کو تو آپ جیسے امام کی ضرورت ہے۔ آپ کو دنیاوی ایثار کر کے اس دینی خدمت کا بیڑہ اٹھا لینا چاہیئے۔" شاید وہ قبولیت کا وقت تھا کہ میری بات اسی سال پوری ہو گئی۔ اور جناب ڈاکٹر صاحب بطور امام لندن مشن مع چوہدری مسعود اختر صاحب بطور اسسٹنٹ امام کے لندن تشریف لے آئے۔ ہم لوگوں نے بہت شوق اور خوشی سے ان کا استقبال کیا۔ ان دنوں لندن مشن کی حالت بعض حضرات کی ریشہ دوانیوں اور مخالفت کی وجہ سے خاصی تشویشناک تھی۔ اُسوقت جو مکان "احمدیہ ہاؤس" کے نام سے لندن کے مضافاتی علاقے نرگس نامی بستی میں خریدا گیا تھا اس پر باوجود انجمن کی ملکیت کے اس کا مالکانہ قبضہ نہ تھا اور مخالف پارٹی نے اسکی اُوپر کی منزل اور نچلی منزل میں سامنے کا ایک بڑا کمرہ اپنے طور پر کرایہ پر دیا ہوا تھا۔ پیسج کے دوسری طرف صرف ایک لمبا سا دالان جو بطور مسجد استعمال ہوتا تھا اور ایک پچھلا کمرہ مع ایک چھوٹے سے شیڈ کے ہمارے پاس تھا۔ اس پچھلے کمرے کی حالت اچھی نہ تھی۔ ایک تو اس میں دھوپ نہ آنے سے اندھیرا اور سیل تھی۔ دوسرے کوئی غسل خانہ اس سے ملحق نہ تھا۔ صرف ایک عام غسل خانہ جو نیچے تھا وہ سب کا مشترکہ تھا۔ یہ غسل خانہ یوں تو قابلِ استعمال تھا لیکن اس میں قباحت یہ تھی کہ سامنے کے بڑے کمرے میں رہنے والا ایک انگریز نہ صرف SITTING TENANT یعنی زندگی بھر یا خوشی سے جب تک چاہے رہنے والا کرایہ دار تھا بلکہ وہ دُھت شرابی تھا۔ بس وہی مثال تھی کہ ؎

"مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہیئے"

اُوپر سے اس کو مخالف پارٹی کی خفیہ شہ بھی ملتی تھی وہ تو روزِ اول سے ہمیں آتا جاتا دیکھ نہ سکتا تھا۔ بس ہمارے امام و مبلغ کا آنا جلتی آگ پر تیل کا کام کر گیا۔

لگے کہ ہم تو انجمن کے حکم پر اسکے گھر اور حقوق کی حفاظت کرنے آئے ہیں اس مشن گھر ہیں ہی رہیں گے اور یہیں سے کام کریں گے چنانچہ اس پچھلے کمرے میں دونوں کے پلنگ اور بستر لگا دیئے گئے۔ کھانا پکانے کو مسجد کے دالان والی طرف ایک باورچی خانہ تھا اور اس میں جماعت کی طرف سے ضروری برتن رکھے ہوئے اور ایک ککر لگا ہوا تھا۔ وہاں ان دونوں کے لئے کھانا پکانے کا بندوبست ہو گیا۔ ان کے کمرے میں بجلی کا ہیٹر لگا دیا گیا لیکن مسعود اختر صاحب تو دوسرے دن ہی اپنا بستر مسجد میں لے آئے۔ مسجد میں ہی داخلے کے دروازے کے قریب ڈاکٹر صاحب کی لکھائی پڑھائی کا میز تھا۔ مگر ڈاکٹر صاحب اسی پچھلے کمرے میں جمے رہے کہ ہم چھوڑ دیں گے تو دوسرے موقعہ پا کر اس پر بھی قبضہ کر لیں گے۔ اب شروع ہوا ان کا مجاہدہ اور جہاد۔

مخالف پارٹی نے تنگ اور عاجز کرنے کو کیا نہیں کیا۔ بجلی کاٹ دی ٹیلی فون کا سلسلہ بند کر دیا۔ گیس بند کر دی۔ سب سے بڑھ کر اس شرابی انگریز کا رویہ تھا۔ مسجد کے کمرے کی طرف آنا جانا۔ باورچی خانے کا استعمال کرنا سب دوبھر کر دیا۔ آہٹ سنتے ہی کمرے سے نکل کر نشے میں چور راستہ روک کر آ کھڑا ہوتا تھا اور جو اول جول منہ میں آتے بولنا شروع کر دیتا تھا۔ مرنے مارنے پر اُتر آتا تھا۔ اور غسل خانہ جانا تو اس نے ناممکن کر دیا نلکا کھلنے کی آواز سنتے ہی بھوت کی طرح آ موجود ہوتا تھا۔ ایک تو بوڑھا آدمی اوپر سے نشے میں چور کوئی عقلی دلیل دینی یا کلام کرنا تو تھا ہی بے سود۔ ڈاکٹر صاحب بعض اوقات تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق کچھ جواب دینا بھی چاہتے تھے تو ہم سب روکتے تھے کہ ہاتھ اٹھایا تو کہیں جا بے جا چوٹ آ گئی تو اور ایک مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔

چودھری مسعود اختر صاحب تو چند ماہ بعد ہی گھبرا گئے اور ان کو راس محمود اپنے گھر ہمارے پاس لے آئے۔ رہے ڈاکٹر صاحب تو ایک سچے مجاہد کی طرح وہ ان ناگفتہ بہ حالات میں پہاڑ کی طرح مضبوط جمے رہے۔ حد یہ کہ اس غسل خانہ میں جانا چھوڑ دیا اور گھر سے باہر تقریباً دو تین فرلانگ پر ایک پبلک باتھ روم تھا وہاں جانے لگے۔ دھن ہے اُن کی ہمت

اور حوصلہ کہ یخ لبستہ سردی ہو۔ برفباری ہو رہی ہو۔ طوفان بپا ہو وہ گھر سے نکل کر وہاں جاتے تھے۔ کھانا پکانے کا یہ بندوبست کیا کہ چونکہ گیس اور بجلی کا اعتبار نہ رہا کہ جانے کب دوسرے بند کر دیں تو ایک مٹی کے تیل کا چولہا ان کے لئے مہیا کر دیا گیا اور وہ کمرے کے ساتھ والے شیڈ میں اسکو رکھ کر کھانا تیار کرنے لگے۔ خوش قسمتی سے اس شیڈ میں ایک ملکا اور سنک لگا ہوا تھا بس گھر پر گزارا کر لیا۔ لیکن ایک سچے اور بہادر سپاہی کی طرح اپنی جگہ نہ چھوڑی۔ اور وہ بھی تن تنہا۔ ان پر انگریزی کا یہ فقرہ صادق آتا تھا کہ :۔

HE WAS HOLDING THE FORT ALL ALONE

یعنی "وہ جانباز سپاہی جو تن تنہا قلعہ پر قبضہ کئے جا رہا تھا"

یا بے اختیار علامہ اقبال کا یہ شعر یاد آتا تھا کہ ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

یہ خدمتِ دین کی دھن اور اپنے عہد کا پاس تھا جو اُن سے یہ والہانہ مقابلہ کروا رہا تھا۔ ورنہ ہما شما کے بس کی تو یہ بات نہ تھی۔ اور پھر اس بے چینی اور داشتا کل کل کے درمیان وہ اپنے تبلیغی کام سے ایک پل بھی غافل نہ ہوئے۔ تقریر و تحریر اور تصنیف و تالیف بھی چلتی رہی۔ تبلیغی خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ یہ اسی خط و کتابت کا نتیجہ تھا کہ ہماری نومسلم بہن عطیہ لاکیئر کا ڈاکٹر صاحب موصوف سے تعارف ہوا اور وہ جلد ہی ڈاکٹر صاحب کی تبلیغ سے متاثر ہو کر ان کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔ الحمدللہ۔

غیور ایسے تھے کہ اگر لیکچر دینے یا کسی میٹنگ میں تشریف لے جاتے تھے اور اپنے پاس نقد دام کم ہوتے تھے تو کیا مجال کسی پر ظاہر کریں یا کسی سے موٹر میں لفٹ مانگیں کچھ پیدل چل کر کچھ "سستی" سے سستی سواری پکڑ کر واپس آ جاتے تھے اور کتنا ہی زور دو منت کرو کسی طرح کسی کے گھر شب باشی کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔ بس رات اپنے اسی شکستہ ٹھکانے پر آکر گذارتے تھے۔

باہمت ایسے اور اللہ پر بھروسہ اتنا کرتے تھے کہ جب وقت آیا تو اپنی آنکھ کے آپریشن کے لئے چپ چاپ جا کر ہسپتال میں داخل ہو گئے اور آپریشن کروا لیا۔ بعد میں جب ہم لوگوں کو علم ہوا تو سب وہاں پہنچے اور گلہ کیا کہ آپ نے کسی کو اطلاع نہ دی فرمانے لگے کہ "میں اپنی ذات کے لئے کسی کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا" ہسپتال سے نکلنے پر سب کے اصرار کے باوجود کہ کچھ دن ہم میں سے کسی کے گھر قیام فرمائیں نہ مانے بمشکل سے یہ منظور کر لیا کہ ایک نزدیکی ممبر کے گھر سے چند روز تک ان کے لئے کھانا آجایا کرے۔

مجھے نہیں یاد کہ ان کے قیام انگلینڈ کے دوران میں ایک آدھ دن بھی بے فکری کا گزرا ہو۔ متواتر ایک کے بعد دوسری مشکلات لندن مشن کے راستے میں کھڑی کی گئیں اور ڈاکٹر صاحب برابر اسی حوصلے اور صبر سے روز اول سے لے کر آخر تک اس شکستہ گھر میں مخالفوں کے درمیان گھر سے اپنا دینی کام سرانجام دیتے رہے اور وہیں سے رخصت ہو کر وطن واپس آ گئے۔

غالباً اللہ کو ان کا یہ مجاہدہ ایسا پسند آیا کہ اسکے بعد جلد ہی یو۔کے جماعت کی بے سروسامانی اور پریشانی ایک حد تک دور ہو گئی۔ اور پھر خدا نے ایک نیا ٹھکانہ بھی مہیا کر دیا۔ جو موجودہ لندن مشن کے گھر کی رسم افتتاح پر تقریباً دو سال قبل دوسرے بزرگانِ دین کے ساتھ یو۔کے جماعت کے اصرار پر ڈاکٹر صاحب موصوف کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی اور ہم سب کو بہت خوشی ہوئی جب وہ دوبارہ وہاں ہمارے درمیان تشریف لائے۔ اب کی دفعہ ان کا قیام مختصر تھا اور ہمارے دل نہ بھرے تھے کہ وہ چلے گئے۔ لیکن ان کے پہلے قیام کا دور جو گذرا اس کی یادیں پرانی بے شک ہو جائیں گی مگر کبھی صفحۂ دل سے محو نہ ہوں گی۔

ڈاکٹر صاحب کا ہمیشہ مسکراتا روشن چہرہ، ہم لوگوں کو دیکھ کر ان کا مشفقانہ خوشی سے آگے بڑھ کر ملنا۔ اور پھر پچھلے دو سالانہ جلسوں پر ان کی فاضلانہ اور پرکشش موثر تقریریں اور ان کا آخری دل میں اتر جانے والا خطبۂ جمعہ بھلانے پر بھی نہ بھولنے والے اور نہ مٹنے والے نقش ہیں۔

جب میں جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب اور اپنی چھوٹی سی جماعت کے ایسے ہی دوسرے عزم بالجزم رکھنے والے صاحبِ عزم سپاہیوں کا تصور کرتی ہوں جنہوں نے ہر طرح کی مخالفت اور مشکلات میں دین کو دنیا پر مقدم کیا اور اسلام کا نام بلند رکھا تو میری زبان پر یہ شعر آجاتا ہے کہ ؎

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنھیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خُدائی

افسوس کہ میں بدقسمتی سے ڈاکٹر صاحب موصوف کے آخری دیئے ہوئے کھانے پر اپنی مجبوری سے حاضر نہ ہو سکی اور دوسرے دن ہی ان کو اپنے رب کا بلاوا آ گیا۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جُدا ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اپنی ندامت اور مجبوری کا اظہار اب میں اپنے ٹوٹے پھوٹے قلم سے کر رہی ہوں۔ اللہ تعالے ان کو اپنے قرب اور اپنی رحمت کے سائے میں اپنے پہلے گئے ہوئے رفیقوں کے ساتھ آسودہ فرمائے۔ آمین۔

عبدالرؤف

ایک عاشقِ قرآن اور صاحبِ کشف و الہام بزرگ

(قسط ۲)

قبولیتِ دعا کا یہ ایک بہت بڑا نشان ہے جو مولوی صاحب کی منتخب کردہ جگہ پر ہی ایک عظیم الشان مسجد کی شکل میں منڈی میں کھڑی، روڈ پر ازدیادِ ایمان کے لئے تا ابد موجود رہیگا۔ آپ جب کبھی ادھر سے گذرتے تو مسجد کے منتظم کے پاس بیٹھ کر خدا کا شکر ادا کیا کرتے۔ چوہدری حید ہنس کر کہتا کہ قبلہ! یہ مسجد بھی آپ ہی کی ہے آکر اس میں نماز ادا کیا کریں۔

جماعتِ احمدیہ کی ترقی و استحکام کے لئے دعائیں

جماعت کی ترقی و استحکام کے لئے بڑے درد سے دعائیں کرتے تھے اور یہ انہیں دعاؤں کا کرشمہ ہے کہ ۷۴ء ۱۹ء کے خوفناک ترین ابتلا اور موجودہ مشکل حالات کے باوجود بفضلہٖ تعالیٰ جماعت زندہ اور متحد و مضبوط اور فعال و مستحکم ہے (اور جلسہ سالانہ ۸۳ء اس کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے)

ربوہ کی جماعت کے دوست مولوی صاحب کا بڑا احترام کرتے تھے اور ان کے کئی افراد جماعت نے قرآن شریف پڑھنا انہیں سے سیکھا تھا۔ عمر کے آخری بیس برس آپ نے بالکل انقطاع الی اللہ کی زندگی گذاری۔ گھروں میں قرآن کریم پڑھانے اور ترجمہ سکھانے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اسی بنا پر اکثر غیر احمدی احباب اپنے باپ کی طرح ان کی عزت کیا کرتے تھے اور مجھے کہا کرتے تھے کہ ان کے جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کرنے میں ہماری مدد کرنا۔ مطلب یہ تھا کہ ہمیں بھی اطلاع دی جائے۔ کم وقت اور مرحوم کی میت باہر سے منڈی بہاؤالدین میں لے جانے اور بارش کے باوجود ان کے اکثر غیر احمدی عقیدت مندوں نے ان کی نماز جنازہ احمدی امام کے پیچھے ادا کی۔ چونکہ طویل عرصہ کی خشک سالی کے بعد یہ پہلی بارش تھی اس لئے غیر احمدی دوستوں نے مرحوم پر اس بارش کو اللہ تعالےٰ کی خاص رحمت سے موسوم کیا۔

مرکز سے لگاؤ

مرکز سے انہیں خاص لگاؤ تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرا دل وہاں دھڑکتا ہے۔ مرکز کی جانب سے ہر تحریک پر بڑی بشاشت سے لبیک کہا کرتے تھے اور ہمیشہ اولون کی صف میں رہنا پسند کرتے تھے۔ مرکز کے کارکنوں سے اتنا پیار تھا کہ جب تک جلسہ سالانہ میں شمولیت کے قابل رہے ہر دوست کے لئے حسب توفیق دلپسند تحائف لاتے رہے۔ کبھی اکیلے جلسہ میں نہ آتے بلکہ ہمیشہ دو چار آدمیوں کو اپنے خرچ پر ساتھ لاتے تھے۔

انتہائی دلیر اور شجاع الانسان تھے۔ حق کی خاطر باطل سے ٹکر لے جاتے تھے اپنے احمدی ہونے پر فخر کرتے اور اللہ تعالےٰ کا انعام سمجھتے کہ اس نے زمانہ کے امام کی شناخت اور اس کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ لومۃ لائم کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک کے پرخطر دنوں میں کہیں پڑھانے جارہے تھے کہ راستہ میں کسی نے ٹوکا۔ آپ نے حضرت اقدس کا یہ شعر بلند آواز سے اُسے سنا کر خاموش کر دیا۔

بکارِ دیں نہ ترسم از جہانے + کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ

فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من + کہ دیدم حسنِ پنہانِ محمدؐ

ان کی اس دلیری نے شورش پسندوں پر یہ اثر ڈالا کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ "یہ دیوانہ خود مرنے کے لئے نکلا پھرتا ہے تاکہ کوئی اُسے مار دے۔ اور شہر میں فوج آکر باقی ماندہ احمدیوں کی جان بچالے لہٰذا اس پر کوئی ہاتھ نہ اٹھائے"۔ گویا ع

ہے سر راہ پر نہادے وہ جو ہے مولا کریم

احمدیہ لٹریچر سے محبت

احمدیہ لٹریچر سے محبت جنون کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ کوئی چار پانچ من وزن کے پیغام صلح (فائل مکمل نامکمل) اور دیگر رسائل وغیرہ حفاظت کی غرض سے لکڑی کی سات بڑی پیٹیوں میں راقم الحروف سے محفوظ کرا کے رکھ دیئے حالانکہ مرکز نے مرحوم کے ایک رجسٹری خط کے جواب میں پرانے اخبارات کو جلا کر دریا برد کرنے کی انہیں شرعی نقطہ نظر سے اجازت دیدی تھی۔

دینی غیرت

۱۹۲۹-۳۰ء کا زمانہ تھا۔ تحصیل پھالیہ کی تعلیمی پسماندگی، جہالت اور غربت سے عیسائی پادری پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔ مسلم کاشت کار اور مہدیہ معاشی لحاظ سے ہندوؤں کے بھی محتاج تھے مگر ان کی مذہب پر اتنی توجہ نہ تھی مولوی صاحب عیسائیوں کی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہیں اطلاع ملی کہ فلاں گاؤں کے نمبردار کا بی۔ اے پاس بیٹا نیا نیا عیسائی ہوا ہے اور پادری اسے شہر شہر لئے پھرتے ہیں۔ اس روز اپنے اعزاز میں عیسائیوں کی جانب سے دی جانے والی پارٹی میں عیسائیت پر اس نے تقریر کرنا تھی اور بتانا تھا کہ میں نے "اسلام چھوڑ کر عیسائیت کیوں قبول کی ہے؟" مولوی صاحب یہ سن کر دل آزردہ ہوئے مگر دو ساتھیوں کو لے کر اس کی تقریر سننے کے لئے چلے گئے۔ ان کے دونوں ساتھی تو بیٹھنے کی جگہ یا موافق ماحول نہ پاکر واپس چلے آئے مگر مولوی صاحب عیسائیوں کی بیٹھک کی دہلیز پر بیٹھ گئے۔ تقریر کے آخر پر مولوی صاحب نے سوالات کی اجازت مانگی جو نہ ملی۔ نمبردار کے لڑکے کا نام و پتہ وغیرہ پوچھ کر ان کے گاؤں میں اس کے باپ کے پاس چلے گئے۔ چھ سات میل کی کچی سڑک پر پرانے زمانہ کی بگھی میں سفر کرنے سے راستہ ہی میں بیمار ہو گئے۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ گاؤں پہنچ کر پتہ چلا کہ نمبردار اپنے ڈیرہ پر چلا گیا ہوا ہے۔ وہاں سے دو میل دور پگڈنڈیوں پر گرتے پڑتے نمبردار کے ڈیرہ پر پہنچے اور اسے ساری کہانی سنائی۔ نمبردار کے علم میں اس سے پہلے

صرف اتنی بات تھی کہ اس کا لڑکا عیسائیوں سے دوستی رکھتا ہے۔ مولوی صاحب نے نمبردار سے باقی ماندہ کنبہ کو اپنے لڑکے کے بداثر سے بچاتے رکھنے کا وعدہ لے لیا۔ اور گاؤں کے امام مسجد کی ڈیوٹی لگا دی کہ ان کا خیال رکھے اور اسے اپنی دکان کا پتہ دے دیا۔ خداتعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ تین برس بعد ہی اس لڑکے پر سے عیسائیت کا بھوت اتر گیا اور وہ دوبارہ مسلمان ہو گیا۔ دراصل وہ ملازمت کے لالچ، فراخی اور کشادگی نیز بے حجاب اور طرار عیسائی لڑکیوں سے متاثر ہو کر اپنا ایمان گنوا بیٹھا تھا۔

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ بھی اسی قسم کا ہے۔ منڈی بہاؤالدین سے ایک ملحقہ گاؤں کھیوہ ہے۔ غریب گاؤں تھا۔ ایک کاشت کار کا لڑکا جسے گانے بجانے کا شوق تھا مقامی ہندو بنیے کی معرفت آریہ سماجیوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ ہندوؤں نے اس کی بڑی خدمت کی، آواز اچھی تھی اسے مستقل طور پر بھجن گانے والی منڈلی میں جگہ مل گئی۔ یہ جب بھی اپنے رشتہ داروں کو ملنے کے لئے گاؤں جاتا اس کے ٹھاٹھ باٹھ سے وہ لوگ بڑے متاثر ہوتے اور اسے واپس چھوڑنے کے لئے شہر میں اس طرح آتے کہ یہ اچھے لباس وضع قطع میں آگے آگے ہوتا اور اس کے پیچھے پیچھے اس کے غریب رشتہ دار (اور عورتیں) پھٹے پرانے لباس اور ٹوٹی ہوئی جوتیوں میں آ رہے ہوتے تھے۔ چند مرتبہ یہ دلخراش منظر دیکھنے سے مولوی صاحب پر حقیقت حال واضح ہوئی اور آپ نے فوراً وہاں کے چند باحمیت لوگوں سے رابطہ پیدا کر کے وہاں کے امام مسجد کی یہ ڈیوٹی لگا دی کہ وہ اس نئے کھتری کا یہ اثر اس کے غریب رشتہ داروں پر نہ پڑنے دے۔ چنانچہ اس کے بعد پھر ایسا منظر کبھی دیکھنے میں نہ آیا۔

اسلام کا پیغام پہنچانے کی تڑپ

منڈی بہاؤالدین کی آبادی کلیتہً ہندوؤں اور سکھوں پر مشتمل تھی۔ شہر میں مسلمانوں کی کھانے پینے کی صرف چند دکانیں تھیں اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ یہ سب بازار اسٹیشن والے حصہ میں تھے یا بزازوں کی دکانوں پر چند درزی آڑھتیوں کے پلے دار اور دھوبی وغیرہ مسلمان تھے۔ جو شام ہونے پر اپنے اپنے قریبی دیہات میں چلے جاتے تھے۔ یہاں کے ہندوؤں اور سکھوں کے گمان میں بھی نہ تھا کہ یہاں پر کوئی مسلمان برسرعام اسلام کا پیغام پہنچانے کی مجنونانہ حرکت کر سکتا ہے مگر یہ سعادت بھی جماعتِ احمدیہ لاہور کے اس شجاع اور دلیر غیرت مند انسان کے حصہ میں آئی کہ اس نے قلندرانہ جرأت سے کام لے کر "اسلام کا پیغام نوع انسان کے نام" کے موضوع پر ہندوؤں کے شہر میں بازار ہی کے ایک حصہ میں جلسہ کرنے کا اعلان کرا دیا۔ راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں اور میرا ساتھی ٹین بجا بجا کر ہندوؤں اور سکھوں کے محلوں میں انہیں جلسہ میں شامل ہونے کی دعوت دیتے پھر رہے تھے تو ہندو سکھ ہمارے منہ کی طرف حیرانی سے دیکھتے تھے۔ ہوا یوں کہ جماعت احمدیہ فریق قادیان کے ایک درویش منش مبلغ مولانا غلام رسول راجیکی اپنے گاؤں کی طرف آتے جاتے مولوی صاحب کے پاس ہی آرام کیا کرتے تھے اس روز بھی وہ اپنے شاگرد کے ہمراہ ٹھہرے ہوئے تھے کہ والد صاحب کی تجویز پر تقریر کا پروگرام بن گیا۔ پہلے تو مولانا راجیکی صاحب نے خالصتہً ہندو آبادی کے شہر میں اس تجویز پر عمل کرنے کا متوقع نتیجہ بتایا جس کا اثر غریب مسلمانوں پر ہونے کا احتمال تھا۔ مگر پھر اللہ کے بھروسے پر وہ بھی آمادہ ہو گئے۔ بعد شام آٹھ بجے جلسہ ہونا تھا۔ والد صاحب کے پاس اپنی تین دکانیں تھیں انہیں وقت سے پہلے بند کر کے آگے دریاں پھیلا کر پیچھے بنچ اس طرح رکھ دیئے کہ کوئی آزادانہ شرارت نہ کر سکے۔ پہلے تو ہندوؤں اور سکھوں نے آ کر ڈرایا دھمکایا مگر سب کو ہنس ہنس کر جواب دیتے رہے اس کے ساتھ ہی انہوں نے دوراندیشی سے کام لے کر سرکاری نامزد ممبر کمیٹی جناب صوفی محمدالدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی کو جلسہ کی صدارت کے لئے آمادہ کر لیا۔ اس لئے ہندوؤں، سکھوں کو ہٹانے کی جانب دوڑنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جب دھمکی کارگر نہ ہوئی تو کہنے لگے جلسہ کے لئے یہ جگہ تنگ ہے، ساری آبادی جلسہ سننے کے لئے آ رہی ہے غلہ منڈی میں جلسہ کرو۔ مگر والد صاحب نے ان کے اصل مقصد کو بھانپ کر جگہ کی تبدیلی مناسب نہ سمجھی۔ جلسہ ہوا اور خوب ہوا۔ کوئی چار پانچ سو کی حاضری تھی۔ سامعین میں ہندو سکھ بھی شامل تھے۔ منڈی بہاؤالدین کے در و دیوار نے پہلی بار ایک احمدی کی زبان سے نوعِ انسانی کے نام اسلام کا پیغام سنا۔ مولانا راجیکی نے اپنے مضمون کو اس خوبی سے نبھایا کہ غیرمسلم تعلیم یافتہ طبقہ عش عش کر اٹھا۔ آپ نے دلائل سے ثابت کیا کہ تمام مذاہب اپنے وقت پر سچے ہونے کے باوجود مٹی کے ایک دیئے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اب اسلام کا سورج نکل آنے کے بعد سب کو اپنے اپنے دیئے بجھا کر اس سورج سے فائدہ اٹھانا چاہیئے کیونکہ کوئی باہوش آدمی دن کی روشنی میں دیا جلائے رکھنے کی حماقت نہیں کرتا۔

دوسرا جلسہ:

اسی طرح ایک دفعہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب (امیر قوم) کو بلا کر غلہ منڈی میں "اسلام دینِ فطرت ہے" کے موضوع پر تقریر کرائی۔ حضرت مولانا نے بھی دین فطرت کی ایسی لطیف پیرایہ میں تشریح فرمائی کہ ہر ایک ذرہ سے لے کر انسان تک کی فطرت کے قوانین کی پابندی پر ایسے طریق سے روشنی ڈالی کہ غیرمسلم بھی سب علانیہ کہنے لگے کہ پھر تو ہم بھی مسلمان ہیں اور آپ کے مولوی صاحب نے ہمارا مسلمان ہونا دلائل سے ثابت کر دیا ہے۔ یہ جلسہ بھی بڑا کامیاب رہا۔ آخر کار قرآن اور رسولؐ کا یہ سچا عاشق اور امام زماں کی برکات کا حقیقی وارث ۹۷ برس کی عمر میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔

اے خدا بر تربتِ او بارشِ رحمت ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

— * * * —

اظہارِ تشکر

ہم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقت اور اپنے دیگر تمام بھائیوں اور بہنوں کی اس ہمدردی اور غمگساری کے لئے نہایت ممنون و مشکور ہیں جس کا اظہار انہوں نے ہماری والدہ کی وفات کے موقع پر ہم سے کیا اور تعزیت کے لئے باہر سے آنے والے ہمارے مہمانوں کی بڑے خلوص اور محبت سے دیکھ بھال اور خاطر تواضع کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہمارے اس صدمہ اور غم میں شرکت کے لئے جزائے خیر دے۔ آمین۔ ہمارے لئے چونکہ سب کا علیحدہ علیحدہ شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں اس لئے ہمیں امید ہے کہ اخبار کے ذریعہ ہمارا یہ اظہار تشکر وہ قبول فرما لیں گے۔

(احمد صادق۔ محمد صادق۔ خلیل الرحمٰن)

از قلم: مکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درس قرآن —— سبق نمبر ۵۶

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ
مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ
الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ
وَ تُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ ز وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ
تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ز وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

ترجمہ:- کہو اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہاتھ میں تو بھلائی (ہی) ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو مُردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ (آل عمران ۳ - ۲۵-۲۶)

یہ زمین اور آسمان جس نے پیدا کئے ہیں ظاہر ہے کہ وہی اُن کا مالک ہے۔ اور جو مالک ہوتا ہے وہی اصل حاکم ہوتا ہے۔ انسان تو اس دُنیا میں ماں کے پیٹ سے خالی ہاتھ آتا ہے اور خالی ہاتھ قبر میں جا لیٹتا ہے۔ مگر یہ کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ تو پسِ پردہ ہے اور انسان بظاہر زمین پر حکومت کرتا نظر آتا ہے؟ قرآن حکیم بھی عجیب کتاب ہے کہ ہر ضروری سوال کا جواب دیتا ہے۔ واذ قال ربّک للملٰئکۃ انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ (البقرۃ ۲ - ۳۰) "اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ مَیں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں"۔ اور یہ حضرتِ انسان ہیں۔ تو انسان کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ وہ اصل بادشاہ کا محض خلیفہ ہے۔ اور خلیفہ جب اپنے بادشاہ کے حکم کے ماتحت نہ چلے یا نااہل ثابت ہو تو بادشاہ ایسے خلیفہ سے ملک لے لیتا ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ بڑے بڑے شہنشاہ اور پریذیڈنٹ اور وزیرِ اعظم اپنی حکومت کھو بیٹھتے ہیں اور ہرگز، ہرگز اپنی مرضی سے نہیں گئے۔ تو کوئی اور حاکم اعلےٰ ہے جس نے ایسا کیا۔ اللہ تعالےٰ کے مالک الملک ہونے کا یہی ثبوت ہے کہ وہ جب چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے حکومت دے دیتا ہے، اور جب چاہتا ہے جس سے چاہتا ہے حکومت لے لیتا ہے۔

پھر فرمایا وتعزّ من تشآء وتذلّ من تشآء تُو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے۔ حکومت یا بادشاہت میں سب میں زیادہ کشش عزت اور نام و نمود کی ہوتی ہے۔ تو فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ تم بادشاہ یا صدر یا وزیرِ اعظم یا وزیر بن جاؤ تو عزّت تمہیں نصیب ہوگی۔ بلکہ میں نے تو دیکھا ہے کہ اچھا خاصہ عزت والا آدمی ہوتا ہے مگر جہاں وزیرِ اعظم بنا تو شروع میں تو لوگ سلام کرتے اور گلے میں ہار ڈالتے اور نعرے لگاتے ہیں مگر جلد ہی وہ اپنی پہلی تھوڑی بہت عزت کھو کر لوگوں کے اعتراضوں اور عیب جوئی کا نشانہ بن کر اپنی عزت کھو بیٹھتا ہے اور بعض دفعہ ذلیل ہو کر وزارت سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے یا الیکشن میں بُری طرح ہار کر اور رُسوا ہو کر گھر آ بیٹھتا ہے اور بعض تو قید خانوں میں جاتے اور پھانسی تک دے دیئے جاتے ہیں۔ ہاں جو بادشاہ یا صدر یا وزیر اچھے کام کرتے ہیں اور اپنا گھر بھرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ملک و قوم کی بے نفسی سے خدمت کرتے ہیں تو وہ عزّت بھی پاتے ہیں۔ اسی لئے اگر آج کی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے تو ساتھ ہی فرمایا بیدک الخیر تیرے ہاتھ میں تو بھلائی ہی ہے۔ اس لئے اگر اللہ تعالےٰ کسی انسان یا قوم کو حکومت دیتا ہے تو اس کی بھلائی کے لئے ایسا کرتا ہے مگر اگر وہ انسان یا قوم ہی بدیوں میں پڑ جائے اور خدا کی باغی ہو جائے تو اگر اللہ تعالےٰ اس سے حکومت لے لیتا ہے تو یہ بھی اُسکی رعایا کی بھلائی کے لئے کرتا ہے ورنہ بدکار اور ظالم حاکم سے رعایا سخت دُکھی ہوتی ہے۔

اگلے الفاظ ہیں انّک علیٰ کلّ شیءٍ قدیر بے شک تو ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔ جب کوئی انسان یا قوم حاکم ہو تو وہ سمجھتی ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے مگر نہ تو وہ حکومت باقی رکھنے میں قدرت رکھتی ہے اور نہ اپنی عزت قائم کرنے میں۔ اللہ تعالےٰ کے علیٰ کلّ شیءٍ قدیر کا نظارہ ہم نے اپنی آنکھوں سے اس ملک پاکستان کے بننے میں دیکھا کہ بعض مسلمان نہ صرف اقلیت یعنی MINORITY تھے بلکہ کمزور اور بے ساز و سامان تھے۔ ہندو جو بھاری اکثریت میں تھے پاکستان بننے کے خلاف تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہماری لاشوں پر سے پاکستان لینا۔ سکھ جو طاقتور اور جنگ جُو قوم تھی وہ لوگ بھی پاکستان کے خلاف تلواریں نکال کر کھڑے ہو گئے تھے۔ خود حاکم قوم یعنی انگریز پاکستان کے خلاف تھے۔ تمام دُنیا کی پبلک OPINION یعنی رائے ہندوؤں اور انگریزوں کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر پاکستان کے خلاف تھی۔ خود مسلمانوں کا ایک حصہ جو نیشنلسٹ مُسلمان کہلاتے تھے پاکستان کے خلاف تھے مگر اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ میں بھلائی ہی بھلائی ہے اُس نے اس برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ کے لئے جو چاہا کیا اور اس کی خبر پہلے سے اپنے نیک بندوں کو دے بھی دی تھی اور پاکستان اُن تمام اور شدید مخالفتوں کے باوجود بن گیا۔ بے شک اللہ تعالےٰ علیٰ کلّ شیءٍ قدیر ہے۔

اگلی آیت یُوں ہے تولج الّیل فی النّہار وتولج النّہار فی الّیل و تخرج الحیّ من المیّت وتخرج المیّت من الحیّ وترزق من تشآء بغیر حساب یعنے تُو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں

داخل کرتا ہے اور تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ جن باتوں کا یہاں ذکر ہے وہ روز ہماری آنکھوں کے آگے ہوتی ہیں مگر ہم ان کے بارہ میں کبھی سوچتے نہیں کہ کس کے عمل دخل کو صاف بتارہی ہیں۔ رات چھائی ہوئی ہو تو خدا کے سوا کون ہے جو رات کو ہٹا کر دن کو لے آئے؟ رات میں انسان بالکل بیکار ہو جاتا ہے یا کم سے کم اس کی کارکردگی پہ اثر پڑتا ہے۔ اور جب دن چڑھا ہوتا ہے اور انسان کام کاج میں مستعدی سے لگا ہوتا ہے اور دولت کما رہا ہوتا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ رات آئے مگر کون ہے جو رات کو آنے سے روک سکتا ہے؟ اسی طرح انسان اور حیوان اور نباتات موت یعنے نیست سے ہست یعنے زندگی پا رہے ہوتے ہیں اور زندگی پہ موت بھی آ رہی ہوتی ہے اور یہ چیزیں اہم ترین ہیں مگر انسان بالکل بے بس ہے۔ موت اور زندگی کے ذکر سے مجھے یاد آیا کہ انسان کے جسم میں ہر آن اس کے CELLS (خلیئے) مر رہے ہوتے ہیں اور نئے پیدا ہو رہے ہوتے ہیں یہاں تک کہ تین سال کے اندر انسان کا جسم بالکل نیا ہو جاتا ہے۔ تو موت اور زندگی کا سلسلہ انسان کے اپنے اندر ہر آن جاری ہے۔ اسی طرح تمام نسل انسانی ہر قسم کا رزق زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر ملنے کے لئے ہر آن کوشش میں لگی ہوتی ہے۔ مگر انسان اپنی طاقت یا بس سے رزق کو زیادہ یا بہتر نہیں کر سکتا۔ یہاں یہ بتا دوں کہ رزق کے معنے خالی کھانے پینے کی چیزوں کے نہیں بلکہ جو کچھ بھی اللہ تعالےٰ سے انسان کو ملتا ہے وہ رزق ہے اور اس میں دولت نمبر ۱ ہے۔ پر کون ہے جو اپنی مرضی سے جو چاہے کما سکتا ہے؟ اور میرا ساری عمر کا تجربہ ہے کہ جن کو دولت کے انبار ملتے ہیں وہ اکثر نہ تو دنیاوی قابلیت اور نہ عقل کے معاملہ میں دوسروں سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ واقعی اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

تو اس ظاہری مظاہرہ کا ذکر باطنی باتوں کو سمجھانے کے لئے فرمایا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ جو اصل مالک ہے، ملک کا وہ جس کو چاہے ملک کا حاکم بنا دیتا ہے۔ حکومت اگر افراد کو ملتی ہے تو قوموں کو بھی آزادی مل کر اپنی حکومت خود کرنے کو ملتی ہے۔ تو یہاں فرمایا کہ آزادی یا حکومت ملنے پر خوش ہو کر خدا کو نہ بھول جانا۔ نہ صرف یہ کہ حکومت یا آزادی مل کر کھوئی جا سکتی ہے بلکہ مصیبتوں کا آنا جانا جس کو رات اور دن سے تشبیہہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ وہ بطور سزا یا بطور امتحان مصائب اور تکلیفوں کو تم پر لا سکتا ہے۔ اگر آ جائیں تو توبہ استغفار کرو اور صبر و استقامت کا نمونہ دکھاؤ کہ وہ رات کو لاتا ہے تو لے بھی جاتا ہے اسی طرح غلامی میں صدیوں رہنے سے قوم مردہ ہو جاتی ہے تو گھبراؤ مت اور صبر اور محنت سے کام کرو اور خدا سے التجا کرو تو وہ مردہ کو زندہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ آزادی اور اپنی حکومت مل بھی جائے اور مصیبتوں اور تکالیف کی رات نہ بھی چھائی ہو تو بھی اگر رزق میں تنگی ہو تو بھی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ رزق کے معنی خالی کھانا پینا نہیں بلکہ دولت اور تمام نعمتیں ہیں جو اللہ تعالےٰ سے انسانوں کو ملتی ہیں۔ انہیں پا کر ہی آزادی یا اپنی حکومت کا مزہ آتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ مل کر یعنے آزادی، اپنی حکومت، عزت، زندہ قوم اور

بافراط رزق، انسان خُدا سے غافل ہو جاتا ہے حالانکہ ہم سے پہلے بھی اُس نے قوموں کو اگر یہ چیزیں دیں تو ان کی ناشکری یا بدعملی یا خُدا سے باغی ہو جانے پر اُن سے لے بھی لیں۔ نسلِ انسانی کی تمام تاریخ اس کی گواہ ہے۔ اس لئے ان نعمتوں کو پاکر خُدا سے غافل ہو جانا یا بدعملیوں میں پڑ جانا یا خُدا سے باغی ہو جانا جس طرح پہلی قوموں کو تباہ کرتا رہا ہم کو بھی کر سکتا ہے۔

آج کی آیات کا ایک اور پہلو بھی ہے جس کا موجودہ زمانہ سے خاص تعلق ہے اور وہ میں انشاء اللہ اگلے درس میں عرض کر دوں گا۔

اعتذار

ـــــ از قلم نصیر احمد فاروقی

قارئین کرام نے جہاں میرے درس قرآن حکیم کے سلسلہ کو بے حد پسند فرمایا ہے اور اس کا اظہار براہِ راست یا بالواسطہ فرمایا ہے وہاں کتابت یا طباعت کی بعض خامیوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے میں ان کا مشکور ہوں۔ میری شروع سے انتہائی کوشش رہی ہے کہ یہ درس القرآن پاک کتابت یا طباعت کی خامیوں سے بھی پاک ہوں۔ بعض غلطیوں سے میرا مفہوم ہی قارئین کے سمجھ نہ آنے کا امکان ہے اور بعض غلطیوں سے تو مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔ بعض قدر دانوں کے اصرار پر میں ان درسوں کی پہلی جلد (مشتمل بہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرۃ) کتابی شکل میں بھی چھپوانے لگا ہوں۔ مگر وہاں بھی (میرے پروف ریڈنگ کے باوجود) کتابت کی ہی غلطیاں یا سہو میرا دل توڑ رہے ہیں۔ بدقسمتی سے بے عیب کتابت میسر نہیں آ رہی ہے قارئین کرام میری مدد دعا سے فرمائیں۔ پچھلے دو درس (۵۳ و ۵۴) میں جو غلطیاں میں نے ایک سرسری نگاہ میں نوٹس کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ جو اصحاب ان درسوں کو اخبار سے نکال کر اپنی فائل بنا رہے ہیں (جیسا کہ انہوں نے مجھے بتایا ہے) وہ مہربانی کر کے اصلاح فرما لیں۔

درس نمبر ۵۳

صفحہ نمبر	کالم نمبر	متن کی سطر نمبر	غلط	صحیح
اوّل	اوّل	۵	اُمَّۃٌ	اُمّۃٌ
اوّل	اوّل	۶	زَیْغٌ	زَیْغٌ
اوّل	اوّل	۷	تَاوِیْلِہٖ	تَاوِیْلِہٖ ج
اوّل	اوّل	۷	تَاوِیْلَہٗ ج	تَاوِیْلَہٗ
اوّل	اوّل	۷	اللّٰہُ	اللّٰہُ م
اوّل	اوّل	۹	رَبَّنَا	رَبَّنَا ج
دوم	اوّل	۲۱	تو وہ	تو انکے اصل معنے اسوقت کھُل کر وہ

(درس قرآن سبق ۵۴)

صفحہ	کالم	متن کی سطر نمبر	غلط	صحیح
اوّل	اوّل	۲۸	کرز جس	کرنا جس
دوم	اوّل	۱۷	ایندھن نہیں	ایندھن نہیں
دوم	اوّل	۲۵	اس لفظ	اس لئے لفظ

نوٹ:۔ میں نے صفحات نمبر ہر درس کے اپنے لئے ہیں نہ کہ اخبار کے،

(بقیہ صفحہ ۲ سے آگے)

شریف کے پڑھنے سے رونا غالب آجاتا ہے۔

احادیث میں ام ایمن کا ذکر آتا ہے جنہیں حضرت آمنہ کے پاس رہنے کا موقعہ ملا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضانت و تربیت زیادہ تر انہیں سے متعلق تھی۔ جب آپ نے انتقال فرمایا تو وہ بہت رنجیدہ ہوئیں اور رونے لگیں۔ حضرت ابوبکر رضہ اور عمر رضہ کے سمجھانے پر بولیں۔ یہ تو مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلعم سے مفارقت ہو گی لیکن میں تو اس امر پر روتی ہوں کہ اب ہم سے آسمانی وحی (قرآن) کے نزول کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا ہے۔

یہ تھے آپ کے صحابہ اور صحابیات جو جذبۂ ایمان اور شوق قرآن سے سرشار تھے۔ قرآن نے ان کے اس جذبہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

"جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوشی سے وجد میں آجاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیات (قرآن) پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں۔" (الانفال: ۳)

اسلامی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ مکہ کے ابتدائی ایام میں جبکہ قریش کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف چند افراد پر مشتمل تھی۔ رسول اللہ صلعم کے سوا اور کسی میں یہ علانیہ تلاوتِ قرآن کی جرأت نہیں کی جاتی تھی۔ ایک روز مسلمانوں کی اس قلیل جماعت نے سوچا کہ قریش نے اب تک بلند آواز سے قرآن نہیں سنا انہیں سنایا جائے لیکن کون سنا سکے گا؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آگے بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کیا اس پر کہا گیا کہ اس کام کے لئے ایک ایسا شخص درکار ہے جس کا خاندان وسیع ہو تاکہ وہ کفار کے دستِ ستم سے محفوظ رہے۔ یہ سن کر عبداللہ نے جوشِ ایمان سے فرمایا:

"مجھے چھوڑ دو! اللہ میرا محافظ ہے۔"

دوسرے دن اسی جگہ پہنچے جہاں مشرکینِ قریش جمع تھے۔ اور وہاں آپ نے بلند آواز سے قرآن کی تلاوت فرمائی۔ تمام مجمع غیظ و غضب سے مشتعل ہو کر ان پر ٹوٹ پڑا اور اس قدر مارا کہ منہ سوج گیا۔ مشرکین مارتے مارتے تھک گئے لیکن ان کی زبان اللہ کا کلام سناتی رہی۔

صلحائے امت

صحابہ کرامؓ کے زمانہ کے بعد بھی یہی نظارہ نظر آتا ہے جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کی سوانح حیات کو پڑھا ہے ان پر یہ امر واضح ہے کہ جب آپ نے والد بزرگوار کے ارشاد سے سیالکوٹ میں ملازمت اختیار کر لی۔ یہ زمانہ آپ کی جوانی کا تھا (جبکہ ایسے زمانے میں ایک نوجوان دنیا کی لالچ میں پڑ کر اس کے حصول کے لئے تگ و دو کرتا ہے) مگر قرآن سے عشق ہے۔ کچہری میں اپنا فرضِ منصبی ادا کرنے کے بعد واپس آ کر اگر کوئی کام یا مشغلہ ہے تو صرف قرآن کی تلاوت کا۔ اگر بیٹھے ہیں تو قرآن پڑھ رہے ہیں اگر چل رہے ہیں یا ٹہل رہے ہیں تو قرآن کا ورد زبان پر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے کہ آپ کو قرآن سے عشق تھا۔ اور یہی قرآن کے عشق کا نظارہ ہم امت کے تمام صلحا اور اہل اللہ کی زندگیوں میں دیکھتے ہیں جیسا کہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

آں ہمہ را بود فرقاں راہبرے
ہر یکے زاں دُر شدہ ہمچو درے

"یہ قرآن، ان تمام برگزیدہ لوگوں کی راہنمائی کا ذریعہ ہے جنھوں نے اسکے دروازے سے گذر کر گراں قدر موتی کی شکل اختیار کر لی ہے۔"

اسی مفہوم کو دوسری جگہ اس طرح ادا کیا ہے۔

زعشاقِ فرقاں و پیغمبریم + بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

"ہم اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے اپنے نبی سے اور قرآن سے عشق پیدا کر رکھا ہے۔ ہماری زندگی اسی طرح گذری ہے اور آئندہ بھی اسی حالت پر رہ کر گزرے گی۔"

پھر قرآن کے دلکش حسن پر اپنی خوشی کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

صد بار رقص ہا کنم از خرّمی اگر
بینم کہ حسنِ دلکشِ فرقاں نہاں نماند

اگر میں قرآن کے دلکش حسن کو دیکھ لوں کہ وہ نمایاں ہو کر انسانی دنیا پر جلوہ فگن ہو گیا ہے تو اس خوشی میں بارہا رقص انداز ہو کر اپنے دلی جذبات کا اظہار کرنے لگوں۔

یہ ہے قرآن کریم کی وہ جاذبیت اور اس کا اثر جو اس نے اپنے پڑھنے اور سننے والوں پر چھوڑا ہے۔

باقی آئندہ

جماعت کی شیرازہ بندی اطاعت امیر میں ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

"جس نے میری اطاعت کی (صحیح معنوں میں) اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری فرمانبرداری نہ کی (وہ میری ہی نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے بھی دست کش ہو گیا جس نے امیر قوم کی فرمانبرداری کی گویا اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے امیر کی فرمانبرداری سے انکار کیا (یقیناً) وہ میری فرمانبرداری سے نکل گیا۔ لاریب امیر بمنزلہ ڈھال کے ہے جس کی قیادت میں قتال (یا اعلائے کلمۃ اللہ) کیا جاتا ہے اور اسی کی قیادت میں ہر قسم کا بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ پس اگر وہ تقوی اللہ کا اور عدل و انصاف کا حکم کرے تو اس کے (امیر کے) لئے بہت بڑا اجر ہے۔ اگر تقوی اللہ اور عدل و انصاف کے سوا حکم کرے تو گناہ کا مرتکب ہو گا۔"

باہتمام المدد پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر نا صر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۸ فروری ۱۹۸۴ء جلد ۷۱ شمارہ ۶

جلد:- ۷۱ | یوم چہارشنبہ ۱۲ جمادی الاول ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۸۴ء | شمارہ: ۷

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

خدا اس جماعت کو ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آئے

میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اور نماز پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا قبول کریگا اور مجھے دکھائیگا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں ہے میں اور میرا خدا ان سے بیزار ہیں۔ میں بہت خوش ہوں گا اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کر لیں کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقوٰی اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھا ہو۔ لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جائیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے اور نہ ان کی نظر پاک ہے اور نہ ان کے ہاتھ سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں۔ اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں رہتا اور اسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔

جو شخص میری اس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اس کی ہستی پر آ جائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرام کاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے اور اپنی تمام خود روی کو الوداع کہہ کر میرے پیچھے ہو لے۔ میں اس شخص کو اس کتے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں مردار پھینکا جاتا ہے۔ اور جہاں سڑے گلے مُردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔

کیا میں اس بات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں اور اس طرح پر دیکھنے کے لئے ایک جماعت ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کر دے گا جو صدق اور وفا میں ان سے بہتر ہو گی۔ یہ آسمانی کشش کام کر رہی ہے جو نیک دل لوگ میری طرف دوڑتے ہیں۔ کوئی نہیں جو آسمانی کشش کو روک سکے ؛

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۷۶)

مکرم جناب مولانا احمد گل صاحب، لاہور، قسط ۳

اے بے خبر بخدمتِ قرآں کمر ببند

٭ تلاوتِ قرآن

"تلاوتِ قرآن جس کے معنی امام راغب نے قرآن کی پوری پوری پیروی کرنا کے لکھے ہیں۔ اس پیروی کے دو الگ الگ رنگ ہیں، ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ قرآن کے ظاہری آداب کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو پھر اس کے باطنی حقائق و معارف کی تہہ تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔ ظاہری آداب کیا ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں:

٭ پاکیزگی

تلاوت سے پہلے پاکیزگی اور صفائی کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا یمسہ الا المطھرون (الواقعہ: ۷۹) "قرآن کو وہی لوگ چھوتے ہیں جو پاک صاف ہوتے ہیں"

قرآن کے چھونے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے علوم معارف اور حقائق و دقائق، صرف ان لوگوں پر کھلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پاک باز اور صاف ستھرے ہوتے ہیں۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ قرآن کو وہی لوگ چھوئیں جو پاک صاف ہوں۔ ہاتھوں اور جسم پر آلودگی اور جنابت و غلاظت کی حالت اور عورتوں کے ایام مخصوصہ۔ یہ ایسے مواقع ہیں جن میں قرآن کے چھونے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تلاوت کرنے والے کے خیالات و جذبات اور تلاوت کی جانے والی جگہ بھی پاک صاف ہونی چاہیئے۔ پاکیزگی کے بارہ میں ارشاد ہے الطھور شطر الایمان پاکیزگی ایمان کا ایک حصہ ہے (مشکوٰۃ)

٭ ماحول

جسم کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ تلاوت کے لئے ماحول کا بھی صاف اور ستھرا ہونا ضروری ہے۔ شور و غل، کھیل کود، لہو و لعب۔ گانا بجانا وغیرہ، یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے تلاوت میں خلل پیدا ہو کر حاصل ہونے والے مقصد سے توجہ ہٹ سکتی ہے جس کے نتیجہ میں برکات و افضال سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا اسی لئے فرمایا واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون (الاعراف ۲۰۵) "اور (اے لوگو!) جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنا کرو اور چپ رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"

اس آیت کے اس حکم میں دو قسم کے لوگوں کو خطاب ہے،

۱۔ وہ لوگ جو تلاوت کرنے والے کی تلاوت کو سن رہے ہوں۔

۲۔ وہ جو بنفس خود تلاوت کر رہے ہوں۔

تو فرمایا کہ جو لوگ تلاوت سن رہے ہیں۔ وہ قرآن کو توجہ سے سنیں اور خاموش رہیں تاکہ تلاوت کرنے والے کی توجہ کسی دوسری طرف منعطف نہ ہونے پائے۔ اور جو لوگ خود تلاوت کر رہے ہیں ان کے متعلق یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تلاوت کرنے سے پہلے وہ پُرسکون ماحول کو دیکھ لیا کریں تاکہ ان کی توجہ پوری طرح تلاوتِ قرآن پر قائم رہ سکے؛

٭ استعاذہ

جسم اور ماحول کی پاکیزگی کے بعد جب قرآن کی تلاوت شروع کی جائے تو شروع کرنے سے پہلے استعاذہ یعنے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کا پڑھنا ضروری ہے۔ جس طرح مال و متاع اور دوسری قیمتی اشیاء کی حفاظت اور دیکھ بھال کی جاتی ہے انہیں دشمن کے دست و برد سے بچایا جاتا ہے بعینہ اسی طرح ایک مسلمان کے لئے جیسے قرآن سب چیزوں سے بڑھ کر عزیز ہے اسکے فیوض و برکات کے حصول پر شیطان کے حملے کو روکنے کے لئے اعوذ باللہ کا پڑھنا ضروری ہے۔ فرمایا فاذا قرات القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ (النحل ۹۸) "جب تو قرآن پڑھنے لگے تو مردود شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ کی پناہ مانگ لیا کر"

٭ تسمیہ

حضرت نبی کریم صلعم کی ایک حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہر نیک اور فائدہ مند کام کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرنا چاہیئے تاکہ وہ کام حصولِ برکت کا موجب بن سکے۔ ورنہ اس میں ظاہراً یا بطور باطنی طور پر کسی نہ کسی رنگ میں نقص پیدا ہو جانے کا شائبہ ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں جس قدر سورتیں ہیں ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ کا نزول ہوا ہے۔ تو اس سے ہمیں اس امر کا اشارہ ملتا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت بار بار اللہ تعالیٰ سے مدد اور برکت طلب کی جائے تاکہ تلاوت کرنے والا اس روحانی غذا سے پورے طور پر فائدہ حاصل کر سکے جس کی اسے ضرورت ہے۔ آپؐ نے اس روحانی غذا کے علاوہ مادی اور جسمانی غذا کے کھانے پر بھی بسم اللہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے اذا اکل احدکم فلیذکر اسم اللہ تعالیٰ۔ (ابوداؤد) "تم میں سے کوئی جب کھانا کھانے لگے تو اللہ کا ذکر یعنے بسم اللہ پڑھ لیا کرے"

الغرض قرآن مجید جو کہ ایک اعلےٰ درجہ کی روحانی غذا ہے اسکی تلاوت سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔

٭ خوش الحانی

قرآن کی تلاوت کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ اسے خوش الحانی

(بقیہ صلا پر)

از قلم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب، لاہور۔

درس قرآن ۔ سبق ۵۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (آل عمران۳ ۔ ۲۵ ۔ ۲۶)

ترجمہ:۔ "کہو اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے ۔ تیرے ہی ہاتھ میں (سب) بھلائی ہے ۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور مُردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مُردہ کو نکالتا ہے ۔ اور تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔"

میں نے پچھلے درس میں جو انہی آیات پر تھا عرض کیا تھا کہ یہ زمین اور آسمان جس نے پیدا کئے ہیں ظاہر ہے کہ وہی ان کا مالک ہے ۔ اور جو مالک ہوتا ہے اصل حاکم وہی ہوتا ہے ۔ انسان جو خالی ہاتھ ماں کے پیٹ سے آتا ہے اور خالی ہاتھ قبر میں جا لیٹتا ہے وہ اس اصل بادشاہ کا خلیفہ ہے ۔ انسانوں میں سے جسے چاہے اللہ تعالیٰ لوگوں پر حاکم کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اُسے ہٹا دیتا ہے حالانکہ وہ حاکم سر پیر کا زور لگاتا ہے کہ وہ حکومت کو نہ کھوئے بیدک الخیر کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھلائی کے لئے کسی کو حکومت دیتا ہے اور اگر وہ شخص حکومت کو کھو بیٹھتا ہے تو وہ اس کا اپنا قصور ہے ۔

حکومت افراد (یعنے کسی ایک شخص) کی بھی ہوتی ہے اور قوموں کی بھی ۔ اور پچھلی چند صدیوں میں مغربی اقوام کو جیسی عالمگیر حکومت حاصل ہوئی اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ مثلاً انگریز قوم جو ایک چھوٹے سے جزیرہ سے اٹھی وہ تمام دنیا پر چھا گئی یہاں تک کہ فخر یہ کہا جاتا تھا کہ سلطنتِ برطانیہ پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا دنیا کے جغرافیہ کے نقشوں پر سلطنت برطانیہ کو سُرخ رنگ سے دکھایا جاتا تھا ۔ اور اس زمانہ کے نقشوں کو دیکھو تو ہر طرف سُرخ رنگ چھایا ہوتا تھا ۔ انگریزوں کے علاوہ دوسری مغربی طاقتوں کی بھی نو آبادیات (COLONIES) براعظم افریقہ اور ایشیا اور ویسٹ انڈیز وغیرہ میں پھیلی ہوئی تھیں ۔ کیا یہ عالمگیر غلبہ ان قوموں نے خود بخود حاصل کر لیا تھا ؟ ہرگز نہیں بلکہ جیسا کہ آج کی قرآنی آیات بتاتی ہیں ملک کا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ۔ اسی کی مرضی سے ایسا ہوا اور اسکی پہلے سے خبر اس نے قرآن مجید میں دے دی تھی جیسا کہ مثلاً فرمایا حتّٰی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون (الانبیاء ۲۱ ۔ ۹۶) یعنے "یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائیگا اور وہ ہر بلند مقام سے تیزی سے نکل پڑیں گے۔" یاجوج اور ماجوج کو مفسرین اور واعظوں نے ایک عجیب الخلقت مخلوق کا تصوّر دیا ہوا تھا ۔ یہاں تک کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے جو مجدد صدی چہاردہم اور امام وقت تھے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر یہ راز کھولا کہ یاجوج اور ماجوج دراصل مغربی عیسائی قومیں ہیں جو اس زمانہ میں آکر کھول دی گئیں یعنے نہ صرف یہ ظاہر کر دیا گیا کہ وہی یاجوج ماجوج ہیں بلکہ ان کو اس رنگ میں بھی کھول دیا گیا کہ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں سے جہاں وہ بند تھیں نکل کر تمام دُنیا پر چھا گئیں ۔ ان کا ہر بلند مقام سے تیزی سے نکل پڑنا جس کا ذکر قرآن مجید نے فرمایا ہے یہ بتاتا ہے کہ وہ تمام عمدہ اور لینے کے قابل مقامات پر قابض ہو جائیں گی ۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے انکشاف کو اس وقت تو لوگوں نے نہ سمجھا یا سراہا ۔ مگر اب سب کی سمجھ میں آگیا ہے چنانچہ مشہور شاعر اور فلسفی ڈاکٹر سر محمد اقبال نے بھی لکھا ہے ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ ینسلون

یاجوج اور ماجوج کے ہر بلندی یعنے برتری کے مقام سے نکل پڑنے کی اچھوتی تفسیر حضرت مولانا محمد علی صاحب رح مشہور مفسر قرآن کریم و امیر جماعت احمدیہ لاہور نے اپنی کتاب "تحریکِ احمدیت" کے صفحہ ۱۱۴ پر بیان فرمائی ہے "اسکے ایک ہی معنی ہو سکتے ہیں یعنے یہ کہ یورپ کا تسلط دنیا پر ہو جائے گا بلکہ کل حدب کا لفظ استعمال کر کے یہ بھی بتا دیا کہ یہ تسلط صرف ملکوں اور جسموں پر ہی نہ ہوگا بلکہ خیالات اور علوم پر بھی ہوگا کیونکہ حدب کے معنی کے اندر یہ امور بھی آجاتے ہیں ۔ اور یورپ کا دنیا کے ممالک اور دنیا کے عام خیالات پر تسلط الفاظِ قرآنی کی صداقت کا کھلا گواہ ہے ۔ تو جو امر اس وقت اسلام کی کمزوری اور مغلوبیتِ ظاہری کا سامان ہو گیا خود وہی اسلام کی صداقت کی بھی بیّن دلیل ہے۔"

یورپ جس نے کہ تمام دنیا میں نو آبادیات (COLONIES) اور ماتحت حکومتیں قائم کیں اُس نے اپنے سیاسی اور فوجی غلبہ اور اپنی علمی (خصوصاً سائینٹیفک) ترقیات کی چمک دمک سے لوگوں کے خیالات پر چھا جانے کو کس مقصد کے لئے استعمال کیا ؟ ظاہر ہے کہ اپنی سلطنتوں اور حکومتوں اور نو آبادیات (بالفاظ دیگر دنیا پر اپنے غلبہ اور قبضہ) کو استحکام

بلکہ ہمیشگی دینے کے لئے۔ اور اس کے لئے یورپین اقوام نے اپنی ماتحت
رعایا کو اپنا ہم مذہب یعنے عیسائی بنانے کے لئے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے
ماتحت پادری مرد و عورت اور مشنریوں اور پادری مشن ڈاکٹروں اور ڈاکٹرنیوں
اور مشنری کالجوں اور سکولوں کے استادوں اور اُستانیوں کی ٹڈی دل فوج
تمام ماتحت ملکوں کے شہروں، قصبوں اور گاؤں گاؤں میں پھیلا دی اور
اُن کی تائید میں مقامی یورپین افسر ہوتے تھے جو اس زمانہ میں ہر ضلع کے
ہر محکمہ کے حاکم ہوتے تھے۔ حکومت کے ہاتھوں میں جو اختیارات ہوتے
ہیں ان کو وہ استعمال کرتے تھے لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے کہ وہ عیسائی
مذہب قبول کرلیں۔ افریقہ کے پسماندہ لوگوں کو تعلیم یا نوکری یا میڈیکل علاج
معالجہ بھی مل سکتا تھا کہ وہ عیسائی ہو جائیں۔ برصغیر جو اس وقت ہندوستان
اور پاکستان میں نہ بٹا تھا بلکہ انڈیا کہلاتا تھا اس میں لوگ افریقہ کے
جنگلیوں سے زیادہ ہوشیار تھے مگر انہیں بھی تعلیمی اداروں (سکولوں، کالجوں)
اور دواخانوں کے علاوہ نوکریاں۔ زمینوں، ٹھیکوں اور ہر قسم کی رعایتوں
سے لبھایا جاتا تھا کہ وہ عیسائی ہو جائیں۔

تاریخی اور تحریری شہادت اس بات کی موجود ہے کہ مثلاً انگریزوں
کی سرکاری پالیسی تھی کہ لوگوں کو عیسائی بنایا جائے۔ کتاب "علمائے حق
اور ان کے مجاہدانہ کارنامے" ترجمہ سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیتہ العلماء
ہند کے صفحہ ۲۵ پر ذکر ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ کے ایک ممبر مسٹر انگلس
(INGLIS) نے اس موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا

"خداوند نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان
کے زیرنگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے
سرے تک لہرائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت ہندوستان کو عیسائی بنانے
کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیئے۔ اور اس میں کسی طرح تساہل
نہیں کرنا چاہیئے"۔ خود وزیر ہند چارلس ووڈ (CHARLIS WOOD)
نے جن کے ہاتھوں میں ہندوستان کی حکومت کی باگ ڈور تھی ۱۸۶۲ء
میں ایک وفد سے جو ان سے اس بارہ میں ملا تھا کہا:- "میرا یہ ایمان ہے
کہ ہر وہ نیا عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے انگلستان کے
ساتھ ایک نیا رابطہ استوار بنتا ہے اور سلطنت کے استحکام کے لئے ایک
نیا ذریعہ ہے"۔ وزیراعظم لارڈ پامرسٹن نے پارلیمنٹ میں ایک تقریر
میں کہا:- "میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں۔ یہ ہمارا
فرض ہی نہیں بلکہ خود ہمارا مفاد بھی اس امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت
کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہو سکے فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے
کونے میں اسکو پھیلا دیں"۔

خود انڈیا میں انگریز اعلیٰ افسران اور حاکم مثلاً گورنر اس معاملہ میں کیا رائے
رکھتے تھے وہ سن لیجئے۔ لارڈ ہنری لارنس نے کہا۔

"کوئی چیز بھی ہماری سلطنت کے استحکام کا اس امر سے زیادہ موجب
نہیں ہو سکتی کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلا دیں"۔ سر ڈانلڈ میکلوڈ
نے جو پنجاب کے گورنر تھے کہا:-
"میں اپنے اس یقین کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سرزمین ہند میں اپنی
سلطنت کا تحفظ چاہتے ہیں تو ہمیں انتہائی کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ ملک
عیسائی ہو جائے"۔

جب برطانوی پرائم منسٹر اور وزیر ہند سے لیکر گورنر تک اس پالیسی کا اظہار
کرتے تھے تو ظاہر ہے کہ اس کے مطابق احکامات تمام انگریز افسران تک
پہنچے جو ہر ضلع اور سب ڈویژن میں KEY POSTS یعنے کلیدی اسامیوں
بلکہ ہر محکمہ کے انچارج تھے۔ ان کے کھلم کھلا دباؤ کے نتیجہ میں انڈیا میں
۱۸۵۷ء میں بغاوت ہوئی۔ سر سید احمد خاں جو انگریزوں کے دوست اور
خیرخواہ سمجھے جاتے تھے انہوں نے بھی اپنی کتاب اسباب بغاوت ہند میں لکھا
ہے کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انگریز افسر کھلم کھلا
لوگوں پر دباؤ ڈالتے تھے کہ وہ عیسائی ہو جائیں۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کو انگریزوں
نے اپنی فوجی طاقت سے ایسا کچلا کہ لوگوں کو پھر سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس تمام تاریخ کا قرآن حکیم کی اُن آیات سے کیا تعلق ہے جو میں
نے اس درس کے شروع میں پڑھی تھیں یہ میں انشاء اللہ اگلے سبق میں عرض
کروں گا کیونکہ اب میرا آج کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

باقی آئندہ

— ✓ —

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت ہیں اور حسب معمول خدمات
دینیہ میں مصروف ہیں۔ احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ حضور انور کی
صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی نیم شبی دعائیں جاری رکھیں۔

* ماسٹر محمد عبداللہ صاحب امریکہ سے حضور کی خدمت میں رقمطراز ہیں کہ:-
جلسہ سالانہ ۱۹۸۳ء کے حالات مجھے مختلف ذرائع سے مل چکے ہیں۔ اس کی شاندار
کامیابی میں اللہ تعالیٰ کا تصرف تھا۔ خداوند کریم اس سال کو کامیابی کے لحاظ
سے تاریخی حیثیت عطا فرمائے اور ہمیں اسلام کی تبلیغ اور جماعت کی ترقی و
مضبوطی کی مزید توفیق دے۔

* درخواست دعا:
جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا لندن میں آنکھ کا اپریشن ہونے والا ہے
ان کی آنکھ میں موتیا اتر آیا ہے احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ
اللہ تعالیٰ اس مرد مجاہد کو جلد صحت یاب کرے۔

ایک ضروری اعلان

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا پہلا رابطہ اجلاس مورخہ ۱۷ فروری بروز جمعۃ المبارک بوقت
۱۰½ بجے صبح "مسجد احمدیہ بلڈنگس" میں منعقد ہوگا۔ احباب جماعت سے شمولیت کی درخواست ہے

چوہدری ریاض احمد صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، لندن

جماعت احمدیہ لاہور کی چند منفرد و امتیازی خصوصیات

قرآن کریم نے اُمتِ مسلمہ کو جو جامع و بے نظیر دُعا سکھلائی ہے وہ ہر قسم کی افراط و تفریط کی راہوں سے بچ کر صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعا ہے۔ ہر معاملہ میں جو جسمانی ہو۔ ذہنی ہو یا روحانی، دو متضاد و غلط راہیں ہیں مگر تیسری ایک معتدل و صحیح راہ ہے۔ چنانچہ بنیادی اعتقادات اور معاملات میں جماعتِ احمدیہ لاہور نے جو متوازن طریق کار اختیار کر رکھا ہے وہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس کی کچھ تفصیل یہ ہے۔

۱۔ وحی نبوت کا دروازہ بند مگر وحی ولایت کا سلسلہ جاری ہے،

جب ہدایت کامل قرآن کریم میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دی گئی ہے اور نبوت و رسالت کا نمونہ سیرت آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا گیا تو اب ان وجوہ کے باعث نہ کسی نئی شریعت و ہدایت کی حاجت باقی رہی اور نہ ہی نئے نبی کی ضرورت، لہٰذا وحی نبوت بند۔ اور ہدایت قرآن کریم پر ختم ہو گئی۔ نبوت کا نمونہ اور تعلق باللہ کا راستہ اب آنحضرت صلعم کی ذات پر ختم ہو گیا۔ اب ایک ہی نبی و رسول کی پیروی خداتعالےٰ تک پہنچاتی ہے۔ اور ایک ہی کتاب کی ہدایت روشنی دیتی ہے۔ اب کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آئے گا۔ نہ پرانی یا نئی ہدایت کی ضرورت باقی ہے۔ یہ پہلی منفرد خصوصیت اس جماعت کی ہے جو جماعتِ احمدیہ لاہور کو دیگر مسلمان جماعتوں سے ممیّز کرتی ہے۔

۲۔ ایمانی ازدیاد۔ مضبوطیٔ عمل و جہاد کیلئے وحیٔ ولایت کا اجراء

وحی نبوت کے بند اور ہدایت و شریعت کے ختم ہو جانے کا مطلب یہ نہیں کہ اب انسان کو تعلق باللہ کی ضرورت نہیں رہی بلکہ ولایت کا سلسلہ جاری ہے۔ کیونکہ اگرچہ کتب و تاریخ میں تو دینِ اسلام موجود و محفوظ ہے تاہم اس پر عمل پیرائی کی ضرورت سے بے نیازی نہیں ہو جاتی۔ ایمانی امور پر یقین اور زندگی میں اصلاح و عمل کی حاجت ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ اسی لئے امتہ مسلمہ میں مجددین و اولیاء کا سلسلہ بموجب وعدہ فرقان و سنت جاری رکھا گیا ہے۔ چنانچہ متعدد مجددین اور ہزارہا اولیاء اللہ امت میں مبعوث ہوتے چلے آئے ہیں۔ پس چودھویں صدی کا زمانہ اپنی بے ایمانی و ضلالت کے لحاظ سے تمام زمانوں پر اپنی جہالت اور غفلت میں سبقت لے گیا تو اس ضرورتِ حقہ کو پورا کرنے کے لئے بھی ایک عظیم مجدد چودھویں صدی میں مبعوث ہوا جو زمانہ کی خصوصیات اور تعلیم کے باعث مسیح موعود کہلایا۔

جماعتِ احمدیہ لاہور اگر ایک طرف ختم نبوت اور تکمیل دین کی قلبِ سلیم سے اقراری ہے تو دوسری طرف اصلاح امت کے لئے چودھویں صدی کے مجدد کی بعثت کی قائل اور اس کی طرف آنے کی دعوت دے رہی ہے۔

۳۔ وحدت و اخوتِ ملّة اور تکفیر سے بیزاری

دین کی تکمیل کا ایک عظیم پہلو یہ بھی ہے کہ قومیت، علاقائیت۔ رنگ و نسل کی حدود سے بالاتر بنی نوع انسان کی روحانی اخوت کا سلسلہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ امت مسلمہ کی وحدت اسی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اب جو شخص بھی کلمہ طیبہ کا اقراری اور قرآن و سنت کی متابعت کا قائل ہو وہ امتِ مسلمہ کا فرد بن جاتا ہے۔ کسی اپنی علمی یا عملی کمزوری کے باعث اُسے امت کا فرد ہونے سے باہر نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ وہ دائرہ اخوت کے اندر مسلم ہی رہے گا۔ تکفیر کی عام مہلک مرض نے امتِ مسلمہ کے اتحاد و اخوت کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ پس جماعتِ احمدیہ لاہور اس بات کی قائل ہے کہ ہر کلمہ گو دائرہ اسلام کے اندر ہے اور کسی فرد یا ادارہ کو اسے اسلامی برادری سے خارج کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ بلکہ تکفیر بازی کو ایک جرم و قابل تعزیر سزا قرار دیتی ہے۔

۴۔ اصلاح امتِ محمدیہ

لیکن وحدت و اخوت اسلامی کا یہ مطلب نہیں کہ ہر مسلمان اپنی اصلاح سے بے نیاز ہو گیا ہے بلکہ جہاں کلمہ شہادت کی ادائیگی اُسے اُمت کا فرد بنا دیتی ہے اسی طرح اس اقرار کا مطلب یہ بھی ہے کہ اب ہر مسلمان قرآن کریم کی ہدایت اور رسول کریم کی سنت کے مطابق اپنی عملی زندگی میں اصلاح کی جدوجہد میں لگ جائے اسلامی ہدایت پر کاربند ہو جانا اور نمونہ رسول صلعم کی پیروی میں فنا ہو جانا ہی حقیقتِ دین اور روحِ اسلام ہے۔ اسلام میں محض داخلہ لے لینا مسلمان کی انتہائی غرض و غایت نہیں بلکہ یہ تو اس کی پہلی و ابتدائی منزل ہے۔

اس طرح جہاں جماعتِ احمدیہ لاہور اس اسلامی اخوت و وحدت کی قائل ہے کہ ہر کلمہ گو اسلامی اخوت کا فرد بن جاتا ہے وہاں اس جماعت کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ مسلمانوں کی اعتقادی غلطیوں کی اصلاح اور عملی جدوجہد میں ازدیادِ ایمان و عمل بھی جاری رہے جس کا راستہ مجدد زماں کی پیروی میں ہی ہے اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ راستہ کس قدر توازن و اعتدال کا اور صراطِ مستقیم کی راہ ہے۔

۵۔ شخص پرستی و اندھی تقلید اور انتشار و بے نظمی اور تخریب کاری

پھر یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ متابعت قرآن و سنت رسولؐ کے علاوہ کسی دینی یا دنیاوی لیڈر کی اندھی تقلید اگر ضلالت و گمراہی کی جانب لے جاتی ہے تو یقیناً یہ انفرادیت کا جمود اور انتشار کی راہ ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کے لئے جہاں یہ ضرورت ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں کو ارباباً من دون اللہ کا درجہ دے کر خلاف قرآن و سنّت ان کی بات نہ مانے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ انفرادیت و انتشار کے راستہ سے بھی اجتناب کرے تا جماعتی قوت و اتحاد سے

دینی جہاد میں ترقی ہو۔ اب اس پہلو سے بھی جماعتِ احمدیہ لاہور نے ایک اعلےٰ نمونہ قائم کر دکھلایا ہے۔ جہاں ایک طرف جائز اختلاف، جرم و سزا کا مستحق نہیں تو وہاں دوسری طرف باوجودگی اصولی اختلاف، علیحدگی بھی کوئی صحیح ایمانی مسلک نہیں پس اس جماعت کا طریق کار پیر پرستی و اندھی تقلید اور انتشار کے بین بین ایک معتدل و متوازن راستہ ہے اور جماعتِ احمدیہ کا انتظام جمہوری ہے نہ کہ آمریت کا۔

تکمیل دینِ مبین انہی پانچ راہوں پہ گامزن ہونے میں ہے

متذکرہ بالا وجوہ سے صراطِ مستقیم پہ چلنے کا جو استحقاق جماعتِ احمدیہ لاہور کے لاحق حال منطبق ہوتا ہے وہ آج کہاں اور کون سی جماعت میں موجود ہے؟ علم کا سوال ہو یا عمل کا۔ جذبات کا سوال ہو یا عقل کا۔ انفرادی علیحدگی کا طریق کار ہو یا جماعتی وابستگی کا، ہر پہلو سے جماعتِ احمدیہ لاہور کا نظریہ و عمل توازن و اعتدال پر قائم ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

جماعت احمدیہ لاہور سے متعلق بانی سلسلہ کے بعض الہامات و کشوف

جماعتِ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔ اس وقت دو جماعتوں کے نظام بانیٔ سلسلہ کی ذات سے اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں جماعتِ احمدیہ لاہور اور جماعتِ احمدیہ ربوہ۔ آیئے ہم دیکھیں کہ بانیٔ سلسلہ کے الہامات و کشوف میں ان دو جماعتوں کے بارہ میں کیا تحریر ہے۔ جماعتِ احمدیہ لاہور کی بابت بالصراحت اس جماعت کے نام اور اس جماعت کے امیر اوّل کی بابت جو الہامات ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ "پھر وحی ہوئی لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ ان کو اطلاع دی جائے نظیف مٹی کے ہیں مٹی رہے گی وسوسہ نہیں رہے گا۔ انا اللہ ذو المنن انی مع الرسول اقوم" (تذکرہ صفحہ ۴۰۲)

۲۔ ایک دفعہ الہام ہوا "لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ وسوسہ پڑ گیا ہے مگر مٹی نظیف ہے مٹی رہے گی مگر وسوسہ نہیں رہے گا" (تذکرہ صفحہ ۴۰۳)

۳۔ "میں تجھے کلی کامیاب کروں گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دوں گا میں تیرے مخلص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کریگا اور وہ علے حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے" (تذکرہ صفحہ ۱۴۱، بحوالہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

پہلے دو الہامات میں صراحتاً جماعتِ احمدیہ لاہور کا ذکر بالفاظ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر" اور "لاہور میں ہمارے پاک محب" ہیں موجود ہے۔ ان میں نہ صرف الفاظ "لاہور میں ہمارے" یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ جماعتِ احمدیہ لاہور کے بارہ میں ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ یہاں جمع کا صیغہ استعمال کر کے بتلا دیا ہے کہ یہ جماعت جمہوری طریق کار پہ قائم ہے نہ کہ آمرانہ نظام پہ۔

تیسرے الہام میں یہ امر موجود ہے کہ دو گروہ جو آپ کی جانب منسوب ہیں ان میں سے ایک گروہ قلیل ہے اور دوسرا کثیر، اور قلیل گروہ کے بارہ میں یہ خوشخبری دی ہے کہ میں اسے برکت دوں گا اور ان کے نفوس و اموال میں کثرت ڈالوں گا۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ جماعت احمدیہ لاہور ہی ہے نیز پہلے دو الہاموں میں جو یہ فرمایا کہ وہ نظیف مٹی کے ہیں تو اس سے مراد بھی اس جماعت کے عقائد و اعمال کا ذکر مقصود ہے یعنی اس جماعت کے اعتقادات افراط و تفریط سے پاک صراطِ مستقیم پہ ہوں گے جس کے لئے لفظ "نظیف مٹی" استعمال کیا ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ کچھ وسوسہ اندازی بھی ان کی بابت کی جا رہی ہے لیکن اس امر کی تردید کر دی گئی ہے اور فرمایا ہے کہ امور وسوسہ باقی نہیں رہنے دیئے جائیں گے مگر "مٹی نظیف" قائم و دائم رکھی جائے گی۔

اس میں اس وسوسہ کا ازالہ کرنا مقصود ہے جو بعض دلوں میں بار بار اٹھتا ہے کہ یہ جماعت اور اس کے افراد تو قلیل ہیں۔ یہ کیسے اور کیونکر کامیاب ہوں گے تو دونوں مرتبہ پہلے الہاموں اور تیسری مرتبہ تیسرے الہام میں صراحتاً یہ خبر دیدی گئی ہے کہ وہ غالب رہیں گے اور ان کے نفوس و اموال میں کثرت و برکت دیدی جائے گی۔ واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون

ان تین الہامات میں یہ امر واضح کر دیا گیا ہے کہ جماعتِ احمدیہ لاہور کا قلیل گروہ جس کے معتقدات افراط و تفریط سے پاک اور اعمال کے لحاظ سے اشاعتِ اسلام و تعلیم فرقان کے لئے وقف ہیں ہی غالب آنیوالا گروہ ہے۔

تیسرے الہام میں جو یہ بتلایا گیا ہے کہ تیرے خالص اور دلی محبوں کا قلیل گروہ جسے آخر کار غالب آنے کا حتمی وعدہ دیا گیا ہے ان کی مخالفت کا باعث کیا شے ہے؟ یعنی جب اس قلیل گروہ کے معتقدات اور عملی جدوجہد نظیف اور پاک مٹی سے ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مخالفت کیوں کی جا رہی ہے؟ اس بارہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ سب طرف سے مخالفت کا اصل سبب حسد و رقابت کے معاندانہ جذبات ہیں۔ پھر تائید کی خبر دی ہے کہ اس قلیل گروہ کے تمام افراد مطمئن رہیں کہ ان تمام کو علی حسب الاخلاص ان کا اجر ضرور دیا جائے گا۔ پس جب ایسی خدائی بشارتیں جماعتِ احمدیہ لاہور کے جملہ افراد کو بانیٔ سلسلہ نے دی ہیں اور جب ان کے نظام کے ایسے عمدہ و نظیف عزائم پر قائم ہو تو ہم سب افراد سلسلہ کو نہایت سرگرمی و شدتِ عمل سے اپنے جمہوری نظام پر سرگرمی و عمل و جہاد سے مضبوطی و یکسوئی سے کاربند ہونے کی ضرورت ہے۔

جماعتِ احمدیہ لاہور کے بانی حضرت مولانا محمد علیؒ کی بابت الہامات

"مولوی محمد علی صاحبؒ کو رؤیا میں کہا آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔" (الہام حضرت اقدس)

۱۹۱۴ء میں جب جماعتِ احمدیہ میں اختلاف رونما ہوا تو جماعتِ احمدیہ لاہور کے قائد اور امیر اوّل حضرت مولانا محمد علی ہوئے۔ جماعت لاہور کے امیر اول کی نسبت جماعتِ احمدیہ کے بانی کو کیا الہامات و کشوف ہوئے ان کا ذکر مندرجہ ذیل سطور میں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جماعتوں کا کردار ان کے قائدین کے کردار کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

اس ضمن میں سب سے نمایاں الہام حضرت بانیٔ سلسلہ کو ہوا جس کا اوپر عنوان دیا گیا ہے۔ یعنی عالم رؤیا میں حضرت بانیٔ سلسلہ نے آپکو صالح کا خطاب عنایت کیا

نیز فرمایا کہ آپ کے ارادے نیک تھے اس لئے عالم آخرت میں آپ کو اپنے ساتھ بیٹھنے کی عزت افزائی فرمائی۔ یہ اعزاز اس آیت فرقانی کی تفسیر ہے جہاں فرمایا فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین و الشہداء و الصالحین وحسن اولٰئک رفیقاً۔ عالم آخرت میں مومنین کی رفاقت و معیت انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگی۔

اب جس طرح جماعت لاہور کے ممبروں کو پاک و محب ہونے کے خطابات سے الہامات میں نوازا گیا اسی طرح اس جماعت کے امیر اول کو خدا تعالے نے صالح اور نیک نیت رکھنے والے انسان کا معزز خطاب دیا۔ یہ اس امر کے رد میں فرمایا گیا کہ اختلاف کے وقت مولانا محمد علی کی ذات پر یہ الزامات لگائے جائیں گے کہ آپ جماعت میں فتنہ پرداز اور اختلاف پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں تو حضرت اقدس کو یہ بتلا دیا گیا کہ ایسا کہنا غلط بات ہے۔ مولانا محمد علی صاحب نے از راہ فتنہ و فساد ایسا اختلاف پیدا نہیں کیا بلکہ اس کی ذمہ داری کسی اور پر عائد ہوتی ہے۔ پھر صرف اسی قدر بات نہیں بلکہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے جو کام آئندہ خدمت اسلام کا بجالانا تھا اس کے بارہ میں مندرجہ ذیل مزید کشوف و رؤیا حضرت اقدس موجود ہیں۔

۱۔ مولانا محمد علیؒ کو نشانِ صداقتِ سلسلہ احمدیہ قرار دیا۔

"۴ مئی ۱۹۰۴ء آج دن کو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کی طبیعت علیل ہوگئی۔ درد سر اور بخار کے عوارض دیکھ کر مولوی صاحب کو شبہ گذرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں۔ جب اس بات کی خبر حضرت اقدس کو ہوئی تو اس پر آپ فوراً مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر میرے دار میں ہو کر آپ کو طاعون ہو تو پھر انی احافظ کل من فی الدار کا الہام غلط اور یہ سب کاروبار عبث ٹھہرا۔ آپ نے نبض دیکھ کر آپ کو یقین دلایا کہ بخار نہیں۔۔۔۔ اور فرمایا کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا اس کی کتابوں پر۔" (تذکرہ صفحہ ۵۲۲)

۲۔ مولانا محمد علی صاحبؒ کو حضرت اقدس کا قلم عطا کرنا

"رؤیا دیکھا ایک گھوڑے پر سوار ہوں۔۔۔ جاتے ہوئے راستہ میں تاریکی ہوگئی تو میں واپس آگیا۔ میرے ساتھ کچھ عورتیں ہیں۔۔۔۔ چند قدم اسکے آگے چل کر روشنی ہوگئی۔۔۔۔ اور میں نے دیکھا مولوی عبدالکریم صاحب آ رہے ہیں۔۔۔۔ مولوی صاحب نے مجھے ایک چیز بطور تحفہ دی۔۔۔۔ میں نے کہا میں نے تو یہ قلم نہیں منگوائی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوائی ہوگی۔ میں نے کہا اچھا میں مولوی صاحب کو دیدوں گا۔ اس کے بعد بیداری ہوگئی۔"

اب اس خدائی قلم کا بطور تحفہ حضرت اقدس کو عطا کیا جانا اور پھر آپ کا یہ فرمانا کہ آپ نے تو یہ قلم نہیں منگوائی البتہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوائی ہے تو آپ کا حضرت مولوی صاحب کو دیدینا۔ نیز حضرت اقدس کا اسکی یہ تاویل کرنا کہ خدا تعالے مولوی صاحب کے دل میں ایسی قوت پیدا کرے کہ وہ مخالفین کے رد میں اعلیٰ درجہ کے مضامین لکھیں ایک طرف اور واقعات حقہ دوسری طرف کہ حضرت مولانا کے قلم سے ایسا اور کلام تصنیف ہوا دوسری طرف رکھا جائے تو حضرت اقدس کے رؤیا کی صداقت از روئے واقعات کس قدر بین ہو جاتی ہے کہ دل عش عش کر اٹھتا ہے۔

چنانچہ مسٹر پکتھال نے "ریلیجن آف اسلام"، کی تصنیف پر حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں یہ ریمارکس دیئے:

"کسی زندہ شخص نے تجدید اسلام کے بارہ میں ایسی طویل المدت قابل قدر خدمات انجام نہیں دیں جیسی مولانا محمد علی آف لاہور نے دی ہیں۔ آپ کی تصانیف اور خواجہ کمال الدین کی تحریرات نے سلسلہ احمدیہ کی شہرت و عظمت کو نمایاں کر دیا ہے۔"

اخبار "ڈان" نے آپ کی تصنیف "دی لونگ تھاٹس" پر ریویو کرتے ہوئے لکھا کہ

"آپ ایک ذہین اور زود نویس، ایک محب مشنری آف اسلام ہیں۔"

مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے انگریزی ترجمہ و تفسیر پر ریمارکس دیئے کہ۔

"مولانا کے اس ترجمہ و تفسیر کی افضلیت و تبلیغی افادیت سے انکار کرنا گویا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے اس کے باعث ہزاروں غیر مسلموں نے دینِ اسلام قبول کیا اور لاکھوں اسلام کے قریب آگئے۔ مولانا محمد علی آف کا مریڈ بھی اس کے مداح و گرویدہ تھے۔"

شیخ محمد اکرام صاحب نے اپنی کتاب موج کوثر میں لکھا کہ:۔

انگریزی خواں طبقہ کو جو دلچسپی قرآن کریم سے پیدا ہوئی وہ مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ کی وجہ سے ہوئی۔ اب بہت سے تراجم انگریزی میں کئے جاتے ہیں مگر شرف اولیت مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ و تفسیر کو حاصل ہے۔

اخبار وکیل امرتسر نے لکھا۔

"مولانا کے ترجمہ و تفسیر کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں پرانے اور نئے علم دین کا نچوڑ و خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ نیز ناقدینِ اسلام کے برخلاف نئے ہتھیاروں سے جواب دیا گیا ہے۔"

اب کیا حضرت مولانا کی اسلام پر تصانیف سے اس امر پر کوئی شک و شبہ رہ گیا کہ اس زمانہ میں کیسی شاندار تصانیف احیاء و غلبہ اسلام کے بارہ میں آپ کے قلم سے تصنیف ہوئیں اور کیا کوئی شک رہ گیا کہ آپ کے دوسرے کشف کے مطابق حضرت مولانا مجدد الدین یعنی شرف و عظمت دینِ اسلام کا باعث ہوئے تو پھر اس جماعت کے نظام سے منسلک ہونے اور مضبوطی کے ساتھ تعاون کرنے میں کس کو پس و پیش ہو سکتی ہے جس کی معاونت و کامیابی پر خدائی وعدے ہیں۔

— * * * —

ارشاداتِ باری تعالےٰ،

- "اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"
- "اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اُسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں۔"

— * * * —

مکتوبِ بمبئی (ترجمہ)

بمبئی سے ہمارے بھائی جناب عبدالرزاق صاحب مدیر پیغام صلح کے نام اپنے ۲۰ جنوری ۱۹۸۴ء کے مکتوب میں فرماتے ہیں:

۹ جنوری ۱۹۸۴ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۸۴ء تک بمبئی کے مشہور سینٹ زیویر کالج میں ہفتہ عالم اسلام منایا گیا۔ میں اس تقریب میں شامل ہو کر تمام تقاریر سنتا رہا اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا سامعین سے تعارف کراتا رہا۔ بہت سے لوگوں میں اپنا لٹریچر اور تعارف نامے تقسیم کئے۔ تقاریر کے بعد میں نے مقررین سے سوالات بھی پوچھے۔ ایک تقریر "ہندوستان میں مسلم خواتین"، کے عنوان پر تھی۔ اس تقریر کے بعد میں نے پرنسپل بیگم رشیدہ قاضی سے پوچھا کہ آپ نے ہر شعبہ زندگی میں مسلم خواتین کے حقوق پر تو زور دیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ مسلمان خواتین مسجدوں میں نماز ادا کرنے کے اپنے حق کو کیوں نظر انداز کر رہی ہیں۔ اس تقریب کے انعقاد سے مجھے بڑا فائدہ ہوا۔ میں نے اس تقریب کے صدر سے درخواست کی کہ آپ ہماری کتب جن میں مختلف زبانوں میں ترجمۃ القرآن اور اسلام پر دیگر کتب شامل ہیں اپنی کتب کی نمائش میں رکھیں لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ دوسرے مسلمان آپ کی کتب کی شمولیت پر اعتراض کریں گے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ چونکہ بمبئی کے تاج بک ڈپو نے اسلامی کتب کی نمائش کا وعدہ کیا ہے اس لئے وہ دوسروں کو اس میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دیں گے۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ وہاں تاج بک ڈپو کی ایک کتاب بھی موجود نہ تھی اور ایک ہندو کتب فروش کی طرف سے چند ایک پرانی کتابیں رکھی گئی تھیں۔ میں نے انہیں انگریزی ترجمۃ القرآن اور ریونگ تھاٹس آف محمد صلعم (زندہ نبی کی زندہ تعلیم) پیش کیں جنہیں ہفتہ بھر نمائش میں رکھا گیا۔

۱۵ جنوری ۱۹۸۴ء کو عیسائیوں کی طرف سے مجھے ایک اجلاس میں شامل ہونے کے لئے دعوت نامہ ملا۔ میں اس میں اپنے ایک شیعہ دوست کے ہمراہ شامل ہوا۔ اس اجلاس میں ایک جرمن جوڑا۔ ایک لبنانی عیسائی۔ ایک مسلمان جس نے عیسائیت قبول کر لی تھی۔ بھونڈی کے دادا اور ایک بنگالی مسلمان (یہ تینوں عیسائیوں کے زیر اثر تھے) اور کوئی آٹھ عیسائی شامل تھے۔ لبنانی عرب عیسائی نے سورۃ مریم کی آیت ۳۳ "والسلم علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا"، پڑھنے کے بعد کہا کہ اگر یہ خدا کا کلام ہے تو تب بھی اس کا یہی مطلب ہے کہ یسوع مسیح خدا ہے اور اگر یہ عیسیٰؑ کے الفاظ ہیں تو تب بھی اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ عیسیٰ خدا ہے کیونکہ قرآن کے مطابق انسانوں کو اوپر نہیں اٹھایا جائے گا۔ میں نے اس کے جواب میں اسی سورۃ کی آیت ۱۵ "وسلم علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا"، پڑھنے کے بعد اس سے پوچھا کہ کیا اس آیت کے پیش نظر ما نو گے کہ حضرت یحییٰؑ کو بھی خدا ماننا چاہیئے کیونکہ دونوں آیات میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس طرح صرف یسوع مسیح کو ہی کیوں خدا مانا جائے۔ اور حضرت یحییٰؑ کو یہ مقام نہ دیا جائے۔ اس کا جواب لبنانی عیسائی نے یہ دیا کہ حضرت عیسیٰؑ قرآن کے مطابق ایک کنواری کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ میں نے اسے اپنے موقف کی تائید میں قرآن کی وہ آیت پیش کرنے کو کہا جس میں یہ لکھا ہوا ہے لیکن اُسے کوئی ایسی آیت معلوم نہ تھی۔ میں نے سورۃ مریم کی آیت ۲۸ یا اخت ھارون ... الخ پڑھی تو اس نے یہ اعتراض کیا کہ اس کا تعلق حضرت مریم سے نہیں بلکہ ہارونؑ کی بہن سے ہے۔ جب میں نے آیت ۲۲ پڑھی جس میں ہے "فحملتہ" یعنی اس نے اسے حمل میں لیا تو ایک دوسرے عیسائی نے سوال کیا کہ اسے حمل میں لیا جس پر میں نے کہا کہ فرض کریں ایک حاملہ خاتون آپ کے سامنے کھڑی ہوں تو کیا آپ کو یہ معلوم ہو گا کہ حمل کس کا ہے یا اس سے پوچھیں گے کہ وہ کیسے حاملہ ہوئی۔ یہ تو یقینی بات ہے جس کو آپ بھی مانتے ہیں کہ مریم حاملہ تھیں اُن سے یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ وہ کیسے حاملہ ہوئیں۔ یہ تو ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ حمل خاوند کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے اور کوئی شریف انسان اُس پر بدکاری کا الزام نہیں لگائے گا۔ پھر میں نے یہ ثابت کیا کہ نہ عیسیٰؑ نے کہا ہے کہ میں کنواری کے بطن سے پیدا ہوا ہوں اور نہ ہی خود حضرت مریمؑ نے یہ کہا ہے کہ یہ مجھ سے کنوارپنے کی حالت میں پیدا ہوا ہے۔

اس کے بعد عرب عیسائی نے کہا کہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع مسیح مرا نہیں بلکہ آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا۔

میں نے اسے سورۃ المائدہ کی آیت ۱۱۷ کے حوالے سے بتایا کہ یسوع مسیح خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دی۔ پھر میں نے سورۃ آل عمران کی آیت ۱۴۴ پڑھ کر بتایا کہ قرآن کریم کے رُو سے تمام انبیاءؑ فوت ہو چکے ہیں اور یسوع مسیح اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ کیرالا سے آنے والا ایک عیسائی بول اٹھا کہ عبدالرزاق تو پاگل ہے اس لئے اس کی باتوں پر کسی کو کان نہیں دھرنا چاہیئے۔ یہ بات اس نے حاضرین کو سرگوشیوں میں کہی۔ میں نے اسے یہ کہتے ہوئے بھی سنا کہ قرآن میں خدا نے نحن اور انّا یعنی "ہم" کا لفظ اپنے لئے استعمال کیا ہے جو جمع کا صیغہ ہے جس سے وہ عیسائی عقیدہ ایک میں تین اور تین میں ایک یا تثلیث کو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے حاضرین کو خبردار کیا کہ یہ شخص غلط فہمی پیدا کرنا چاہتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا لفظ اپنے لئے استعمال کیا ہے جس کے معنی "ہم" کئے جاتے ہیں وہ اس نے اپنی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ عام انسان بھی اپنے لئے ہم کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور جب وہ اپنے کسی بزرگ کو مخاطب کرتے ہیں تو "آپ"، کہتے ہیں جو جمع کا صیغہ ہے۔ یہ سن کر بہت سے لوگ باہر چلے گئے۔

جرمن نے بھی حضرت عیسیٰ کے متعلق کچھ سوال پوچھے۔ میں نے اُسے بتایا کہ

میں حضرت موسیٰ ۔ حضرت عیسےٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کو مانتا ہوں ۔ اس طرح میں یہودی بھی ہوں ۔ عیسائی اور مسلمان بھی ۔ تم صرف ایک مسیح کو مانتے ہو اور میں دو مسیحوں کو مانتا ہوں ۔ وہ یہ سن کر مخمصے میں پڑ گئے اور مجھ سے جان چھڑانے کی کوشش کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہمیں اب جانا چاہیئے اور باہر آگئے ۔ میرے شیعہ ساتھی کہنے لگے کہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ سنا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ عیسائی شکست کھا گئے ہیں ۔ تمام عیسائی میرے ساتھ بحث میں اُلجھنے سے بچنے کی کوشش کرتے رہے ۔ بنگالی مسلمان بھی ہمارے ساتھ باہر آگیا ۔ وہ چند دن بعد تبسمہ لینے ہی والا تھا ۔ بھونڈی سے آنے والے دو مسلمانوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ جب بھی بمبئی آئیں گے مجھ سے ضرور ملیں گے ۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چہروں پر مسرت کے آثار تھے ۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے آج تک کسی مسلمان کو عیسائیوں کے ساتھ اتنی کامیابی سے بحث کرتے ہوئے نہیں سنا ۔ آج پہلی بار ایک مسلمان کو عیسائیوں کے ساتھ بحث کرتے ہوئے سن کر ہمیں بے حد خوشی ہوئی ہے ۔ میرے شیعہ دوست نے بنگالی مسلمان کو لعن طعن کرتے ہوئے کہا کہ وہ مسلمان ہو کر عیسائیوں کی مجلسوں میں کیوں جاتے اور عیسائیت قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں ۔ اس نے جواب دیا کہ اب حقیقت مجھ پر کھل گئی ہے اور آئندہ میں عیسائیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا ۔ میں نے اُسے کہا کہ وہ عیسائیوں ۔ ہندوؤں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں سے ضرور ملے ان کے خیالات اور نظریات معلوم کرے لیکن تبسمہ لینے سے پہلے اسلام کے متعلق جو اس کے دل میں شکوک اور شبہات پیدا ہوں انہیں پہلے رفع کرنے کی کوشش کرے ۔ اگر تمہارے پاس ان کے سوالات کا کوئی جواب نہ ہو تو میں خدمت کے لیئے حاضر ہوں ۔ جس مسلمان نے مرتد ہو کر عیسائیت قبول کر لی تھی اس نے ہمارے میزبان کی بیوی سے کہا کہ آپ اپنے خاوند سے کہیں کہ وہ آئندہ عبدالرزاق کو اپنی مجلسوں میں مدعو نہ کیا کریں ۔

آج ۲۱ر جنوری کو مجھے "پیغام صلح" اور "لائٹ" کے پرچے ملے ہیں ۔ مجھ پر یہ خبر ایک بم کی طرح گری ہے کہ ہمارے محترم بھائی یکے بعد دیگرے ہمیں چھوڑتے جا رہے ہیں ان کی جدائی کا غم میرے لیئے ناقابلِ برداشت ہے ۔ اس دفعہ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب ہمیں داغِ مفارقت دے گئے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں داخل فرمائے اور ہمیں اور ان کے غم زدہ پسماندگان کو صبر کی ہمت اور توفیق بخشے ۔ آمین ! انجمن کے لیئے یہ ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے اور ان کا نعم البدل ملنا بہت مشکل ہے ۔ ان کی جگہ کون لے سکتا ہے ؟ ہم سب کو اللہ تعالےٰ کے حضور بڑی عاجزی کے ساتھ یہ دُعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہماری مشکلات میں ہماری مدد فرمائے ۔ آمین !

برائے نوازش میرے یہ جذبات جناب ڈاکٹر صاحب کے غم زدہ عزیزوں تک پہنچا دیں ۔ سب دوستوں کی خدمت میں السلام علیکم عرض کریں ۔

* ارشادِ باری تعالےٰ :-

اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کے آگے جھکنے والوں کے ساتھ جھکے رہو ۔

پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی وفات پر تعزیتی خطوط

(۱) احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام ہند

۱۹۸۳ء میں احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کی بہت سی قیمتی جانیں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں ۔ اب شروع سال ۱۹۸۴ء میں جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب پی ایچ ۔ ڈی اچانک ہم کو صدمۂ عظیم دے کر رخصت ہو گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ ان عظیم اور بلند مرتبت مرحومین کی تلافی مستقبل قریب میں ہوتی نظر نہیں آتی ۔ بہرحال سوائے صبر کے چارہ نہیں ۔ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے اُمید رکھتے ہیں کہ رب العزّت اپنے فضل و کرم سے ان قابل ترین مرحومین کا نعم البدل احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کو عطا فرمائے تاکہ انجمن موصوف اپنے مقدس نصب العین یعنی اشاعتِ اسلام اور اشاعتِ قرآن میں کامیاب ہو ۔ آمین ! ثم آمین !
دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان جملہ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے ۔ (چوہدری غلام مصطفےٰ صدر)

(۲) احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام انڈونیشیا

۳۱ر دسمبر کو پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام کی وفات پر ملال کا سن کر دلی افسوس اور صدمہ ہوا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم سلسلہ کے لائق احترام مبلغ تھے ۔ ان کی رحلت ان کے اعزہ و اقربا کے لیئے ہی ناقابلِ تلافی نقصان نہیں بلکہ سارا روحانی کنبہ جس کے ہم احمدی رکن ہیں اسے ایک قومی نقصان سمجھتا ہے اور محزون و دلفگار ہے ۔

ہماری دلی دعا ہے کہ مولےٰ کریم مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور غمزدہ خاندان کو صبرِ جمیل عطا کرے ۔ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا ۔ سال گذشتہ ہمارے لیئے آزمائش اور صبر و تحمل کا سال تھا ۔ بارگاہِ ایزدی میں ہم سب دست بدعا ہیں کہ ہم پر رحمت سے توجہ فرمائے اور ہمیں مرحومین کے نعم البدل عطا کرے ۔ تاکہ خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام کا مقدس مشن رواں دواں رہے ۔ انڈونیشیا کے احمدی بھائیوں اور بہنوں کی طرف سے سوگوار خاندان سے دلی ہمدردی کا اظہار کر دیں ۔ (منصور رباسوکی ۔ جنرل سیکرٹری)

مقامی جماعتِ احمدیہ لاہور کا نیا انتخاب

مورخہ ۲۷ر جنوری ۸۴ء کے اجلاس عام میں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی مجلس انتظامیہ کا چناؤ سال ۱۹۸۴ء کے لئے حسب ذیل کیا گیا ۔

(۱) چوہدری ریاض احمد صاحب ، صدر (۲) رشید احمد صاحب ، نائب صدر
(۳) محمد اکرم ارشد علوی صاحب جنرل سیکرٹری ۔ (۴) چوہدری خالد احمد صاحب ، محاسب

ممبران :

ڈاکٹر وحید احمد صاحب ، ڈاکٹر مبارک احمد صاحب ، میاں فضل احمد صاحب ماسٹر محمد عبداللہ صاحب ، رشید احمد خاں صاحب ، چوہدری نذر رب صاحب صوفی نذر محمد صاحب ، ناصر احمد صاحب ، ظہور اکبر ملہی صاحب ، شاہد جنجوعہ صاحب ،

(صدر مقامی جماعتِ احمدیہ ۔ لاہور)

(صوفی قمرالدین صاحب کراچی)

گذارشِ احوالِ واقعی

اخبار پیغام صلح کے ذریعے میں اپنے مختصر حالاتِ زندگی اپنے احمدی بھائیوں بہنوں اور دوستوں تک پہنچانا چاہتا ہوں جو امید ہے ان کے لئے دلچسپی کا باعث ہوں گے۔

میرا تعلق قریشی خاندان سے ہے ۱۹۴۷ء میں ہندوستان سے ہجرت کرنے کے بعد لاڑکانہ سندھ میں سکونت پذیر ہوا۔ میری عمر اس وقت ۸ یا ۹ سال تھی تعلیم صرف دو جماعت ہندی تک تھی۔ اردو بالکل نہیں جانتا تھا۔ ہجرت اور غربت کی وجہ سے چونکہ پاکستان میں بھی اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکا اس لئے جسم و روح کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے سائیکل مرمت کرنے کا کام سیکھنے بیٹھ گیا۔ دین کا علم بھی صرف تقلیداً نماز وغیرہ تک ہی محدود رہا۔ ۱۶ یا ۱۷ سال کی عمر میں فلم بینی نے فلمی ہیرو بننے کا شوق دل میں پیدا کر دیا۔ لیکن غالباً ۱۹۵۸ء میں ایک معمولی سے واقعہ نے میری زندگی کا رُخ بدل دیا۔

وہ واقعہ یہ ہے کہ میں نے محنت مزدوری کر کے ایک معمولی سی رقم پس انداز کر کے ایک الماری میں رکھ دی تھی جونہی یہ رقم نکالنے کے لئے میں نے الماری کھولی تو اچانک میری نظر الماری کے اوپر رکھے ہوئے دیمک خوردہ قرآن شریف پر پڑی۔ میں نے قرآن شریف کو کھول کر دیکھا اور میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میں اس پاک کتاب کو پڑھنا جانتا ہوتا۔ اسی خواہش کو لے کر میں ایک معلم قرآن کے پاس چلا گیا اور اُن سے پوچھا کہ آپ کتنے دنوں میں مجھے قرآن شریف پڑھا دیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ جتنے شوق سے پڑھیں گے میں اسی قدر جلدی پڑھا دوں گا۔ ان کے بتانے پر میں یسرنا القرآن لے آیا اور پڑھنا شروع کر دیا۔ اور رات دن ایک کر کے گیارہ دن میں یسرنا القرآن ختم کرنے کے بعد قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد دینیات کی عام فہم کتابیں بھی دیکھنے لگا۔

یوں ہی وقت گذرتا رہا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم نے یادری کی اور نماز تہجد کی توفیق بھی بخش دی۔ مرید ہونے کے لئے کئی پیروں کے ہاں چکر لگائے لیکن جس اطمینانِ قلب کی مجھے جستجو تھی وہ نہ مل سکا۔ اسی تڑپ کے ماتحت ایک دن رات کو اٹھ کر دعا کی کہ اے اللہ یا تو مجھے کسی ایسے مرشد کے پاس پہنچا جو مجھے صحیح راستہ دکھائے اور یا علم عطا کر کہ میں راہِ ہدایت پا سکوں۔ چند ہی روز بعد ایک بزرگ صوفی حامد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کچھ سوال و جواب کے بعد انہوں نے مجھ سے مہدی کے نام پر بیعت لی اور بیان القرآن اور چند دوسری کتابیں خریدنے کا مشورہ دیا اور احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا پتہ بتایا میں نے ایک خط اس پتہ پر لاہور بھیجا لیکن شیطان نے دل میں کئی طرح سے وسوسہ اندازی شروع کر دی۔ کبھی دل میں آتا کہ یہ صوفی کوئی قادیانی ہے اور مجھے قادیانی بنانا چاہتا ہے کیونکہ جس مہدی کا نام اس نے بتایا ہے وہ تو تمام مسلمانوں کے نزدیک (نعوذ باللہ) کافر ہے لیکن فوراً ہی یہ خیال آتا کہ آخر صوفی صاحب کا اس میں اپنا ذاتی کیا مفاد ہے وہ تو صرف دین کو دنیا پر مقدم کرنے کو کہتا ہے آخر میں نے اسی ادھیڑ بُن میں یہ ارادہ کر لیا کہ کتابیں دیکھنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کروں گا۔

لاہور سے میرے خط کا یہ جواب آیا کہ بیان القرآن ابھی طبع نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ دُوسری چھوٹی چھوٹی کتابیں بھیج دی گئیں۔ کتابوں کے مطالعہ کے بعد مزید تحقیق و جستجو کا شوق بڑھتا رہا۔ اسی دوران میں بیان القرآن کی تین جلدوں میں سے ایک جلد مل گئی اور بعد میں ایک حمائل شریف بھی مل گئی اور بھی کئی کتابیں دیکھتا رہا۔ ۱۹۷۱ء میں بیان القرآن کی دو اور جلدیں بھی مل گئیں۔ حاصل کلام یہ کہ مارچ ۱۹۶۳ء سے جبکہ میری ملاقات صوفی بزرگ حامد صاحب سے ہوئی تھی۔ جولائی ۱۹۸۰ء تک لاڑکانہ میں مختلف فرقوں کی کتابیں زیر مطالعہ رہیں جن میں سے کثیر کتابیں جماعتِ احمدیہ لاہور کی تھیں غرضیکہ اس ۱۸ سال کے عرصہ میں حضرت امام غزالی۔ مثنوی مولانا روم۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ اور دیگر بزرگوں کی کتابوں کے اردو ترجمے دیکھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ تمام سالقہ بزرگوں کی کتابوں پر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں علمی اور روحانی لحاظ سے فضیلت اور فوقیت رکھتی ہیں اور حضرت امام وقت کے سرسبز کھیت کی الہامی فصل میں سے مغز حضرت مولانا محمد علی نے نکال کر اور روحانی غذا کی صورت میں نسلِ انسانی کے سامنے رکھدیا ہے اب جو اپنی روحانی بھوک کو دور کرنا چاہے گا وہ حضرت مولانا کی طرف ہی رجوع کریگا۔ حضرت مسیحِ موعود کا جسم تو قادیان میں ہے لیکن آپ کی رُوح لاہور میں ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس بارہ میں مناظرہ اور بحث کی آرزو ہو تو میرا پتہ مرکز سے معلوم کر کے میرے ساتھ خط و کتابت کر سکتا ہے اور اگر آمنے سامنے گفتگو کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ لاڑکانہ میں کافی لوگوں سے بحث ہوتی رہی ہے جن میں قادیانی اور غیر احمدی دونوں شامل تھے۔

آخر اپنے خاندان والوں سے تنگ آکر اپنے حصہ کی ملکیت ماں باپ اور بھائیوں کے لئے چھوڑ کر ۱۹۸۰ء میں اپنے نو بچوں سمیت خالی ہاتھ کراچی آ گیا۔ کافی عرصہ سے جلسہ سالانہ میں شرکت کی آرزو تھی جو دسمبر ۱۹۸۳ء میں ایک احمدی بھائی کی مہربانی سے پوری ہوئی۔

۱۰ دسمبر کو نین نشستیں کراچی سے لاہور کے لئے محفوظ کرانے کے بعد گھر واپس آ رہا تھا کہ ایک دکان پر بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔ میرے پاس "اسلامی اصول کی فلاسفی" نامی کتاب تھی۔ میں نے وہ اس دکاندار کو دی۔ وہاں ایک قادیانی صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ علیک سلیک کے بعد فرمانے لگے کہ کیا آپ لاہور کے جلسہ پر پہلے بھی کبھی گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ پہلی مرتبہ جا رہا ہوں۔ کہنے لگے کہ وہاں تو صرف دو ڈھائی آدمی ہوں گے آپ کو کیا مزا آئے گا۔ اگر جلسہ دیکھنا ہو تو ربوہ چلو۔ میں نے جواب دیا کہ اگر لاہور کے جلسہ میں ایک آدمی بھی ہوگا تو میں

پھر بھی وہیں جاؤں گا۔ میں آپ کا جلسہ دیکھ چکا ہوں۔ وہاں تو قدم قدم پر مجدد بنے بیٹھے ہیں کس کس کی بات سنوں اور مانوں گا۔ لاہور میں تو صرف ایک ہی مجدد کی روح ہے ——————— جو جماعت آپ کی نظروں میں قلیل ہے۔ اللہ اپنے فرشتے بھیج کر اسے کثیر کر دے گا۔ وہ صاحب یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

اللہ کی قدرت بھی عجیب سے عجیب تر ہے۔ بڑے آرام سے سفر طے ہوا۔ اور جلسہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہاں میں نے کیا دیکھا اور کیا اثر لیا بیان سے باہر ہے۔ لیکن اپنی بہنوں اور بھائیوں کی راحت کے لئے مختصراً کچھ عرض کر دیتا ہوں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو نمازیں پڑھائیں ان میں روح کو گداز کرنے والی ایک عجیب تاثیر اور سرور ہوتا تھا فجر کی نمازیں تو خاص کر رلاتی رہی ہیں۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نہیں بلکہ حضرت مولانا محمد علیؒ خود امامت کرا رہے ہیں۔ ۲۴ دسمبر کو حضرت امیر کی تقریر تھی آپ نے اس تقریر میں دین اسلام کی بے چارگی اور بے بسی کا کچھ اس طرح نقشہ کھینچا کہ آپ خود بھی رونے لگے اور سامعین کو بھی رلا دیا۔ آپ نے حضرت امام وقت کا یہ شعر پڑھا۔

ایں دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت
کثرت اعداء ملت قلت انصار دیں

اس تقریر کو سن کر باقی لوگوں نے جو اثر لیا ہوگا وہ تو وہی جانتے ہیں لیکن میرے دونوں لڑکوں پر اس کا کافی اثر ہوا۔ بڑا لڑکا جو پہلے ذرا باغی تھا اب احمدیت قبول کر چکا ہے اور دوستوں کو خوش خبری ہو کہ وہ اپنے آپ کو دین کی خاطر وقف کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس جلسہ سالانہ میں اللہ تعالےٰ کی قدرت کا جو ہاتھ نظر آیا۔ وہ صاحب بصیرت دیکھ چکے ہوں گے۔ میں تفصیل بیان نہیں کرنا چاہتا آخر میں حضرت مولانا محمد علیؒ کی کتاب "ہم کون ہیں" میں سے ایک اقتباس پیش کر کے ختم کرتا ہوں۔

"میرے رفیقو اور عزیز دوستو! اس بات کو نہ بھلاؤ کہ آپ کون ہیں اور کہاں کھڑے ہیں۔ کفر و اسلام کی ایک جنگ جاری ہے جس کو دنیا نہیں دیکھ سکتی مگر حضرت مسیح موعود نے اس کو دیکھا اور اس راست باز کی بدولت آپ نے بھی دیکھا ۔ ۔ ۔ ۔ کفر کے ساتھ بے شمار ساز و سامان۔ فوجیں اور سونا چاندی دریا کی طرح بہہ رہا ہے ۔ ۔ ۔ آج کروڑوں مسلمان اس کفر و اسلام کی جنگ میں ایک طرف کھڑے ہیں اور مسیح موعود کی جماعت کا کثیر حصہ میدان جنگ کو چھوڑ کر دنیا کی طرف بھاگا جا رہا ہے اور نہایت ہی چھوٹی سی جماعت جس کو دنیا عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتی کفر کے ان سیلابوں کے سامنے اسلام کی حمایت میں سینہ سپر کھڑی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ میں اپنی جماعت میں سے قدم پیچھے ہٹانے والوں غفلت کی نیند سونے والوں ادھورے دل سے ہاں میں ہاں ملانے والوں کو اور طاقت رکھتے ہوئے کمزوری دکھانے والوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ کیا انہیں اس بات کا احساس ہے کہ وہ کس کے مقابلہ میں کھڑے ہیں۔ اور کیا کر رہے ہیں ۔ ۔ ۔ میرے دوستو یاد رکھو کہ تمہارے ہاتھ میں اسلام کا علم ہے۔ تم اگر گر جاؤ تو ہرج نہیں مگر اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے پائے۔ اگر تم میں سے ایک مرتا ہے تو اس جھنڈے کو سنبھالنے والا دوسرا موجود ہونا چاہیئے ۔ ۔ ۔ یاد رکھو یہ جھنڈا اگر تم بلند رکھو گے تو خدا کی نصرت تمہارے ہاتھ چومنے کو تیار رہے ہے لیکن اگر تم نے ادھورے دل سے کام کیا اور قرآن کے جھنڈے کی وہ عزت نہ کی جو اس کا حق ہے تو تمہاری دنیا بھی تمہارے کسی کام نہ آئے گی۔ خدا نے تم کو بڑا بلند مقام دیا ہے اور تمہیں تبلیغ اسلام کی کشتی کا ناخدا بنا دیا ہے۔ اگر تم نے اس کشتی کو بچانے کے لئے پوری کوشش نہ کی تو خدا قادر ہے کہ تمہاری جگہ کوئی اور قوم لے آئے۔"

اللہ تعالےٰ ہر معرکۂ حق و باطل میں ہمیں یہ جھنڈا بلند رکھنے اور اس کشتی اسلام کو ہر طوفان سے گذار کر ساحل مراد سے ہمکنار کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

— ٭٭٭ —

کامیابی اور عطیہ — خدائی تصرف

ایکہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب

امریکہ سے جناب مولانا ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھتے ہیں،

"میری بیٹی فریدہ رجب علی اور اس کے شوہر محمد اقبال رجب علی دونوں نے بیک وقت امریکن ڈینٹل بورڈ کا امتحان بہت اعلےٰ نمبروں پر پاس کر لیا ہے امریکہ کے شعبہ ڈینٹل سرجری میں یہ امتحان مشکل ترین خیال کیا جاتا ہے۔ یہ ایک فضل ربّی ہے جس کا مشاہدہ آپ کی دعاؤں سے ہم کر رہے ہیں۔ اس خوشی میں مبلغ پانچصد روپیہ محمد علی فری ڈسپنسری کے لئے بھجوا رہا ہوں۔"

جلسۂ سیرت النبیؐ

۱۲ فروری۔ مقامی جماعت احمدیہ خواتین لاہور کے زیر اہتمام جامع احمدیہ دارالسلام میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر بعد نماز ظہر ایک اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ نے فرمائی۔ مقررات نے حضور خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کے مختلف پہلوؤں کو سامعات کے سامنے پیش کیا۔ بچیوں میں عزیزہ شاہدہ جنجوعہ کی تقریر کو بہت پسند کیا گیا اور اس کے حسن بیان کی داد دی گئی۔ جلسہ کے آخر میں سامعات کی چائے سے تواضع کی گئی۔ تفصیل موصول ہونے پر شائع کی جائے گی۔

نشانِ احمدؐ

زندگی بخش جام احمدؐ ہے + کیا پیارا یہ نام احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاءؑ مگر بخدا + سب سے بڑھ کر مقام احمدؐ ہے

(از حضرت مجدد صد چہاردہم)

(بقیہ صفحہ ۲ سے آگے)

سے پڑھا جائے جیسا کہ خود قرآن کا ارشاد ہے: ورتل القرآن ترتیلا (مزمل) "قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اور خوش الحانی سے پڑھو"۔ حدیث میں اس کی توضیح ان الفاظ میں کی گئی ہے:

حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا (دارمی) "قرآن کو اپنی آوازوں سے حسین بناؤ۔ یہ حکم اس لئے دیا جاتا ہے کہ عمدہ آواز سے قرآن کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔"

حدیث شریف میں تلاوت قرآن کو اچھی آواز اور عمدہ ادا کے ساتھ متصف اس لئے کیا گیا ہے کہ ایسی آواز میں کشش اور جاذبیت پائی جاتی ہے۔ مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ انسان کا دل سریلی اور مترنم آواز سے متاثر ہو کر ہمہ تن اس طرف دھیان دینے لگتا ہے جس طرف سے آواز آ رہی ہو۔

حسنوا القرآن باصواتکم سے عام طور پر آواز کی خوبصورتی اور خوش الحانی مراد لی جاتی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ سوز و گداز، حضور و خشوع اور خشیت اللہ کا ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے:

"قرآن کریم کی تلاوت کرنے والوں میں سے سب سے بہتر اور عمدہ آواز اس شخص کی ہے جس کی تلاوت سے تم اندازہ لگا سکو کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔"

(کنز العمال)

اگر قرآن پڑھنے والا شخص آواز کی خوش الحانی کے ساتھ ساتھ خدا خوفی بھی اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے تو اس کی آواز مرتعش اور مرتفع ہو کر ایک طرف قرآن کے حسن میں اضافہ کرتی ہے اور دوسری طرف سننے والے کے دل پر اس حسن کا عکس پڑ کر وہ بھی قرآن سے مانوس ہو جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

خوف اور رونا، یہ دونوں عموماً ایک دوسرے کے متلازم قرار دیئے گئے ہیں اسی وجہ سے قرآن خوانی کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

"یہ قرآن غم اور پریشانی کی حالت میں نازل ہوا ہے۔ اس لئے جب تم اسے پڑھو تو اپنے اندر رونے کی کیفیت پیدا کر لو۔ اور اگر تم ایسا نہ کر سکو تو کم از کم بتکلف رونے کی کوشش کرو۔" (ابوداؤد)

✶ حرفِ آخر،

قرآن کریم کی فضیلت اور اس کی اہمیت جو مضمون کی اقساط میں بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور حضور صلعم کے کلمات کی روشنی میں جن امور کی وضاحت کی گئی ہے، چاہیئے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم ان پر عمل کریں اور قرآن سے تعلق پیدا کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ہم میں سے مرد ہوں یا عورتیں، بوڑھے ہوں یا جوان، امیر ہوں یا غریب، چھوٹے ہوں یا بڑے۔ کاروبار وسیع ہو یا محدود۔ ہر شخص پر ہر حالت میں لازم ہے کہ وہ قرآن کریم کی ہر روز بلا ناغہ تلاوت کرنا اپنے اوپر فرض قرار دے کر صحیح معنوں میں مسلمان ہونے کی کوشش کرے ؎

گر تو میخواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن،

✶ ✶ ✶

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا

جب صبح کو پھولوں میں صبا آتی ہے
جب دور سے بلبل کی نوا آتی ہے
وہ گھر مبارک ہے جہاں سے اس وقت
قرآن کے پڑھنے کی صدا آتی ہے

جب قافلے صحرا میں رواں ہوتے ہیں
جب سائے دھندلکوں سے عیاں ہوتے ہیں
وہ گھر مبارک ہے جہاں سے اس وقت
قرآن کے پڑھنے کی صدا آتی ہے

جب آخر شب مست ہوا آتی ہے
چھن چھن کے ستاروں سے ضیا آتی ہے
وہ گھر مبارک ہے جہاں سے اس وقت
قرآن کے پڑھنے کی صدا آتی ہے

جب نور بکھرتا ہے شبستانوں میں
جب رنگ نکھرتا ہے خیابانوں میں
وہ گھر مبارک ہے جہاں سے اس وقت
قرآن کے پڑھنے کی صدا آتی ہے

جب بند کلی کھل کے مہک اٹھتی ہے
جب آرسی شبنم کی چمک اٹھتی ہے
وہ گھر مبارک ہے جہاں سے اس وقت
قرآن کے پڑھنے کی صدا آتی ہے

جس وقت کہ خوابیدہ جہاں ہوتا ہے
جب آنکھوں کا کھلنا بھی گراں ہوتا ہے
وہ گھر مبارک ہے جہاں سے اس وقت
قرآن کے پڑھنے کی صدا آتی ہے

(گمنام)

✶ ✶ ✶ ✶ ✶

باہتمام المدد پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور، مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۸۴ء، شمارہ ۷

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید — وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

نائب مدیر
عبد الرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے ۳۰ روپے
بیرونی ممالک سے ۲ پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

جلد ۷۱	یوم چہارشنبہ ۱۹ جمادی الاوّل ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۸۴ء	شمارہ : ۸

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

سلسلہ احمدیہ کے قیام کا مقصد

خدا تعالےٰ نے مجھے بھیجا تا میں اس خطرناک حالت کی اصلاح کروں اور لوگوں کو خالص توحید کی راہ بتاؤں۔ چنانچہ میں نے سب کچھ بتا دیا اور نیز میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالےٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں۔ اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالےٰ اور عالم آخرت پر نہیں زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبّت کا غلبہ ہے ----

----سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقوٰی پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علّت غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین سے نزدیک ہوگا بعد اس کے کہ بہت دور ہو گیا تھا۔ سو میں ان ہی باتوں کا **مجدّد** ہوں۔ اور یہی کام ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اور منجملہ ان امور کے جو میرے مامور ہونے کی علت غائی ہیں مُسلمانوں کے ایمان کو قوی کرنا ہے اور ان کو خدا اور اُس کی کتاب اور اس کے رسول کی نسبت ایک تازہ یقین بخشنا اور یہ طریق ایمان کی تقویت کا دو طور سے میرے ہاتھ سے ظہور میں آیا ہے۔

اوّل :-

قرآن شریف کی تعلیم کی خوبیاں بیان کرنے اور اس کے اعجازی حقائق اور معارف اور انوار اور برکات کو ظاہر کرنے سے جن سے قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میری کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ کتابیں قرآن شریف کے عجائب اسرار و نکات سے پُر ہیں۔ اور ہمیشہ یہ سلسلہ جاری ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس قدر مسلمانوں کا علم قرآن شریف کی نسبت ترقی کریگا اسی قدر ان کا ایمان بھی ترقی پذیر ہوگا۔

دوسرا طریق :-

جو مسلمانوں کا ایمان قوی کرنے کے لئے مجھے عطا کیا گیا ہے تائیدات سماوی اور دعاؤں کا قبول ہونا اور نشانوں کا ظاہر ہونا ہے۔

(کتاب البریہ)

—— * * * ——

مکرم ڈاکٹر نظیر الاسلام مرحوم کی وفات پر

جماعت یو۔کے کا تعزیتی اجلاس

۲۲ جنوری ۱۹۸۴ء کو جماعت احمدیہ انگلستان کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا اس اجلاس میں محترم و مکرم ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی اچانک وفات پر اظہار افسوس کیا گیا۔ اور ان کی مغفرت کے لئے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے سیکرٹری جماعت نے محترم ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے حالات پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ محترم ڈاکٹر صاحب اور ان کے مرحوم والد صاحب کا تعلق جماعت قادیان سے تھا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم بھی قادیان میں پائی۔ لیکن جونہی انہیں یہ تسلی ہو گئی کہ جماعت قادیان کے عقائد غلط ہیں اور جماعت احمدیہ لاہور کا موقف درست ہے تو انہوں نے جماعت قادیان سے قطع تعلق کر لیا۔ اور جماعت لاہور میں شامل ہو گئے۔

تعلیم مکمل کرنے کے لئے جب آپ برلن تشریف لے گئے تو وہاں آپ برلن مشن کا کام بھی کرنے لگے اور کچھ عرصہ تک امام مسجد کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے لیکن اپنی زندگی کا سب سے مشکل مشن انہیں حیات ناپائیدار کے آخری سالوں میں سرانجام دینا پڑا۔ جن دنوں محترم ڈاکٹر صاحب اور چوہدری مسعود اختر صاحب یہاں تشریف لائے وہ ہمارے لئے بہت ہی مشکل دن تھے مشکلات اس قدر تھیں کہ باوجود کوشش ہم ان کی رہائش کے لئے بھی کوئی تسلی بخش انتظام نہ کر سکے۔

ایک بوسیدہ اور سیل زدہ گھر کے ایک تاریک کمرے میں انہیں جگہ ملی۔ اپنی عمر کے آخری حصے میں پاکستان سے ایک آرام دہ گھر چھوڑ کر ایک غیر ملک میں ان حالات میں رہنا بڑی ہمت کا کام تھا۔ دو سال تک محترم ڈاکٹر صاحب نے ان حالات میں گذارہ کیا۔ اور جماعت بندی کی کوشش بھی کی۔ ایک موقعے پر میں انہیں ملنے گیا۔ تو وہ کمبل اوڑھے موم بتی کی روشنی میں لیکچر تیار کر رہے تھے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کے کمرے کی بجلی کاٹ دی گئی تھی۔ ان حالات میں ممبران جماعت نے سرتوڑ کوشش کی کہ وہ احمدیہ ہاؤس چھوڑ کر کسی کے گھر چلے جائیں لیکن انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ جس عمارت کو احمدیوں کے خون پسینے کی کمائی سے خریدا گیا تھا وہ اسکو خالی کر دیں۔

سیکرٹری جماعت کے بعد محترمہ مسز جمیلہ خاں صاحبہ صدر جماعت احمدیہ نے ڈاکٹر صاحب کی تحریرات سے اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ محترمہ صدر صاحبہ کی درخواست پر محترم یوسف محمد۔ نبیض خاں، مجید علی۔ عزیر علی اور دوسرے حاضرین نے اپنے تاثرات بیان کئے۔ ممبران نے جہاں محترم ڈاکٹر صاحب مرحوم کی خدمات کا ذکر کیا۔ وہاں یہ بھی کہا کہ ڈاکٹر صاحب کی قربانیوں میں ان کی فیملی میں شریک ہے اس لئے کہ اگر ایک مشنری کو اپنی فیملی کا تعاون حاصل نہ ہو تو وہ سکون سے کام نہیں کر سکتا۔

نماز جنازہ کے بعد ممبران نے مرحوم اور ان کے خاندان کے لئے دعا کی۔ خدا مرحوم کو بلند مقام عطا فرمائے اور ان کی اہلیہ اور بچوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

سیکرٹری جماعت یو۔کے

* * *

پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام کی وفات پر تعزیت کے خطوط

جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جزائر فیجی لکھتے ہیں۔

آپ کا ۱۰ جنوری ۸۴ء کا مکتوب ہمارے لئے رنج و اندوہ کی خبر لایا۔ پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام کی وفات ایک صدمۂ عظیم ہے سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت فرمائے پچھلے جمعہ ان کی جنازہ غائبانہ کی نماز ادا کی گئی۔ مولا کریم انہیں اپنے جوار رحمت اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔

ڈاکٹر نظیر الاسلام ایک بہت بڑے عالم دین اور مبلغ اسلام تھے۔ مجھے ان سے لندن اور لاہور میں ملنے کے کئی مواقع ملے۔ ان کے ایثار اور خدمت دین کے جذبے نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا۔ ان کی وفات ہماری جماعت کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے گذشتہ سال (۱۹۸۳ء) ہمارے چار نہایت ہی عظیم رکن ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ خداوند تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے جماعت کو مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے۔ براہ کرم ہمارے بورڈ آف ڈائریکٹرز اور اراکین جماعت کی طرف سے مرحوم کے سوگوار خاندان اور مرکزی جماعت تک دلی افسوس اور ہمدردی کے الفاظ پہنچا دیں۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

* جناب عبدالحق سہروردی اولڈ لالہ زار روڈ راولپنڈی سے بیگم صاحبہ ڈاکٹر نظیر الاسلام کے نام اپنے تعزیتی خط میں لکھتے ہیں۔

"مجھے کسی کی زبانی دو چار دن ہی ہوئے ڈاکٹر صاحب کے انتقال پُرملال کی خبر ہوئی۔ خدا گواہ ہے کہ اس دن سے طبیعت پر کس قدر بوجھ ہے اور دل رنجیدہ ہے ان کے ساتھ گذرا ہوا وقت یاد آتا ہے تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ وہ ایک بے مثال انسان تھے۔ خوددار، محنتی۔ خوش مزاج۔ دوست پرور اور غریب پرور۔ وہ اصول کے پکے اور زبان کے سچے تھے۔ اللہ تعالےٰ ان پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کی بارش کرے۔ عزیزی بشیر الاسلام اور بچیوں کو ہم دونوں کی طرف سے اظہار تعزیت کریں۔ آمنہ دو تین دن ہی ہوئے امریکہ سے واپس لوٹی ہے۔ یہ خبر سن کر وہ بھی بے حد ملول ہوئی ہیں۔

* مکتوب امریکہ

ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی اچانک وفات کا سن کر افسوس ہوا۔ خدا اُن پر اپنی رحمتیں اور برکات نازل فرمائے۔ ڈاکٹر صاحب سے میری ملاقات لندن کانفرنس کے دوران ہوئی تھی۔ جماعت کے ایک بہت ہی مخلص ممبر اور عالم انسان تھے۔ "خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں"۔ جلسے کی کامیابی کی خبر سن کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ آپ کی کاوشوں اور اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے۔ خدا ہمیں آئندہ بھی اپنے نیک مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ مجھے اور ہم سب گھر والوں کو دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

آپ کا مخلص

محمد احمد امریکہ

* * *

از قلم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درسِ قرآن سبق ۵۸

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِکَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ تُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ ۫ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ۫ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

(آل عمران ۳ ۔ ۲۵ ۔ ۲۶)

ترجمہ:۔ کہو اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے ۔ تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے ۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے ۔ اور تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

میں ان آیات پر پچھلے دو درسوں میں بتا آیا ہوں کہ یورپین اقوام کو اللہ تعالےٰ نے وہ عالمگیر سلطنت دی کہ اس کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی کہ باقی دنیا کے تمام ملکوں پر وہ چھا گئیں اور اپنے عالمگیر غلبہ کو قائم رکھنے کے لئے انہوں نے اپنی محکوم رعایا کو اپنا ہم مذہب بنانے کے لئے پیسہ، محنت، اور سیاسی و ملکی غلبہ غرض ہر چیز کو وسیع پیمانہ پر استعمال کیا ۔ تو اس میں غور کرنے کی یہ بات ہے کہ یورپین اقوام کو سیاسی اور ملکی غلبہ پہلے ملا اور اس غلبہ کو انہوں نے بعد میں استعمال کیا اپنے مذہب کو پھیلانے کے لئے ۔ اور اسی ترتیب سے قرآن حکیم نے ۱۴۰۰ سال پہلے اس بات کا ذکر فرمایا جو کہ آج کی آیات میں ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ حکومتیں دیتا بھی ہے تو چھین بھی لیتا ہے ۔ اور اس کے بعد عیسائیت کے عقائد پر بحث کی ہے جو اگلی آیات میں آتی ہے ۔ ۱۴۰۰ سال پہلے واقعات کی اس ترتیب کو ملحوظ رکھنا جو اس زمانہ میں آکر اسی طرح پورے ہوئے قرآن کریم کے اس عالم الغیب ذات کی طرف سے ہونے کا بیّن ثبوت ہے جس کا نام اللہ ہے ۔

چونکہ یورپین اقوام کی سلطنت ہر قسم کے مذہبوں کو ماننے والوں پر تھی اس لئے انہیں عیسائی بنانے کے لئے عیسائیت کا مقابلہ تمام مذاہب سے ہوا مگر عیسائیت کو اسلام کے سوا کسی مذہب سے خطرہ یا سخت مقابلہ نہ درپیش ہوا ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کے سوا تمام مذاہب میں شرک پیدا ہو چکا تھا بلکہ ان کا شرک عیسائیت سے بدتر تھا ۔ اس کے برعکس اسلام کی خالص توحید سے عیسائیت کو سخت خطرہ محسوس ہوا کیونکہ باطل حق سے ہمیشہ خائف ہوتا ہے ۔ اس لئے عیسائیت نے اسلام پر جو سخت حملہ کیا ویسا حملہ نہ تو دوسرے مذاہب پہ کیا اور نہ اسلام کی تاریخ میں ویسا سخت حملہ اسلام پر بطور مذہب کے کبھی ہوا تھا ۔ اس خطرہ کو حضور سرور کائنات صلعم نے ۱۳۰۰ سال پہلے اپنی باطنی آنکھ سے اور اللہ تعالےٰ سے علم غیب پاکر دیکھا تھا ۔ چنانچہ اس زمانہ کے خطرات کو فتنۂ دجال کا نام دیتے ہوئے حضور صلعم نے بے شمار پیشگوئیاں فرمائیں جو حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں ۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا اسلام کی تمام تاریخ میں اس پر بطور مذہب ایسا سخت حملہ اور خطرہ درپیش نہ آیا تھا ۔ مخبر صادق صلعم کی بے شمار پیشگوئیوں میں سے چند سناتا ہوں ۔

فرمایا ما بین خلق آدم الی قیام الساعۃ امرٌ اکبر من الدجال (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۲) یعنی آدم کی پیدائش سے لے کر قیامت کی گھڑی تک کوئی امر فتنۂ دجال سے بڑھ کر نہیں ہوگا ۔ عیسائیت کے اسلام پر حملہ کو حضورؐ نے فتنۂ دجال کے نام سے پکارا جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ آیا ہوں ۔ اور آپ نے ایک سے زیادہ موقعوں پر فرمایا یا ایھا الناس انہ لم تکن فتنۃ علی وجہ الارض منذ ذرا اللہ ذریۃ آدم اعظم من فتنۃ الدجال (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۹۶) یعنی اے لوگو جب سے اللہ تعالےٰ نے نسل انسانی کو پیدا کیا ہے فتنۂ دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ روئے زمین پر نہ ہوگا ۔

حضور صلعم نے اسے فتنہ یا آزمائش اس لئے فرمایا کہ یورپین اقوام نے اپنے سیاسی اور ملکی عالمگیر غلبہ کے علاوہ اقتصادی اور سائنٹیفک ترقیات کو بھی کام میں لاکر اپنے مذہب کو دوسروں پر مسلط کرنا تھا ۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم کی پیشگوئیوں میں ذکر ہے کہ کس طرح یورپین اقوام ویرانوں میں سے خزانے (تیل اور دوسری معدنیات) باہر نکالیں گی اور زمین کی طاقتوں پر قدرت حاصل کریں گی ۔ ان قوموں کو دجال کا لقب دیتے ہوئے فرمایا " وہ ایک قوم پر آئے گا اور انہیں دعوت دیگا (اپنے مذہب کی طرف) تو وہ اس پر ایمان لائیں گی ۔ سو وہ آسمان کو حکم دے گا اور وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ اگائے گی ۔ ۔ ۔ ۔ پھر ایک اور قوم پر آئے گا اور انہیں دعوت دیگا تو

وہ اس کی بات کو رد کر دیں گے تو وہ ان سے روٹھ جائے گا تو وہ قحط زدہ ہو جائیں گے اور ان کے ہاتھوں میں ان کے مالوں میں سے کچھ نہ رہیگا۔" ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کی پیشگوئی کے بعد فرمایا "اور زمین کی نہریں اور اس کے پھل دجال کے لئے مسخر کر دئے جائیں گے تو جو اس کی پیروی کرے گا وہ اسے کھلائے گا اور اسے کافر بنا لے گا۔ اور جو اس کی نافرمانی کریگا اس سے محروم کر دیگا۔ اور اس سے رزق کو روک دیگا۔" حضور صلعم نے ان لوگوں کا بھی ذکر کیا جو ان یورپین اقوام کی کاسہ لیسی کر کے دنیاوی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرینگے، اور خصوصاً دجال کے وسوسہ اندازی سے ان الفاظ میں متنبہ فرمایا "جو شخص دجال کی خبر سنے تو وہ اس سے الگ رہنے کی کوشش کرے کیونکہ ایسا ہو گا کہ ایک آدمی اپنے آپ کو مومن یقین کرتا ہوا اس کے پاس آئیگا لیکن وہ اس کے دل میں اس قسم کے شبہات پیدا کر دیگا کہ وہ اس کا متبع ہو جائیگا۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انیسویں صدی میں اور بیسویں صدی کے اوائل میں لاکھوں مسلمان نوجوان اپنا ایمان اسی طرح کھو کر مادہ پرست، دنیا پرست بلکہ دہریہ تک ہو گئے اور جو لاکھوں مسلمان عیسائی ہو گئے وہ ان کے علاوہ تھے۔ اور ان میں پڑھے لکھے لوگ وکیل، بیرسٹر، نواب زادے، شرفاء بلکہ علماء تک تھے۔

انیسویں صدی عیسوی میں اسلام اور مسلمانوں پر یہ خطرناک حالت تھی کہ اللہ تعالے نے چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود بھی بنا کر بھیجا کیونکہ کسر صلیب (یعنے عیسائیت کا قلع قمع) بموجب مخبر صادق صلعم مسیح موعود نے ہی کرنا تھا جو بموجب امامکم منکم کی حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم کے حضورؐ کی امت کے ایک امام نے ہی ہونا تھا۔ اور حضرت مرزا صاحب نے رسول اللہ صلعم کی پیشگوئیوں کے مطابق کسر صلیب کا کام اس خوبی سے سرانجام دیا کہ اسے نہ صرف اس زمانہ کے روشن خیال مسلمانوں نے سراہا بلکہ خود عیسائیت کے علمبرداروں نے اپنی شکست یوں مانی کہ اپنے مشنریوں کو روک دیا کہ احمدیوں سے بحث مباحثہ مت کرو۔ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کا پیدا کردہ لٹریچر اس بات کی تحریری شہادت ہے کہ کسر صلیب کا کام کس خوبی سے سر ہوا۔ حضرت مسیح موعود نے اس زمانہ میں کہ عیسائیت اپنے پورے عروج پر تھی یہ بھی پیشگوئی فرمائی کہ چودھویں صدی ہجری ختم ہونے سے قبل عیسائیت بطور مذہب ختم ہو جائیگی چنانچہ پچھلے چند سالوں میں یورپ اور امریکہ کے روشن خیال عیسائی سکالروں مذہب عیسائیت کو کالج میں پڑھانے والوں اور چرچ (کلیسا) کے بڑے بڑے عہدہ داروں نے یہ برملا کہنا شروع کر دیا بلکہ کتابیں لکھیں کہ نہ تو حضرت عیسےٰ خدا تھے یا خدا کا بیٹا تھے نہ ان کو کوئی ایسا دعویٰ تھا اور تثلیث کا عقیدہ بعد میں گھڑا گیا اور غلط عقیدہ ہے۔ بلکہ اب تو بعض نے حضرت مسیح موعود کے اس اعلان کی بھی تصدیق کر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت نہ ہوئے تھے بلکہ زندہ بچ کر کشمیر میں آئے اور وہاں (بقول رسول اللہ صلعم ۱۲۰ سال کی عمر پا کر) فوت ہوئے اور سرینگر کے محلہ خان یار میں یوز آسف نبی کی قبر انہی کی قبر ہے۔ مگر یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ آج سے سو سال قبل تو یورپین اقوام اور ان کا مذہب اپنے پورے عروج پر تھے اور چونکہ یورپین اقوام اپنے دنیاوی عروج اور غلبہ کو لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کے لئے استعمال کر رہی تھیں جیسا کہ میں پچھلے درس میں تحریری اور تاریخی گواہ سے ثابت کر آیا ہوں اس لئے ان کے اس دنیاوی غلبہ کو توڑے بغیر اس فتنہ کا تدارک نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کا غلبہ اور فوجی طاقت ایسی زبردست تھی کہ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے پیشگوئی فرمائی تھی لا یدان لاحد لقتالھم یعنے کسی کو ان سے جنگ کرنے کی طاقت نہ ہوگی مگر رسول اللہ صلعم نے یہ عجیب پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ مسیح موعود ان قوموں کو اپنی دعا سے ہلاک کر دیگا۔ اسی بات کو رسول اللہ صلعم نے دوسرے موقعہ پر یوں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود کی طرف وحی کریگا انی قد اخرجت عباداً لا یستطیع قتلھم الا انا (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۰۲۱) یعنے میں نے اپنے کچھ بندے پیدا کئے ہیں جن کے قتل کی میرے سوا کسی کو طاقت نہ ہوگی۔

چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا یہ فرمان تھا کہ یورپین اقوام کا دنیاوی غلبہ اور سلطنت ختم ہوگی مسیح موعود کی دعا سے اس لئے قرآن حکیم کی وہ آیات جو آج کے درس کے شروع میں میں نے پڑھی تھیں انہیں شروع کیا لفظ قل سے یعنے کہہ۔ اور آگے جو دعا آتی ہے اس کا مضمون ہی یہ ہے کہ اللہ ملک کا مالک تو تو ہی ہے تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے واپس لے لے تو نے ان یورپی اقوام کو ساری دنیا پر غلبہ دیا تو ہی اسے توڑ سکتا ہے۔ تو چونکہ یہ اقوام اپنے عالمگیر غلبہ کا غلط استعمال کر رہی ہیں لوگوں کا دین اور ایمان بگاڑنے کیلئے اس لئے تو ان سے یہ غلبہ لے لے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اس عظیم الشان اور تاریخی دعا کے لئے ایک الگ حجرہ بنوایا۔ اور اس میں سال ہا سال دعا کی جو قبول ہوئی اور آپ کو بتایا گیا کہ عالمگیر جنگیں آن کر ان یورپین اقوام کے غلبہ کو توڑ دیں گی اور مسلمان ملک اور دوسری غلام قومیں آزاد ہو جائیں گی میں نے ان تمام امور پر تفصیل سے روشنی پہلے ڈالی ہے جس نے وہ تفصیل دیکھنی ہو وہ اردو کے اخبار پیغام صلح کے پرچے مورخہ ۱۷۔ ۲۴ مئی ۱۹۸۰ء ۳۱ مئی ۱۹۸۰ء اور ۲۰-۲۷ اگست ۱۹۸۰ء اور انگریزی اخبار لائٹ کے پرچے مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۸۰ء دیکھ لیں۔

تو آج کے درس کی باقی آیات بھی اس زمانہ کے حالات پر بخوبی چسپاں ہوتی ہیں کہ جہاں یورپین اقوام کے دنیاوی غلبہ کے غلط استعمال سے جو فتنہ عظیم پیدا ہوا تھا اس کے دور کرنے کے لئے ان سے دنیاوی حکومت جو ان کو دوسری قوموں پر تھی واپس لے لینے کے لئے دعا ہے وہاں مسلمان اور دوسری محکوم قوموں کی آزادی کے لئے بھی دعا ہے کہ اے اللہ ملک کا مالک تو تو ہی ہے جسے چاہے دے اور جس سے چاہے واپس لے لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے تیرے ہاتھ میں سب بھلائی ہے اور تو ہر بات پر قادر ہے۔ آگے دعا آتی ہے کہ جس طرح عالم ظاہر میں تو رات کو دن میں بدل دیتا ہے اور دن کو رات میں تو مسلمان قوم اور دوسری محکوم قومیں جن پر اس[۴۴]

۴۴ زمانہ میں رات چھائی ہوئی تھی تو چاہے تو ان کی رات کو دن میں بدل دے۔ اسی طرح تو مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ کرتا ہے تو ان مردہ قوموں میں زندگی ڈال اور جن قوموں کے سیاسی عروج نے دنیا کو مردہ بنا رکھا ہے ان کو خود سیاسی طور پر مردہ کر ڈال اور تو جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ سو مسلمان قومیں جو زیادہ تر ریگستانوں میں تھیں اللہ تعالیٰ نے امام وقت کی دعا پر ان ریگستانوں میں سے تیل کے ذخیرے نکال دیئے یہاں تک کہ آج وہ امیر ترین قومیں ہیں اور دنیا کی کون سی نعمت ہے جو ان ملکوں اور قوموں کو آج نصیب نہیں۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ (باقی آئندہ)

جناب ملک ظفر اللہ خاں صاحب راولپنڈی۔

حضرت اقدس کے ارشادات کی روشنی میں

بعثتِ مجدّدین ۔ خلفائے محمدیؐ

نبی اور مجدّد کے کام کی مطابقت

انبیاء کے اس دنیا میں آنے کی سب سے بڑی غرض اور ان کی تعلیم اور تبلیغ کا عظیم الشان مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ خداتعالیٰ کو شناخت کریں۔ پس اس وقت بھی خدا نے ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور مجھے اس نے مبعوث فرمایا ہے تو میرے آنے کی غرض بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب انبیاء کی تھی یعنی میں دنیا کو بتانا چاہتا ہوں کہ خداتعالیٰ کیا ہے بلکہ اس خدا کو دکھانا چاہتا ہوں نیز گناہ سے بچنے کی راہ کی طرف راہبری کرتا ہوں۔ یہی کام ہے جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے تاکہ میں دنیا کو دکھلا دوں کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالےٰ تک پہنچ سکتا ہے۔

بیامدم کہ رہ صدق را درخشانم
بدلستان برم آں راکہ پارسا باشد

انسان کے لئے سب سے اول اس بات کا دیکھنا ضروری ہے کہ نجات ہے کیا چیز؟ نجات کی اصل غرض تو صرف اسقدر ہے کہ انسان گناہوں سے بچ جائے۔ اور جو فاسقانہ خیالات اس کے دل کو سیاہ کرتے ہیں ان کا سلسلہ بند ہو کر سچی پاکیزگی حاصل ہو۔

انسان گناہوں سے کیونکر بچ سکتا ہے۔؟

یہ سوال درحقیقت ہر ایک انسان کے دل میں اٹھتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح پر نفس انسانی بے قابو ہو جاتا ہے اور مختلف قسم کے خیالاتِ فاسدہ آآکر اسے گھیر لیتے ہیں۔ ان خیالات بد سے بچنے کے لئے ہر قوم و مذہب نے کوئی نہ کوئی تدبیر بنا رکھی ہے۔ ہم گناہ کا علاج جو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں سوائے اسکے کوئی دوسرا علاج نہیں ہے اور وہ یہی ہے کہ لوگوں کو خداتعالےٰ کی معرفت حاصل ہو تمام سعادت مندیوں کا مدار خداشناسی پر ہے اور نفسانی جذبات اور شیطانی محرکات سے روکنے والی صرف ایک ہی چیز ہے جو خداتعالیٰ کی معرفت کاملہ کہلاتی ہے جس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ خدا ہے اور وہ بڑا قادر ہے وہ ذوالعذاب الشدید ہے۔ یہی ایک نسخہ ہے جو انسان کی متمردانہ زندگی پر ایک بھسم کر دینے والی بجلی گرا دیتا ہے پس جب تک انسان آمنت باللہ کی حدود سے نکل کر عرفت اللہ کی منزل میں قدم نہیں رکھتا تب تک اس کا گناہوں سے بچنا محال ہے۔ پس جب تک انسان میں خدا کی معرفت اور گناہوں کے زہر کا یقین پیدا نہ ہو کوئی اور طریق گناہ کی زندگی پر موت وارد نہیں کرسکتا۔ اب اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب گناہوں سے بچنے کے لئے سچی معرفت اور چمکتے ہوئے یقین کی ضرورت ہے جو خداتعالےٰ کی عظمت اور گناہ کے خطرناک زہر سے آگاہ کرے تو ایسا یقین کیونکر پیدا ہو؟ تو ایسے یقین کے خواہشمند کیلئے ضروری ہے کہ وہ کونوا مع الصّٰدقین سے حصہ لے۔ صادق سے صرف یہی مراد نہیں کہ انسان زبان سے جھوٹ نہ بولے۔ یہ بات تو بہت سے دیگر مذاہب مثلاً ہندوؤں اور دہریوں میں بھی پائی جاتی ہے بلکہ صادق سے مراد وہ شخص ہے جس کی ہر بات صداقت اور راستی ہونے کے علاوہ اس کے تمام حرکات وسکنات و اقوال سب صدق سے بھرے ہوئے ہوں۔ گویا یوں کہو کہ اس کا وجود ہی صدق ہو گیا ہو اور اسکے اس صدق پر بہت سے تائیدی نشان اور آسمانی خوارق گواہ ہوں۔

چونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اس لئے جو شخص ایسے آدمی کے پاس جو اپنے حرکات وسکنات و اقوال و افعال میں خدائی نمونہ اپنے اندر رکھتا ہے صحت نیت اور پاک ارادے اور مستقیم جستجو سے ایک مدت تک رہے گا تو یقین کامل ہے کہ اگر وہ دہریہ بھی ہوگا تو آخر خداتعالےٰ کے وجود پر ایمان لے آئے گا۔ کیونکہ صادق کا وجود خدانما وجود ہوتا ہے۔ انسان اصل میں اُنسان کا مجموعہ ہے یعنی دو محبتوں کا۔ ایک اُنس وہ خداتعالےٰ سے کرتا ہے اور دوسرا اُنس بنی نوعِ انسان سے چونکہ انسانوں کو تو اپنے قریب پاتا ہے اور دیکھتا ہے اور اپنی نوع ہونے کیوجہ سے اُن سے فوراً متاثر ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایک کامل انسان کی صحبت اور صادق کی معیت آسے وہ نور عطا کرتی ہے جس سے وہ خداتعالیٰ کو دیکھ لیتا ہے اور گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ انسان کے دراصل دو وجود ہوتے ہیں ایک وجود تو وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں تیار ہوتا ہے اور جیسے ہم اور تم دیکھتے ہیں۔ سبب لے کر وہ رحم مادر سے باہر آتا ہے۔ اور یہ وجود بلاکسی فرق کے سب انسانوں کو ملتا ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور وجود بھی انسان کو دیا جاتا ہے دُوسرا وجود جو صادق کی صحبت میں تیار ہوتا ہے یہ وجود بظاہر ایسا نہیں ہوتا کہ ہم اُسے چھوکر یا ٹٹول کر دیکھ لیں مگر وہ ایسا وجود ہوتا ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر اس مادی وجود پر ایک قسم کی موت وارد ہو جاتی ہے اور وہ خیالات و حرکات و افعال جو اس سے پہلے صادر ہوتے تھے یا دل میں گذرتے تھے یہ اُن سے بالکل الگ ہو جاتا ہے اور شبہات سے جو اس کے دل کو تاریک کئے رہتے تھے ان سے اسے نجات مل جاتی ہے اور یہ وجود ہی حقیقی نجات ہوتا ہے جو سچی پاکیزگی کے بعد ملتا ہے کیونکہ جب تک شبہات سے نجات نہیں اُسے تاریکی سے نجات نہیں اور اسے سچی پاکیزگی میسر نہیں اور وہ خدا کو دیکھ نہیں سکتا اور اس کی عظمت و ہیبت کا اس کے دل پر اثر نہیں ہو سکتا اور سچ تو یہ ہے کہ وہ خداتعالےٰ کو دیکھ نہیں سکتا اور اس کی عظمت و ہیبت کا اس کے دل پر اثر نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص اس دنیا میں خداتعالےٰ کے دیکھنے سے بے نصیب ہے وہ قیامت کو بھی محروم ہی ہوگا جیسا کہ خداتعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے من کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ اس سے مراد یہ تو نہیں ہو سکتی کہ جو اس دنیا میں اندھے ہیں وہ قیامت کو بھی اندھے ہی ہوں گے بلکہ اس کا مفہوم یہی ہے کہ خداتعالےٰ کو ڈھونڈنے والوں کے دل نشانات سے ایسے سوز کئے جاتے ہیں کہ وہ خداتعالےٰ کو دیکھ لیتے ہیں اور اس کی عظمت و جبروت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا کی ساری عظمتیں اور بزرگیاں اُن کی

نگاہ میں ہیچ ہو جاتی ہیں۔

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

اب جبکہ یہ حال ہے کہ دل کی پاکیزگی کا حاصل کرنا ضروری ہے اور یہ حاصل نہیں ہو سکتی جب تک منہاج نبوت پر آئے ہوئے پاک انسان کی صحبت میں نہ بیٹھے اس کی صحبت کی توفیق نہیں مل سکتی جب تک اوّلاً انسان یہ یقین نہ کرے کہ وہ ایک مرنے والی ہستی ہے یہی ایک بات ہے جو اسکو صادق کی صحبت کی توفیق عطا کرتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ کے لئے نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک واعظ پیدا کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر واعظ یہ ہے کہ وہ کونوا مع الصادقین کی حقیقت کو سمجھ لے۔

از بندگانِ نفس رہے آں لیگاں مپرس
ہر جا کہ گرد خاست سوارے دراں بجو

آں کس کہ ہست از پئے آں یار بیقرار
رو صحبتش گزیں و قرارے دراں بجو

مولانا روم نے ایک حدیث شریف منظوم فرمائی ہے۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است + من نگنجم ہیچ در بالا و پست
در دلِ مومن بگنجم اے عجیب + گر مرا خواہی دراں دلہا طلب

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

یک زمانہ صحبت با اولیا + بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگِ خارا و مرمر شوی + چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

ڈاکٹر اقبال نے یوں کہا ہے۔

دم عارف نسیم صبح دم ہے + اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر + شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

رسم و عادت کی غلامی سے انسان اسی وقت نکل سکتا ہے جبکہ عرصہ دراز تک صادقوں کی صحبت میں رہے اور اُن کے نقشِ قدم پر چلے۔

فلسفۂ دُعا

خدا تعالےٰ نے فیض رسانی کی چار صفات اپنی ذات میں رکھی ہیں اور رحیمیت کو جو انسان کی دعا کو چاہتی ہے خاص انسان کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ میں ایک قسم کا وہ فیض ہے جو دعا کرنے سے وابستہ ہے۔ اور بغیر دُعا کے کسی طرح نہیں مِل سکتا۔

ظاہر ہے کہ اوّل مقدم اور ایک بھاری مرحلہ جو ہمیں طے کرنا چاہیئے وہ خداشناسی ہے۔ اور اگر ہماری خداشناسی ہی ناقص اور مشتبہ اور دھندلی ہو تو ہمارا ایمان ہرگز منور اور چمکیلا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خداشناسی جب تک صفت رحیمیت کی صفت کے ذریعہ ہمارا چشم دید واقعہ نہ بن جائے تب تک ہم کسی طرح سے اپنے رب کریم کی حقیقی معرفت کے چشمہ سے آب زلال نہیں پی سکتے۔

دُنیا میں خدا کا دیدار یہی ہے کہ خدا باتیں کرے۔ انسان ہر وقت ایک سیلاب میں پڑا ہوا ہے اور دُعا ہی ایک ایسی شے ہے جو کہ اس کو اس سے نجات دلا سکتی ہے اور یہ فخر اسلام کو ہی ہے کہ وہ دعا کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر قرآن کو غور سے پڑھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اس میں بار بار دعا کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور تاکید کی ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے۔ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب۔ پھر آگے اس کا ثبوت اس طرح دیا ہے۔

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان

جب میرے بندے میری نسبت سوال کرتے ہیں تو میں ان کے قریب ہوتا ہوں اور مجھ کو پکارتے ہیں تو جواب دیتا ہوں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان نہ تو واقعی طور پر گناہ سے نجات پا سکتا ہے اور نہ سچے طور پر خدا سے محبت کر سکتا ہے اور نہ جیسا کہ حق ہے اس سے ڈر سکتا ہے جب تک کہ اسی کے فضل اور کرم سے اس کی معرفت حاصل نہ ہو اور اس سے طاقت نہ ملے۔ اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ ہر ایک خوف اور محبت معرفت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کی تمام چیزیں جن سے انسان دل لگاتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے یا ان سے ڈرتا ہے اور دور بھاگتا ہے یہ سب حالات انسان کے دل کے اندر معرفت کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا کا فضل نہ ہو اور نہ مفید ہو سکتی ہے جب تک خُدا کا فضل نہ ہو اور فضل کے ذریعہ سے معرفت آتی ہے۔ تب معرفت کے ذریعہ سے حق بینی اور حق جوئی کا ایک دروازہ کھلتا ہے اور پھر بار بار دورِ فضل سے ہی وہ دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اور بند نہیں ہوتا۔ غرض معرفت فضل کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے۔ فضل معرفت کو نہایت مصفےٰ اور روشن کر دیتا ہے۔ اور حجابوں کو درمیان سے اُٹھا دیتا ہے اور نفس امارہ کے گرد و غبار کو دور کر دیتا ہے اور روح کو قوت اور زندگی بخشتا ہے اور نفسِ امارہ کو امارگی کے زندان سے نکالتا ہے اور بد خواہشوں کی پلیدی سے پاک کرتا ہے۔ اور نفسانی جذبات کے تند سیلاب سے باہر لاتا ہے تب انسان میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنی گندی زندگی سے طبعًا بیزار ہو جاتا ہے کہ بعد اس کے پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے رُوح میں پیدا ہوتی ہے وہ دُعا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دُعا جو معرفت اور فضل کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے وہ فنا کرنیوالی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔ مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیونکہ آخر رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

مبارک تم جبکہ تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری رُوح دُعا کے لئے پگھلتی اور آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی

ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم۔ حیا والا صادق وفادار، عاجزوں پر رحم کرنے والا۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ۔ اور نفسانی جھگڑوں کو دین کا رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو۔ تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔

ہماری جماعت کو لازم ہے کہ نیکی میں ترقی کرے ایمانی قوت کو بڑھانے کے لئے دعا کو ہاتھ سے نہ دے۔ کوئی مشکل ایسی نہیں جو کہ اس کے ذریعہ حل نہ ہو اور کوئی بیماری ایسی نہیں جو دعا سے نہ جائے۔ پس بڑا ہی خوش قسمت وہ انسان ہے جو کہ دعا پر بھروسہ کرتا ہے اور تمہارا کوئی کاروبار دعا کے سوا نہ ہوا کرے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے دعا کی عادت ڈالو اور اس سے غافل ہرگز نہ ہو ہمارا تو سارا دارومدار ہی دعا پر ہے۔ دعا ہی ایک ہتھیار ہے جس سے مومن ہر کام میں فتح پا سکتا ہے اللہ تعالے نے مومن کو دعا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ بلکہ وہ دعا کا منتظر رہتا ہے۔

عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو کیونکہ گناہوں سے دل سخت ہو جاتا ہے اور انسان دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے ہماری دعا یہ ہونی چاہیئے کہ خدا تعالے ہم سے گناہوں کو جو دل کو سخت کر دیتے ہیں دور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے۔ سانپ کے زہر کی طرح انسان میں زہر ہے اس کا تریاق دعا ہے جس کے ذریعہ سے آسمان سے چشمہ جاری ہوتا ہے۔ جو دعا سے غافل ہے وہ مارا گیا۔ ایک دن اور ایک رات جس کی دعا سے خالی ہے وہ شیطان سے قریب ہوا۔ ہر روز دیکھنا چاہیئے کہ جو حق دعاؤں کا تھا وہ ادا کیا ہے کہ نہیں یاد رکھو کہ کوئی پاک نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا پاک نہ کرے۔ جب تک کہ اتنی دعا نہ کرے کہ مر جاوے تب تک سچی تقوای حاصل نہیں ہوتی اس لئے دعا سے فضل طلب کرنا چاہیئے۔ چاہیئے کہ اپنی نماز کو دعا سے مثل کھانے اور سرد پانی سے لذیذ اور مزیدار کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ اس پر ویل ہو۔ نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو اور خدا کے دشمن سے مداہنہ کی زندگی نہ برتو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو نماز کا مزہ دنیا کے ہر مزے پر غالب ہے۔ لذاتِ جسمانی کے لئے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر اس کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں اور یہ مفت کا بہشت ہے جو اسے ملتا ہے۔ قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذت ہے۔

انسان کی ضرورتوں اور خواہشوں کی تو کوئی حد نہیں اور بعض لوگ ان ہی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور ان کو خدا راضی کرنے اور گناہ سے بچنے کی دعا کا موقعہ ہی نہیں پیش آتا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ دنیا کے لئے جو دعا کی جاتی ہے وہ جہنم ہے دعا صرف خدا کو راضی کرنے اور گناہوں سے بچنے کی ہونی چاہیئے۔ میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ ہے دعا ہی ہے۔ اس پیرانہ سالی میں گوناگوں تجارب سے یہی حاصل ہوا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی شے نہیں۔ نہ سفید کو سیاہ کر سکتے ہیں۔ نہ پرانے کو نیا پس لازم ہے کہ توکل کو ہاتھ سے نہ دے۔

اگرچہ انسان کو بشریت کے تقاضا سے اضطراب ہوتا ہے مگر وہ خاصۂ بشریت ہے اور سب انبیاء بھی اس میں شریک ہیں جیسے کہ جنگ بدر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اضطراب ہوا تھا مگر عام لوگوں میں اور انبیاؤں میں یہ فرق ہے کہ عام لوگوں کی طرح انبیاؤں کے اضطراب میں یاس کبھی نہیں ہوتی ان کو اس امر پر پورا یقین ہوتا ہے کہ خدا ضائع کبھی نہ کریگا۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر مجھے جلتی آگ میں بھی ڈالا جاوے تو بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ ضائع نہ ہوں گا۔ اضطراب تو ہوگا کہ آگ ہے اس سے انسان جل جاتا ہے۔ مگر امید ہوتی ہے کہ ابھی آواز آوے گی یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراھیم لیکن دوسرے لوگوں کے اضطراب میں یاس ہوتا ہے۔ خدا پر ان کو توقع نہیں ہوتی اور یہ کفر ہے جیسے بشریت سے جو خوف خدا اور اضطراب پیش کرتی ہے۔ ایمان اسے دفع اور ذب کرتا ہے۔

ایمان کا ثمرہ عرفان ہوتا ہے۔ عرفان سے مراد مکاشفاتِ صحیحہ اور وحی الٰہی ہے کہ مصفا اور خالص کلامِ الٰہی انسان پر نازل ہو کوئی آمیزش شیطانی اس میں نہیں ہو تو اس میں وہ نور ملا ہوتا ہے کہ انبیاء کے وحی اور مکالمہ میں ہوتا ہے جب وحی الٰہی بکثرت ہو تو یہ ایک نعمت الٰہی ہے اس کا نام کسب نہیں ہوتا بلکہ موہبت ہے لیکن ایمان ایک کسبی شے ہے جب ہی بار بار تاکید ہوتی ہے کہ یہ عمل کرو وہ عمل کرو یہ ایک مجاہدہ ہوتا ہے اس کے بعد موہبت ہوتی ہے یعنی اول ایمانی حالت میں انسان خدمت کرتا ہے اس کے بعد موہبت الٰہی سے اسے فیض ملتا ہے اس لئے انسان کو اپنے اعمال اور عبادات میں کشوف وغیرہ کی غرض نہ رکھنی چاہیئے انسان کا کام عمل کرنا ہے اس کے اوپر خود ہی جزا مرتب ہوتی ہے۔

پس اگر ایک شخص تمام عمر کشوف وغیرہ کا مرتبہ نہ پاوے تو کوئی ہرج نہیں ہے لیکن اگر خدا کی محبت کو محسوس نہ کرے تو بے شک حرج ہے جیسے عاشق جب تک معشوق کو ایک نظر نہ دیکھے تو اس کی جان جاتی ہے نہ کھانا سوجھتا ہے اور نہ پینے کو جی چاہتا ہے اس کی ایک نظر پر زندگی کا مدار ہوتا ہے۔

پس یہ تعلق محبت ایک چیز ہے جو کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ ہماری جماعت میں زیادہ ہو جب تک انسان محسوس نہ کرے کہ وہ محبت جس کا نام عشق ہے اس نے اسے بیقرار کر دیا ہے تب تک اس نے کچھ نہیں پایا۔ ہزار کشوف وغیرہ ہوں کچھ شے نہیں ہیں ہم تو ایک دمڑی کو نہیں خریدتے کیا عمدہ کہا ہے۔

آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند

شکریہ تعزیت

میرے قابلِ احترام شوہر جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام مرحوم و مغفور کی وفات پر اندرون اور بیرون ملک سے کثیر تعداد میں ہمدردی کے خطوط اور تعزیت کے پیغامات مجھے ملے ہیں جن سے میرا غم کچھ ہلکا ہوا ہے۔ چونکہ فرداً فرداً سب کو جواب دینا میرے لئے مشکل ہے اس لئے بذریعہ پیغام صلح میں ان تمام ہمدردوں کی اظہار ہمدردی کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اللہ تعالے انہیں جزائے خیر دے۔

بیگم ڈاکٹر نظیر الاسلام ماڈل ٹاؤن لاہور

"دُنیا کی سب سے بڑی دُعا"

جلسہ خواتین سیرت النبیؐ منعقدہ جامع دار السلام (۱۱ فروری) میں محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ کی تقریر

ان اللّٰہ وملٰئکتہٗ یصلّون علی النّبیّ ط یا ایھاالذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیمًا ہ

ترجمہ "۔ اللّٰہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس پر درود بھیجو اور سلام بھیجو "۔

اللّٰھم صلے علیٰ محمدٍ وعلیٰ اٰل محمدٍ کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انّک حمیدٌ مجید

اللّٰھم بارک علیٰ محمدٍ وعلیٰ اٰل محمدٍ کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انّک حمیدٌ مجید

میں نے جو یہ آیتِ کریمہ پڑھی ہے اسکو پڑھ کر یا سن کر یہ خیال ضرور آتا ہے کہ وہ کیسا اور کتنا عظیم انسان تھا جس پر نہ صرف اللّٰہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں بلکہ تمام ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس پر درود و سلام بھیجنے کا حکم ہوتا ہے۔

اس پر غور کرنے کے لئے میں نے اپنی آج کی تقریر کا عنوان چُنا ہے "دنیا کی سب سے بڑی دُعا" جب موسم سرما کی اندھیری اور یخ بستہ راتوں میں اپنے نرم اور گرم بستروں میں گہری نیند میں ڈوبے ہوئے ہیں رات کے پچھلے پہر کے سناٹے میں سحر کے نمودار ہوتے ہی جاڑے کی ٹھٹھری ہوئی دھندلی فضا میں تیرتی مؤذن کی لرزتی ہوئی صدائے اللّٰہ اکبر سنائی دیتی ہے تو آپ نے کبھی غور کیا کہ اس کرۂ دنیا پر یہ صدائے وحدت کہ "اللّٰہ سب سے بڑا ہے" "اللّٰہ سب سے بڑا ہے" اللّٰہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں" سب سے پہلے کب اور کس طرح بلند ہوئی ؟

جس طرح سحر کی روشنی سے پہلے ایک سکوت فضا پر چھا جاتا ہے اور رات کا اندھیرا زیادہ گہرا اور تاریک ہو جاتا ہے اسی طرح آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے اس کرۂ ارض پر کفر و ضلالت اور شرک کی تاریکی اس قدر شدت سے جھکی اور چھائی کہ مشرق سے مغرب شمال سے جنوب دنیا کے چاروں کھونٹ میں کہیں کسی ایسی قوم یا انسان کا وجود نہ رہا جو صرف ایک خُدا کو مانتی جانتی یا مانتا اور جانتا ہو۔ نسلِ انسانی کی اس انتہائی گمراہی اور بھول پر کائناتِ عالم دم بخود بالکت وجامد تھی اور گردشِ زمانہ خوف زدہ اور منتظر تھی کہ نہ معلوم اپنے خالق و مالک اور اس کی وحدانیت کو بھول جانے والی اس خود سر مخلوق کا کیا حشر ہوگا۔ کہ اچانک ایک لق و دق ریگستان کی مضطرب سنگلاخ چٹانوں میں بنی ہوئی ایک غار سے ایک فانی انسان کی مضطرب آہ و نالہ اور درد و التجا سے بھری ہوئی دُعا پتھروں کے سینے کو چیرتی ہوئی بلند ہوئی اور عرشِ معلیٰ کے کناروں تک پہنچ گئی۔ یہ دعا کسی بہت بڑے جاہ و جلال۔ سپاہ و مال رکھنے والے شہنشاہ یا بادشاہ کی درخواست یا تمنا نہ تھی ۔ یہ ایک اکیلے تن تنہا بے یار و مددگار یتیم و لیسر غریب انسان کی رُوح کی تڑپ تھی جس کا دل بنی نوع انسان کی شرک و گناہ اور ضلالت و جہالت میں ڈوبی ہوئی حالت دیکھ کر خون ہوگیا اس کی آہ و زاری اپنے لئے کوئی حکومت ۔ طاقت ، دولت ، عشرت مانگنے کے لئے نہیں تھی وہ تو مخلوقِ خدا کی ہدایت کے لئے اور اسکو راہِ راست پر لاکر ایک خدا کا بندہ بنانے کے لئے رونا تھا ۔ ایک دن نہیں دو دن نہیں برس ہا برس تک وہ دردمند بندۂ اللّٰہ اس غار میں محو دعا رہا۔

آخر اس کا برسوں کا یہ رونا رنگ لایا ۔ بارگاہِ ربّی سے اس کے نالوں کا جواب آیا ۔ نہ صرف اس کی دُعا قبول ہوئی بلکہ حکم خداوندی ہوا کہ بہت اچھا تم کو ہی ہم اپنی تمام مخلوق کی اصلاح اور ہدایت کے لئے کھڑا کرتے ہیں۔" اور صرف اس ملک اسوقت کی موجودہ قوم اور اس دور کی نسلِ انسانی کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا میں خدا کی وحدانیت کو پھیلانے اور انسان کو راہ ہدایت دکھانے کا کٹھن کام رہتی دنیا تک اس کے سپرد ہوا۔ اس طرح دنیا کی یہ سب سے بڑی ایک فانی انسان کی دُعا قبول ہوگئی اور ہمارے حضور محمد رسول اللّٰہ صلعم دنیا کے سب سے عظیم الشان اور آخری نبیٔ کامل کا ظہور ہوا ۔ اور اس دُعا کے صدقے اس دنیا اور کل نسلِ انسانی پر سے ایک خدا کو بھول جانے کی سزا اور عذاب ٹل گیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جس انسان کے کمزور کندھوں پر یہ عظیم الشان اصلاح کا کام ڈالا گیا وہ کس فطرت اور کن صفات کا مالک تھا؟

اس نبیؐ کی سیرت و صفات اس کے عمل اور کام سے خود بخود آشکارا ہوتی چلی گئیں ۔ جب پتھر دل اور پتھر کے بُت پوجنے والوں کے سامنے اس نے ایک خدا کا نام لیا اور اپنے پرائے سب دشمن جانی بن کر اس پر ٹوٹ پڑے تو اس نے دشمنی کا جواب دوستی سے دیا ۔ گالیوں کے بدلے دعائیں دیں ۔ مار کھا کر پیار کیا ۔ آپؐ کی زندگی کا ایک واقعہ ہی اس کا روشن ثبوت ہے کہ جب آپ طائف کی بستی میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے ظالم لوگوں نے بجائے آپ کی بات سننے کے آپ پر پتھر برسانے شروع کر دیئے اور آپؐ ان کی بوچھاڑ سے زخمی اور لہولہان ہو گئے ۔ آپ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں ۔ اگر زخموں سے نڈھال ہو کر آپ کہیں بیٹھتے تھے تو وہ شقی آپ کو اٹھا دیتے تھے ۔ اس وقت غیرتِ خداوندی جوش میں آگئی اور بارگاہِ ربی سے ایک فرشتے نے حاضر ہو کر آپؐ سے عرض کی کہ حکم ہو تو طائف کے اس پہاڑ کو اٹھا کر ان لوگوں کے سروں پر پٹخ کر ان کو کچل دیا جائے ۔ سچ پوچھو تو اس وقت وہ لوگ تھے ہی اسی سزا کے مستحق ۔ لیکن آپ نے دنیا کی سب سے بڑی ہدایت کی دُعا مخلوقِ خدا کو بچانے کے لئے مانگی تھی اسکو تباہ کرنے کے لئے نہ چاہتی تھی ۔ چنانچہ اس دکھی حالت میں بھی آپ نے فرمایا کہ نہیں! ان لوگوں کی نسلوں سے مسلمان پیدا ہونگے جو ایک خدا کا نام لیں گے اور اُسے پھیلائیں گے ۔

یہ تھا آپؐ کا جذبۂ عفو و درگزر جو نسلِ انسانی کو بچا گیا ۔ یہ تو آپ کی رُشد و

زندگی کا ایک ابتدائی واقعہ ہے۔ اگر آپ کی داستانِ حیات کا آخری باب کھولیں تو فتح مکہ کا نظارہ نظر آتا ہے کہ آپ مظفر و منصور فاتح بن کر اپنے دس ہزار جاں نثار توحید پرستوں کے جلو میں مکہ معظمہ کے دروازے سے پر تشریف فرما ہیں۔ سامنے ہارا ہوا دشمن ذلیل و شرمسار حضور میں حاضر ہے اس گھڑی ان کے توڑے ہوئے ان گنت ظلم و ستم ان کو یاد نہیں دلائے گئے۔ بدترین برائی اور دشمنی کے بدلے کا ذکر نہیں ہوا فرمایا تو یہ کہ لاتثریب علیکم الیوم۔ آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں۔ سبحان اللہ! مظلوم چھوڑ یہاں تو ظالم بھی بچ گئے۔ اور کیوں نہ بخشے جاتے حضورؐ نے تو خلقِ خدا کی بخشش و نجات کے لئے غارِ حرا میں آہ و زاری کی تھی۔ سزا کے لئے تو کبھی کچھ نہ مانگا تھا۔ جب ظالم بھی اس طرح سرخرو ہو کر چھوٹ گئے تو مظلوموں کا بلند درجہ دیکھ کر تو حیرت ہوتی ہے آپ کی دردمندی۔ غریب نوازی۔ دکھیوں کی دست گیری نے ٹوٹے ہوئے۔ ماریں کھاتے خاک و خون میں تڑپتے انسانوں اور غلاموں کو اٹھایا۔ سہارا دیا اور اس اعلیٰ مقام پر پہنچایا کہ وہ عاجز بندے آقاؤں۔ تاجداروں اور بادشاہوں کے شاہ اور ان سے سوا ہو گئے۔ حضرت بلالؓ ایک غلام تھے جب آپ نے قبول حق کیا تو ان کا ظالم آقا ان کو ریگستان کی چلچلاتی دھوپ اور تپش میں جلتی ریت پر لٹا کر ان کی چھاتی پر آگ کی طرح دہکتے پتھر رکھ دیتا تھا شدت درد اور تکلیف سے آپ بیہوش ہو جاتے تھے تب بھی اُن کے مُنہ سے احد۔ احد نکلتا تھا کہ خُدا ایک ہے۔ خدا ایک ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو اس ظالم آقا سے خرید کر آزاد کر دیا۔ اور آپ کی رسائی بارگاہِ رسالتؐ میں ہو گئی اور اس سیاہ فام حبشی کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اس کی شیریں اور دلکش آواز میں دنیا کی سب سے پہلی اذان بلند ہوئی کہ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور جب ہمارے حضورؐ کو معراج شریف میں جنت دکھائی گئی تو آپ نے فرمایا کہ "اے بلال میں جنت میں تیری جوتی کی چاپ اپنے سے آگے آگے سنتا تھا"۔ یوں وہ عاجز ظلم و ستم کا شکار غلام رشک ملائک بن گیا۔ یہ تھا اس خیر البشر کا لامحدود سایہ جو امیر غریب آقا اور غلام۔ ظالم اور مظلوم سب کو اپنے دامن میں سمیٹ گیا۔ تبھی تو حق نے فرمایا کہ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین" اور ہم نے تجھے رحمت بنا کر عالموں کی طرف بھیجا ہے"۔ اور اسی طرح آہستہ آہستہ غریب ستم رسیدہ انسان ایک ایک کر کے ایک خدا پر ایمان لا کر اور ہدایت کی نعمت سے مالا مال ہو کر آپ کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ شروع میں یہ ایک کمزور اور چھوٹی سی جماعت تھی لیکن اس کی مضبوطی اس کی توحید پرستی میں پنہاں تھی۔ ساری دنیا پر شرک کی چھائی ہوئی کالی گھٹا میں یہ توحید کے نور کی ایک پھوٹتی ہوئی شعاع تھی جسے بڑھتے بڑھتے تمام دنیا کو پُرنور کرنا تھا۔ چنانچہ جنگ بدر میں جب مسلمان اور کافر یا حق و باطل ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو ہمارے نبی کریمؐ میدان جنگ میں ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں فرش خاک پر سر بسجدہ رو رو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کر رہے تھے کہ اے میرے رب اگر یہ چھوٹی سی جماعت آج مٹ گئی۔ ختم ہو گئی تو اتنی بڑی دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا صفحۂ دہر پر پھر تجھے جاننے والا کوئی نہ ہو گا۔ جب آپ کی بے قراری اور آہ و زاری بہت بڑھ گئی تو حضرت ابوبکرؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ نے آگے بڑھ کر عرض کی کہ بس کیجئے یا رسول اللہؐ اللہ آپ کو اور آپ کی جماعت کو کبھی ضائع نہیں کریگا اور یہ بات سو فیصد سے بھی بڑھ کر سچ ثابت ہوئی۔ ایک خدا کا نام اور اس کا پیغام نہ صرف اپنی زندگی میں تمام ملک عرب میں پھیلا بلکہ اس کی گونج دنیا کے دور دراز ملکوں میں سنائی دینے لگی۔ آپ کی صفات آپکی خوبیاں آپ کی نیک سیرت کی جھلک آپ کے رفیقوں اور جاں نثاروں میں سرایت کر گئیں ان میں آپ کا عکس نظر آنے لگا اور وہ دھن کے پکے لوگ آپکے بعد ایک خدا کا نام اور اس کا پیغام لے کر دور دراز دنیا کے کونوں میں نکل گئے۔ اس کا جادو میں اپنی اوائل عمر میں دیکھا جب دوسری جنگ عظیم کے دوران میں وطن سے ہزاروں میل دور سرکاری کام پر مصر میں تھی اور اہرام مصر کے چوطرف میلوں میں پھیلے ہوئے ریگستانی صحرا میں شام کو میں اپنے ہوٹل کی بالکنی میں کھڑی ہوتی تھی تو شام کے اترتے ہوئے دھندلکے اور اداسی میں مجھے میری تنہائی دوری اور مجبوری کا احساس گھیر لیتا تھا۔ ڈوبتے ہوئے سورج کے ساتھ مجھے اپنا دل اور اپنی روح بھی ڈوبتے ہوئے محسوس ہوتے تھے ایسے میں دور ایک خاکی رنگ کی مسجد سے موذن کی کانپتی ہوئی صدائے اللہ اکبر مجھ تک پہنچتی تھی اور میرے دل کو ایک لافانی ڈھارس اور مضبوط سہارے کا بے پناہ احساس ہوتا تھا۔ زندگی اور اُمید کی لہر میرے جسم و جان میں لوٹ آتی تھی اور مجھ پر یہ حقیقت واضح ہو کر دل پر نقش ہو گئی کہ اللہ کا نام اور اس کی وحدت ہی عالم کائنات اور اس گھومتی ہوئی دُنیا کی وہ درمیانی کیل ہے جس کے چاروں طرف یہ سب اپنے اپنے محور پر گھومتے ہیں۔ خدائے واحد کا یہ نام جو عظیم الشان نسلِ انسانی کا محسن اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کو لایا اور چھوڑ گیا۔ اس پر کیوں نہ اللہ اور اسکے فرشتے اور اللہ کے مومن بندے درود و سلام بھیجیں۔ اور چودہ سو سال پہلے کی یہ وہی اذان ہے جو آج آپ کو اپنے نرم و گرم بستروں میں۔ گرمی۔ جاڑے۔ بہار و خزاں سب موسموں میں خدا کی وحدت کا اعلان کرتی بندوں کو اس کی عبادت کی طرف بُلاتی سنائی دیتی ہے شاید یہ بات آپکی دلچسپی کا باعث ہو کہ یہاں سے ہزارہا میل دور خط استوا کے جنوب مشرقی کنارے پر جزائر فیجی میں دنیا کی سب سے پہلی اذان ہوتی ہے لیکن ابھی اس خدا کے نام کو دنیا میں پھیلانے کی انتہا نہیں ہوئی۔ آج کے زمانے میں اپنے حضور سے ورثہ میں پاکر اب اس اہم کام کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ہم میں حضورؐ کی صفات اور خوبیاں موجود ہیں یا نہیں۔ عفو و درگذر کرنا۔ برائی کے بدلے بھلائی کرنا۔ معاف کر دینا۔ گالیاں سن کر دعا دینا۔ کسی کے طعن و تشنیع دینے پر نہ صرف صبر کر کے خاموش رہنا بلکہ اس کی ہدایت کے لئے دعا کرنا ہمیں آتا ہے یا نہیں۔ دکھیوں کا دکھ دیکھ کر ہمارا دل دکھتا ہے یا نہیں؟ اور ہم ان کے دکھوں کا مداوا کرتے ہیں یا نہیں؟

اگر ہم نے اپنا تجزیہ نفس کر کے اپنی برائیاں دور کرتے اور اپنے حضور کی خوبیاں اپنانے کی کوشش نہ کی تو حضورؐ کی مانگی ہوئی دنیا کی سب سے بڑی دُعا تو قبول ہو کر ہمیشہ کے لئے خدا کا نام پھیلانے والے پیدا کرتی رہے گی لیکن یہ سعادت ہم سے چھن کر دوسرے مستحق خوش قسمتوں کے حصے میں چلی جائے گی۔

دعا کریں کہ اللہ ہمیں اپنے حضور کے نقش قدم پر چلائے اور ہمیں اس نعمت سے محروم نہ فرمائے آمین!

جالینوس کے قلم سے :۔

زکوٰۃ، صدقات تزکیۂ اموال کا ذریعہ

"نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو" (القرآن)

* دینِ اسلام نے انسان کے بدن اور رُوح کی طہارت اور پاکیزگی کے لئے مختلف رنگوں میں عبادات کا حکم دیا ہے۔ ہر عبادت میں روح کی صفائی اور پاکیزگی کو بنیادی مقام حاصل ہے اور رضائے الٰہی یہی معلوم ہوتی ہے کہ جیسے بھی ہوسکے انسان اس دنیا میں دنیاوی غلاظتوں سے بچتے ہوئے اپنی روح کو پاک و صاف رکھ سکے تاکہ جب وہ خدا کے حضور جوابدہی کے لئے حاضر ہو تو اس کی مصفیٰ اور پاک روح کو نفسِ مطمئنّہ کا مقام حاصل ہوچکا ہو جس کے لئے رضائے الٰہی کی نوید سنائی گئی ہے۔

اسلام نے روح کے ساتھ ساتھ بدن کو پاک و صاف رکھنے کے لئے دن رات میں پنجوقتہ نماز کا حکم فرمایا ہے۔ اموال کو ہر قسم کے نجس سے پاک رکھنے کے لئے زکوٰۃ کے احکامات دیئے گئے ہیں۔ اور مال اور بدن دونوں کی مشقتیں برداشت کرتے ہوئے ان کی طہارت کے لئے بیت اللہ کے حج کا حکم فرمایا ہے اور ان تمام عبادات میں انسان کی نیت کو بنیاد قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے :۔ "بعقیناً اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور اس کے مطابق اجر ملے گا۔"

* اسلامی عبادات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان کا مقصد و مدعا محض تزکیۂ نفس اور طہارت روح و بدن ہے۔

ذکر الٰہی۔ تحمید۔ تسبیح۔ ادعیہ۔ قرآن پاک کی تلاوت کو زبان کی پاکیزگی کے لئے ارشاد فرمایا گیا کہ جب ایک مومن ان امور کا پابند ہوگا تو جھوٹ، لغو فضولیات اور آوارہ قسم کے خیالات سے از خود مجتنب ہوگا۔ نماز اور روزہ کو جسم کی پاکیزگی کے لئے رکھا گیا۔ اندرونی اور بیرونی دونوں طرح سے انسان بدنی طور پر پاک رہتا ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے انسان ارتکاب گناہ سے دُور رہتا ہے اور اطمینانِ قلب کی دولت اسے نصیب ہوتی ہے جیسا کہ خود خداتعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

"یاد رکھو کہ ذکر الٰہی سے ہی اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے۔"

* نماز پنجوقتہ کے متعلق خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

"ذرا غور کرو کہ جس شخص کے دروازے کے سامنے دریا بہتا ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر گندگی رہ سکتی ہے۔ ایسے ہی نماز ایک قسم کا روح کا پنجوقتہ غسل ہے۔"

* آج کے دور کا انسان قلب کے اطمینان کے لئے کس قدر پریشان ہے جو اُسے کہیں بھی اور کسی طور پر بھی نہیں مل رہا۔ انسان نے دریاؤں، سمندروں، جنگلوں، آسمانوں کی خاک چھان کر دیکھ لیا مگر اسے دل کا سکون کہیں نہ ملا۔ یہ صرف اور صرف ذکر الٰہی اور خدا کے نام کو بلند کرنے والوں کو ہی نصیب ہوسکتا ہے ورنہ محال ہے۔

اسلام نے ان لوگوں کے لئے جو "یحبون المال حبا جما اور یکنزون الذهب و الفضة" کے مصداق ہیں انفاق فی سبیل اللہ اور ادائے زکوٰۃ کا سبق دیکر بتلایا ہے کہ اس حکم پر عمل کر کے دیکھو۔ اپنے اموال میں خدا کا حصہ نکال کر کس قدر اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔

* ارشادِ خداوندی : ووجدك عائلاً فاغنى میں یہ یاد دلایا ہے کہ یہ مال جس میں کچھ حصہ خرچ کرنے کے لئے ہم کہتے ہیں اسی خدا نے دیا ہے جو تم سے مانگ رہا ہے اس نے تم کو نیچے سے اٹھا کر اوپر کیا ہے اور وہ اپنے دیئے ہوئے اموال میں سے اپنے لئے نہیں تم میں سے ہی بعض لوگوں کے لئے خرچ کرنے کے لئے کہتا ہے۔

زکوٰۃ کے معنے لغت میں جہاں پاکیزگی اور طہارت کے ہیں وہاں زیادتی کے بھی ہیں۔ اور زکوٰۃ دینے والوں کو اموال میں زیادتی کا وعدہ بھی دیا گیا ہے۔ وہ فرماتا ہے :۔

"وصول کر ان کے اموال میں سے صدقات تاکہ وہ ان کو پاک کریں اور اس طریق پر ان کا تزکیہ ہو (تزکیہ سے مراد جہاں یہ ہے کہ ان کے اموال ہر قسم کے گند سے پاک ہو جاویں وہاں یہ بھی معنے ہیں کہ ان کے اموال میں زیادتی ہو جائے")

(سُورۃ توبہ : ۱۰۳)

* زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے قرآن پاک میں بکثرت حکم آتا ہے اور اکثر و بیشتر یہ حکم نماز کے قائم کرنے کے ساتھ آیا ہے۔ جس سے اس کی فرضیت اور اہمیت اور بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ بار بار فرمایا گیا ہے :

"اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جھک جاؤ جھکنے والوں کے ساتھ" (البقرۃ - ۴۳)

* اسلام کی بنیاد جن امور خمسہ پر رکھی گئی ہے ان میں بھی زکوٰۃ کی فرضیت کا ذکر ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے :۔

"اسلام کی بنیاد پانچ امور پر رکھی گئی ہے"

۱۔ کلمہ شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار

۲۔ نماز کا قیام

۳۔ رمضان کے روزے۔

(۴) بشرطِ استطاعت خانہ کعبہ کا حج

(۵) بصورتِ نصاب زکوٰۃ کی ادائیگی۔

* اسلام نے نیکی کی راہوں پر چل کر منزلِ مقصود کو حاصل کرنے والوں کو یاد دلایا ہے کہ تم اگر واقعی اپنی منزل کو پانے کے خواہش مند ہو تو اس راہ میں تم کو اپنی محبوب چیزوں کو قربان کرنا ہو گا۔ فرمایا ہے :۔

"تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے حتیٰ کہ تم ان چیزوں میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرو جن کو تم بہت محبوب رکھتے ہو۔"

(آلِ عمران ۹۳)

* حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا:

"حضور صلعم جوارِ کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم ہے وہ لوگ بہت ہی گھاٹے میں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کی کون یا رسول اللہ؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جن کے پاس کثرت سے اموال ہیں اور وہ ان میں سے خدا کا حصہ ادا نہ کرتے ہوں۔"

* اس مقام پر قرآن کریم سے دو وعیدوں کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر اصحاب نصاب زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کریں گے تو ان کا معاملہ خدا کے ہاں کیا ہو گا۔

(۱) مسلمانوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

"ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور وہ اموال جن کو تم اپنے اوپر خرچ کرتے ہو اور وہ تجارت جس میں نقصان ہو جانے سے خوف رہتا ہے اور تمہارے وہ مکانات جن سے تم کو پیار ہے اگر یہ سب چیزیں تم کو زیادہ محبوب ہیں خدا سے، اس کے رسولؐ سے اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ خدا کا حکم آجائے اور اللہ تعالیٰ عہد کر کے توڑنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔"

(سورۃ توبہ : ۲۴)

(۲) عام مسلمانوں کو عموماً اور علماء کو خصوصاً مخاطب کر کے فرمایا ہے :۔

"اے مومنو! بہت سے پادری اور راہب لوگوں کے مالوں کو غلط رنگ سے کھاتے ہیں اور ان کو خدا کی راہ تک آنے سے روکتے ہیں اور وہ لوگ جو سونے اور چاندی کے ذخیرے کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی نوید سنا دے۔ اس روز یہی سونا چاندی جہنم کی آگ میں گرم کیا جائیگا اور اس سے ان کی پیشانیاں۔ ان کی پیٹھیں اور ان کے پہلوؤں کو داغا جائیگا اور کہا جائے گا کہ یہ ہے جو تم اپنی جانوں کے لئے ذخیرہ کر کے رکھتے تھے۔ پس آج ذائقہ چکھو اس کا جو تم ذخیرہ کرتے تھے۔"

(سورۃ توبہ، ۳۵)

* ابتدائے اسلام میں کثرتِ مال سے مراد زیادہ تر جانوروں کے ریوڑ لئے جاتے تھے اور اس زمانہ میں بھیڑ بکریاں۔ اونٹ اور جانوروں کے ریوڑ رکھنے والے مالدار کہلاتے تھے۔ اگر آج کے دور کا مقابلہ اس دور سے کیا جائے تو اس دور کی ذمہ داری بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ آج کے دور میں بنکوں میں لاکھوں اور کروڑوں کی دولت، سونے چاندی کے زیورات کاروبار، کارخانے انڈسٹریز فیکٹریاں حصص اور نقد دولت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اگر اس دور میں حضور علیہ السلام اصحاب ثروت کے لئے پریشان تھے تو آج کے دولت مندوں کو اپنے ایمان کی فکر زیادہ کرنا چاہیئے۔

* بعض لوگ زکوٰۃ کو ایک قسم کا ٹیکس خیال کرتے ہیں۔ جو اسلام نے دولت پہ لگا رکھا ہے۔ یہ دراصل زکوٰۃ کی حقیقت سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ زکوٰۃ کسی قسم کا کوئی ٹیکس نہیں ہے۔ یہ درحقیقت انفاق فی سبیل اللہ کی ایک راہ ہے اور خدا کے عطا کردہ اموال میں مخلوقِ خدا کے لئے ہو جو "عیال اللہ" کہلاتے ہیں ایک حصہ ہے۔ جو اصحاب ثروت سے لے کر حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ :۔

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم میں سے امیروں سے لے کر تم ہی میں سے حاجت مندوں کو واپس کر دوں۔"

* قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ اموال زکوٰۃ کو خرچ کرنے کے مقامات کا خود تعین فرما رہا ہے۔ کہ زکوٰۃ کی وصولی کے بعد اس کو مندرجہ ذیل آٹھ قسم کے افراد میں تقسیم کیا جائے۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ کا اور کوئی مصرف بیان نہیں ہوا ہے۔ اور نہ ہی کوئی اس کے علاوہ خرچ کرنے کا مجاز ہے :۔

اللہ تعالےٰ ان مقامات ثمانیہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے :

"یقیناً صدقات (زکوٰۃ کا مال)

۱:۔ حاجت مندوں کے لئے ہے۔

۲ ۔ مساکین کے لئے ہے۔

۳۔ حصول زکوٰۃ کے لئے کام کرنے والوں کے لئے ہے۔

۴ ۔ مؤلفہ قلوب کے لئے ہے۔

۵ ۔ غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے ہے۔

۶ ۔ تاوان دینے والوں کی ادائیگی کرنے کے لئے ہے ۔

۷ ۔ جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنے کے لئے ہے۔

۸ ۔ اور مسافروں کی امداد کے لئے ہے ۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور فرض قرار دیا گیا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔" (سورۃ توبہ ۔ ۶۰)

* قرآن پاک کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی واجبیت کے لئے گو نصاب کو لازم قرار دیا گیا ہے مگر صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کے لئے کوئی حد اور کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی تعلیم جس قدر اسلام نے دی ہے کسی اور مذہب نے نہیں دی اور بار بار یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو مال و دولت، جو طاقتیں اور جو ذرائع اور اوقات تم کو

عطا کئے گئے ہیں۔ ان میں سے خدا کا حصہ ضرور نکالو۔ اموال میں سے، اولاد میں سے اوقات میں سے، جانوں میں سے، جانوروں میں سے۔ دولت اور ثروت کے تمام ذرائع میں سے ان لوگوں کے لئے حصہ نکالو۔ لیتے رہو جو تمہارے معاشرہ میں مالی اعتبار سے تم سے کم حیثیت کے ہیں۔ اور تمہارے ہی معاشرہ کے ایک حصہ کو عزت کی زندگی اور عزت کی روٹی، لباس اور سایہ میسر آسکے۔

* زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید فضلوں کا وعدہ بھی دیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

"اور جو خدا کی راہ میں دیتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے اور احسن طور پر نیکیاں بجا لاتا ہے اس کے لئے ہم تمام مشکلات کو آسان کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص لاپرواہی اور بخل کی راہ پر چلتا ہے اور نیکی کی راہ کی تکذیب کرتا ہے تو اس کے لئے تنگی کی راہیں پیدا ہوتی ہیں۔"

(اللیل ۷ - ۸)

* نظام زکوٰۃ پر عمل پیرا ہونے سے اصحاب ثروت اور اصحاب حاجت میں روابط بڑھتے ہیں۔ محبت، الفت۔ اتفاق۔ یگانگت اور عزت و احترام کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں جو فضا پیدا ہوتی ہے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:۔

"اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اس نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت اور الفت پیدا فرما دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے دہانے پر کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے بچا لیا۔"

(آل عمران ۱۰۳)

* اگر انسان یہ سمجھے کہ جو مرتبہ یا مقام اسے حاصل ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جس کو اسے بخوبی ادا کرنا ہے اور یہ مال و دولت اور خزانے اس کے عطا کردہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہیں۔ انسان اس دنیا میں خالی ہاتھ آتا اور خالی ہاتھ جاتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ مال اسی کے بتلائے ہوئے راستوں پر اس کی رضا کے لئے خرچ کرے۔ اور خدا کے حضور حاضر ہونے سے پیشتر دنیا اور بدن کی لذات کو چھوڑتے ہوئے روح اور نفس کے لئے فکر کرے کہ اخروی زندگی کو کامیاب اور خوشگوار بنانے کا راز اسی میں پوشیدہ ہے۔ وباللہ التوفیق۔

* * *

کامیابی اور عطیہ:۔ عزیز ہارون یوسف خاں خلف الرشید جناب خان محمد یوسف خان صاحب لاہور نے ایم اے امتحان میں کامیابی کی خوشی میں مبلغ ۱۰۰ روپیہ مد اشاعت اسلام مرحمت فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس کامیابی کو مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے آمین! اور اسے اپنے والد نامدار کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

* * *

مع بی۔ اے کے

اخبار احمدیہ!

* حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں۔ آپ ہفتہ عشرہ کے لئے کراچی تشریف لے گئے ہیں۔ واپسی پر ملتان جماعت کے اصرار پر غالباً ملتان بھی ٹھہریں گے۔ احباب سلسلہ حضور کی بخیریت واپسی اور خدمت دین کے کاموں میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے طلب گار رہیں۔

آپ کے عطیات کا بہترین مصرف
محمد علی میموریل فری ڈسپنسری

دارالسلام ۵ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

حسب معمول دکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف ہے جہاں ایک تجربہ کار، ہمدرد خلیق اور کوالیفائڈ ڈاکٹر روزانہ مریضوں کو (ماسوائے جمعہ) دیکھتے ہیں۔

دارالسلام کے علاوہ قرب و جوار کے مریض بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

دکھی انسانیت کی یہ خدمت اور علاج معالجہ کی سہولت مفت مہیا کرنا آپ کے عطیات کی بدولت ہی ہے۔ لہٰذا آپ اپنے عطیات بھجوانا نہ بھولیے۔

عطیات بھجوانے کا پتہ

(چوہدری) ریاض احمد صدر مقامی جماعت احمدیہ
دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

قارئین کرام سے اپیل

اخبار پیغام صلح جو پچھلے اکہتر برس سے آپکی خدمت کرتا چلا آرہا ہے۔ یہ آپ کی انجمن کا خصوصی ترجمان اور نقیب آج مالی مشکلات سے دوچار ہے قومی اور خالصۃً دینی اخبار ہونے کی وجہ سے اس کا تمامتر انحصار چندہ خریداری پر ہے روز افزوں گرانی کا اثر اس پر بھی پڑ رہا ہے۔ کاغذ، کتابت طباعت اور خرچہ ڈاک کے اخراجات کئی گنا بڑھ چکے ہیں اور ہمارے دیرینہ کرمفرما چندہ خریداری کیطرف توجہ نہیں دے رہے آپ سے گذارش ہے کہ اپنے اس دیرینہ خادم کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے (۱) اپنا چندہ خریداری موقعاً جلد از جلد بھجوا دیں (۲) نئے خریدار فراہم کریں (۳) صاحب حیثیت احباب عطیات بھجوائیں (۴) مسائل حاضرہ کے حل کرنے کے بارہ میں اپنے افکار مرتب کر کے اشاعت کیلئے بھجوائیں۔ (۵) اس اخبار کو بہتر اور مفید تر بنانے کے لئے اپنی تجاویز ہمیں بھجوائیں۔ (ادارہ)

باہتمام العبدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۸۴ء، جلد ۷۱، شمارہ

جلد: ۷۱ | یوم چہار شنبہ ۲۶ جمادی الاول ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۹ فروری ۱۹۸۴ء | شمارہ: ۹

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں، خدا کی توحید ۔ باہمی اتحاد

جماعت کے باہمی اتحاد و اتفاق اور آپس میں محبت کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں۔ کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو۔ ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔

اگر اختلاف ہو اور اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو کیسی اعلےٰ درجہ کی بات ہے اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔

میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں اول خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت و ہمدردی ظاہر کرو وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کیلئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی

کنتم اعداءً فألّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانا

یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند نہ کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

(الحکم)

فرمایا:۔

"تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔۔۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئینگے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان کے ساتھ سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہونگے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائینگے"

(رسالہ الوصیت)

خواتینِ احمدیہ لاہور کے جلسہ سیرت النبیؐ میں عزیزہ شاہدہ جنجوعہ کی تقریر

تعارف: تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کے زیرِ اہتمام جامع احمدیہ دارالسلام میں ۱۲ فروری کو یوم سیرت النبیؐ منایا گیا جس میں حضور صلعم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ اس سلسلہ میں محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ کی تقریر ۲۲ فروری کے شمارہ میں چھپ چکی ہے یہ دوسری تقریر ہمیں عزیزہ شاہدہ جنجوعہ کی موصول ہوئی ہے۔ جو مکرم راجہ محمد افضل صاحب نائب امام مسجد احمدیہ دارالسلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ بی اے کی طالبہ ہیں اور جماعت کے کاموں میں (شعبہ لجنہ) میں بھر پور حصہ لیتی ہیں مستورات کے ہر جلسہ میں ان سب بہنوں کا حصہ ضرور ہوتا ہے۔ تلاوت، نظم اور تقریر میں انہیں ملکہ حاصل ہے۔ جس قوم کی بچیاں بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اس جذبہ شان اور اخلاص سے نذرانۂ عقیدت پیش کریں ایسی جماعت کو غیر مسلم کہلانے پر مجبور کرنا سب سے بڑی زیادتی نہیں تو اور کیا ہے۔ (ادارہ)

قابلِ احترام صاحبِ صدر اور معزز بہنو! ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فخرِ آدم محسنِ انسانیت سرورِ کونین محمد صلعم کے محامد اور مناقب چودہ سو سال سے بیان کئے جا رہے ہیں اور رہتی دنیا تک بیان ہوتے رہیں گے۔ ساری زمین اگر کاغذ بن جائے اور سارے سمندر سیاہی کی صورت اختیار کر لیں تب بھی خاتم النبیینؐ فخر انبیاء صلعم کے خصائل احاطۂ تحریر میں نہیں لائے جا سکیں گے کیونکہ آسمانِ ہدایت کے افق پر حضورؐ کا مقام بڑا بلند ہے یہاں تک کہ اس آفتابِ نبوت کی ثناء و توصیف خدا نے خود فرمائی اور اس پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ تو پھر اس کی حیاتِ پاک کی عظمت کا اندازہ انسان کیا کر سکتا ہے۔ انسانی سعادت کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ صلاح اور اصلاح، یعنی خود صالح بننا اور دوسروں کو بنانا۔ خود کمال پیدا کر کے دوسروں کو باکمال بنانا۔ سو حضور صلعم نے اس راہ میں مجاہدہ کر کے اپنی ذات کو اس مقامِ عروج پر پہنچا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو بطور اسوہ حسنہ کے پیش فرمایا انسان کی نجات کو حضورؐ کی پیروی سے وابستہ اور مشروط کیا حضورؐ کی قوتِ قدسی نے چند ہی برس میں عرب جیسی پسماندہ اور اجڈ قوم کو اس مقام پر پہنچایا کہ ان کے سینے روشنی اور نور سے بھر گئے اور انہوں نے مختصر سے عرصہ میں دنیا کی کایا پلٹ دی۔ ۳۶۰ بتوں کی پوجا کرنے والوں کو خدائے واحد کا پرستار بنا کر اتنا طاقتور بنا دیا کہ اپنے وقت کی متمدن اور مضبوط ترین روم و ایران کی حکومتوں کو انہوں نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا۔ ہر طرف دین اسلام کا شہرہ ہو گیا۔ اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ ساری دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ قیصر روم نے مسلمانوں کے ہاتھوں مسلسل شکستوں سے دل برداشتہ ہو کر اپنے مشیروں کا اجلاس طلب کیا اور پوچھا کہ عرب ہم سے سامان حرب اور تعداد میں کم ہونے کے باوجود ہم پر کیوں غالب آ رہے ہیں؟ اس کے جواب میں ایک بوڑھے مشیر نے جو کہا۔ وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور ایک دشمن کی طرف سے مسلمانوں کو اخلاقی برتری کی ایک سند ہے۔ اس نے کہا "مسلمانوں کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ رات کو عبادت کرتے ہیں دن کو روزے رکھتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ سب ایک دوسرے کو اپنے برابر سمجھتے ہیں۔ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ ان کے ہر کام میں ہمت و استقلال ہے۔"

یہ شہادت بتاتی ہے کہ مسلمان صرف اپنے اخلاق کی وجہ سے غالب آئے۔ اور یہ مادی طاقت پر اخلاق کی فتح تھی انہوں نے دنیا کو بتا دیا کہ غلبہ کا انحصار نہ کثرتِ تعداد پر ہے اور نہ کثرتِ سامان پر۔ بلکہ دل کی اس قوت پر ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ خدا کی ہستی پر ایک زندہ دلیل ہے۔ اور انہوں نے دنیا کو یہ سبق سکھایا کہ خدا پر ایمان لانے سے انسان میں کیسی قوت پیدا ہو سکتی ہے۔

حضرت خاتم النبیینؐ کا سب سے بڑا معجزہ یہی تو ہے کہ دنیا کے اس عظیم ترین انسان نے چند ہی برس میں باہم سدا لڑنے والی قوم اور قبیلوں کو ایک کر دیا۔ اور ان کے دل باہمی محبت سے ایسے بھر دیئے کہ وہ ایک دوسرے پر جانیں فدا کرنے والے بن گئے۔ سپاہی افسروں پر اور افسر سپاہیوں پر اپنے آپ کو فدا کر دینے تھے۔ یہی وہ جذبہ تھا کہ مائیں اپنے بیٹوں کو بیویاں اپنے خاوندوں کو تاکید کر کے جہاد میں بھیجتی تھیں کہ پیٹھ پر زخم نہ کھانا یعنی پیٹھ نہ دکھانا یہ مسلمان عورتوں کا ایمان تھا۔

محبت رسولؐ کے نتیجہ میں خدا کے ساتھ تعلق انسان کی حالت کو اتنا بدل دیتا اور اس میں اتنی طاقت پیدا کر دیتا ہے جس کا دنیا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اگر آج بھی ہم میں پہلے مسلمانوں کا سا جذبہ ایمان ابھر آئے تو آج بھی مسلمان وہی کارنامے دکھا سکتے ہیں جن سے ہماری تاریخ کے صفحات روشن ہیں۔ میں اپنی تقریر ان چند اشعار پر ختم کرتی ہوں۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غُل جو پیغامِ حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

— * * * * —

نعت

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر + زیں چہ باشد حُجّتے روشن ترے

وہ اُمّی ہے مگر علم و حکمت میں بے نظیر ہے اس سے زیادہ اسکی صداقت پر اور کیا دلیل ہو گی

ہر کہ بے او زد قدم در بحرِ دیں + کرد در اوّل قدم گم معبرے

وہ جس نے اسکے بغیر دین کو حاصل کرنا چاہا اس نے پہلے ہی قدم میں گھاٹ کو کھو دیا۔

(حضرت اقدس)

از قلم: مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور،

درسِ قرآن، سبق ۵۹

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ـ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ج
وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا
مِنْھُمْ تُقٰىۃً ط وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ط وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ ۝
قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْہُ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ ط وَ
یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝
یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ج صلے وَّمَا
عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ج تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَھَا وَبَیْنَہٗٓ اَمَدًا
بَعِیْدًا ط وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ط وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ع ۝

(سورۃ آلِ عمران ۳: ۲۷ تا ۲۹)

ترجمہ:- مومن بندوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے تو اس کا اللہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں، سوائے اس کے کہ تم اُن سے اپنا بچاؤ کر لو جو بچاؤ کرنے کا حق ہے۔ اور اللہ تم کو اپنی سزا سے ڈراتا ہے اور اللہ کی طرف ہی انجام کار پہنچنا ہے۔ کہو اگر تم چھپاؤ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے یا اُسے ظاہر کرو تو اللہ اسے بہرحال جانتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ دن ضرور آئے گا جب ہر شخص جو کچھ اس نے نیکی کی ہے اُسے موجود پائے گا اور جو کچھ اُس نے بدی کی ہے وہ آرزو کرے گا کہ کاش اس کی بدلیوں اور اس کے درمیان لمبا فاصلہ ہوتا۔ اور اللہ تم کو اپنی سزا سے ڈراتا ہے، اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

جیسا کہ میں پچھلے دو درسوں میں بتا آیا ہوں آج کے سبق سے پہلی آیات میں پیشگوئی ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو سلطنت دلائے گا۔ آج کا سبق مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ حکومت ملنے پہ پہلی بات وہ کیا مدنظر رکھیں۔ فرمایا کہ "مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں"۔ چونکہ یہاں سلطنتوں اور حکومتوں کا ذکر چل رہا ہے اس لئے کیا اس کے معنے یہ ہیں کہ کافروں سے دوستانہ تعلقات ہو سکتے ہی نہیں؟ یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ خود رسول اللہ صلعم نے یہودیوں سے، مشرکین عرب سے اور عیسائیوں سے وقتاً فوقتاً معاہدات کئے جن میں آپس میں صلح صفائی سے رہنے، ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے، بلکہ کسی اور کے حملہ پر ایک دوسرے کی مدد کو جانے کے معاہدات تھے۔ قرآن پاک کے اپنے الفاظ صاف بتاتے ہیں کیا چیز منع ہے۔ وہ یہ ہے کہ مومنوں کو "چھوڑ کر" کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اول تو اس میں مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ کافر لوگ تمہاری طرح سیدھے سادے مومن کہ اللہ سے ڈر کر جو تمہاری زبان پر ہے وہی تمہارے دل میں ہے، یا معاہدہ کے پکے، وہ اکثر نہیں ہوں گے بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ کافروں نے مسلمانوں کو اکثر نقصان پہنچانے بلکہ تباہ کرنے کی کوششیں یا ریشہ دوانیاں کیں۔ اس کی وجہ اسلام کی خالص توحید تھی کہ باقی سب مذہب شرک میں مبتلا تھے اور باطل ہمیشہ حق سے ڈرتا ہے کہ وہ اسے تباہ نہ کر دے۔ اس لئے مشرک (جو کہ تمام کافر لوگ ہیں) ہمیشہ مسلمانوں کو تباہ کرنے کے درپے رہے ہیں کہ مسلمان مٹ جائیں گے تو اسلام ان کے ساتھ مٹ جائے گا۔ اس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ مومنوں کو حتی الامکان ایک دوسرے سے دوستی اور مدد کے معاہدات کرنے چاہئیں

مگر بہرحال دنیا میں غیر مسلم سلطنتیں اور حکومتیں ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں بھی ان کی اکثریت تھی اور آج بھی ہے۔ اُن سے ہر قسم کے معاہدات مثلاً تجارتی۔ مالی، سیاسی اور فوجی کرنے پڑتے ہیں۔ تو اُن میں صرف ایک بات کا لحاظ رکھنے کی یہاں تاکید ہے۔ اور وہ یہ کہ کسی غیر مسلم حکومت سے کوئی ایسا معاہدہ مت کرو جو کسی مسلم حکومت کے خلاف ہو۔ اس کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے مسلمانوں نے ہمیشہ نقصان اٹھایا بلکہ بعض وقت اپنا ملک یا اپنی آزادی کھو دی جیسا کہ آج اسرائیل کی وجہ سے ہوا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران انگریزوں نے عربوں سے جو اُس وقت ایک مسلمان سلطنت یعنے ترکی کا حصہ تھے مشہور عالم لارنس آف عریبیا کے ذریعہ ہر قسم کے وعدے کئے اور یوں عربوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت کرنے اور جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ بعد میں اُن وعدوں میں سے کم پورے ہوئے اور انگریزوں نے یہودیوں کو لا کر عربوں کے سینوں پر بٹھا دیا۔ فلسطینیوں بیچاروں کو لکھوکھا کی تعداد میں گھربار، زمینیں، جائیدادیں۔ تجارتیں اور دھندے چھوڑ کر سخت تکلیف کی حالت میں بے گھر اور بے خانماں ہو کر دوسرے ملکوں میں سخت تنگیوں میں رہنا پڑ رہا ہے۔ اور ابھی خدا جانے اسرائیل کا فتنہ کیا کیا رنگ لائیگا۔ مگر پھر بھی مسلمانوں نے ابھی سبق نہیں سیکھا۔ میں کئی مثالیں بالکل حال کے زمانہ کی دے سکتا ہوں مگر واقفِ حال لوگ ان کو بخوبی جانتے ہیں۔

قرآن مجید بھی عجب پُرحکمت کتاب ہے۔ چند سیدھے سادے الفاظ میں حکمت کے سمندر بند ہیں۔ مثلاً یہیں یہ پانچ لفظ ہیں اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰىۃً یعنے سوائے اس کے کہ تم اُن سے اپنا پورا بچاؤ کر لو۔ یہاں لفظ "اُن" یعنے مِنْھُمْ کی ضمیر کافروں اور مومنوں دونوں پر لگ سکتی ہے اور دونوں طرح ٹھیک بیٹھتا ہے، اور مندرجہ ذیل مختلف معانی نکلتے ہیں جو سب کے سب صحیح ہیں:-

۱۔ کافروں سے دوستی تو کیا تم ان سے اپنا پورا بچاؤ کر لیا کرو۔ اس کی وجہ میں پہلے بتا آیا ہوں۔

۲۔ اپنے حقوق کی اور اگر کسی اور مسلمان ملک کا تعلق ہو تو اس کے حقوق کی پوری نگہداشت کر کے بے شک کافروں سے دوستانہ معاہدات کر لو۔

۳۔ اگر بالفرض کسی کافر ملک سے تم نے شکست کھائی ہو اور تم مغلوب حالت میں ہو تو پھر اپنے بچاؤ کی خاطر بے شک ایسا معاہدہ کر لو جو مجبوری سے ہو۔

۴۔ اگر بالفرض کسی مسلمان ملک سے ہی تمہیں خطرہ ہو تو پھر اس سے بچاؤ کی خاطر بے شک غیر مسلم ملک سے ہی اپنے دشمن کے خلاف معاہدہ کر لو اگرچہ وہ مسلمان ہے۔ ایسے حالات پیش آ سکتے ہیں اور آتے ہیں۔

مگر اگر ان خاص حالات کے علاوہ تم کسی غیر مسلم سے معاہدہ کرو گے جو کسی اور مسلم ملک کے خلاف ہو تو اللہ تعالیٰ نے سخت تحدید کی ہے ویحذرکم اللہ نفسہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی سزا سے ڈراتا ہے۔ اس معاملہ میں غیر مسلم قوموں سے یا خطرات سے مت ڈرو بلکہ اللہ سے ڈرو جس کی سزا تمہیں اسی دنیا میں پکڑ سکتی ہے۔ دوسری جگہ بھی اس گناہ عظیم جس سے مسلمان بھائیوں کا نقصان یا خون ہوتا ہو سخت ڈرایا ہے ان الفاظ میں یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الکٰفرین اولیآء من دون المومنین ط اتریدون ان تجعلوا للّٰہ علیکم سلطٰنا مبینا ۝ (النساء۔ آیت ۱۴۴) یعنی "اے لوگو جو ایمان لائے ہو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو ولی نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ (کی سزا) کے لئے اپنے خلاف کھلی دلیل دیدو" آج کے سبق میں یہ بھی فرمایا وَالی اللّٰہ المصیر تمہیں آلآخر اللہ ہی کی جناب میں آنا ہے۔ اگر وہ تمہیں اس دنیا میں سزا نہ بھی دے تو آخرت میں ضرور دیگا۔

اگلی آیت یوں ہے "کہو تم چھپاؤ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے یا اسے ظاہر کرو تو اللہ اسے بہر حال جانتا ہے"۔ بین الاقوامی تعلقات میں خفیہ سمجھوتے اکثر ہوتے ہیں جنہیں دونوں فریق اپنی، اپنی قوم تک سے چھپاتے ہیں۔ پھر اکثر سمجھوتے محض حکمت عملی یا چالبازی یا دفع الوقتی کے لئے کوئی ایک فریق کر لیتا ہے اور جب موقعہ ہو تو توڑ دیتا ہے ہٹلر کا تو شہور تھا کہ جس ہمسایہ قوم سے وہ معاہدہ کرتا تھا اسکو محض غفلت میں ڈالنے کے لئے کرتا تھا اور جلد ہی اس ملک پر حملہ کر کے ہڑپ کر جاتا تھا۔ اور حکومت اور سیاست میں سوائے کسی متقی مومن کے باقی جھوٹ اور دھوکہ بازی عام ہوتی ہے چاہے وہ جھوٹے وعدے عوام سے کئے جائیں یا سیاست دان آپس میں کریں متحدہ جرمنی کے مشہور چانسلر بسمارک BISMARCK نے اسی لئے کہا تھا۔ DONT BELIEVE ATHING UNTILITIS FFICTALLY DEALED۔ یعنی کسی بات پر یقین نہ کرو جب تک کہ سرکاری طور پر اس کا انکار نہ کیا جائے۔ تو چونکہ جھوٹ، مکر و فریب، وعدہ خلافی بین الاقوامی معاملات میں عام ہے اسی لئے قرآن نے مسلمانوں کو تنبیہہ کی کہ تم ایسا نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ سینہ کے رازوں کو جانتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمین کے رازوں کو جانتا ہے۔ آسمانوں سے مراد اگلی

یعنی مرنے کے بعد کی زندگیاں ہیں۔ وہ تو سب راز میں ہے۔ اگلی زندگیوں میں انسان کے لئے کیا بہتر ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اس لئے اس کی بات مانو گے تو اگرچہ اس زمینی زندگی میں کچھ نقصان بھی اٹھانے پڑیں تو بھی آخرت کی ہمیشہ کی زندگیوں میں فائدے اٹھاؤ گے۔ پھر اس زمین میں جو کل ہونے والا ہے وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس لئے اس کے علم سے فائدہ اٹھاؤ اور وہ جو فرماتا ہے اس پر عمل کرو۔ میں نے اپنی ساری عمر کی پبلک زندگی میں جس میں میرا واسطہ سیاست دانوں اور لیڈروں سے پڑا دیکھا کہ وہ بڑی بڑی حکمت عملیاں اور جوڑ توڑ کرتے ہیں اپنے فائدہ کے لئے اور باوجود اس کے کہ وہ حاکم وقت ہونے کی وجہ سے بظاہر ہر طاقت اور قدرت رکھتے تھے، مگر واقعات نے ان کے منصوبے توڑ کر خاک کر دیئے۔ اس لئے اس آیت کو یوں ختم فرمایا واللّٰہ علیٰ کل شیءٍ قدیر صرف اللہ ہی ہے جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ انسانوں کی زبردست سے زبردست طاقتیں اور چالیں وہ دم بھر میں توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اور بہر حال موت جلد یا بدیر آن کر سب کچھ ختم کر دیتی ہے۔

اسی لئے اگلی آیت کے الفاظ دل ہلا دینے والے ہیں یوم تجد کل نفسٍ ما عملت من خیرٍ محضرًا ج صلے وما عملت من سوٓءٍ ج تودّ لو انّ بینھا وبینہٗ امدًا بعیدًا ط ویحذرکم اللّٰہ نفسہٗ واللّٰہ رءوفٌ بالعباد " وہ دن ضرور آئے گا جب ہر شخص جو اس نے نیکی کی ہے اُسے موجود پائے گا اور جو کچھ اس نے بدی کی ہے (اُسے بھی) وہ آرزو کرے گا کہ کاش اس کے اور اس کی بدیوں کے درمیان دور کا فاصلہ ہو۔ اور اللہ تم کو اپنی سزا سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے"

اس آیت میں بھی عجیب حکمتیں ہیں۔ میں نے اپنی پبلک زندگی میں اکثر دیکھا ہے کہ کوئی صدر یا وزیر اعظم یا حاکم لوگوں کی بھلائیاں کرتا رہا مگر لوگوں نے اس کی قدر نہ کی اور اس کو برا بھلا کہا بلکہ گالیاں تک دیں اور حکومت سے علیحدہ کر دیا تو ایسے حاکم دل شکستہ ہو جاتے ہیں۔ انہیں فرمایا کہ غم نہ کرو اگر دنیا نے تمہاری قدر نہ کی تو تمہاری نیکیاں ضائع نہیں گئیں بلکہ تم آخرت کی ہمیشہ کی زندگیوں میں ان کا اجر پاؤ گے۔ اس دنیا کی واہ، واہ تو چند روز میں ختم ہو جاتی ہے مگر اگر حاکم نیکی اور بھلائی کے کام لوگوں کے لئے بے شمار کر سکتے ہیں تو وہ ظلم اور زیادتیاں بھی بے شمار اور سنگین کر سکتے ہیں۔ جب وہ آخرت میں اس کی سزاؤں کو دیکھیں گے تو حسرت سے آرزو کریں گے کہ ان بدیوں اور ان کے اپنے درمیان دور کا فاصلہ ہوتا۔ میں نے یہ حسرت بھری آرزوئیں اس دنیا میں بھی دیکھی ہیں جب لوگوں کو سزا آ لیتی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی سزا سے ڈراتا ہے تو وہ اس لئے کہ وہ تم پر مہربان ہے وہ نہیں چاہتا کہ تم سزا پاؤ۔

فالحمد للّٰہ رب العالمین

***

جناب پروفیسر حبیب الرحمٰن صاحب
ماڈل ٹاؤن لاہور

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

انسانی زندگی میں اگر حرکت نہ ہو تو وہ مدھم پڑ جاتی ہے۔ سستی اور غفلت اس پر چھا جاتی ہے۔ ترقی کے ہر میدان میں جمود کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ میدانِ عمل میں سست رفتاری کے باعث طبائع پر کائی جم جاتی ہے۔ قوائے انسانی پر اس ساکن اور بے حرکت زندگی سے شکست خوردگی کا پہلو ایسا نمایاں ہو جاتا ہے کہ دیگر اقوام اس خطے پر قبضہ جمانے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ بے حرکت زندگی موت کا پیش خیمہ ہے۔ انسانی دل و دماغ پر میل کچیل کی موٹی موٹی تہہ جم جاتی ہے۔ افراد ناکارہ ہو کر غلامی کے پنجہ میں پھنس جاتے ہیں۔ اپنی آزادی کھو بیٹھتے ہیں۔ غم و اندوہ غربت و مفلسی، مایوسی اور جذبۂ کمتری اُن کی رُوح کا حصہ بن جاتے ہیں۔ الغرض ایسے ساکن اور غیر متحرک ماحول کے مکینوں سے فتح و کامرانی منجمد ہو کر بحرِ ظلمات کی تاریکیوں میں گم ہو جاتی ہیں۔

بعینہٖ یہی رُوحانی زندگی کا حال ہے۔ متحرک زندگی کے حامل ترقی کی بلندیوں پر پہنچ کر شاندار شہرت کے مالک بن جاتے ہیں۔ کامیابی اُن کا طرّۂ امتیاز ثابت ہوتی ہے۔ نیز مصافِ زندگی میں ایسے افراد و اقوام کے کارنامے دنیاوی لحاظ سے مایۂ ناز بن کر انھیں کوہ و بیابان سے سیل تندرو کی طرح پار کر دیتے ہیں۔ ہر کوہِ غم سے نبٹ کر وہ اپنے لیے اور قوم کے لیے مسرت آمیز فضا پیدا کر لیتے ہیں۔ دُنیاوی لذتوں سے محظوظ ہو کر وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں شاداں و فرحاں رہتے ہیں۔ اپنے قواؤں کو حرکت میں لاتے ہوئے ایجادات اور سائنس کے ذریعہ شہرت و ناموری کی چوٹی پر پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے صاحبِ بصیرت اپنی متحرک حکمت اور اپنے علم کے بَل بوتے پر نکتہ عروج تک پہنچ جاتے ہیں۔ قومیں اُن پر فخر کرتی ہیں۔ اُن پر اپنی نیک تمناؤں کے پھول نچھاور کرتی ہیں۔ اگر ایسے پیرو نیک کاموں اور بندگانِ خدا کی خدمت کے جذبات سے سرشار ہو کر کوئی اعلیٰ و ارفعٰ قربانی بجا لاتے ہیں، تو ان کی شہرت غیر فانی بن جاتی ہے۔ قوم ان کے مرنے کے بعد ان کے مزاروں پر شاندار عمارات کھڑی کر دیتی ہے۔ اُن کی یاد میں ہر لحظہ گیت گائے جاتے ہیں۔ نہ مٹنے والی خدمات دہرا دہرا کر آئندہ آنے والی نسلوں میں اک ہیجان پیدا کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے قواؤں کو حرکت میں لا کر بے مثل کارناموں کی بدولت شہرت حاصل کریں۔

یاد رہے کہ انسانی دماغ کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ دُنیاوی امُور کی دلچسپیوں اور آرائشوں میں مصروف ہو کر خداوند تعالیٰ کے احکام سے پہلو تہی کرتا چلا جاتا ہے۔ ایسے اصحاب شیطانی راستے کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اور شیطان انکی رہبری کرتا ہے۔ انسانی دماغ کا دوسرا حصہ رُوحانی نوُر کی ترقی اور نشو و نما کے لیے مخصوص ہے۔ یہ لوگ جو باری تعالیٰ کے احکام کو پابندی سے ہر آن بجا لا کر اپنی رُوحانی زندگی کو بڑھاتے اور سنوارتے چلے جاتے ہیں۔ وہ ملکوتی راستہ پر تیزی سے گامزن رہتے ہیں۔ ان کی رہبری ملائکہ کرتے ہیں۔ یہ زندگی متحرک زندگی کہلاتی ہے۔

وہ لوگ جو دُنیا و مافیہا میں اپنے قواؤں کو مسلسل لگا دیتے ہیں۔ وہ شیطانی ہتھکنڈوں میں محو ہو کر لغویات میں پھنس جاتے ہیں۔ وہ اپنے دامن بدی سے تر کر کے دُنیاوی لذات سے لت پت ہو جاتے ہیں۔ وہ باغوں میں سے گزرتے ہیں اور طرح طرح کی نعمتوں سے اپنے شکم پُر کرتے ہیں۔ وہ حُسن و عشق کی محفلوں میں پڑ کر اپنا قیمتی سرمایۂ حیات صرف کرتے ہیں۔ وہ سینماؤں، تھیٹروں، ناچ گھروں، میلوں اور اسی طرح کی فاحش، لہو و لعب اور بے حقیقت مشغلوں میں دلچسپی لیتے رہتے ہیں۔ مکّاری عیاری اور پاکھنڈ بازیوں سے مال و زر کے انبار لگا لیتے ہیں۔ مال و زر کی ہوس اُن سینوں میں چٹکیاں لیتی رہتی ہے۔ ناجائز ذرائع سے اپنا بنک بیلنس بڑھانے میں ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ دلوں میں بد خیالات کارفرما ہیں، لیکن زبانوں سے معصُومانہ انداز کی گفتگو کرتے ہیں۔ کبھی شائستہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ اور کبھی ناشائستہ عادات کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ عیش و عشرت کی زندگی میں ایسے مگن ہو جاتے ہیں۔ کہ شیطان چند لمحات کے لیے اپنی شیطانت بھُول جاتا ہے اور کوہ اُلمپس پر کھڑا تالیاں بجاتا اور ڈھول بجاتا ہُوا، خوشیاں مناتا ہے۔ پھر انہی لوگوں کو رقص و سرُود کی محفلوں میں لے جا کر اس کی وجہ سے احکم الحاکمین خدائے تعالیٰ سے دُور دور سے چلے جاتے ہیں۔ اُن کے دماغ کا رُوحانی حصہ بالکل تاریک ہو جاتا ہے۔ اس پر مہُریں لگ جاتی ہیں۔ اُن کی آنکھیں صراطِ مستقیم دیکھنے کے لیے اندھی ہو جاتی ہیں۔

ایک جماعت مذہبی پیشواؤں کی ہے۔ ان کی زندگی قابلِ قدر ضرور ہے۔ کیونکہ یہ فہم و فراست کے مالک ہیں، علمِ دین میں دسترس رکھتے ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں۔ نیک ہیں، لیکن ان کی زندگی غیر متحرک ہے راہ مستقیم پر نہیں چلتے یہ راہ متحرک ہے۔ اس راہ پر تیز گامی سے قدم اٹھانے پڑتے ہیں۔ یہ حضرات اپنے اعتقادات پر ایسے جم کر زندگی بسر کرتے ہیں کہ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ سے محرُوم ہو جاتے ہیں۔ ایسے علمائے کرام اپنے علم و حکمت اور نیک زندگی کے حصُول پر نازاں رہتے ہیں، لیکن رُوحانیت کی راہ پر چلنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ راہ سنگلاخ زمینوں کوہ و بیابانوں، ریگستانوں، اور تندرو ندی نالوں سے پُر ہے، لیکن کہیں کہیں نخلستان بھی موجود ہیں۔ جہاں لگاتار سفر کرتے کرتے مجددین اولیاء کرام حضرات کی صحبت میسّر آتی ہے۔ ان کی رُوحانیت سے متاثر ہو کر تمام ضعیف اور بودے اور غلط اعتقادات دل سے نکل جاتے ہیں۔ ایسے مجددین ہر صدی میں خدائے لم یزل کی طرف سے نازل ہوتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ان اولیاء کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ وہ اپنی رُوحانی زندگی میں ہر لمحہ گوناگوں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ رُوحانی زندگی متحرک ہے، کیونکہ صراطِ مستقیم پر چلتے چلتے ہم ایسے اولیاء کرام سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ جو ہمارے قلب و

رُوح کو منتقل کر کے غلط اور ناقص اعتقادات ہمیشہ کے لیے مٹا دیتے ہیں۔ نیز ہمارے دل و دماغ کو رُوحانی نور سے نوازتے ہیں۔ تاکہ صحیح قرآنی تعلیم اور احکامِ خداوندی پر عمل پیرا ہو کر ہم رُوحانیت کو چمکاتے چلے جائیں۔

جو علمائے کرام اپنی نیک نیتی سے اپنے اعتقادات پر تادمِ حیات قائم رہتے ہیں۔ وہ اپنی رُوحانیت کو دمکا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خدائے عالم الغیب کے مبعوث کردہ مجددین کی صحبت یا تعلیم سے مستفیض نہیں ہوتے۔ لہٰذا وہ اپنے ضعیف اعتقادات کو بدل نہیں سکتے۔ تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ پر چل کر صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ ایسے علمائے کرام صالح ہونے کے باوجود اپنی غیر متحرک زندگی کی وجہ سے ایسا پاکیزہ ایمان حاصل نہیں کر سکتے، جو مجددین کی صحبت یا تعلیم سے رُوحانی برکات کا حامل ہُوا کرتا ہے۔ رُوحانیت کے فیوض ساکن نہیں۔ متحرک ہیں۔ ہر لمحہ علیم الحکیم خدا کی تسبیح خواہ دن ہو یا رات۔ پنجگانہ نمازوں کی تفریح کے ساتھ ادائیگی، راتوں کے اندھیرے میں عبادتِ الٰہی نیز خلقِ خدا کی خدمت خالص۔۔۔ کو رُوحانیت کے مقامِ ارتقاء سے بھی آگے بلند کر دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ تادمِ حیات قائم رہتا ہے۔ ایسے مومنین الزام تراشیوں، جھوٹ، غیبت، فریب، ہوا و ہوس، کینہ و حسد اور عداوت جیسے گناہوں سے بالکل مبرّا ہوتے ہیں۔ وہ ہر بدی سے نفرت کرتے ہیں۔ کسی مسلمان کو جو نماز پڑھتا ہے۔ زکوٰۃ دیتا ہے، خداوند کریم کو اپنا حقیقی معبود سمجھتا ہے۔ کافر کہنے سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ اور کانپ اُٹھتے ہیں۔ نیکی بجا لانے اور خوفِ خدا سے اُن کے دل پُر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے عیبوں کا قدم قدم پر محاسبہ کرتے رہتے ہیں۔ آستانۂ خداوندی پر گر کر روتے ہیں۔ یہاں تک کہ قربِ الٰہی سے مستفید ہو کر مالکِ ارض و سما سے اُن کی دوستی پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ بندگان اور محبوبوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ رُوحانیت کے ایسے درجات صرف مجددین اور اولیائے کرام کی طفیل ہی انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان دُنیا میں رہ کر خواہ کتنی ہی احتیاط سے کام لے اس کا دماغ اُسے دھوکہ دے جاتا ہے۔ حسد و کینہ، عناد کے جراثیم سے ضرور ملوث ہو جاتا ہے۔ شاعر نے کیا خوب شکایت کی ہے ؎

درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ　　باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

مجدد کے خاص الخاص مریدین اپنی کشتیٔ حیات میں سفر کرتے ہُوئے اور راہِ مستقیم کی جانب بڑھتے ہُوئے کبھی اپنے دامن کو تر نہیں ہونے دیتے۔ ہاں بعض مومنین میں کمزوریاں کبھی کبھار پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے صغیرہ و کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے رات کی تاریکیوں میں رو رو کر اپنا مصلّٰی تر کر دیتے ہیں۔ شیطان کی دسترس سے بچنے کے لیے مومنین بڑی کوشش اور استقامت سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن بعض موقعوں پر یہ مردود انہیں بھی چرکا لگانے سے نہیں چُوکتا۔

ایک گروہ تعلیم یافتہ حضرات کا بھی ہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی روزی کی تلاش میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔

بعض وکیل، بعض ڈاکٹر، بعض انجنیئر، بعض پروفیسر [illegible] اساتذہ کئی مختلف ملازمت اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض مختلف عہدوں پر فائز ہو جاتے ہیں۔ بعض میجسٹریٹ ڈپٹی کمشنر، انکم ٹیکس آفیسر، پولیس آفیسر وغیرہ وغیرہ جیسے بڑے عہدے اُن کی قسمت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اکثر ان تعلیم یافتہ حضرات میں سے سیاست دان بن کر شہرت حاصل کرتے ہیں۔ حیف ہے تو اس بات پر کہ ان سب تعلیم یافتہ اصحاب میں سے محض پندرہ فی صد یا اس سے بھی کم افراد صوم و صلوٰۃ کے صحیح طور پر پابند ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان سب تعلیم یافتہ صاحبان کے دماغ کا دنیوی حصہ تو نشو و نما پا کر چمک اُٹھتا ہے۔ لیکن رُوحانی حصہ دماغ بے نور رہ کر تاریکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ یہی حال فوج کے سپاہی اور افسران کا ہے۔ سب مسلمان کہلاتے ہیں۔ لیکن الوہیت اور رُوحانیت کی چمک سے محروم رہ جاتے ہیں۔

میں ان سب تعلیم یافتہ اصحاب اور علمائے کرام سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہُوں کہ کیا آپ نے دینی امور میں ریسرچ اور تحقیق و تجسس سے کام لیا؟ ایک صدی گزُر گئی۔ لیکن آپ نے اس مجدد اور مسیح کو جسے خداوند تعالےٰ نے بھیجا تھا پہچان کر اپنے ضعیف اور ناقص اعتقادات کو دُور کرنے کی کبھی کوشش کی۔ آپ اپنی غلط اعتقادوں پر ڈٹ کر ساکن اور غیر متحرک زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ جزا و سزا کا دن بہت بھیانک۔ بہت رُوح فرسا ہو گا۔ قرآن کریم میں قیامت کے متعلق یہ الفاظ ہمارے اندر لرزہ کیوں نہیں پیدا کرتے۔

"اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ۔"

یعنی سخت مصیبت کیا ہی بڑی سخت مصیبت ہے
اور تجھے کیا خبر کیسی بڑی سخت مصیبت ہے"

آپ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کو کیا جواب دیں گے۔ آپ اس مالک حقیقی کے آستانۂ مبارک پر گر کر رات کی تاریکیوں میں اس سے دریافت کیوں نہیں فرماتے۔ کہ آیا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام سچے مامور من اللہ تھے؟ کیا آپ صادق مجدد اور مسیح تھے یا نہیں؟ بس مسئلہ حل ہو جائے گا۔ پھر آپ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام کیا ہے) کے مصداق ہو جائیں گے۔

دُعا ہے کہ احکم الحاکمین باری تعالےٰ ہم سب کو پکا مومن اور بندگانِ خدا کا صالح۔ متقی اور پرہیزگار پیرو بنا کر ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں فتح و نصرت۔ عزت و حرمت۔ دبدبہ اور وقار عطا فرمائے

آمین ثُمَّ آمین

درخواستِ دُعائے صحت

ہمارے محترم بزرگ میاں عبدالرحمٰن صاحب ایس۔ ڈی۔ او ۱۱ اور ان کی اہلیہ صاحبہ ایک عرصہ سے بیمار ہیں۔ احباب جماعت ان کی صحت کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے۔

٭ ٭ ٭

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

دنیا کی مشکلات کا حل

اشتراکیت میں نہیں، بلکہ اسلام میں ہے، دولت کے متعلق اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کا نظریہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

موجودہ مشکلات سے نجات رسول اللہ صلعم کی پیروی میں

اس وقت اس قدر مصائب اور مشکلات مسلمانوں کے سامنے ہیں کہ سوائے اس کے کہ کسی یقینی بات کے پیچھے جس پر عمل کرنے سے ان کی نجات یقینی ہو، کوئی مخلصی کی راہ نظر نہیں آتی، مشکلات ایک طرف ہیں اور خیالات کی پریشانی اور مختلف آرائے دوسری طرف۔ کوئی ایک رستہ تجویز کرتا ہے اور کوئی دوسرا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ تمہارے لیے رسول اللہ صلعم کی پیروی میں آپ کے نقش قدم پر چلنے میں، آپ کو اپنے لیے نمونہ بنانے میں بڑا خوبیوں سے بھرا ہوا رستہ ہے۔ یہ تو قرآن کے الفاظ ہیں۔ اور فی الحقیقت اگر سوچا جائے اور تاریخی نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی تمام مشکلات سے نکالنے اور کامیابی تک پہنچانے کی یقینی اور قطعی راہ ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کو دُنیا دیکھ چکی ہے کن مشکلات میں دُنیا تھی۔ جب آپ مبعوث ہوئے۔ کس طرح اس وقت بھی اور آپؐ کے بعد بھی آپؐ کے نقش قدم پر چلنے سے دنیا نے مشکلات سے نجات حاصل کر لی۔ فی الحقیقت ان لوگوں میں جنھوں نے آپ کو قبول کیا۔ بڑی زبردست ایمانی قوت بڑی زبردست فراست تھی کہ انھوں نے بغیر کچھ دیکھنے کے کہ کس طرح آپ کامیابی کی منزل پر پہنچائیں گے۔ آپؐ کی پیروی کی۔ اس پیروی سے جو فوائد دُنیا کو حاصل ہُوئے۔ ان کی نظیر نہیں ملتی۔ آج تیرہ سو برس کے بعد ہم نے دیکھ لیا تاریخی رنگ میں دیکھ لیا کہ سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسا کوئی ہادی و راہنما نہیں ہُوا۔ جس کی پیروی دُنیا کے لیے دکھوں اور مشکلات سے نکلنے کا موجب ہوئی ہو۔ مسلمانوں کے پاس ایسے ہادی کے ہوتے ہُوئے اس پر ایمان رکھتے ہُوئے آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق انھیں ملتی۔ یہی ان کی ناکامی کا موجب ہے، آپ دیکھیں گے کہ اس وقت ان کے خیالات میں کس قدر تشتت اور پراگندگی ہے۔ بہت سے لوگ جنھوں نے قرآن کریم اور رسول اللہ صلعم کی سیرت کو نہیں پڑھا۔ اِدھر اُدھر ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔

مشکلات کا حل اشتراکیت میں نہیں اسلام میں ہے۔

ایک بڑی آفت اس وقت اشتراکیت کے رنگ میں پیدا ہوئی ہے۔ غربت اور افلاس کی وجہ سے یا دولت مندوں کے مظالم اور ان کی طرف سے غرباء کی حق تلفیوں کو دیکھ کر لوگوں کا خیال اس طرف جاتا ہے کہ شاید دُنیا ان دُکھوں سے نکل سکتی ہے اگر دولت کی مساوی تقسیم ہو جائے۔ اس لیے اشتراکیت انھیں ایک دل خوش کن چیز نظر آتی ہے کہ کم از کم اس کے ذریعہ سے سب کو روٹی کپڑا تو ایک جیسا ملے گا۔ مسلمانوں نے اگر رسول اللہ صلعم کے حالات کو غور سے مطالعہ کیا ہوتا، تو کبھی یہ خیالات ان کے دلوں میں پیدا نہ ہوتے اس لیے کہ ان کے سامنے ایک کامل راہنما کی تصویر ہوتی جس کی وجہ سے ان کے دل کبھی دوسری طرف کھینچے نہ جاتے۔

یہ اشتراکیت کی بیماری ہمارے پنجاب میں بھی پیدا ہوئی ہے۔ اور بالکل سچی بات ہے کہ ان لوگوں کے اندر پیدا ہوئی ہے، جنھوں نے قرآن اور سیرت نبوی کو مطالعہ نہیں کیا۔ صرف ایک چیز دولت کی مساوی تقسیم کو انھوں نے سامنے رکھا ہے۔ اور سمجھتے ہیں کہ اس سے تمام مشکلات کا حل ہو جائے گا۔ حالانکہ دُنیا میں کہیں بھی ایسا نہیں ہوتا کہ سب کو ایک جیسا ملا ہو، خود رُوس میں جہاں سے اشتراکیت پیدا ہوئی فرق مراتب موجود ہے اور ہر ایک کو اس کے مرتبہ یا خاص کام کے لحاظ سے دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلعم نے اصلاح کی بنیاد مساوی تقسیم دولت پر نہیں، بلکہ خدا کی ہستی پر رکھی۔

تو ان حالات میں کیا مشکلات کا حل اشتراکیت کر دے گی۔ کیا محض دولت کی مساوی تقسیم تمام مشکلات کو دُور کر دے گی، غور کر کے دیکھئے تو مشکلات کا حل دولت کی مساوی تقسیم میں نہیں، بلکہ دُنیا کے اندر امن قائم ہونے میں ہے۔ وہ کہاں ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم نے اس سے بہت بلند تر کام کیا۔ جو دولت کی مساوی تقسیم سے ہو سکتا ہے، جو کام آپ نے کیا وہ اشتراکیت ہرگز نہیں کر سکتی، آپ نے اصلاح کی بنیاد مادی چیزوں پر نہیں رکھی، بلکہ خدا کی ہستی پر رکھی ہے۔ خدا کی ہستی پر ایمان ہو، خدا کا خوف دل میں ہو، تو بادشاہت کے تخت پر بیٹھ کر لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کر سکتا اور مخلوق خدا کو آرام دے سکتا ہے۔

ابتدائے اسلام کی بادشاہتیں:

دیکھئے وہ بادشاہ تھے جو ابتدائے اسلام میں ہُوئے۔ اگرچہ وہ بادشاہ نہیں کہلائے اسلام کا میں بڑا کمال سمجھتا ہوں کہ اس نے بادشاہت کا لفظ اڑا دیا۔

وہ حکمران ضرور تھے، دولت بھی ان کے پاس تھی، لیکن خدا کا خوف دلوں میں تھا۔ حضرت عمرؓ نے حکمران ہو کر غریبوں اور بیکسوں کے ساتھ جو نیک سلوک روا رکھا، اس کی نظیر کسی بادشاہت میں نہیں ملتی۔ یہ بادشاہ جو بعد میں ہوئے۔ یہ اسلام کی بادشاہت نہ تھی، بلکہ ذاتی حکمرانیاں تھیں۔ ان بادشاہتوں میں بڑے بڑے ظلم انسانوں پر ہوتے رہیں۔

نبی کریم صلعم کی بعثت سے پہلے کی انسانی ہمدردی اور بعثت کے بعد انقلاب۔

تو میں نے کہا اسلام نے جو کمال کیا وہ یہ ہے کہ دُنیا کو آرام پہنچانے کی اس کے مصائب کو دُور کرنے کی بُنیاد خدا کی ہستی پر رکھی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے بھی غرباء کے ساتھ ہمدردی کرتے۔ غلاموں کی آزادی میں کوشاں رہتے۔ بیواؤں اور یتیموں کی امداد کرتے تھے۔ لیکن جب وہ وقت آیا جس کو بعثت کہتے ہیں تو ان میں ایک نیا رنگ پیدا ہو گیا۔ وہ بعثت کیا تھی۔ صرف مادی اموُر تک ہمدردی کو محدود نہ رکھنا، بلکہ خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنے کا نام تھا۔ بعثت وہ انقلاب ہے جو جسمانی ہمدردی سے بڑھ کر خدا پر یقین و ایمان پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ خدُا پر ایمان نہ ہو تو انسان کے اندر ہمدردی کے جذبات پوُرے طور پر پیدا نہیں ہوتے، بلکہ جس طرح درندے دوسروں کو کھاتے ہیں۔ اسی طرح انسان انسانوں کو کھاتے ہیں۔

قرآن اور سیرت نبویؐ سے اشتراکیّت ثابت کرنیکی کوشش

میرے ایک دوست نے اشتراکیت پر گفتگو کرتے ہُوئے کہا کہ آخر قرآن میں جو ہے۔ للّٰہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب خدا کا ہے تو افراد کو قبضہ و تصرف کا کیا حق ہے۔ یہ اب ایک اور رنگ اشتراکیّت کا جواز ثابت کرنے کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ اب قرآن سے لوگ اشتراکیت نکالنا چاہتے ہیں۔ دوسری بات انھوں نے یہ کہی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے پاس کچھ نہ رکھا، وہ تو جو کچھ ہوتا دوسروں پر صرف کر دیتے تھے۔

انفرادی ملکیّت اور قرآنِ کریم :

میں نے انھیں کہا کہ اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ کوئی انسان کسی چیز کا مالک نہیں تو اس دنیا میں کوئی نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اسلام کی تعلیم ٹھوس عملی تعلیم ہے وہ تو حضرت مسیح کی طرح یوں بھی نہیں کہتا کہ اگر کوئی تجھ سے کوٹ مانگے تو تُو اس کو کُرتہ بھی اُتار دے۔ اگر کوئی تجھے ایک میل بیگار لے جانا چاہے تو تُو دو میل چلا جا، وغیرہ۔ اسلام اس قسم کی ناقابل عمل تعلیم نہیں دیتا، ٹھیک ہے کہ للّٰہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض کہا ہے لیکن پھر بھی خدا نے حکم دیا ہے کہ کوئی چیز جس کے پاس ہے۔ اس کی رضامندی کے بغیر نہ لی جائے۔ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا تکون تجارۃ عن تراضٍ منکم۔ جو مال کسی کے پاس ہے وہ اسی کا ہے، اس کی رضامندی کے بغیر نہیں لیا جا سکتا۔ وہ چاہے مفُت دے دے چاہے بدل کر دے دے، کوئی دنیا کا نظام ذاتی ملکیت کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اور خود خدا نے فرمایا ہے۔ وھم لھا مالکون۔ وہ ان چیزوں کے مالک ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ اونرشپ کوئی نہ ہو۔ اگر اونرشپ نہ ہو تو جو چیز جس کا دل چاہے۔ اُٹھا لے جائے گا اور دنیا میں ابتری مچ جائے گی۔

زمین کی ملکیّت اور اسلام :

رہا زمین کی ملکیت کا سوال تو یہ ملکیّت بھی رسول اللہ صلعم کے سامنے تھی۔ اور آپؐ نے اس کو قائم رکھا یہ ضرور فرمایا کہ جس کے پاس زمین زیادہ ہے وہ اسے بٹائی پر بھی دے سکتا ہے۔ اگر وہ اسے اپنے غریب بھائی کو مفت دے دے تو وہ اس کے لیے ثواب کا موجب ہے۔

زمین اور انڈسٹریوں کا حصّہ غرباء کو دینا اچھّا کام ہے :

تو اس لیے اگر بہت زیادہ زمینوں کے مالکوں سے حکومت کچھ حصّے لے کر غرباکو دے دے، تو اس میں ہرج بھی نہیں، غرباُ کی خبر گیری اور چیز ہے اور لوگوں کی ملکیت کے اُصول کو توڑنا اور چیز ہے۔ اسی طرح اگر بڑی بڑی انڈسٹریاں حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر انھیں غرباء کی امداد کا ذریعہ بنائے تو یہ کام اچھا ہے۔

اسلام میں اشتراکیّت کے صحیح اُصول :

اشتراکیت کے صحیح اصول اسلام میں موجُود ہیں کس طرح زکوٰۃ کا اُصول باندھا، ورثہ کا اصول باندھا، ورثہ میں ترک کے لفظ سے یہ بتایا کہ ہر شخص کی کچھ ملکیّت ہوتی ہے۔ جس کو وہ دوسروں کے لیے چھوڑتا ہے۔ پھر سود کی ممانعت کا اُصول باندھا اس طرح دولت کی مساوی تقسیم بھی کر دی۔ جہاں تک مساوات ہو سکتی ہے اور ملکیّت کا اصُول بھی قائم رکھا جس دن یہ کام ہوگا کہ ملکیّت نہ ہو اس دن دُنیا میں کوئی نظام نہ رہے گا۔

رسُول اللہ صلعم کا صدقہ و خیرات اور ملکیّت کا اُصُول :

دوسری بات جو کہی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلعم اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ آپ نے اپنے پاس کچھ نہ رکھا، جو کچھ آپ کے پاس ہوتا، وہ دوسروں پر خرچ کر دیتے جب کوئی سائل آپ کے پاس آجاتا تھا۔ آپؐ کبھی اسے لا نہیں کہتے تھے۔ یہ آپ سے لینے کی چیزیں ہیں۔ مگر اس سے بھی ملکیت کا اصول باطل نہیں ہوتا۔ آپ دے دیتے تھے۔ مگر آپ کا دنیا ہی ظاہر کرتا ہے کہ ملکیت کا اصول قائم تھا۔ یہ آپ کا اختیار تھا جتنا چاہیں دے دیں جس کو چاہیں دے دیں۔ اسلام حکومت کے ذریعہ نہیں لیتا بلکہ انسان کی ذہنیت کو مال کے متعلق تبدیل کر کے لیتا ہے۔ اگر آپ اس بلند مقام پر تھے کہ آپ ہر چیز دیتے چلے جاتے تھے تو دوسروں کو بھی یہی تعلیم دی۔ ان کی ملکیت کو زائل کر کے نہیں بلکہ ان کی ذہنیت کو تبدیل کر کے یہ اچھا کام ہے۔ ورثہ کا اصُول زکوٰۃ کا اصُول بتاتا ہے کہ مال کے ہونے کو بُرا نہیں قرار دیا۔

دولت کے متعلق اسلام اور محمدؐ رسول اللہ صلعم کا نظریہ

لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم نے اپنے گھر میں کچھ نہیں رکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دولت کا نظریہ کچھ اور ہونا چاہیئے وہ جمع کرنے کے لیے نہیں خرچ کرنے کے لیے ہے۔ ہاں خرچ کرنے کے لیے جمع کرنا چاہیئے۔

ہمارے ہادی صلعم نے اپنے پاس کچھ نہیں رکھا۔ اس لیے ہمارا نظریہ یہ ہونا چاہیئے کہ یہ خدا کی عطا ہے۔ اور ہم بطور امین کے ہیں۔ وفی اموالھم حق للسائل والمحروم۔ غرباء کا ہمارے اموال میں حق ہے۔ قریبیوں کا حق ہے۔ مسکینوں کا حق ہے۔ اسلام نے ملکیت تو ضرور رکھی ہے۔ لیکن ․․․ کو محدود کر دیا ہے، اسی لیے فرمایا الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور اسے خدا کے رستہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کو عذابِ الیم کی خبر دے دو۔ معلوم ہوا دولت کی ملکیت کو اسلام نے محدود کر دیا ہے۔ اسلام نے دولت کا وہ نظریہ نہیں رکھا جو عام دُنیا کا ہے، اس میں دُنیا کی نجات ہے جس دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل تصویر دُنیا کے سامنے آئے گی، دُنیا حیران رہ جائے گی۔ یہ مسیحؑ کی تعلیم نہ تھی۔ جس پر کوئی عمل کرنے والا نہ ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے آپ کی تعلیم کی ایک ایک بات کو عملی جامہ پہنایا۔ دولت کماؤ، لیکن جب دینے کا وقت آئے تو دل میں ذرا جھجک پیدا نہ ہو، دولت کے کمانے میں اسلام نے روک نہیں پیدا کی۔ لیکن نظریہ یہی رکھا کہ ضرورت کے موقع پر خرچ کرنے سے دریغ نہ کیا جائے۔

عمّالِ حکومت کی مال سے محبت اور ہمدردیٔ انسانی کا فقدان

میں نے کہا کہ حکومت کے عاملوں کی آنکھ میں الّا ماشاء اللہ انسانوں کو مرتے ہوئے دیکھ کر ایک آنسو بھی نہیں آیا۔ کوئی ہمدردی کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ کیا ہے؟ فی الحقیقت خدا کا خوف دلوں میں نہیں رہا۔ مال کی محبت میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ اپنی اپنی ہی فکر ہے۔ جو کچھ ہو گھر میں آ جائے۔ دوسرے خواہ مریں یا جیئیں۔ کوئی پرواہ نہیں۔ یہ مال کی محبت ہی تباہی کا موجب ہے۔

زائد مال کو ہمدردیٔ انسانی پر خرچ کرو:

اللہ تعالےٰ نے بے شک حکم دیا ہے کہ مال کماؤ، لیکن یہ بھی فرمایا ہے کہ اسراف مت کرو، بے شک اپنا پیٹ بھرنے کے لیے خرچ کرو، لیکن اسراف نہ کرو۔ یہ ہوس نہ ہو کہ اتنے زیادہ کھانے دسترخوان پر ہوں، ایسے قیمتی اور اعلیٰ کپڑے زیب تن ہوں، کپڑا تن ڈھانپنے کے لیے بکار ہے۔ جیسا مل جائے پہن لو۔ کھانا بھوک مٹانے کے لیے ضروری ہے۔ جس چیز سے بھوک مٹ سکتی ہے کھا لے اور باقی مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں خرچ کر دے۔ یہ لوگوں کے اندر ہوس لگ گئی ہے کہ اپنے آپ پر بہت خرچ کیا جائے۔ یہ بیماریاں ہیں، نمونہ جو اُن کے سامنے رکھا وہ یہ ہے کہ تمہارا پیشوا وہ ہے جس نے اپنے گھر میں کچھ نہیں رکھا۔

نوجوان اپنا نظریہ مال کے متعلق بدلیں: اس لیے ہم کو بھی اپنا نظریہ مال کے متعلق بدل دینا چاہیئے۔ نوجوانوں کو بالخصوص اپنا نظریہ بدل دینا چاہیئے۔ بڑی عمر کے لوگ جو چالیس چالیس پچاس ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ چکے ہیں۔ ان کا نظریہ تو پختہ ہو چکا ہے، لیکن نوجوان اپنا نظریہ آسانی سے بدل سکتے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو صرف اپنی روٹی اور لباس ہی کا خیال نہ ہو، بلکہ دُوسروں کی بھی ضرُوریات اور اسلام کی بھی ضرُوریات کا خیال ہو۔

دُنیا کی نجات محمد رسُول اللہ صلعم سے وابستہ ہے:

اور میں تو آپ سے عرض کروں گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو آپ نے بھی نہیں پڑھا آپ بھی اس کو پڑھیں اور پھر پڑھیں۔ کسی دوست نے اگلے دن جلسہ میں کہا تھا کہ دس شرائط بیعت اور کشتی نوح کا ایک حصّہ ہر روز پڑھیں، لیکن میں کہتا ہُوں کہ ہمارے بڑوں اور چھوٹوں، نوجوانوں اور بچّوں اور عورتوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو ہر روز پڑھنا چاہیئے۔ اس کا کوئی نہ کوئی حصّہ روزانہ سب کے لیے مطالعہ میں آتے رہنا چاہیئے۔ قرآن کا کوئی حصّہ ضرور ہر روز پڑھو۔ اور خوب یاد رکھو کہ دُنیا کا آخری نبی، آخری نجات دہندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور دنیا کی نجات کبھی نہیں ہو گی جب تک کہ محمد رسول اللہ صلعم کے قدموں پر نہ گرے گی۔

تقویٰ کیا ہے؟

ہر قسم کی بدی سے اپنے آپکو بچانا

خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے۔ میں اس وقت بُرے کاموں کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔ قرآن شریف میں اول سے آخر تک اوامر و نواہی اور احکام الٰہی کی تفصیل موجود ہے اور کئی سو شاخیں مختلف قسم کے احکام کی بیان کی ہیں۔

خلاصۃً یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کو ہرگز منظور نہیں کہ زمین پر فساد کریں۔ اللہ تعالےٰ دنیا پر وحدت پھیلانا چاہتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنے بھائی کو رنج پہنچاتا ہے ظلم اور خیانت کرتا ہے۔ وہ وحدت کا دشمن ہے جب تک یہ بد خیال دل سے دُور نہ ہوں کبھی ممکن نہیں کہ سچی وحدت پھیلے۔ اس لئے اس مرحلے کو سب سے اول رکھا۔ تقویٰ کیا ہے؟ ہر قسم کی بدی سے اپنے آپ کو بچانا۔ پس خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ابرار کے لئے پہلا انعام شربت کافوری ہے۔ اس شربت کے پینے سے دل بُرے کاموں سے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اس کے بعد ان کے دلوں میں برائیوں اور بدلیوں کے لئے تحریک اور جوش پیدا نہیں ہوتا۔“

ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۷۴-۳۷۵

از مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب لندن

مغرب میں جمہوریت کیوں کامیاب ہے؟

گذشتہ سال برطانیہ میں پانچ سالہ حکومتی انتخابات ہوئے ہیں۔ خیال یہ تھا کہ لیبر پارٹی کامیاب ہوگی، کیونکہ ملک کی اقتصادی حالت اور بے روزگار افراد کی کثرت سے بے چینی پائی جاتی تھی، لیکن تعجب ہوا جب "قدامت پسند" پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گئی۔ مگر مشرقی حالات انتخابات جاننے والوں کے لیے عبرت کا موجب بھی ہوئی کہ مزدور پارٹی کے ہار جانے سے مزدور طبقہ میں کوئی ہل چل یا ہنگامہ آرائی و شورش کا قطعاً کوئی نشان ظاہر نہ ہوا۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ مشرقی ممالک میں بھی جمہوری نظامِ حکومت پر بڑا زور اس لیے دیا جاتا ہے کہ یہ طریقِ کار بہت کامیاب طور پر انجام پذیر ہے، لیکن یہ نہیں غور کیا جاتا کہ وہ کون سے حالات ہیں جن میں مغرب میں یہ کامیاب ہے، مگر مشرق میں عام طور پر ناکام ہے۔ اگر جمہوری طرزِ حکومت پسند ہے تو جو لازمہ حالات مغرب میں اسے کامیاب بنا رہے ہیں، وہی معاشرتی حالات مشرق میں بھی جب تک رائج نہ ہوں گے۔ کامیابی کی اُمید رکھنا طمع خام و اُمید ناکام ہے۔

انفرادی آزادی مگر اجتماعی پابندی:

سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ہمیں یہ شعور ہو کہ مغرب میں جہاں انفرادی آزادی ہے، وہاں اس کی کامیابی کا تمام تر باعث اجتماعی نظم و ضبط اور قواعد و قوانین کا نہ صرف زبردست احساس ہے، بلکہ زندگی کی ہماہمی میں اس پر عظیم عمل ہے حکومت کے انتخابات کے معاملہ کو الگ کر کے بھی مغربی دُنیا کے کاروبار میں قواعد و ضوابط اور قاعدہ و قانون کی جو پابندی پر عمل ہے۔ وہ بہت مفید اور زندگی میں کامیاب بنانے والی ایک خوبی ہے۔ ہر معاملہ میں جہاں اجتماع یا بھیڑ ہو۔ نظم و ضبط کے طریق کار پر ہر فرد بلا چون و چرا عمل کرتا ہے، کسی دوکان پر سے کوئی چیز خرید کرنا ہو یا کسی بس میں سوار ہونا ہو یا سینما کا ٹکٹ لینا ہو، خود بخود ایک قطار میں لوگ کھڑے ہوتے جاتے ہیں۔ یہ عادت ایسی راسخ و پختہ ہو چکی ہے کہ معاشرہ میں سے کسی فرد کو اسے توڑنے کا خیال تک نہیں آتا کہ وہ اپنی باری سے پہلے قطار کے نظم و ضبط کو توڑ کر پہلے اپنی باری لے لے۔ اجتماعی نظام بھی بلاشبہ ایسا ہے کہ کسی فرد کو خواہ مخواہ التوا کی شکایت نہیں ہوتی، لیکن اگر کسی موقعہ پر ایسا ہو بھی جائے تو بھی افراد التوا کی زحمت بخوشی گوارا کر لیں گے، لیکن نظم و ضبط کی پابندی نہیں توڑیں گے۔ اس طرزِ طریق سے نہ صرف کاروبار خوش اسلوبی سے طے پا جاتا ہے، بلکہ جلد بھی انجام پذیر ہو جاتا ہے۔

انتخابات کی بناء پارٹیوں کے منشور پر کی جاتی ہے۔ ہر پارٹی جس اصول یا منشور پر رائے لینا چاہتی ہے۔ اس کا واضح اعلان اخبارات اور ٹی۔وی پر کرتی ہے، مغرب میں یہ منشور اقتصادیات پر عام طور پر بناء ہوتا ہے۔ مثلاً اس مرتبہ لیبر پارٹی نے اپنا مؤقف یہ بتلایا کہ وہ ملک میں سے بے روزگاری پانچ برس کی مُدت میں ختم کر دے گی، نیز یہ بھی کہ بین الاقوامی سطح پر بجائے نیوکلر آلات کی دوڑ میں آگے نکلنے کے رُوس سے مفاہمت کی کوششوں کو ترجیح دے گی۔

"قدامت پسند" پارٹی نے ملک کی دفاعی ضروریات پر زور دینے کا اعلان کیا۔ غرضیکہ ہر پارٹی نے ایک ماہ کے وقفہ میں امن پسندانہ ہر طریق سے رائے دہندگان کو اپنے مؤقف کی خوبیوں اور مدِمقابل پارٹی کے مؤقف کی خامیوں سے مطلع کیا۔ ایک روز صبح سے رات تک پولنگ ہوئی۔ جس میں وہی نظم و ضبط کا احسن مظاہرہ کیا گیا جس کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے۔ جب رائے شماری کے اعداد کو گنا گیا، تو "قدامت پسند" پارٹی بھاری اکثریت سے جیت گئی۔ جس کی امید پہلے نہ تھی۔ اس کا باعث دو وجُوہ معلوم ہوتے ہیں، ایک تو یہ "مزدور پارٹی" کے لیڈروں میں باہمی اختلاف تھا۔ جس کا کچھ اظہار پبلک میں بھی کیا گیا۔ اس سے ووٹروں نے اس پارٹی کی کمزوری پر محمول کیا۔ دوم ملکی دفاع کے لیے "قدامت پسند" پارٹی کے مضبوط طریق اختیار کرنے کا اعلان ہوا۔

بہرحال جمہوری نظام کی کامیابی کا سب سے بڑا عنصر یہ ہے کہ "رائے شماری" کے نتیجہ کو ہر پارٹی بلا چون و چرا قبول کر لیتی ہے۔ نہ تو کوئی پارٹی یہ الزام عائد کرتی ہے کہ رائے شماری صحیح نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ اس میں کوئی دھاندلی نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہی ووٹروں کی آزادی میں کوئی رخنہ یا رکاوٹ ڈالی جاتی ہے۔ جب سب کو یہ مسلّم ہے کہ رائے شماری آزادانہ طریق پہ ہو اور اعداد و شمار کے گننے میں انصاف ہو اور جب ان اصُولوں پر عمل بھی ہوتا ہو تو کسی کو شکایت ہونے کا امکان ہی نہیں رہتا، جب ہر پارٹی اس امر پر متفق ہے کہ آزادانہ، منصفانہ انتخاب کا جو بھی نتیجہ ہوگا، اُسے قبول کریں گے، تو پھر اس صورت میں کسی نہ کسی غم و غصّہ کی ضرورت ہے اور نہ فتنہ و فساد برپا کرنے کی حاجت۔

پس یہ وہ وجُوہ ہیں جن کے واسطہ سے جمہوری نظامِ حکومت مغربی ممالک میں کامیاب ہے۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ مشرقی ممالک میں معاشرتی نظام و پابندی اور نظم و ضبط کیا ہے کیا وہاں پارٹیوں کی اصُولوں پہ بناء ہوتی ہیں۔ یا شخصیتوں پر؟ کیا ووٹ کسی اصُول کے تحت ڈالے جاتے ہیں۔ یا برادریوں، صوبائی تعصّبات اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر؟؟ بالآخر جب انتخابات کے اعداد و شمار کا حساب کیا جائے، تو یہ انصاف و حق پرستی کی بنیادوں پر کی جاتی ہے یا پارٹیوں کی باہمی رقابت و تعصّبات کی دخل اندازی پہ؟ اگر جمہوریت کے یہ تینوں تقاضے جہاں مفقود ہوں وہاں جمہوری طرزِ انتخابات اختیار کیا جائے، تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

مرسلہ: ملک ظفر اللہ خان راولپنڈی

حضرت اقدس کے ارشادات کی روشنی میں

خدا کی راہ میں اپنی زندگیاں وقف کرو یہی حقیقی اسلام ہے

آج بھی ہو گر براہیمؑ کا ایماں پیدا + آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

واذ قال لہٗ ربہٗ اسلم قال اسلمت لرب العالمین

جب اس کے رب نے اسے اسلم کہا کہ تو فرمانبردار ہو جا تو ابراہیم نے کوئی سوال کسی قسم کا نہ کیا اور نہ کوئی کیفیت دریافت کی کہ میں کس امر میں فرمانبرداری اختیار کروں بلکہ ہر ایک امر کے لئے خواہ وہ کسی رنگ میں دیا جائے اپنی گردن کو آگے رکھ دیا اور جواب میں کہا۔

اسلمت لرب العالمین۔ کہتے ہیں میں تو رب العالمین کا تابعدار ہو چکا۔ ابراہیم کی یہی فرمانبرداری اپنے رب کے لئے تھی جس نے اُسے خدا کی نظروں میں برگزیدہ بنا دیا پس وہ لوگ جو دنیا میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ غور کریں کہ خدا کی فرمانبرداری سے ابراہیمی مراتب حاصل کر سکتا ہے ہر قسم کی عزت ابراہیم کو حاصل ہے اور یہ سب کچھ اسلمتُ کا نتیجہ ہے۔

ابراہیم علیہ السلام، اسلام کی وجہ سے دنیا میں مکرم و معزز ہوئے اسلام ایک قدرت ہے جب تک کوئی شخص نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے نئی زندگی نہیں پاتا اور خدا ہی کے ساتھ بولتا، چلتا، پھرتا، سنتا، دیکھتا نہیں وہ مسلمان نہیں ہوتا۔

اسلام، اللہ تعالےٰ کے تمام تصرفات کے نیچے آجانے کا نام ہے اور اس کا خلاصہ خدا کی سچی اور کامل اطاعت ہے۔

مسلمان وہ ہے جو اپنا سارا وجود خدا تعالیٰ کے حضور رکھ دیتا ہے بدوں کسی اُمید یا پاداش کے من اسلم وجہہ للہ فھو محسن یعنی مسلمان وہ ہے جو اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے اور اعتقادی اور عملی طور پر اس کا مقصود اور غرض اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور خوشنودی ہو اور تمام نیکیاں اور اعمال حسنہ جو اس سے صادر ہوں وہ مشقت اور مشکل کی راہ سے نہ ہوں بلکہ ان میں ایک لذت اور حلاوت کی کشش ہو جو ہر قسم کی تکلیف کو راحت سے تبدیل کر دے۔

حقیقی مسلمان اللہ تعالےٰ سے پیار کرتا ہے یہ سمجھ کر اور مان کر کہ وہ میرا محبوب و مولا پیدا کرنے والا محسن ہے اس لئے اس کے آستانہ پر سر رکھ دیتا ہے۔ ایک سچے مسلمان کو اگر کہا جائے کہ ان اعمال کے بدلے میں اُسے کچھ نہ ملے گا اور نہ کوئی بہشت نہ دوزخ نہ آرام نہ لذت تب بھی وہ اپنے اعمالِ صالحہ اور محبت الٰہی کو ہرگز ہرگز چھوڑ نہیں سکتا کیونکہ اس کی عبادات اور اللہ تعالےٰ سے تعلق اور اس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں فنا ہونا کسی اجر یا ثواب کی بنا اور اُمید پر نہیں بلکہ وہ اپنے وجود کو ایسی چیز سمجھتا ہے کہ وہ فی الحقیقت اللہ تعالےٰ ہی کی شناخت اور محبت و اطاعت کے لئے بنائی گئی ہے اور بجز اس کے کوئی مقصد اور غرض ہے ہی نہیں اس لئے وہ اپنی تمام خدا داد قوتوں کو جب ان اغراض اور مقاصد کیلئے صرف کرتا ہے تو اُسے اپنے محبوبِ حقیقی کا ہی چہرہ نظر آتا ہے۔

بہشت، دوزخ، عذاب اور ثواب پر اس کی نظر نہیں ہوتی۔ اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ کی محبت سے پورا حصہ لے اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو صرف زبان سے اس کا ثبوت نہیں مل سکتا مثلاً جس طرح کوئی شخص صرف مصری کا نام لیتے لیتے شیریں کام نہیں ہوتا یا اگر زبان سے کسی شخص کی دوستی کا اعتراف کرے اور مصیبت اور وقت پڑ جانے پر اس کی امداد و دستگیری کرنے سے پہلو تہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا اسی طرح اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا نرا زبانی اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی محض زبانی اقرار موجود ہو تو اس کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ حصہ زبانی اقرار کی بجائے عملی حصہ کو زیادہ درکار ہے اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے۔ میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگیاں وقف کرو اور یہی حقیقی اسلام ہے اور یہی وہ غرض ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔

پس جو شخص اس چشمہ کے قریب نہیں آتا جو خدا تعالےٰ نے اس غرض کے لئے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالب صادق کو چاہیئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اس جاری چشمہ کے کنارے پر اپنا منہ رکھ دے اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ خدا تعالےٰ کے سامنے غیریت کا چُولہ اتار کر آستانہ الوہیت پر نہ گر پڑے اور یہ عہد نہ کرے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی وہ خدا کو نہیں چھوڑے گا۔ اور اس کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہو گا۔

حضرت ابراہیمؑ کا ہی بڑا اخلاص تھا کہ خدا کی رضا کے لئے بیٹا قربان کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اسلام کا منشاء بھی یہی ہے کہ بہت سے

ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ابراہیم بنے۔

میں تمہیں تاکید کرتا ہوں ولی پرست نہ بنو بلکہ ولی بنو اور پیر پرست نہ بنو بلکہ پیر بنو تم ان راہوں سے آؤ بے شک وہ تنگ راہیں ہیں لیکن ان سے داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکا ہو کر گذرنا پڑیگا۔ اگر بہت بڑی گٹھڑی سر پہ ہوگی تو بہت مشکل ہے اگر اس دروازے سے گذرنا چاہتے ہو تو اس گٹھڑی کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنیکی ہے پھینک دو۔ ہماری جماعت اگر خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اُسے چاہیئے کہ اس گٹھڑی کو فوراً پھینک دے تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور راست باز نہیں بن سکتے ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ دوست ہلاک ہوگا جو وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اُسے فریب دے سکتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو تم پر خدا تعالیٰ کی حجت سب سے بڑھ کر پوری ہوئی ہے تم میں سے کوئی بھی نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ اس نے کوئی نشان نہیں دیکھا پس خدا کے الزام کے نیچے ہو اس لئے ضروری ہے کہ تقویٰ اور خشیت تم میں سب سے زیادہ ہو جو شخص خدا تعالیٰ کے حضور تضرع اور زاری کرتا اور اس کے حدود و احکام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے جلال سے ہیبت زدہ ہو کر اپنی اصلاح کرتا ہے وہ خدا کے فضل سے ضرور حصہ لے گا اس لئے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ تہجد کی نماز کو اپنے اوپر لازم کر لیں جو زیادہ نہیں پڑھ سکتا وہ دو رکعت ہی پڑھ لیا کرے کیونکہ اس طرح سے اُسے بہر حال دعا کرنے کا موقعہ مل جایا کرے گا۔

پچھلی رات کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے کیونکہ وہ سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں جب تک کسی شخص کے دل میں ایک خاص سوز اور درد نہ ہو وہ کب خواب راحت سے آخری حصہ رات میں بیدار ہو سکتا ہے پس اس وقت کا اٹھنا ہی دل میں ایک درد پیدا کر دیتا ہے جس سے دعاؤں میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔"

ـــــ ٭٭٭ ـــــ

سب سے مشکل اور نازک مرحلہ حقوق العباد کا ہے'

"سب سے مشکل اور نازک مرحلہ حقوق العباد ہی کا ہے کیونکہ ہر وقت اس کا معاملہ پڑتا ہے اور ہر آن یہ ابتلاء سامنے رہتا ہے۔ پس اس مرحلہ پر بہت ہی ہوشیاری سے قدم اٹھانا چاہیئے۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی حد سے زیادہ سختی نہ ہو۔ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اس کی تخریب اور بربادی کے لئے سعی کی جائے پھر وہ اس فکر میں پڑ کر جائز اور ناجائز امور کی بھی پرواہ نہیں کرتے اس کو بدنام کرنے کے واسطے جھوٹی تہمت اس پر لگاتے، افترا کرتے اور اس کی غیبت کرتے اور دوسروں کو اس کے خلاف اکساتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ معمولی دشمنی سے کس قدر برائیوں اور بدیوں کا وارث بنا اور پھر یہ بدیاں جب اپنے بچے دیں گی تو کہاں تک نوبت پہنچے گی۔

میں سچ کہتا ہوں کہ تم کسی کو اپنا ذاتی دشمن نہ سمجھو اور اس کینہ توزی کی عادت کو بالکل ترک کر دو۔ اگر خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور تم خدا تعالیٰ کے ہو جاؤ تو وہ دشمنوں کو بھی تمہارے خادموں میں داخل کر سکتا ہے لیکن اگر تم خدا ہی سے قطع تعلق کئے بیٹھے ہو اور اس کے ساتھ ہی کوئی رشتہ دوستی کا باقی نہیں۔ اس کی خلاف مرضی تمہارا چال چلن ہے پھر خدا سے بڑھ کر تمہارا دشمن کون ہوگا۔ مخلوق کی دشمنی سے انسان بچ سکتا ہے لیکن جب خدا دشمن ہو تو پھر اگر ساری مخلوق بھی دوست ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمہارا طریق انبیاء علیہم السلام کا سا طریق ہو۔ خدا تعالیٰ کا منشاء یہی ہے کہ ذاتی اعداء کوئی نہ ہوں۔

خوب یاد رکھو کہ انسان کو شرف اور سعادت تب ملتی ہے جب وہ ذاتی طور پر کسی کا دشمن نہ ہو ہاں اللہ اور اسکے رسولؐ کی عزت کیلئے الگ امر ہے یعنی جو شخص خدا اور اسکے رسولؐ کی عزت نہیں کرتا بلکہ ان کا دشمن ہے اسے تم اپنا دشمن سمجھو اس دشمن سمجھنے کے یہ معنے نہیں کہ تم اس پر افترا کرو اور بلا وجہ اسکو دکھ دینے کے منصوبے کرو نہیں بلکہ اس سے الگ ہو جاؤ اور خدا تعالیٰ کے سپرد کرو ممکن ہو تو اس کی اصلاح کے لئے دعا کرو۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۰۴-۱۰۵)

سبنت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۹ فروری ۱۹۸۴ء، جلد ۷۱، شمارہ ۹

اخبار احمدیہ :۔

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں آج (۲۶ فروری) حضور کی کراچی سے واپسی متوقع ہے احباب سلسلہ آپکی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

٭ وفات :۔ انجمن کے دیرینہ اور پرجوش کارکن جناب عبدالغنی بٹ ۲۴؍۲ کو وفات پا گئے ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ میانی صاحب کے قبرستان میں تدفین ہوئی مرحوم بڑے مخلص جوشیلے احمدی تھے اور سلسلہ سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے تقریباً ۸۰ برس کی عمر پائی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

باہتمام العبدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے ۳۰ روپے
بیرونی ممالک سے ۲ پونڈ (علاوہ محصول ڈاک)

نائب مدیر
عبد الرؤف کھوکھر

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید — وپائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

رجسٹرڈ ایل ۸۳۵
تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۸۳۷

جلد: ۷۱ | یوم چہار شنبہ ۳ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۷ مارچ ۱۹۸۴ء | شمارہ ۱۰

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو ہمیشہ یاد رکھو

(۱) خدا تعالیٰ سے ڈرو ——— (۲) اپنے بھائیوں سے ہمدردی کرو

"میں صلح کو پسند کرتا ہوں اور جب صلح ہو جاوے پھر اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ اس نے کیا کہا یا کیا کیا تھا۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص جس نے مجھے ہزاروں مرتبہ دجال اور کذاب کہا ہو اور میری مخالفت میں ہر طرح کی کوشش کی ہو اور وہ صلح کا طالب ہو تو میرے دل میں خیال بھی نہیں آتا اور نہیں آسکتا کہ اس نے مجھے کیا کہا تھا اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ ہاں خدا تعالیٰ کی عزت کو ہاتھ سے نہ دے۔

یہ سچی بات ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اسکو کینہ ور نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر وہ کینہ ور ہو تو دوسروں کو اس کے وجود سے کیا فائدہ پہنچے گا جہاں ذرا اس کے نفس اور خیال کے خلاف ایک امر واقع ہوا وہ انتقام لینے پر آمادہ ہو گیا اسے تو ایسا ہونا چاہیئے کہ اگر ہزاروں نشتروں سے بھی مارا جائے پھر بھی پرواہ نہ کرے۔

میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جائے تو اسے معاف کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جائے اور کینہ کشی کی عادت بنالی جائے۔

نفس انسان کو مجبور کرتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی امر نہ ہو اور اس طرح پر چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تخت پر بیٹھ جاوے اس لئے اس سے بچتے رہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بندوں سے پورا خلق کرنا بھی ایک موت ہے میں اسکو ناپسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی ذرا بھی کسی کو توں تاں کرے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جاوے۔ میں تو اس کو پسند کرتا ہوں کہ اگر کوئی سامنے بھی گالی دیدے تو صبر کر کے خاموش ہو رہے۔"

(ملفوظات جلد نہم ص۴ و ص۵)

— *** —

"کمزور بھائی سے محبت کرو۔ میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ اس کے لئے دعا کرے اس سے محبت کا اظہار کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے ۔۔۔ جماعت تب ہی بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کریں۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ چہارم)

مکتوب سرینام

راجہ محمد عبداللہ صاحب

خدمت اسلام کے اس اہم کام میں کامیابی کیلئے مجھے آپ کی دعاؤں کی اشد ضرورت ہے

بخدمت جناب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں خداوند عالم کے لطف وکرم سے سرینام پہنچ گیا ہوں۔ آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ ایک عریضہ سرینام پہنچنے سے پہلے ہالینڈ سے ارسال کیا تھا۔ ۲۳ جنوری کو ہالینڈ پہنچا۔ ہیگ کی جماعت کے صدر الٰہی بخش صاحب موجود تھے۔ ایمسٹرڈم کے صدر مع بیگم صاحبہ بھی آئے تھے۔ ہیگ میں قیام کے دوران بڑا اچھا وقت گذرا ۲۴ تا ۲۶ جنوری شام مسجد میں بعد نماز مغرب درس دیتا رہا۔ ۲۷ جنوری جمعہ تھا شام درس نہیں ہوا۔ دوسرے روز تقریباً ساری ہیگ کی جماعت نے ایک خاتون کی سالگرہ میں شرکت کی۔ مجھے بھی بلایا گیا تھا۔ میں جن کے ہاں قیام پذیر تھا عبدالجلیل حسن محمد مجھے اپنے ہمراہ لے گئے (خدا کے فضل سے کوئی گانے وغیرہ کا انتظام نہیں تھا) چند آدمیوں نے اکٹھی تلاوت کی۔ پھر مجھے بھی کچھ کہنا پڑا۔ پھر بیگم فاضل رمضان نے خواتین کے فرائض مختصر بیان کئے اور بعد میں دعا پر خاتمہ ہو گیا۔ پھر کھانا وغیرہ سے فراغت کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

دوسرے دن بروز اتوار مسجد میں جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ باہر کی جماعتوں کو باقاعدہ دعوت دی گئی تھی۔ کافی تعداد میں باہر کی جماعتوں سے بھی لوگ شرکت کے لئے آ گئے۔ اور مسجد بھر گئی۔ خاکسار نے کوئی ایک گھنٹہ دس منٹ "اسلامی معاشرہ" پر تقریر کی جو سب احباب نے خدا کے فضل سے پسند کی اور بڑے انہماک سے اسے سنا۔

اسی رات کو جگو صاحب مجھے اپنے ہمراہ لے گئے اور روٹرڈم میں بروز بدھ یکم تاریخ کو جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ اور رات بعد نماز عشاء جلسہ شروع ہوا۔ تلاوت قرآن پاک اور نعت کے بعد جگو صاحب نے تعارف کرایا اور پھر میں نے کوئی ایک گھنٹہ "اسلامی رواداری" پر اپنی کم مائیگی کے باوجود عرض کیا۔ تقریر بہت پسند کی گئی اور روٹرڈم کے صدر جناب ایس عبدل سنتو صاحب نے تقریر کے فوراً بعد اس کا ترجمہ ڈچ زبان میں سنایا۔ کوئی پون گھنٹہ انہوں نے لیا۔ بعد دعا یوٹریکٹ میں جلسہ کا اعلان کیا گیا۔

۳ فروری بروز جمعہ عشاء کی نماز کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ تمام ابتدائی لوازمات کے بعد جگو صاحب نے احمدیت پر عمدہ تقریر کی۔ بعد میں نے "ترقی کا راستہ" پر تقریر کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور آپ کی دعا سے بہت ہی اچھا اثر ہوا۔ مختصر الفاظ میں روٹرڈم کے صدر نے پھر ڈچ زبان میں حاضرین سے خطاب کیا اور بعد میں ہر جماعت کے صدر صاحبان کو اس سلسلہ میں کچھ کچھ کہنے کے لئے بلایا جاتا رہا اور وہ اپنے اپنے تاثرات بیان کرتے رہے۔ آخر میں دعا کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہو گیا۔ پھر خورد و نوش کے بعد تمام احباب مجھے فرداً فرداً ملے اور نہایت محبت سے مجھے رخصت کیا۔ دوسرے روز ایوب محمد حسن صاحب جو کہ یوٹریکٹ جماعت کے صدر بھی ہیں اور سرینام کے لئے ساری کوشش انہوں نے ہی کی ہے مجھے صبح ایمسٹرڈم پہنچانے کے کوئی ۴۵ ۔ ۷ پر پہنچ گئے۔ چنانچہ جگو صاحب اور اسحاق امل محمد صاحب کو بھی انہوں نے ہمراہ لیا اور مجھے ایئرپورٹ ایمسٹرڈم لے گئے۔ ہیگ اور روٹرڈم کے احباب بھی وہاں پہلے سے موجود تھے تمام کام فوراً ہو گیا اور آخر وقت تک احباب کے ساتھ رہا۔ ہوائی جہاز نے ½۱۰ بجے صبح روانہ ہونا تھا مگر وہ کوئی ½۱۱ بجے روانہ ہوا۔ اور رات ۲ بج کر ۱۰ منٹ پر ہالینڈ کے وقت کے مطابق پارامور یبو میں بخیریت پہنچ گیا۔ اس میں کوئی ایک گھنٹہ ۴۵ منٹ SUNGUAN کے ہوائی اڈے پر وقت صرف ہوا۔ وہاں کوئی دو گھنٹے ۴۵ منٹ صرف ہوئے۔

سرینام میں احباب موجود تھے بڑے تپاک اور محبت سے ملے۔ مرد اور خواتین کافی تعداد میں موجود تھے۔ ایئرپورٹ کافی دور ہے۔ مجھے محو صاحب کے ہاں ٹھہرایا گیا ہے آپ سے گذارش ہے کہ ان کی ہی معرفت مجھے خط لکھیں۔ یہاں جو مسجد بن رہی ہے دیکھی بہت خوبصورت اور محبت سے بنائی جا رہی ہے۔ انشاء اللہ اگست تک مکمل ہونے کا کہہ رہے ہیں۔ کل دوپہر کو پھر ملاقات کے لئے احباب آئے اس طرح کل اتوار بھی گذر گیا۔ میں آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں کام بہت بڑا ہے اور میں بہت کمزور و ناتواں ہوں۔ آپ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ خود راہنمائی فرمائے۔ آمین!

***

درسِ قرآن مجید

جامعہ احمدیہ دارالسلام میں ہر سوموار کو شام کے ۵ بجے قرآن مجید کا درس ہوتا ہے جو نماز مغرب تک جاری رہتا ہے اس سے قبل حاضرین کی چائے سے تواضع کی جاتی ہے۔ محترم نصیر احمد فاروقی صاحب قرآن کریم کے حقائق و معارف بڑے جذبۂ خلوص اور شوق و محبت کے جذبات میں ڈوب کر بیان فرماتے ہیں قرب و جوار کے احباب اس چشمۂ شیریں سے فیض یاب ہونے کے لئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرمائیں۔

(ادارہ)

درود شریف کی برکات

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۸۴ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام دارالسلام ۵-عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

تشہد و تعوذ اور سورہ احزاب کی آیات ۴۱ تا ۴۴ "یاایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا ۔۔۔۔ واعدّلھم اجرا کریما" اور آیت ۵۶۔ ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبیؕ یاایھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما کی تلاوت کے بعد ان کا ترجمہ اور تشریح بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ان آیات میں اللہ مومنوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرو۔ وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تمہیں اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالے اور وہ مومنوں پر رحم کرنے والا ہے، جس دن وہ اس سے ملیں گے اس دن ان کی دعائے ملاقات سلامتی ہو گی اور ان کے لئے عزت والا اجر تیار کیا ہے۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود بھیجو اور سلام بھیجو۔"

میں نے ان آیات کا انتخاب آج کے خطبے کے لئے اس لئے کیا ہے تاکہ میں درود و صلوٰۃ کے متعلق آپ کی اور خاص طور پر ان بچوں اور نوجوانوں کی خدمت میں اس کے مفہوم اور اہمیت کے بارے میں کچھ عرض کروں جو اسے نہیں سمجھتے۔ یہ مجھے اس لئے بھی ضروری معلوم ہوا کہ عوام الناس حضرت مسیح موعود کو جو اس زمانہ میں سب سے بڑے عاشق رسولؐ اور عاشق اسلام تھے حضور نبی کریم صلعم کے مقابل پر مدعی نبوت کہہ کر مسلمان نہیں سمجھتے اور آپ کی نسبت سے اس جماعت کو بھی جو آپ نے حضور صلعم کا نور دنیا میں پھیلانے کے لئے قائم کی دشمن اسلام اور حضور نبی صلعم سے دور کوئی گروہ سمجھتے ہیں۔ حقیقت اس سے قطعاً مختلف ہے۔ حضرت صاحب نے جتنا درود و سلام آنحضرت صلعم پر بھیجا ہے اتنا شاید ہی کسی نے بھیجا ہو اور آپ نے اپنی جماعت کو بھی یہی تاکید کی ہے کہ آپؐ پر کثرت سے درود بھیجیں۔ اور آپ نے تو حضورؐ سے اپنے عشق کے متعلق یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر نبی کریمؐ سے عشق کرنا کفر ہے تو خدا کی قسم اس معاملے میں میں سب سے بڑا کافر ہوں۔

آپ نے صلوٰۃ اور درود کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ صلوٰۃ دراصل ایک دعا ہے اس کا مادہ صلی ہے جس کا مفہوم جلنا اور جلانا ہے۔ قرآن کریم میں بھی ہے "سیصلی سعیرا۔ و سیصلون سعیرا" جس کا مطلب ہے بھڑکائی ہوئی آگ میں جلنا۔ یہ جلنا دراصل آگ کی شدید حرارت کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے صلوٰۃ یا درود وہ دعا ہے جس میں جذبہ اور جوشِ محبت کی وجہ سے شدید حرارت ہو جو انسان کے جسم کے روئیں روئیں سے پھوٹ کر نکلے اور دوسروں کو بھی متاثر کرے۔ نبی کریم صلعم پر درود بھیجنے والا آپؐ کے عشق و محبت کو اپنے دل میں محسوس کرے۔ یہی آپؐ کی اتباع کا تقاضا ہے اور اس کا عملی طور پر اس طرح اظہار ہو کہ جو نور حضور صلعم دنیا میں لائے انسانی ہمدردی کی خاطر اس کی اشاعت و تبلیغ میں بھی وہی جوش - جذبہ - ولولہ اور تڑپ دکھائے جو محبت کا تقاضا ہے۔ درود پڑھنے کے متعلق احادیث میں بہت کثرت سے ذکر ہوا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ سے ایک روایت ہے ایک اجنبی شخص ایک دفعہ حضور صلعم کی مجلس میں آیا آپ نے اسے بڑی محبت اور پیار سے اپنے پاس اپنے پہلو میں بٹھایا اور فرمایا کہ یہ شخص جب درود پڑھتا ہے تو کہتا ہے کہ اے اللہ تو محمدؐ پر اتنی رحمتیں اور درود بھیج جتنا اس وقت ساری دنیا کے لوگ اس پر درود بھیجتے ہیں تو اللہ کو اس کی یہ بات بہت پسند آئی اور فرمایا کہ جتنا سب کے درود کا اجر ہے وہ سارا اسے ملتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ درود انسان کو نبی کریم صلعم کا پیارا بنا دیتا ہے اور اس کا بہت بڑا اجر ہے۔

ہمارے حضرت صاحبؑ اور دوسرے صلحائے امت نے اس محبت کو بڑے بڑے عجیب رنگ دیئے ہیں۔ ہمارے حضرت صاحبؑ بہت درود پڑھا ہے آپ نے اپنا ایک کشف بیان کیا ہے کہ میں نے ایک دفعہ بہت درود پڑھا تو میں نے دیکھا کہ فرشتے نور کی مشکیں بھر بھر کر اس تاریک کمرے میں پھینک رہے ہیں جس میں میں تھا حتیٰ کہ وہ کمرہ اس نور سے منور ہو گیا۔ یہ آنحضرت صلعم سے آپ کے عشق و محبت کا نتیجہ تھا جس کی مثال ہمیں کہیں اور نہیں ملتی۔ لوگ زبانی کلامی محبت بھی کرتے اور آپؐ کے متعلق اپنی نعتوں میں اس کا اظہار بھی کرتے ہیں لیکن آپ حضرت صاحب کی نظم و نثر کو پڑھ کر دیکھیں جو رنگ ان میں فنا فی الرسولؐ کا بھرا ہوا ہے اس کا عشر عشیر بھی کہیں اور نہیں دکھائی دیتا۔ آپ فرماتے ہیں:-

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم + گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اور پھر فرماتے ہیں:-

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا + نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں + وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

لوگ یہ الزام دیتے ہیں کہ حضرت صاحب نے آنحضرت صلعم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ کس قدر کذب بیانی اور افترا پردازی ہے۔ آپ تو فرماتے ہیں میں آپؐ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہوں جو کچھ ہیں وہی ہیں اور وہ نور ہی نور ہیں جس کو اللہ نے بھی سورۃ نور میں ایک لطیف مثال سے بیان کیا ہے کہ وہ نور تھا۔ پھر اللہ کی وحی و تعلق سے وہ نورٌ علیٰ نور ہو گیا جو مشرق و مغرب میں روشن ہو گیا۔ یہ ابدی نور ہے اور قیامت تک اپنی آب و تاب کے ساتھ چمکتا اور پھیلتا رہے گا۔ حضرت مسیح موعود نے بھی اپنے شعر میں اسی لئے آپ کو نور کہا ہے اور اسی نور کو مشرق و مغرب میں پھیلانا آپ کا اور آپ کی جماعت کا مقصد ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص بڑی توجہ سے دن میں سو دفعہ درود پڑھے گا تو جب

وہ اللہ کے سامنے پیش ہوگا تو اس کا چہرہ منور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے درود پڑھنے کی بہت تاکید کی ہے اس لئے ہماری جماعت کے لئے خاص طور پر یہ لازمی ہے کہ وہ درود کو اپنا وظیفہ بنالیں کیونکہ حضرت صاحب کو آنحضرت صلعم سے جو عشق اور محبت تھی وہ یہی عشق اور محبت اپنی جماعت کے اندر بھی پیدا کرنا چاہتے تھے اور یہ ہمیں ورثہ میں ملی ہے۔ شاید ہمارے بچوں کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ بھی ہمارے دین کا ایک جزو ہے۔ اور اپنے نفسوں کے تزکیہ اور پاکیزگی کے لئے بہت ضروری ہے اور اسی سے ہمارے دلوں میں آنحضرت صلعم کے لئے محبت کا جذبہ پیدا ہوگا اور جس نور سے لوگ ہمیں محروم سمجھتے ہیں ہمیں اپنے عمل اور نمونے سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہمارے سینے اس نور سے منور ہیں خواہ وہ آنحضرت صلعم سے ہماری نسبت کو پسند کریں یا نہ کریں اس سے کوئی فرق نہیں پڑیگا۔

"تلاوت کردہ آیات کے حوالے سے آپ نے فرمایا کہ یہ سورہ احزاب کی آیات ہیں اس سورۃ میں جنگ احزاب کا ذکر ہے جس کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے

اذ جآءُوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا" جب وہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر آ گئے اور جب تمہاری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور تمہارے دل دہشت سے گویا تمہارے گلوں تک آ گئے اور تم اللہ پر مختلف قسم کے ظن کرنے لگے اس کے بعد ہے" ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا۔ مومنوں کے لئے یہ کڑی آزمائش کی گھڑی تھی اور انہیں سخت مصائب میں ڈالا گیا اس مصیبت اور آزمائش کی گھڑی میں اللہ تعالیٰ نے خارق عادت نشانات اور معجزات دکھائے۔ وہ سارا لشکر باوجود کثرت اور اسلحہ سے لیس ہونے کے راتوں رات بھاگ گیا۔ اور ساتھ ہی اللہ نے یہ بشارت بھی دی کہ" واورثکم ارضھم و دیارھم واموالھم وارضا لم تطؤھا۔ وکان اللہ علی کل شیء قدیرا" تمہیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنایا اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بظاہر درود کا اور جنگ احزاب کے متعلق ان آیات کا آپس میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا لیکن ان کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کی بعثت کی غرض جنگوں کے ذریعہ سیاسی فتوحات اور غلبہ حاصل کرنا نہ تھی بلکہ لوگوں کا تزکیہ کرنا تھی ان کو ان گناہوں سے نکال کر جن میں وہ بری طرح ملوث تھے پاک و صاف کرنا تھی۔ صبح و شام اللہ کی تسبیح کرنا اور آنحضرت صلعم پر درود بھیجنا تزکیہ نفس کیلئے دو بڑے ذریعے ہیں اللہ کو بہت یاد کرنے اور صبح و شام اس کی تسبیح کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ" ھو الذی یصلی علیکم و ملئکتہ" وہ تمہیں پلیدگیوں اور نجاستوں سے نکالتا اور تمہیں اندھیروں سے روشنی میں لے آتا ہے۔

فرشتوں کی صلوٰۃ یا درود یہ ہے کہ وہ مومنوں کے گناہوں اور خطاؤں کی معافی اور ترقی درجات کے لئے دعا کرتے اور نیکی کے لئے ان کے دلوں میں تحریک پیدا کرتے ہیں۔ اور مومنوں کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں کے اندر آنحضرت صلعم کے لئے جوش اور جذبہ محبت پیدا ہو۔ سو درود کی اصل غرض خواہ وہ اللہ کی طرف سے ہو یا ملائکہ کی طرف سے اور یا مومنوں کی طرف سے انسانوں کا تزکیہ نفس ہے۔

جب "یآیھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلموا تسلیما" کے الفاظ اترے تو صحابہ کرام نے آنحضرت صلعم سے پوچھا ہم کیسے درود آپؐ پر بھیجیں تو آپؐ نے فرمایا یہ درود بھیجو۔

اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللّٰھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔

یہ درود نماز کا بھی حصہ ہے لیکن صرف نمازوں میں پڑھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ دن میں کئی بار اسے پڑھنا چاہیئے کیوں کہ تزکیہ نفس کے لئے یہ نہایت ضروری ہے اور تزکیہ نفس ہی وہ چیز ہے جس سے انسان کی ساری مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔

آنحضرت صلعم کے نور کی اشاعت کو ہم نے اپنی زندگی کا مقصد بنایا ہوا ہے اس کے ساتھ ہمیں بھی بہت سی مشکلات اور ابتلاؤں کا سامنا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔ اللہ ہی کی راہ میں تمہیں خوف۔ بھوک۔ مالوں۔ جانوں اور پھلوں کے نقصان سے آزمایا جائیگا۔ وبشر الصّٰبرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تو ان امتحانات میں سے جو صبر سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ان کا اجر یہ ہے کہ اولٰئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ واولٰئک ھم المھتدون۔ یہی وہ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور رحمت ہے اور یہی وہ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔ اشاعت اسلام اور قرآن کی خاطر ہمیں جن امتحانوں سے گذرنا پڑ رہا ہے یا پڑیگا اس کے لئے صبر سے کام لینا اور اپنے تزکیہ نفس کے لئے درود کو ورد زبان کرنا ہوگا۔

اللہ ہمیں اس بات کے سمجھنے اور ایسے اعمال کی توفیق دے جو اس کے ہاں مقبول ہوں۔

——— **** ———

حضرت امیرؒ کے نام ایک خط

ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب بہت یاد آتے ہیں۔

وہ ایک بے نظیر انسان تھے۔ بہت کام کے آدمی تھے۔ محنتی، مخلص، اور دیانت دار عالم لوگ اب ترتیب قریب ناپید ہوتے جا رہے ہیں اور قحط الرجال کا سا عالم ہے۔ ایسے لوگ ایک بہت بڑا خلا اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں خدا انہیں بلند مقامات سے نوازے۔ آمین!

"محمد صالح نور"

——— **** ———

☆ ☆ ☆

از قلم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درس قرآن ـ سبق نمبر (۶۰)

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ـ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقٰتہٖ ولا تموتن الا
وانتم مسلمون ○ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا
واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین
قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانا ج وکنتم علیٰ شفا
حفرۃ من النار فانقذکم منھا کذٰلک یبین اللہ
لکم اٰیٰتہٖ لعلکم تھتدون ○ ولتکن منکم امۃ یدعون
الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن
المنکر واولٰئک ھم المفلحون ○

(اٰل عمران ۳ ـ آیات ۱۰۱ تا ۱۰۳)

ترجمہ:ـ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اُسکے تقویٰ کا حق ہے اور تم نہ مرو سوائے اس حال کے کہ تم اللہ کے فرمانبردار ہو۔ اور سب کے سب اللہ کے رسّے کو مضبوط پکڑو اور تفرقہ نہ کرو ۔ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے ۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اُس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونیوالے ہیں ۔

یہ سورۃ آلِ عمران کے گیارھویں رکوع کی ابتدائی تین آیات ہیں۔ اس سے پہلے کے چند رکوعوں میں اہل کتاب کو بار ، بار دعوت دی گئی ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلعم وہ موعود نبی ہیں جن کو ماننے کا تمام نبیوں نے اپنی اُمتوں سے عہد لیا تھا، اور آپ کا قبلہ یعنے خانہ کعبہ وہ خدا کا گھر ہے جو تمام نسلِ انسانی کے باپ حضرت آدمؑ نے بنایا تھا اور اس لئے مختلف قومیں اپنے، اپنے قبلے چھوڑ کر صرف اسی قبلہ پر اکٹھے ہو سکتے ہیں، اور اسی خدا کے گھر سے اُس آخری نبی نے پیدا ہونا تھا جس کے مبعوث ہونے کی دُعا حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی ـ جن کو تمام قومیں مانتی ہیں، تو وہ اسلام کو قبول کرلیں جو تمام قوموں کے نبیوں اور کتابوں کو منجانب اللہ مانتا ہے (اگرچہ وہ کتابیں ضائع ہو گئیں یا تحریف ہو کر بگڑ گئیں) اس لئے قرآن کریم میں تمام پچھلی کتابوں کی قائم رکھی جانے والی تعلیم کو اکٹھا کر کے محفوظ کر دیا گیا ہے ۔ اور یہی وہ کتاب ہے اور رسول اللہ صلعم ہی وہ نبی ہیں جن پر تمام قومیں اکٹھی ہو کر وحدتِ نسلِ انسانی کی بنیاد رکھ سکتی ہیں ۔ یہ تو تھا پچھلے رکوعوں کا مضمون ۔ آج کے رکوع میں مسلمانوں کو فرمایا کہ اگر تم ہی اپنی وحدت کو قائم نہ رکھ سکے اور تم میں ہی پھوٹ

پڑ گئی تو یہ وہ گناہ کبیرہ ہے اور سنگین جرم ہے جس کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہ کریگا۔

اسی لئے پہلی آیت میں فرمایا " اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو جیسا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے "۔ میں اس سے پہلے بتا آیا ہوں کہ قرآن حکیم میں جہاں صرف تقویٰ کا لفظ آئے تو اس کے معنی ہیں اپنے نفس کو گناہوں سے بچانا کیونکہ گناہوں سے ہی انسان دکھوں اور مصیبتوں میں پڑتا ہے جن سے بچنا تقویٰ کے ایک معنی ہیں مگر جہاں تقویٰ اللہ کے الفاظ آئیں تو اس کے معنے ہوتے ہیں اللہ کے محاسبہ سے اور اس کی سزا سے اپنے آپ کو بچانا کہ اس سے بڑھ کر کوئی سزا اور دُکھ نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے اتقوا اللہ یعنے اللہ کا تقویٰ کرو کے الفاظ اُن تمام احکام اور باتوں کے شروع میں آتے ہیں جن کا اللہ تعالےٰ خاص طور پر محاسبہ کریگا اور ان کی سزا خاص طور پر سخت ہوگی ۔ یہاں الفاظ حق تقتہٖ خاص طور پر بڑھائے کہ جو اللہ کے تقویٰ کا حق ہے ۔ یعنے اُس معاملہ میں جو اگلی آیت میں آتا ہے خاص طور پر تقویٰ اللہ کی ضرورت ہے اور پھر اور تاکید یوں فرمائی :ـ " اور تم نہ مرو سوائے اس حال کے کہ تم اللہ کے فرمانبردار ہو "۔

چونکہ موت کا وقت کوئی مقرر اس رنگ میں نہیں کہ کسی انسان کو علم نہیں کہ کسی بچے جوان، بوڑھے پر کس وقت وہ آجائے گی ۔ اس لئے فرمایا کہ اپنی زندگی کو ایسا بنا لو کہ تم ہر وقت اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار ہو تاکہ اچانک موت آجائے تو تم پکڑے نہ جاؤ ۔

اب وہ حکم آتا ہے جس کے لئے یہ سب کچھ بطور تمہید کے تھا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا " اور تم سب کے سب اللہ کے رسّے کو مضبوط پکڑو اور آپس میں تفرقہ نہ کرو "۔ اللہ کا رسّہ کیا ہے اس کی تفسیر خود رسول اللہ صلعم نے فرما دی کہ وہ کتاب اللہ ہے ۔ گویا قرآن حکیم بطور رسّہ کے ہے جو اللہ تعالےٰ نے آسمان سے پھینکا ہے تاکہ تم اسکو مضبوطی سے پکڑ کر زندگی کے راستہ میں جو تمام پھسل جانے کے خطرات ہوں ان میں بچ جاؤ ۔ اور اس رسّہ کو پکڑ کر زمین سے آسمان پر چڑھ سکو یعنی زمینی زندگی سے آسمانی زندگی میں داخل ہو جاؤ ۔ اور جس طرح رسّہ پر جن لوگوں کے ہاتھ ہوں وہ رسّہ کی وجہ سے متحد ہوتے ہیں اور بکھرنے نہیں پاتے تم بھی بکھر نہ جاؤ ۔ اسی لئے اگلا لفظ ہے ولا تفرقوا اور تفرقوں میں نہ پڑ جاؤ ۔ لفظ حبل اللہ لانے میں ایک اور حکمت بھی ہے کہ حبل کے معنی جہاں رسّہ کے ہیں وہاں عہد کے بھی ہیں ۔ یعنے یہ اللہ تعالیٰ تم سے عہد لیتا ہے کہ تم قرآن کریم پر اکھٹے رہو اور تفرقہ بازی نہ کرنا ۔

یہاں کوئی پوچھ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے تو فرمایا ہے کہ خلاف امتی رحمۃ یعنے میری امت میں اختلاف رائے رحمت ہوگی مگر اس

کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ کسی مسئلہ پر اختلاف رائے اگر نیک نیتی سے ہو اور اس کا اظہار کیا جائے تو اس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس معاملہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑ جاتی ہے اور انسان کو اس کی خوبی یا برائی کا فیصلہ کرنے میں مدد مل جاتی ہے۔ تو اختلاف رائے کا فیصلہ اگر نہ ہو سکے تو اس کا فیصلہ قرآن حکیم سے کر لو کہ اسی کو اپنا حُکم یا جج بنانے کا یہاں حکم ہے مگر اختلاف رائے پر فرقے بنا لینا یعنے علیحدہ جماعتیں جو ایک دوسرے کو نہ صرف گمراہ بلکہ کافر تک کہتے ہیں یہی وہ تفرقہ بازی ہے جس سے مسلمانوں کو سختی سے روکا گیا ہے مگر بدقسمتی سے مسلمانوں نے یہی کیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اپنے اختلافات کا فیصلہ قرآن حکیم سے کرنے کی بجائے اپنی یا اپنے سے پہلوں کی رائے پر کیا اور اس پر اڑ کر خانہ جنگی مستقل طور پر پیدا کر دی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا ہے کہ اسلام کے آنے سے پہلے اہل عرب کی کیا بُری حالت تھی۔ فرمایا "اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی، بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔" اسلام سے پہلے اہلِ عرب کی صدیوں پُرانی آپس میں بات بات پر لڑنے اور مرنے مارنے کی عادت مشہور عام ہے۔ اس لئے مجھے اس کی تفصیل دینے کی ضرورت نہیں صرف ایک انگریز مصنف کا فقرہ سناتا ہوں۔ کتاب INS AND OUTS OF MESOPOTAMIA میں وہ لکھتا ہے "عربوں سے بڑھ کر کوئی پھوٹ اور تفرقہ کی شکار قوم کا اندازہ لگانا مشکل ہے یہاں تک کہ اچانک معجزہ ہوا۔" وہ معجزہ رسول اللہ صلعم کا ظہور اور قرآن کا نزول تھا کہ اس مقدس کتاب نے صدیوں پُرانے خونخوار دشمنوں کو ۲۰ سال کے قلیل عرصہ میں ایسا بھائی بھائی بنا دیا کہ اس کی مثال بھی تاریخِ انسانی میں نہیں ملتی۔ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو انصار نے اپنے گھر دں، اپنی جائیدادوں اپنے مال و دولت میں انہیں برابر حصہ دینا چاہا اگرچہ انہوں نے انکار کر دیا۔ یہ حیرت انگیز انقلاب صرف ایک دو سال کے مسلمان ہونے کے اندر ان میں پیدا ہو گیا۔ جن لوگوں کو خانہ جنگیوں میں بھیڑیوں کی طرح خونخوار لڑنے مرنے والوں کا تجربہ ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ انقلاب واقعی معجزہ تھا۔ تو قرآن کریم نے اگر یہ انقلاب عظیم پہلے پیدا کیا تھا تو وہ ہمیشہ کر سکتا ہے۔ ضرورت صرف اتنی ہے کہ ہم قرآن کو اپنا ہادی بنائیں اور اس کے احکام پر پورا عمل کریں اور آپس کے اختلافات کا قرآن حکیم سے فیصلہ کریں نہ کہ اپنی رائے اور اپنی ضد سے یا پہلے انسانوں کی رائے سے جو کہ فقہ کے مسائل میں پھوٹ کا باعث ہوئی۔

تو قرآن کریم نے جہاں فرقہ بازی سے سختی سے منع کیا وہاں صرف ایک جماعت بنانے کی اجازت دی جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا: "اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔" یہاں بھلائی کے لفظ خیر آیا ہے جس کے معنی اسلام لئے گئے ہیں کہ اس سے بڑھ کر بھلائی کوئی نہیں بلکہ وہ تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے۔ تو یہاں اشاعتِ اسلام کے لئے نہ صرف ایک جماعت بنانے کی اجازت دی ہے بلکہ حکم دیا ہے۔ لفظ خیر کو قرآن حکیم نے اپنے لئے بھی استعمال فرمایا ہے جیسا کہ سورۃ بقرۃ کی آیت ۱۰۵ میں فرمایا ما یودُّ الذین کفروا من اھل الکتٰب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم" اہل کتاب میں سے جو کافر ہیں پسند نہیں کرتے اور نہ ہی مشرک کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر خیر نازل ہوا۔" جس کے معنے قرآن پاک ہی ہیں۔ تو اس لئے آج کی آیت میں جہاں لفظ خیر لا کر اسلام کی طرف بلانے کے لئے جماعت بنانے کا حکم دیا وہاں اس لفظ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے بہترین طریقہ قرآن کریم کی اشاعت ہے جس کے ترجمے کرنے اور دنیا میں پھیلانے کی آج اشد ضرورت ہے کہ دنیا اس روحانی پانی کے بغیر مر رہی ہے۔

اسی لئے مجدد زماں حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اشاعتِ اسلام کے لئے جماعتِ احمدیہ کی بنیاد ڈالی اور اشاعتِ قرآن اس کا کام بتایا۔ اشاعتِ اسلام کے علاوہ قرآن حکیم نے ایسی جماعت کے دو اور کام بتائے۔ "اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں۔" یہ اصلاح کا کام خود مسلمانوں کے اندر ہر وقت ضروری ہے۔ ویسے جو غیر مسلم مسلمان ہوں ان کو بھی اسلام سکھانا جو کہ اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے اور بُرے کاموں سے روکتا ہے اس کے معنی ہیں۔ اس حکم الٰہی کو کہ ایسی جماعت مسلمانوں کے اندر ہو مسلمان قوم بھولے ہوئی تھی۔ مجدد زماں نے آن کر اس کمی کو پورا کیا اور اس سے بڑھ کر کوئی اعلےٰ کام نہیں ہو سکتا جو کہ پہلے نبی کیا کرتے تھے مگر چونکہ رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اس لئے یہ کام آپؐ کی امت کے سپرد کیا گیا۔ یہ بھی خاتم النبیین صلعم کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اپنی امت کے لئے ممکن کر دیا کہ وہ، وہ کام کرے جس کے کرنے کے لئے پہلے انبیاء مبعوث ہوتے تھے۔ اسی بات کو حضرت مجدد زماں نے رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرتے ہوئے یوں ایک شعر میں لکھا ہے۔ ؎

ہم ہوئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اے خیرِ رُسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

—— ٭٭٭ ——

ہست فرقاں آفتابِ علم و دیں + تا برندت از گماں سوئے یقیں
قرآن مجید علم اور دین کا سورج ہے تاکہ تجھے شک سے یقین کی طرف لے جائے

ہست فرقاں از خدا حبل المتیں + تا کشندت سوئے رب العالمیں
قرآن خدا کی طرف سے ایک مضبوط رسّی ہے تاکہ تجھے رب العالمین کی طرف کھینچ کر لے جائے

(دُرِّثمین)

جماعت کے لئے چند گراں قدر اور قابلِ عمل نصائح

حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"اگر بیعت توبہ پر قائم رہو گے تو خدا تم کو ہر ایک بلا سے بچائے گا۔

قرآن بہت پڑھو نمازیں ادا کرو۔ عورتوں کو سمجھاؤ اور بچوں کو نصیحت کرو۔

جب آدمی توبہ کرتا ہے تو خدا تعالےٰ اس کے پہلے گناہ بخش دیتا ہے۔ قرآن میں یہ اس کا وعدہ ہے۔ ہر طرح کے دُکھ انسان کو دنیا میں ملتے ہیں مگر جب خدا کا فضل ہوتا ہے تو ان سب بلاؤں سے انسان بچتا ہے اس لئے اگر تم لوگ اپنے وعدہ کے موافق اس پر قائم رہو گے تو وہ تم کو ہر ایک بلا سے بچائے گا۔ نمازیں پکے رہو جو مسلمان ہو کر نماز ادا نہیں کرتا وہ بے ایمان ہے۔ بتاؤ ایک ہندو میں اور اس میں کیا فرق ہے۔ زمینداروں کا دستور ہے کہ ذرا ذرا سے عذر پر نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ کپڑوں کے میلا ہونے کا بہانہ کر دیتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اور کپڑے نہ ہوں تو اسی میں نماز پڑھ لیں جب دوسرا کپڑا مل جائے تو اس کو بدل دے اسی طرح اگر غسل کرنے کی ضرورت ہو اور بیمار ہو تو تیمم کرے۔ خدا نے ہر قسم کی آسانی کر دی ہے تاکہ قیامت میں کوئی عذر نہ ہو۔

اب ہم مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ شطرنج گنجفہ وغیرہ بے ہودہ باتوں میں وقت گذارتے ہیں ان کو یہ خیال تک نہیں آتا کہ اگر ہم ایک گھنٹہ نماز میں گذاریں گے تو کیا حرج ہو گا۔ سچے آدمی کو خدا مصیبت سے بچا لیتا ہے اگر پھر بھی رہیں تو بھی اُسے ضرور بچائے گا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سچے اور جھوٹے میں کیا فرق ہو سکتا ہے لیکن یاد رکھو صرف ٹکریں مارنے سے خدا راضی نہیں ہوتا۔ کیا دنیا میں کیا دین میں جب تک پوری بات نہ ہو فائدہ نہیں ہوا کرتا۔ جیسے میں نے کئی بار بیان کیا ہے کہ روٹی اور پانی سیر ہو کر نہ کھائے پیئے تو وہ کیسے بچ سکتا ہے۔ عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے فقط زبانی اقرار ہی کافی نہیں اور نہ ادھوری نمازیں کافی ہو سکتی ہیں بھلا ایک شخص جس کو پیاس شدت کی لگی ہوئی ہو کیا ایک قطرہ پانی سے وہ اپنی پیاس بجھا سکتا ہے کبھی نہیں۔ اسی طرح ہر کوئی شخص ادھوری اور ناقص نمازوں سے اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے غضب سے نہیں بچا سکتا پس اپنی نمازوں کو درست کرو۔ ہر قسم کی شکایت۔ گلہ۔ غیبت جھوٹ۔ افترا۔ بدنظری وغیرہ سے اپنے تئیں بچائے رکھو۔

جو بات طاقت سے باہر ہے وہ تو خدا معاف کر دے گا مگر جو بات طاقت کے اندر ہے اس سے مواخذہ ہو گا۔

جب انسان نیک بنتا ہے تو اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے خدا کی رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں۔ سچا مومن وہی کہلاتا ہے اور اس کی برکت اس کے گھر اور اس کے شہر میں موجود ہوتی ہے۔ جو خدا تعالےٰ کو ناراض کرتا ہے وہ نجاست کھاتا ہے اگر انسان بدی کو خدا کے خوف سے چھوڑ دے تو خدا اس کی جگہ نیک بدلہ اسے دیتا ہے، مثلاً ایک چور اگر چوری کرتا ہے وہ چوری کو چھوڑ دے تو خدا اس کی وجہ معاش حلال طور سے کر دیگا۔ اسی طرح زمینداروں میں پانی وغیرہ چرانے کا دستور ہوتا ہے۔ اگر وہ چھوڑ دیں تو خدا ان کی کھیتی میں دوسری طرف سے برکت دیگا۔ ایک نیک متقی زمیندار کے واسطے خدا تعالیٰ بادل کا ٹکڑا بھیج دیا کرتا ہے اور اس کے طفیل دوسرے کھیت بھی سیراب ہو جاتے ہیں۔

خدا کو چھوڑ کر بدی اور گند میں رہنا خدا کی نافرمانی ہی نہیں بلکہ اس میں خدا تعالےٰ پر ایمان میں بھی شک ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ چور جب چوری کرتا ہے تو ایمان اس میں نہیں ہوتا اور زانی جب زنا کرتا ہے تو ایمان اس میں نہیں ہوتا۔

یاد رکھو کہ وسوسے جو بلا ارادہ دل میں پیدا ہوتے ہیں ان پر مواخذہ نہیں جب پکی نیّت انسان کسی کام کی کرے تو اللہ تعالےٰ مواخذہ کرتا ہے۔ اچھا آدمی وہی ہے جو دل کو ان باتوں سے ہٹا دے۔ ہر ایک عضو کے گناہوں سے بچے۔ ہاتھ سے کوئی بدی کا کام نہ کرے۔ کان سے کوئی بری بات۔ چغلی۔ غیبت گلہ وغیرہ نہ سنے۔ آنکھ سے محرمات پر نظر نہ ڈالے۔ پاؤں سے کسی گناہ کی جگہ چل کر نہ جاوے۔

بار بار میں کہتا ہوں کہ تم لوگ طاعون سے بے خوف نہ ہو۔ اور یہ نہ سمجھو کہ اب اس کا دورہ ختم ہو گیا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو کیوں نہیں آتی اور وہ بدی پر مصر ہیں ان کو وہ ضرور پکڑے گی۔ اس کا دستور ہے کہ اوّل دُور دور رہتی ہے اب دیکھو مکہ میں قحط بھی پڑا۔ وبا بھی آئی۔ لیکن ابوجہل کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ حالانکہ وہ آنحضرت صلعم کا سخت دشمن تھا۔ چودہ برس تک اسکو خدا تعالیٰ نے اس طرح رکھا کہ سر درد تک نہ ہوا۔ آخر وہاں ہی قتل ہوا جہاں پیغمبر خدا نے اس کا نشان بنایا تھا۔ اس دنیا میں خدا تعالیٰ سب کام پردے میں کرتا ہے۔ اگر وہ قہری تجلی ایک دن دکھلا دے تو سب ہندو وغیرہ مسلمان ہو جاویں تم میں سے کوئی تکبر اور غرور سے یہ نہ کہے کہ مجھے طاعون نہیں آئی خدا تعالیٰ شریروں کو اس لئے مہلت دیتا ہے کہ شاید باز آجائیں اور ہدایت ہو۔

جو لوگ یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ اگر خدا ہے تو ہم کو ہمارے گناہوں کے بدلے کیوں عذاب نہیں دیتا اور نہیں پکڑتا۔ وہ دلیری کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے کام آہستہ اور پوشیدہ ہوتے ہیں اگر وہ قہری تجلی کرے تو ایک لحظہ میں تباہ کر دے دنیا میں سارے کام تدریجی ہوتے ہیں اگر ایک شخص گڑ یا ریوڑیاں تقسیم کرے تو ایکدم سب کو نہیں دے دیتا بلکہ ایک ایک کر کے دیتا ہے ایسا ہی خدا تعالےٰ کا حال ہے۔ پہلے وہ دُور دور بلائیں بھیجتا ہے۔ تاکہ بعض سعید الفطرت لوگوں کو جو شامت اعمال میں گرفتار ہو گئے ہیں توبہ واستغفار کا موقع ملے وہ بچ جاتے ہیں اور شریر پکڑے جاتے ہیں۔۔۔ کوئی عمل اور بات ایسی نہ کرو جس سے خدا تعالیٰ ناراض ہو۔ اگر ایسا کرو گے تو خدا تعالیٰ ناراض ہو گا۔ اگر ایسا کرو گے تو خدا تعالیٰ تم میں اور دُوسروں میں فرق کر کے دکھلا دے گا۔"

(۹ مارچ ۱۹۰۳ء تقریر، ملفوظات جلد پنجم)

—— * * * ——

از جناب ماسٹر محمد عبداللہ صاحب (امریکہ)

مَوتُ العَالِمِ مَوتُ العَالَم

محترم ڈاکٹر نظیر الاسلام کی اچانک وفات حسرت آیات کی خبر ہم سب کے لئے شدید ترین صدمہ کا موجب ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گذشتہ سال کے دوران میں ہماری جماعت کے دو عالموں کا یکے بعد دیگرے اس دار فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جانے کے باعث جماعت کے اندر جو خلا پیدا ہوا ہے اُس کا پُر ہونا بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے لیکن لاتقنطوا من رحمۃ اللہ آیت کے تسلی آمیز الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں خدا کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی روحوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور جماعت کو ان کا نعم البدل عنایت کرے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور سے خاکسار کا پہلی بار تعارف ۱۹۷۶ء میں دارالسلام کی مسجد میں ہوا تھا لیکن یہ ملاقات نہایت مختصر اور سلام علیک تک محدود تھی۔ دوسری بار ۱۹۷۹ء میں ہوئی جبکہ خاکسار امام نور دین کے ساتھ لاہور پہنچا۔ ان ایام میں میری سفر فرانک ریڈر تسہیل القرآن کی کتابت کے لئے تھی۔ ڈاکٹر صاحب کی علمی قابلیت کا خاکسار کو کافی تجربہ ہو چکا تھا اس لئے خاکسار اس کتاب کی پروف ریڈنگ کے لئے ڈاکٹر صاحب کی طرف متوجہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے جو بے لوث خدمات اس کتابچہ کی اصلاح اور پروف ریڈنگ کے لئے کیں اس سے آپ کی قابلیت اور اخلاص کا سکہ میرے دل پر بیٹھ گیا۔

تیسری بار ڈاکٹر صاحب کو ملنے کا موقعہ ۱۹۸۲ء میں لندن کی نئی عمارت کے افتتاحی جلسہ کے موقعہ پر ملا۔ ہمارے قیام کے لئے منتظمین جلسہ نے ایک کمرہ مخصوص کر دیا تھا اسی کمرے میں میرے ساتھی اور ہم سفر جعفر جبین صاحب اور امریکن نو مسلم یوسف کریم محمد صاحب بھی تھے۔ ہمارا اٹھنا۔ بیٹھنا۔ کھانا پینا۔ باہر سیر کے لئے جانا متواتر چار دن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم چاروں افراد ایک ہی فیملی کے ممبر ہیں۔ اسی ماحول میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے لطائف وظرائف اور علمی نکات سے ہم اسقدر محظوظ اور متاثر ہوتے تھے کہ نیند کا غلبہ ہم پر اثر نہیں کرتا تھا۔ اور سلسلہ کلام رات کو کافی دیر تک جاری رہتا تھا۔
اس موقعہ پر میں تسہیل القرآن کے چند نسخے جو میری روانگی لندن سے چند روز پہلے پرنٹرز نے مجھے بھیج دیئے تھے ان میں سے ایک نسخہ قبلہ ڈاکٹر صاحب کو پیش کیا۔ کتاب کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے۔ اور جب گذشتہ سال ان کو بیرونی ممالک سے آنے والے طلباء کو عربی پڑھانے کے لئے انجمن نے مقرر کیا۔ تو انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ سے تسہیل القرآن منگوانے کی فرمائش کی۔ چنانچہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے آرڈر پر خاکسار نے اس کتاب کے چند نسخے بذریعہ ہوائی ڈاک انجمن کو بھجوا دیئے۔

اس بار بھی خاکسار کو دارالسلام کے مہمان خانہ پر ٹھہرنے کا طویل موقعہ ملا۔ ڈاکٹر صاحب اکثر اوقات خاکسار کے کمرے میں تشریف لاتے۔ اپنے مکان پر چائے کیلئے بھی بلایا کرتے۔ کئی ایک موقعوں پر امام نور الدین بھی ساتھ ہوتے۔ امام نور دین صاحب کی اسلامی معلومات بڑھاتے تھے۔ امام نور دین کو بھی ڈاکٹر صاحب کی وفات کا نہایت صدمہ ہوا۔ قلم میں روانی نہیں ہے ڈاکٹر صاحب موصوف کے اوصاف حمیدہ کا کہاں تک ذکر کروں اللہ تعالیٰ ان کے اعزا واقربا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جلسہ میلاد النبی صلعم

جلسہ میلاد النبی صلعم حسب سابق سال سابق زیر اہتمام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخ لاہور ۱۲ ربیع الاوّل نیو ورک کیلی فورنیا کے کمیونٹی ہال میں منایا گیا۔ جلسہ کی صدارت کی خدمات محترم مسعود اختر صاحب بی۔ اے ایل ایل بی نے ادا فرمائیں اور ہر ایک مقرر کی تقریر پر مناسب طور پر تنقید فرماتے رہے۔ صدر انجمن ظفر اقبال عبداللہ نے مناسب الفاظ میں مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور نئے مہمانوں کا تعارف کرایا۔ امام بشیر سلام کی تلاوت سورۃ فاتحہ کے بعد امام نور دین نے خوش الحانی سے قرآن مجید کی ایک سورۃ کی تلاوت کی۔

پروگرام جلسہ کے مطابق پروفیسر وحی نے آنحضرت صلعم کی قبل از دعوئے نبوت کے حالات زندگی اپنے مخصوص انداز میں بیان فرمائے۔ پروفیسر صاحب کرد ہیں اور امریکہ میں ایک کالج میں تعلیم دیتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال رجب علی جن کا ذکر آگے آئیگا نے اسلام میں عورت کی پوزیشن پر پُر از معلومات اور مؤثر تقریر کی۔ خاکسار کی تقریر کا عنوان "آنحضرت صلعم کا خدا پر ایمان" تھا۔ حضور سرور کائنات کی مشکلات اور مصائب کا ذکر کرتے ہوئے ثابت کیا کہ ان حالات میں حضور کا ایمان اور بھروسہ سوائے خدا کے اور کسی چیز پر نہیں تھا۔

جلسہ کے اختتام پر حاضرین کی تواضع عشائیہ سے کی گئی جسکو حسب ذیل خواتین اپنے اپنے گھروں سے تیار کر کے لائی تھیں بیگم قدسیہ مسعود اختر۔ بیگم ذکیہ ظفر اقبال عبداللہ۔ بیگم شاہین عبدالستار۔ بیگم شمیم بشیر محمد کے علاوہ چند خواتین اپنے گھروں سے سلاد۔ حلوہ وغیرہ تیار کر کے لائی تھیں۔ کھانے کے بعد یہ مجلس شام کے پانچ بجے ختم ہوئی۔

تعزیتی خط وتار

جناب محمد صادق بٹ صوفی پورہ (کشمیر) سے لکھتے ہیں:-

۱۰ فروری ۸۴ء بروز جمعہ اخبار پیغام صلح ملا۔ آہ جناب محترم ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمام جماعت کو ڈاکٹر صاحب کی وفات سے سخت صدمہ ہوا۔ تمام جماعت صوفی پورہ جناب ڈاکٹر صاحب کے پسماندگان واہل وعیال کے اس دکھ میں برابر شریک ہیں ہم نے جامع مسجد میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی اور دعا کی۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

★ جناب کرامت بخش جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نیدرلینڈ نے بذریعہ تار لکھا ہے:-

پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی وفات سے سخت دلی صدمہ ہوا جو ناقابل بیان ہے۔ ان کی وفات ایک عظیم قومی نقصان ہے سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون اور کیا کہہ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

احادیث الرسولؐ

حلم اور بُردباری رافت اور نرمی

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَ یُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَا لَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ وَمَا لَا یُعْطِیْ عَلٰی مَا سِوَاہُ۔"

(مسلم کتاب البرّ والصلۃ باب فضل الرفق ص ۱۸۹/۲-۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نرمی کرنے والا ہے۔ نرمی کو پسند کرتا ہے۔ نرمی کا جتنا اجر دیتا ہے۔ اتنا سخت گیری کا نہیں دیتا، بلکہ کسی اور نیکی کا بھی اتنا اجر نہیں دیتا۔

(۲)

عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ یَحْرُمُ عَلَی النَّارِ اَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَیْہِ النَّارُ؟ تَحْرُمُ عَلٰی کُلِّ قَرِیْبٍ ھَیِّنٍ لَیِّنٍ سَھْلٍ۔"

(ترمذی صفۃ القیٰمۃ ص ۴۲/۲)

حضرت ابن مسعود رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو بتاؤں کہ آگ کس پر حرام ہے؟ وہ حرام ہے ہر اس شخص پر جو لوگوں کے قریب رہتا ہے یعنی نفرت نہیں کرتا۔ ان سے نرم سلوک کرتا ہے۔ ان کے لیے آسانی مہیا کرتا ہے اور سہولت پسند ہے۔:

(۳)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَبَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَہُ النَّاسُ فَقَالَ لَھُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "دَعُوْہُ وَھَرِیْقُوْا عَلٰی بَوْلِہٖ سَجْلًا مِّنْ مَّآءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مَّآءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ۔"

(بخاری کتاب الوضوء باب صب الماء علی البول فی المسجد ص ۳۵/۱)

حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگ کھڑے ہوگئے کہ اس پر ٹوٹ پڑیں اور پکڑ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور پانی کا ایک ڈول بہا دو (تاکہ پیشاب کا اثر زائل ہو جائے) کیونکہ تمہیں آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تنگی کرنے والے اور سختی سے پیش کرنے والے بنا کر نہیں بھیجا گیا:

صالح نوُر

سوچنا جو چاہیئے تھا وہ کبھی سوچا نہ تھا

روشنی اور اس قدر دھوکا، کبھی سوچا نہ تھا
چاند پتھر کا بنا ہوگا، کبھی سوچا نہ تھا

★ ★

اور سب کچھ سوچ کر رَخت سفر باندھا گیا
راہنما ہی راہزن ہوگا، کبھی سوچا نہ تھا

★ ★

ہم کو لازم تھا کہ اپنے سے نکل کر دیکھتے!
سوچنا جو چاہیئے تھا وہ کبھی سوچا نہ تھا

★ ★

ہم نے دُنیا کا تقابل اپنی فطرت سے کیا
پھُول بے خوشبوُ بھی ہوگا یہ کبھی سوچا نہ تھا

★ ★

راہِ اُلفت میں مرے محبُوب اتنی سختیاں
ناخُدا ہوکر جُدا ہوگا، کبھی سوچا نہ تھا

★ ★

نامہ بَر، جاکر مرے ساجن کو یہ پیغام دے
تُو بھی ہو جائے گا غیروں کا، کبھی سوچا نہ تھا

★ ★

راستے کی مُشکلیں کیا ہیں اگر منزل ملے
منزلوں پر غیر قابض ہوں، کبھی سوچا نہ تھا

★ ★

ہم نے سوچا تھا ستاروں سے کریں راز و نیاز
وہ بھی ٹوٹیں گے کہیں پر یہ کبھی سوچا نہ تھا

★ ★

بجلیاں چمکیں تو اوروں کے محل روشن کریں
وہ گریں گی خاک ساروں پر، کبھی سوچا نہ تھا

★ ★

اب یہ سوچا ہے کہ عادت سوچنے کی چھوڑ دیں
سوچنے پر حال یہ ہوگا، کبھی سوچا نہ تھا

★ ★

جالینوس کے قلم سے۔

"عِلم" خدا کا نور اور اس کی ایک نعمت ہے

* حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک شعر ہے۔

وانّ العلم نورٌ من الٰہٖ
ونور اللّٰہ لا یعطیٰ لعاصی

"علم خدا تعالیٰ کا ایک نور ہے اور یہ نور الٰہی خدا تعالیٰ کے نافرمانوں کو عطا نہیں کیا جاتا۔"

* جس طرح جہالت کو ہم اندھیرے سے تعبیر کر سکتے ہیں ایسے ہی علم ایک روشنی ہے جو نہ صرف انسان کے قلب و نظر کو روشن کر دیتی ہے بلکہ وہ روشنی صحیح اور سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی بھی کرتی ہے اور علم سے بہت سی نامعلوم راہیں کھلتی اور روشن ہو جاتی ہیں۔ اور بہت سے عُقدے حل ہونے اور بہت سے بند دروازے کھل جاتے ہیں۔

* جو لوگ اپنے حلقہ میں دو چار کتابیں پڑھ کر علامہ کہلانے کا شوق رکھتے ہیں وہ اگر باہر نکل کر دیکھیں تو انہیں معلوم ہو کہ علم کس قدر بڑا بحرِ ذخار ہے اور جس کا کوئی انتہا نہیں ہے۔ مجھے دو مرتبہ اپنی کم علمی کا احساس بہت شدت سے ہوا ہے ایک مرتبہ جب مجھے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات اور مذہبیات میں جانے کا موقع ملا اس وقت کھلا کہ ہم تو ابھی مبتدی بھی کہلانے کا حق نہیں رکھتے۔ دوسری مرتبہ جب میں نے بیروت میں بہت سے کتب خانے اور لائبریریاں علم کے خزانے سے بھرپور دیکھیں تو محسوس ہوا کہ خدا تعالیٰ کا یہ قول کس قدر درست ہے کہ :-

"اگر سمندر میرے رب کے کلمات کو لکھنے کے لئے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں گے پہلے اس کے کلمات الٰہی ختم ہوں اور خواہ اتنی سیاہی ہم اور بھی لے آئیں۔" (الکہف)

اور دوسرے مقام پر فرمایا :-

"اور اگر تمام عالم کے درخت کی قلمیں بن جائیں اور سمندر سات گنا ہو کر سیاہی بن جائیں تو خدا تعالیٰ کے علوم ختم نہیں ہو سکتے"

* مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ ہمارے ملک کا یہ المیہ ہے کہ ہمیں درس علم اور آگہی دینے والوں کے دامن علم سے یکسر خالی ہیں۔ اور اس قلّت علم سے نسلیں متاثر ہوتی ہیں۔ جس کا دامن خود خالی ہو گا وہ آئندہ نسل کو کیا دے گا اور پھر افسوسناک امر یہ بھی ہے کہ علوم دینی، علوم آسمانی و ارضی کیلئے مناسب انتظام محض اس لئے بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اختلافات کی خلیجیں حائل ہیں اور وہ اس اجتماعی نظم و نسق کی راہ میں سدّ راہ ہیں۔ اب اگر ہم دنیا سے پیچھے رہ جائیں تو اس میں ہمارا اپنا قصور ہے۔

* علم تو ایک ایسا سمندر ہے کہ انسان پیدائش سے لے کر موت تک حاصل کرتا رہے تو عمر کم پڑ جاتی ہے تاہم اللہ تعالیٰ نے علم کے لئے کوشاں رہنے اور ساتھ کے ساتھ خدا تعالیٰ سے استقامت کا حکم دیا ہے کہ دعا کرتے رہا کرو "رب زدنی علماً" "اے میرے مولا مجھے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔" ایسے ہی حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ مہد سے لحد تک علم کی تلاش جاری رکھو اور اگر سفر کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں تو حصول علم کے لئے کرو کہ یہ خدا کی ایک نعمت ہے اور نعمت کا حصول ایک ایمان والے کا فرض ہے۔

* کوئی بھی عمل اگر بغیر علم کے کیا جائے گا تو وہ ثمرات حسنہ پیدا نہیں کر سکتا خدا تعالیٰ نے اسے اس سراب سے تشبیہہ دی ہے جو دور سے پانی لگتا ہے مگر قریب جانے پر معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بھی نہیں تھا۔

* اوامر الٰہی کے بارے میں یہ بات واضح ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی حکم بھی مقصد کے بغیر نہیں ہے مگر بعض مقامات پر اگر اوامر الٰہی سمجھ میں نہ آئیں تو عمل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ اور زیادہ چھان بین انسان کے عمل کو متاثر کرتی ہے۔ اس کی دو تین مثالیں قرآن کریم میں دی گئی ہیں۔

* **حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ :** خدا تعالیٰ کا حکم تھا کہ :-

"اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور خوب دل بھر کر کھاؤ پیو۔ مگر اس درخت کے قریب نہ جانا۔" (البقرۃ)

مگر آدم اور حوّا نے اس امر الٰہی میں تجسس اور تحقیق کے لئے شیطان کے کہنے میں آکر اس کی حقیقت معلوم کرنی چاہی اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے :-

"شیطان نے کہا کہ تمہارے رب نے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ کی زندگی نہ پاؤ۔ ۔ ۔ ۔ پس اس نے ان کو گمراہ کیا۔ پس جب انہوں نے اس درخت سے چکھ لیا تو ان کے عیوب اُن پر ظاہر ہو گئے۔" (الاعراف)

* **حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ**

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے احیاء موتیٰ کی حقیقت جاننا چاہی جو ایک امر ربی ہے۔ اور خدا کے حکم سے ہی مردے زندہ کئے جائیں گے۔ اس کا علم صرف خدا کی ذات کو ہے کہ کب اور کیسے وہ احیاء موتیٰ کرے گا اس کا ذکر یوں آتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی کہ :-

"اے میرے رب! میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مُردوں کو کیسے

زندہ کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کیا تیرا اس بات پر ایمان نہیں ہے ؟
تو آپ نے فرمایا کہ ایمان تو ہے بس صرف اپنے اطمینانِ قلب کے
لئے مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں" (البقرہ - ۲۶۰)

* **حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ**

خداتعالیٰ ایک غیر مرئی ہستی ہے جو اس ظاہر کی آنکھ سے دیکھی نہیں جا سکتی جن لوگوں کو خداتعالیٰ باطن کی آنکھ اور روحانی بصیرت عطا فرماتا ہے وہی اسے دیکھ سکتے ہیں۔ اس کا ذکر یوں آیا ہے۔

" اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ کے مطابق آیا اور اس نے اپنے رب سے کلام کیا تو اس نے کہا کہ اے میرے رب مجھے نظر آ۔ میں تجھ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ تو خدا نے کہا کہ تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ ذرا تو پہاڑ کی طرف نظر کر اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو شاید تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب خدا نے پہاڑ پر جلوہ دکھایا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو گئے اور جب افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا تو پاک ہے میں توبہ کرتا ہوں" (الاعراف ۱۴۳)

* ۔ ایسے اوامر الٰہی جن کا راز صرف خداتعالیٰ ہی کو معلوم ہے یا جو ہماری محدود عقل میں نہیں آ سکتے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔

" اور ان باتوں کی چھان بین نہ کر جن کا تجھ کو پورا علم نہیں ہے یقیناً کان۔ آنکھ اور دل سب خدا کے حضور جوابدہ ہوں گے"

(بنی اسرائیل ۳۶)

مثلاً اطاعتِ والدین کو اللہ تعالیٰ نے عبادتِ الٰہی کے بعد بیان فرمایا ہے کہ :۔

" نہ عبادت کرو سوائے اس کی۔ اور والدین سے احسان سے پیش آؤ" (بنی اسرائیل)

مگر دوسری جگہ فرمایا ہے :۔

" اگر وہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ شریک ٹھہرا جس کا تیرے پاس علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کر اور صرف دنیاوی امور میں حسن سلوک روا رکھ" (لقمان ۱۵)

* علم خدا کے فضلوں میں سے ایک بہت بڑا فضل ہے اور علم والوں کی بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ بلند درجات یا ایمان والوں کو حاصل ہوتے ہیں یا علم والوں کو۔ فرمایا :

" بلند درجات عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تم میں سے ان کو جو ایمان لاتے ہیں اور ان کو بھی بڑے درجات عطا فرماتا ہے جو علم کی دولت سے مالامال ہوتے ہیں" (المجادلہ ۱۱)

* علم کی برتری اور فضیلت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے چند فرمان درج کئے جاتے ہیں جس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارا نہیں ہے۔ خداتعالیٰ ہم سب کو علم کے حصول اور خصوصاً قرآنی علم کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۔ **عالم اور جاہل قطعاً برابر نہیں۔** فرمایا :۔

" ان سے پوچھ کیا وہ لوگ جو علم حاصل نہیں کرتے ان کی برابری کر سکتے ہیں جو علم حاصل کرتے ہیں" (الزمر - ۹)

یہاں پر اس جمہوریت کی بھی نفی ہوتی ہے جس میں ایک عالم اور ایک جاہل کی رائے کو ایک جیسا سمجھا جاتا ہے۔

۲۔ **خدا کے فرمانوں کو عالم ہی سمجھ سکتے ہیں۔** فرمایا :۔

" اور ان امور کی عقل نہیں رکھتے سوائے ان کے جو علم کی دولت سے مالا مال ہوں۔" (العنکبوت ۴۳)

۳۔ **خدا کی توحید کی گواہی علم والے دیتے ہیں :۔**

صبر کرنے والوں، سچ بولنے والوں، اطاعت کرنے والوں، خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں اور راتوں کو بیدار ہو کر استغفار کرنے والوں کے ذکر کے بعد فرمایا :۔

" یہ لوگ خداتعالیٰ کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں ہے۔ اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور علم والے لوگ جو انصاف سے اس بات پر قائم ہیں۔

(آلِ عمران ۱۸)

۴۔ **علم خداتعالیٰ کا ایک فضل ہے۔**

اللہ تعالیٰ اپنے احسانوں کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلعم سے یوں مخاطب ہوتا ہے۔

" اور تجھے ان امور کا علم عطا کیا جن کا تجھے علم نہیں تھا اور یہ تجھ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے۔ (النساء ۱۱۳)

اور یہ بھی فرمایا کہ علم کی دولت ایک لاانتہا دولت ہے۔ تمام عمر اسے حاصل کرتے رہو تو کم ہے اور دعا سکھلائی کہ ہر وقت دعا کرو کہ " اے میرے رب میرے علم میں دم زیادتی عطا فرما" (طٰہٰ ۱۱۴)

۵۔ **علم خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔**

خداتعالیٰ کا سب سے پہلا کلام جو قرآن کریم میں نازل ہوا اس کی بنیاد بھی علم پر رکھی گئی اور یہ بتلایا کہ اس کلامِ الٰہی اور شریعتِ الٰہی کی بنیاد علم پر ہے حکایات اور توہمات پر نہیں ہے۔ فرمایا :۔

" وہ ذات ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم عطا کیا اور انسان کو وہ کچھ سکھلایا جو وہ نہیں جانتا تھا" (العلق ۴ - ۵)

* عدم علم گمراہی اور ضلالت کی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ عالم عقل سے بات کرتا ہے جب کہ جاہل جذبات اور تقلید کو بنیاد بناتا ہے۔ قرآن کریم نے انکار کرنے والوں، خدا کی ناشکر گذاری کرنے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کے اس رویہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ سب عدم علم کی وجہ سے ہو رہا ہے جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔

۱۔ **شرک کی بنیاد عدم علم پر ہے۔**

بعض لوگ شرک سے مراد صرف پتھروں کے بت پوجنا ہی خیال کرتے ہیں۔ شرک سے مراد محض یہ ہے کہ خداتعالیٰ کے سوا اس کی صفات کا حامل کسی

دوسرے کو قرار دینا خواہ وہ کسی رنگ میں ہو۔ فرمایا:۔

"وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اُن کی عبادت کرتے ہیں جن کے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں کی گئی۔ اور اس بات کا ان کے پاس قطعی علم نہیں ہے۔"

(الحج - ۷۱)

۲۔ قتلِ اولاد عدم علم کا نتیجہ ہے۔ فرمایا:۔

"وہ لوگ خسارے میں تھے جنہوں نے اپنی اولاد کو قتل کیا بے وقوفی سے بغیر علم کے اور حرام قرار دیا اسے جو خدا نے ان کو عطا فرمایا تھا اللہ تعالیٰ کی ذات پر افترا کرتے ہوئے۔" (الانعام ۱۴۰)

۳۔ پیغامِ خداوندی کو قبول نہ کرنا عدم علم کی وجہ سے ہے۔

فرمایا:۔

"اور اگر ہم ان پر فرشتے نازل کر دیتے۔ اور ان سے مُردے بھی باتیں کرتے اور ہر چیز ہم ان کے سامنے لے آتے تو وہ تب بھی ایمان نہ لاتے سوائے اس کے کہ خدا چاہتا کیونکہ ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔" (الانعام ۱۱۱)

- قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ بغیر علم عطا کرنے کے کسی کو عمل پر مجبور نہیں کرتا اور اپنی رضامندی اور ناراضگی کی بنیاد بھی اس نے آگہی اور علم پر رکھی ہے۔ خدا تعالیٰ نے بار بار قرآن کریم میں توحید کا سبق دیا۔ وحدانیت کے دلائل دیئے اس کے بعد عمل کی دعوت دی ہے کیونکہ علم کے بغیر عمل کی راہیں روشن نہیں ہو سکتیں اس لئے پہلے علم عطا کیا اور پھر اس کی بنیاد پر عمل کا حکم دیا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:۔

"یقیناً میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس میری عبادت کرو اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔"

(طٰہٰ ۱۴)

- اپنی توحید کا سبق پڑھایا اور یہ بتلا دیا کہ کوئی بھی اور مخلوق عبادت کے قابل نہیں ہے۔ اس کے بعد عمل کرنے کو کہا کہ عبادت قائم کرو اور ذکر خدا کو بلند کرو اور جو عبادت اور نماز خدا کی خالص توحید کی بنیاد پر قائم ہوگی اسے یقیناً اس کے ہاں مقبولیت کا درجہ حاصل ہوگا۔

- جہاں وہ عمل کرنے کے لئے پہلے علم عطا فرماتا ہے وہاں اگر کوئی گمراہ ہو جائے تو اس کی بداعمالیوں کو دور کرنے کے لئے اپنی طرف سے صحیح راہ کی نشاندہی کرنے کے لئے اپنے خلفاء کو مبعوث کرتا ہے اور جب مخلوقِ خدا علم عطا کئے جانے کے باوجود اور خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی سیدھے راستہ کی طرف نشاندہی کرنے کے باوجود بھی غلط راہ پر قدم مارتے ہیں تو پھر خدا تعالیٰ ایسی اقوام کی گرفت کرنے میں حق بجانب ہے۔ وہ فرماتا ہے

"اور ہم کبھی کسی کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتے جب تک کہ ہم ان کے بیچ اپنے پیغام لانے والے کو نہ بھیج دیں۔"

اگر کوئی خدا تعالیٰ کے علوم اور براہین کے بعد بھی گمراہی کی طرف جاتا ہے اور اس کے فرستادہ کی طرف سے علوم، معجزات اور خارق عادت واقعات کے ذریعہ ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کے باوجود بھی صداقت کو ماننے سے انکار کرتا ہے تو پھر اسے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے کہ وہ جہاں بخشنے میں بہت مہربان اور رحیم و کریم ہے وہاں گرفت میں بھی اتمام حجت کے بعد اس قدر ہی قہار اور جبار ہے۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

— *** —

اخبارِ احمدیہ

- حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کراچی سے لاہور واپس تشریف لا چکے ہیں اور حسب معمول خدمات دینیہ و سلسلہ میں مصروف ہیں جماعت کے شب بیدار احباب حضور کی صحت و عافیت والمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

- درخواستِ دُعائے صحت

جناب محمود احمد صاحب بہاولپور سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد بزرگوار جناب عبدالعزیز صاحب کو ماہ دسمبر میں سڑک کے ایک حادثہ میں شدید چوٹیں آئیں تھیں گھٹنے کی ہڈی میں فریکچر ہو گیا تھا۔ ایک ماہ سے ابا جان کی خدمت کے لئے بہاولپور میں ہوں۔ اب ان کی حالت بہتر ہے۔ بزرگانِ جماعت سے ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

تعزیتی اجلاس

جناب عبدالغنی بٹ صاحب کی وفات پر مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا ایک تعزیتی اجلاس دفتر مقامی جماعت میں منعقد ہوا جس میں یہ قرارداد تعزیت منظور کی گئی۔ یہ اجلاس بٹ صاحب ایسے مخلص مستعد اور فرض شناس رکن کی وفات کو جماعتی نقصان سمجھتا ہے۔ بٹ صاحب مرحوم بڑے خلیق، ملنسار، سلسلہ کے فدائی اور غیور و شجاع انسان تھے اور حضرت اقدس کے علم الکلام سے بھی بقدر ضرورت واقف تھے کلمۂ حق کہنے میں بڑے بے باک تھے، یہ اجلاس بٹ صاحب کی وفات پر اظہار افسوس اور ان کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔ آمین!

(صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور)

باہتمام البدر پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۷ مارچ ۱۹۸۴ء جلد ۷۱ شمارہ ۱۱

جلد: ۷۱ } یوم چہارشنبہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۴ مارچ ۱۹۸۴ء { شمارہ ۱۱

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

مومنوں پر پہلے مصائب کا دور آتا ہے

جب وہ ثابت قدم رہتے ہیں تو مصائب کے دوزخ کو جنت سے بدل دیا جاتا ہے

"ابتلا اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھلا دے کہ جو ہماری طرف آنے والے ہیں وہ کیسے مستقل مزاج اور جفاکش ہوتے ہیں کہ مار پر مار کھاتے ہیں لیکن منہ نہیں پھیرتے اور جب وہ ثابت قدم نکل آتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان سے وہی سنت برتتا ہے جو کہ منعم علیہ گروہ سے برتنی چاہیئے۔

خدا تعالیٰ سے زیادہ پیار اور رحم اور محبت کرنا کوئی نہیں جانتا لیکن اخلاص ضروری ہے۔ کوئی دل سے اس کا ہو پھر دیکھیے کہ آیا مخلص کی دست گیری اور کفالت اس کی خوبی ہے یا نہیں لیکن جو اسے آزماتا ہے وہ خود آزمایا جاتا ہے۔۔۔

بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہ خدا تعالیٰ کو آزماتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خود آزمائے جاویں۔ پیغمبر خدا صلعم فرماتے ہیں کہ جو مجھ پر ایمان لاوے۔ اول وہ مصائب کے لئے تیار رہے مگر یہ سب کچھ اوائل میں ہوتا ہے۔ اگر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر فضل کر دیتا ہے۔ کیونکہ مومن کے لئے دو حالتیں ہیں۔

اول تو یہ کہ ایمان لاتا ہے تو مصائب کا ایک دوزخ اس کے لئے تیار کیا جاتا ہے جس میں اسے کچھ عرصہ رہنا پڑتا ہے۔ اور اس کے صبر اور استقلال کا امتحان لیا جاتا ہے اور جب وہ اس میں ثابت قدمی دکھاتا ہے تو دوسری حالت یہ ہے کہ اس دوزخ کو جنت سے بدل دیا جاتا ہے۔ جیسے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ مومن بذریعہ نوافل کے اللہ تعالیٰ سے یہاں تک قرب حاصل کرتا ہے کہ وہ اس کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

من عادیٰ ولیًا فا ذنت لہٗ للحرب

کہ جو شخص میرے ولی کی عداوت کرتا ہے وہ جنگ کے لئے تیار ہو جاوے۔"

(ملفوظات جلد ۷
ص ۱۲۶، ص ۱۲۷)

—— ★★★★ ——

ارشادِ خداوندی:

"اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو"

——

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب امریکہ

تحدیثِ نعمت

حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت کے افراد کو دعا کی طرف کافی توجہ دلائی ہے احمدی اور دعا آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد اس قدر لازم و ملزوم ہو گئے تھے کہ جناب خواجہ حسن نظامی مرحوم و مغفور نے جن کا لقب "مصورِ فطرت" تھا اور جن کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی۔ ایک ڈائری تالیف فرمائی اور اس ڈائری کے صفحات میں مختلف اقوام اور مذاہب کے پیروؤں کا قلمی نقشہ نہایت موثر طور پر کھینچا۔ احمدی کی تعریف میں وہ لکھتے ہیں کہ احمدی کو دعا پر اس قدر یقین ہے کہ وہ قریب المرگ آدمی کی تندرستی کے لئے دعا مانگنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اس صفت کے بعد انہوں نے ان کے تبلیغ کے لئے عشق اور مالی قربانیوں کا تذکرہ کیا ہے۔

خاکسار کی والدہ مرحومہ کو میری شادی کے لئے ہر وقت فکر لگی رہتی تھی لیکن میں اس کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیتا تھا۔ آخر جب میری والدہ کو معلوم ہوا کہ مجھے جزائر فیجی جانے کا عشق دامنگیر ہے تو اس نے درود شریف کا وظیفہ شروع کیا تاکہ فیجی کی روانگی سے پہلے میری شادی ہو جائے۔ جب وہ ایک لاکھ بار درود شریف کا وظیفہ ختم کر چکیں تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ایک لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہا ہے کہ یہ تمہاری بہو ہے۔ ادھر خدا کا کرنا کیا ہوا کہ ملک عبدالرحمٰن ملٹری اکونٹنٹ مرحوم نے ایک رشتہ کے لئے مجھے پیغام بھیجا۔ میں ان دنوں بد وملہی پڑھاتا تھا میں رخصت لے کر اپنی والدہ مرحومہ کے ہاں پہنچا اور ان کو لڑکی دیکھنے کے لئے مجبور کیا۔ اس نے جو لڑکی خواب میں دیکھی اس کا حلیہ بیان کیا اور بتایا طویل سفر کرنے کی ضرورت نہیں اس رشتہ کو منظور کر لو میں نے ملک عبدالرحمٰن کی تحریک پر شادی کر لی اور جب شادی کر کے دلہن کو گھر پر لایا۔ تو والدہ مرحومہ نے کہا کہ جو لڑکی میں نے خواب میں دیکھی تھی بالکل اس سے ملتی جلتی ہے۔

ایک لطیفہ۔ منتوران کے لئے سبق

بد وملہی ہائی سکول میں ملازمت کے دوران میں خاکسار کی مرکز میں آمد و رفت اکثر رہتی تھی۔ جماعت کے ایک صاحب کا خیال مجھے رشتہ دینے کا پیدا ہوا۔ وہ صاحب احمدیہ بلڈنگ میں بمعہ فیملی بالائی منزل پر رہتے تھے۔ انہوں نے خاکسار کو اپنی فیملی کو دکھانے کے لئے گلی میں ٹھہرا دیا۔ تاکہ لڑکی کی والدہ اور لڑکی مجھے دیکھ کر پسندیدگی کا فیصلہ کر لیں اگلے روز معلوم ہوا کہ میں منظور نظر ہو گیا ہوں۔ اب مجھ سے دریافت کرنے لگے کہ میں کس قدر قیمتی زیورات دے سکوں گا۔ کتنے جوڑے لا سکوں گا۔ میں نے ان کو صاف طور پر بتا دیا کہ میری حالت زیورات خریدنے کی اجازت نہیں دیتی۔ والد مرحوم کا ایک سال ہوا انتقال ہو گیا۔ والدہ صاحبہ کے پاس کوئی زیور نہیں میرے اس بیان سے نقشہ ہی بدل گیا اور یہ سلسلہ شادی بیاہ ختم ہو گیا۔

تقریباً پچاس سال کے بعد اتفاقاً اس خاتون سے یہاں کیلی فورنیا کی دعوت میں ملاقات ہو گئی اور مجھ سے اس نے دریافت کیا۔ اس اتفاقی ملاقات سے معلوم ہو گیا کہ وہی خاتون ہے جس سے میری شادی ہونی تھی لیکن میری غریبی کی وجہ سے شادی نہ ہو سکی۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ خاتون کمزوری اور ناتوانی کی وجہ سے اسّی نوّے سال کی دکھائی دیتی ہے تو معلوم ہوا کہ ایک صاحب حیثیت نے شادی کر کے اسے زیورات تو حاصل ہو گئے لیکن صحت۔ تندرستی اور خوبصورتی قائم نہ رہ سکی۔ ان کے مقابلہ میں میری ایسی خاتون سے شادی ہوئی جس کے پاس جتنے زیورات تھے وہ خدا کی راہ میں دے دیئے اور انگوٹھی تک کبھی نہ پہننے دی۔ اس کے باوجود اس کے چہرہ میں پچاس سال شادی پر گذرنے کے بعد جھریاں تک نہیں۔ ع

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی

شادی بیاہ کے موقعہ پر زیورات، پارچات کے اس قدر زبردست مطالبے ہوتے ہیں کہ ایک متوسط آمدنی والے انسان کو مقروض ہونا پڑتا ہے اور اگر معیار کے مطابق زیورات دلہا کی طرف سے نہ آئیں تو برات کو واپس لوٹنا پڑتا ہے۔

خیر یہ ایک الگ مضمون ہے جو ضمناً درمیان میں آ گیا ہے اصل مضمون برکات الدعا ہے جس کو جاری رکھنا امید ہے خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔ خاکسار کو اپنے لڑکوں کو امریکہ میں تعلیم دلانے کا شوق تھا۔ سب سے پہلے جلال الدین محمد اکبر کو کیلی فورنیا تعلیم کے لئے بھیجا۔ جو پس انداز روپیہ تھا وہ اس پر خرچ ہو گیا۔ ایک سال کے بعد اس کے دوسرے بھائی خالد کو امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اہلیہ صاحبہ نے اس کے لئے پر زور سفارش کی لیکن میرے پاس کرایہ تک کے لئے روپیہ بھی نہیں تھا۔ آخر میں نے دعا کا سلسلہ شروع کیا۔ رات کے تین چار بجے اٹھ بیٹھتا اور نماز تہجد میں سجدہ کی حالت میں دعا مانگتا۔ یا الٰہی میں نے اپنی زندگی میں کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ میرے لڑکے خالد کی تعلیم کے لئے مالی امداد کی ضرورت ہے تو ہی دینے والا ہے میری مدد فرما۔ یہ دعائیں کئی دن تک جاری رہیں۔ آخر اتفاق یہ ہوا کہ دو کمپنیوں کے مالکان کو پانچ پانچ ہزار پونڈ انکم ٹیکس کی ادائیگی کے نوٹس ملے۔ انہوں نے ٹیکس ادا کر دیئے تھے لیکن محکمہ انکم ٹیکس کے آفیسروں نے ان کی حسابات کی پڑتال کے بعد ان پر آمدنی کم ظاہر کرنے کا الزام لگایا تھا۔ دونوں کاندار اپنے اپنے اکیونٹنٹس کے پاس گئے۔ اپنے وکیلوں کے پاس گئے لیکن ان کی کسی نے مدد نہ کی آخر وہ میرے پاس آئے۔ مجھے انکم ٹیکس کے معاملہ میں تجربہ نہیں تھا لیکن میں نے اس کام کو ہمت کر کے لے لیا۔ اور ایک ماہ کے اندر عذر نامے دائر کر دیئے۔ ان دکانداروں کو یقین ہو گیا کہ جس رنگ میں خاکسار نے عذر نامے پیش کئے ہیں وہ کارگر ثابت ہوں گے۔ ان دونوں دکانداروں سے مجھے . . ۹ ڈالر حاصل ہو گئے اور خالد میاں امریکہ پہنچ گئے۔ خدا کی شان ان دکانداروں کو کچھ ادا نہ کرنا پڑا جس آفیسر نے ان کو بے جا تنگ کر رکھا تھا وہ استعفا دیکر نیوزی لینڈ چلا گیا۔ اور ایک دکاندار جو چینی قوم کا ہے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ جب میں امریکہ آنے لگا تو اس نے میرے ہوائی سفر کا ٹکٹ خریدا۔ اور جو رقم میں نے ادا کرنا تھا وہ چھوڑ دیا۔ ایک مختصر رنگ میں محض خداوند کریم کے فضل سے وہ نقشہ سامنے آ گیا جو حکیم الامت حضرت مولانا نورالدین صاحب رح کو کشمیر چھوڑتے ہوئے آیا تھا۔

خاکسار نے ماہ نومبر ۸۳ء سے ماہ جنوری ۸۴ء تک دعاؤں کا سلسلہ خاص طور پر شروع کیا تھا۔ چونکہ میرا یقین قبولیت دعا کے لئے نماز تہجد کا وقت ہے اس لئے لبا اوقات رات کے آخری حصے میں اٹھ کر نماز تہجد ادا کر لیتا اور زیادہ تر دعائیں اپنی بیٹی ڈاکٹر فریدہ رجب علی اور داماد ڈاکٹر محمد اقبال۔

(بقیہ ص ۶ کالم ۱ پر)

جلسہ سالانہ ۱۹۸۳ء سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا افتتاحی خطاب

مؤرخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۳ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا:-

میں نے اس وقت آپ کے سامنے سورۃ فاتحہ پڑھی ہے جسے آپ تیس چالیس یا اس سے بھی زیادہ بار روزانہ اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں۔ اس کا نام الفاتحۃ الکتاب بھی ہے یعنی یہ اللہ کی مقدس کتاب قرآن کریم کو جو دنیا کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے کھولنے والی ہے۔ یہ سورہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے دو پاک اسماء الرحمٰن اور الرحیم سے شروع ہوتی ہے اور اس کا پہلا کلمہ ہے الحمد للہ رب العالمین یعنی سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو اس کائنات کا خالق، مالک اور رب ہے، اور جس نے انسان کی جسمانی اور روحانی ربوبیت کے لئے ہر طرح کے سامان مہیا فرمائے ہیں۔ یہ ایک جامع اور مکمل دعا ہے اس لئے ہر اچھے اور نیک کام کے افتتاح کے لئے اس سے بہتر اور کوئی دعا نہیں ہو سکتی۔ اس دعا کو اپنے ذہنوں میں رکھتے ہوئے آج ہم بھی رب العالمین کی حمد کے ساتھ اپنے اس جلسہ سالانہ کی مبارک تقریب کا افتتاح کرتے ہیں ہمیں الحمد للہ رب العالمین خصوصیت کے ساتھ اس لئے پڑھنا چاہیئے کہ گذشتہ جلسہ سالانہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سال کے دوران میں اپنے دین کی خدمت کا کچھ اور موقعہ نصیب کیا جس کے متعلق آپ آئندہ کچھ باتیں سنیں گے۔

اس جلسہ کے اغراض و مقاصد کے متعلق آپ بارہا سن چکے ہیں میں انہیں آپ کے سامنے دوہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا لیکن چند ایک ضروری باتوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس جلسہ کی سب سے بڑی غرض جو ابھی ابھی حضرت صاحب کے ملفوظات میں بیان کی گئی ہے یہ ہے کہ اس میں شریک ہونے والے لوگ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں۔ آپ نے اپنی بعثت کی غرض ہی یہ بتائی ہے کہ میں متقی انسانوں کی ایک جماعت پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ یہ امر واقع ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور آپ کے گرد جمع ہوئے آپ نے ان میں پاک تبدیلی پیدا کی اور انہیں زمینی سے آسمانی انسان بنا دیا۔ یہ جلسہ سالانہ بھی پاک تبدیلی پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے جس کی بنیاد آپ نے رکھی تاکہ آپ کی جماعت کے لوگ اکٹھے ہو کر اللہ کو یاد کریں کیونکہ اس سے جماعتی اتحاد اور اخوت و مودت کو فروغ ملتا اور اجتماعی دعاؤں کو قبولیت ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مل کر کام کرنے کے متعلق بڑی تاکید فرمائی ہے اس لئے کہ یہ برکت اور رحمت کا موجب ہوتا ہے اور مل کر کام کرنے کے لئے ہی آپ نے سال میں یکبار ایک جگہ جمع ہونے کی تلقین فرمائی اور جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی۔ تنہا انسان خواہ کتنا ہی زور لگائے وہ کچھ حاصل نہیں کر سکتا جو مل کر ایک جماعت حاصل کر سکتی ہے۔ اسی لئے انبیاء کو بھی ایک جماعت بنانے کی ضرورت رہی ہے۔ اس بارے میں حضرت موسےٰ کا قرآن میں خصوصیت سے ذکر آتا ہے۔ آپ نے دعا کی "واجعل لی وزیرا من اھلی۔ ھرون اخی۔ اشدد بہ ازری۔ واشرکہ فی امری" اور میرے ساتھیوں میں سے ایک میرا بوجھ بٹانے والا بنا دے۔ ہارون میرا بھائی۔ میری قوت کو اس کے ساتھ مضبوط کر اور میرے کام میں اسے شریک کر"۔ اس کے ساتھ جو ایک خاص بات کا ذکر کیا ہے وہ ہے "کی نسبحک کثیرا و نذکرک کثیرا" "تاکہ ہم مل کر تیری بہت تسبیح کریں اور تجھے بہت یاد کریں۔ فرداً فرداً بھی خدا کو یاد کیا جا سکتا ہے لیکن جو فائدہ اور لطف مل کر خدا کو یاد کرنے اور اس کا ذکر اذکار کرنے میں ہوتا ہے وہ اکیلے میں نہیں ہوتا۔ اکیلی کوشش سے وہ بات پیدا نہیں ہوتی جو اجتماعی کوشش سے ہوتی ہے۔ مومن ایک دوسرے کے لئے تقویت کا موجب ہوتے ہیں۔ المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا وشبک بین اصابعہ (بخاری شریف جلد اول ص۱۳۳) یعنی مومن دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں وہ سب ایک دوسرے کو اس طرح پیوست اور مضبوط رکھتے ہیں جس طرح دیوار کی اینٹیں ایک دوسری سے پیوست ہو کر دیوار کو مضبوط بناتی ہیں۔ سو اس جلسہ کی سب سے اہم اور بڑی غرض یہ ہے کہ ہم ان چند ایام میں مل کر اللہ تعالیٰ کو یاد کریں تاکہ ہم میں تقویٰ پیدا ہو جو حضرت صاحب کے آنے کی بنیادی غرض ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بغیر تقویٰ کے بیعت کچھ چیز نہیں محض زبان سے اقرار کرنا یا نام لکھوا دینا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک بیعت کے ذریعے تقویٰ کے اعلےٰ مقام تک پہنچنے کی عملاً کوشش نہ کی جائے۔

دوسری بات جس پر حضرت صاحب نے بار بار زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اندر عاجزی۔ انکسار اور تواضع پیدا کرو۔ متکبر اور مغرور انسان اللہ کو پسند نہیں ہوتا آپ نے صرف نصیحت ہی نہیں فرمائی بلکہ مامورین الٰہی کی طرح اپنا نمونہ بھی پیش کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ع

"ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے"

کبر و غرور چھوڑ دو۔ خاکساری کے طریق اپناؤ کیونکہ تقویٰ کی جڑ عاجزی اور انکساری ہے۔ آپ نے اپنی جماعت کو بار بار یہ نصیحت فرمائی ہے کہ وہ منکسر المزاج بن جائیں۔ ان میں تکبر و غرور کی رمق تک نہ ہو۔ اور وہ اپنے اندر اسلامی اخلاق حسنہ پیدا کر کے دوسروں کے لئے اعلےٰ نمونہ پیش کریں۔ آپ نے باہمی محبت۔ اخوت اور آپس میں ہمدردی پر بھی بڑا زور دیا ہے اور دین العجائز اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ جب کوئی ایسی بات آپ کے علم میں آتی جو تقویٰ کے خلاف ہوتی تو آپ کو اس سے بڑا دکھ ہوتا۔ یہ مشہور واقعہ ہے کہ ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر دو آدمی ایک چھوٹی سی بات پر آپس میں جھگڑ پڑے۔ نوبت گالی گلوچ تک پہنچ گئی۔ جب حضرت صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ نے ۱۸۹۳ء کا جلسہ سالانہ ملتوی کر دیا۔ آپ نے اس بارے میں جو اشتہار شائع فرمایا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اس عاجز

سے بیعت کر کے اور توبۃ النصوح کر کے پھر بھی ویسے ہی کج دل ہیں ان کے دل ویسے ہی ٹیڑھے ہیں۔ ان کو سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں کی بنا پر لڑتے اور دست بدامن ہوتے اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے اور گالیوں تک نوبت آتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا ہوتے ہیں۔"

پھر آپ نے فرمایا :۔

"اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت ہیں جن پر خدا کا فضل ہے جو نصیحتوں کو سن کر روتے اور عاقبت کو مقدم رکھتے ہیں لیکن میں اس وقت کج دل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ دن بھی آئے کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے جھوٹ چھوڑ دیا ہے اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا ہے کہ وہ ہر شر سے اپنے تئیں بچائیں گے اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرکر رہیں گے۔"

یہ باتیں ہیں جو آپ اپنی جماعت کے اندر پیدا کرنا اور دیکھنا چاہتے تھے اس ضمن میں میں حضرت صاحب کے اپنے نمونہ کے متعلق چند ایک واقعات آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔

حضرت مولانا عبدالکریمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب کے اہل بیت لدھیانہ گئے ہوئے تھے اور گرمی کا موسم تھا۔ میں گھر کے اندر چلا گیا اور ایک چارپائی پر جو اندر پڑی ہوئی تھی لیٹ گیا۔ مجھے نیند آ گئی اور سو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضرت صاحب نیچے فرش پر لیٹے ہوتے ہیں۔ میں گھبرا کر اٹھا اور کہا حضور آپ! آپ نے فرمایا نہیں لڑکے شور کرتے ہیں میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا کہ آپ کی نیند خراب نہ ہو۔

اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحبؒ نے بیان کیا ہے کہ میں حضرت صاحب کے گھر کے اندر گیا اور ایک چارپائی پر لیٹ کر سو گیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضرت صاحب چارپائی کے نیچے فرش پر لیٹے ہوئے ہیں۔

ایک تیسرا واقعہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمدؒ نے بیان کیا ہے کہ نواب محمد علی خان صاحب کی اہلیہ فوت ہو گئیں۔ ہم قبرستان میں گئے۔ حضرت صاحب نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قبر کی تیاری میں ذرا دیر تھی اس لئے حضرت صاحب ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ میں نے وہاں جا کر چادر بچھائی اور حضور سے درخواست کی کہ چادر پر تشریف رکھیں۔ آپ چادر پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں لوگوں نے حضرت صاحب کو وہاں بیٹھے ہوئے دیکھ کر اس طرف آنا شروع کر دیا۔ جو بھی آتا آپ اسے کہتے آئیے یہاں بیٹھ جائیے۔ وہ چادر پر بیٹھ جاتا اور آپ پیچھے ہٹ جاتے اسی طرح کرتے کرتے مرید سارے تو چادر پر بیٹھ گئے اور حضرت صاحب مٹی پر۔

آپ کے یہ اخلاق حسنہ، طبیعت کا انکسار اور اپنے دوستوں کے ساتھ مروت ہمارے لئے نمونہ ہیں جنھیں ہمیں اپنی زندگیوں میں داخل کرنا چاہئے ہیں۔ جلسہ سالانہ جیسے اجتماع کے موقع پر جب مختلف طبائع اور مزاج کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اس قسم کے اخلاقِ فاضلہ کا اظہار اور بھی ضروری ہوتا ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ باتیں ہماری زندگی کا جزو بن جائیں تاکہ کسی معمولی سے معمولی اختلاف کی نوبت بھی نہ آئے۔ کیونکہ حضرت صاحب کو باہمی جھگڑوں سے سخت نفرت تھی۔

جلسہ سالانہ کے یہ تین چار دن ہمارے لئے بڑے قیمتی ہوتے ہیں ہمارے بھائی اور بہنیں اپنے تمام کام کاج چھوڑ کر سفر کی تکلیف برداشت کر کے اور اپنے آرام اور مال کی قربانی دے کر اس میں شریک ہونے کے لئے اندرون پاکستان دور دراز کے مقامات اور سمندر پار سے بھی تشریف لاتے ہیں جس مقصد اور غرض کی خاطر وہ یہ سب کچھ برداشت کرتے ہیں وہ یہی ہے کہ ان تین چار ایام کو وہ اللہ کے لئے وقف کر دیں۔ ہمارے لاہور کے رہنے والے بھائیوں کو اس طرح کی کوئی تکلیف اٹھانا نہیں پڑتی۔ وہ آرام سے اپنے گھروں میں رہتے ہیں اور نہ یہاں آنے کے لئے انہیں کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے میری خاص طور پر ان سے درخواست ہے کہ وہ بھی اپنے ان دور دراز کے مقامات سے آنے والے بھائیوں کی طرح یہ تین چار دن اللہ تعالےٰ کے لئے وقف کر دیں اور سوائے ان اغراض کے جن کو پورا کرنے کے لئے جلسے کا انعقاد ہوتا ہے دوسری کوئی غرض مدنظر نہ رکھیں۔ اگر ہم ان ایام کا ایک ایک لمحہ انہی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف کریں گے تو یہ ہمارے لئے ایام اللہ متصور ہوں گے۔ اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہم پر نازل ہوں گی۔ اگر ہمارے اندر بحیثیت جماعت یہ رنگ اور کیفیت پیدا ہو جائے جو حضرت صاحب کا مقصد ہے تو پھر یہ ہمارے لئے واقعی ایام اللہ ہو جائیں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام دوست ساری نمازوں میں اور خاص کر نماز فجر میں حاضر ہوں۔ یہ چند دن تکلیف اٹھانے سے بڑا فائدہ ہوگا۔

آپ جانتے ہیں کہ ہم جس زمانے سے گذر رہے ہیں یہ بڑا نازک زمانہ ہے ساری دنیا اس کی لپیٹ میں ہے لیکن ہمارے جو مخصوص حالات ہیں وہ آپ سے مخفی نہیں ہیں ان کا بیان کرنا میں اس وقت مناسب نہیں سمجھتا۔ اگر آپ جانتے اور محسوس کرتے ہیں تو ہمارے لئے یہ فکر کا مقام ہے کہ ہمیں ایسے حالات میں کیا کرنا چاہیئے۔ عزیز زاہد جنجوعہ نے ہمارے سامنے حضرت صاحب کے جو ملفوظات پڑھے ہیں ان میں اس سوال کا جواب ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اگر ہم اپنا تعلق اور پیوند درست کر لیں تو زمانے کی نزاکت ہمیں کسی طرح متاثر نہیں کر سکتی اور ہم فائدہ ہی فائدہ میں ہوں گے۔ کسی خسارہ میں نہ ہوں گے لیکن اگر ہمارا تعلق اور رشتہ آسمان کے ساتھ نہ ہوا تو پھر ہمیں باقی دنیا سے بھی بڑھ کر خطرہ ہے۔ ان خطرات سے محفوظ رہنے کے لئے یہی ایک علاج ہے کہ ہم اجتماعی اور انفرادی طور پر راتوں کو اللہ تعالےٰ کے حضور گر گر کر گریہ و زاری کریں اور اُس سے مدد اور نصرت طلب کریں کیونکہ یہ اس کا وعدہ ہے کہ :۔

انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد۔

"یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ان کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔"

یہ ایک خوش خبری ہے کہ اللہ مومنوں کا بھی اسی طرح ناصر ہوتا ہے جس طرح وہ رسول کا ناصر ہوتا ہے ۔ وہ اپنی جماعتوں کی ویسی ہی نصرت فرماتا ہے جیسی خود ماموریں الٰہی کی حضرت صاحب نے فرمایا ہے :-

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو
اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلا دو سب کمندوں کو

اس کے ہاتھ کو چھوڑ کر دوسرے ذرائع پر کوئی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اور ہمارے پاس تو دوسرا کوئی ذریعہ ہے ہی نہیں ۔ ہمارے پاس صرف اللہ کا ہی وسیلہ ہے اس لئے باقی تمام ذرائع اور اسباب سے منقطع اور بے نیاز ہو کر اگر ہم اس کے سامنے گریں گے تو وہ ضرور ہماری اعانت فرمائے گا ۔ جب انسان سب کچھ چھوڑ کر صرف خدا کا ہو جاتا ہے تو وہ اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ۔ اور اس حالت میں اُسے یہ بات تکلیف نہیں دیتی کہ دنیا اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے ۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں ۔

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا ۔
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگِ خارا ہو گیا

حضرت صاحب نے تو یہ اپنی ذات کے متعلق فرمایا ہے لیکن وہ اپنی جماعت سے بھی یہی توقع کرتے ہیں کہ وہ خدا کے لئے ہو جائے اور اپنا سب کچھ خدا کو سونپ دے ۔ جو لوگ اللہ کے ہو جاتے ہیں اللہ ان کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے اور اُن کی حفاظت فرماتا ہے ۔

جو کچھ میں نے اب تک آپ کے سامنے بیان کیا ہے اس کے علاوہ چند ایک اور ضروری باتیں بھی آپ سے کہنا چاہتا ہوں جن کا تعلق بھی جلسہ سالانہ کی اغراض کے ساتھ ہے ۔ ہم میں سے جو لوگ یہاں مہمانوں کی خدمت پہ مامور ہیں ۔ انہیں میزبانی کا فخر حاصل ہے ۔ اس میزبانی کے جو جو فرائض اُن پہ عائد ہوتے ہیں انہیں چاہیئے کہ ان کا پورا پورا حق ادا کریں اور مہمانوں کو مقدور بھر ہر طرح کا آرام پہنچانے کی کوشش کریں لیکن ہو سکتا ہے کہ باوجود پُوری انسانی کوشش کے اگر کوئی خامی رہ جائے یا کوتاہی ہو جائے تو ہمارے مہمانوں کو بھی جو محض اللہ کی خاطر بہت سی تکالیف برداشت کر کے یہاں آتے ہیں ہماری ان خامیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صبر و تحمل سے برداشت کر لینا چاہیئے کیونکہ یہ چھوٹی موٹی تکالیف بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہوں گی اور اس کے نزدیک ان کے لئے بھی اجر ہو گا ۔

" ذالک بانھم لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ ولا یطئون موطئا یغیظ الکفار ولا ینالون من عدو نیلا الا کتب لھم بہ عمل صالح ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین "

اللہ کی راہ میں اگر کسی کو پیاس ۔ تھکان یا بھوک برداشت کرنا پڑتی ہے تو اس کے لئے بھی اس کا اجر لکھا جاتا ہے ۔ اگر یہاں اسے کوئی اجر نہیں ملتا تو اللہ اس کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ محسن کہتا ہے ۔ اگر ہمارے مہمان قرآن کریم کے ان الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے تکلیفیں برداشت کریں گے تو انہیں یقیناً ان کا اجر ملے گا ۔

ایک اور بات جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ تمام اجلاسوں میں آپ سب کو یہاں حاضر رہنا اور تمام تقاریر سننی چاہیئں ۔ مقررین تیاری کر کے یہاں آتے ہیں تاکہ اپنے علم سے آپ کو اور اپنے آپ کو فائدہ پہنچائیں ۔ تقریروں سے انسان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے ۔ ان میں نیکی کی باتیں بیان کی جاتی ہیں ۔ کسی کے منہ سے کسی وقت ایک ایسی بات نکل جاتی ہے جو دل میں اتر جاتی اور ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے کا باعث بن جاتی ہے ۔ کسی موضوع کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا خیال دل میں نہ لائیں ۔ یہاں کوئی موضوع ایسا نہیں ہوتا جس میں خدا اور رسولؐ کی بات نہ کی جاتی ہو ۔ سوائے کسی خاص معذوری یا مجبوری کے باہر گھومنے پھرنے میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے بھی جلسے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے ۔

یہاں آپ نے معذوری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں پچھلے دو ماہ سے بیمار رہا ہوں ۔ میری بیماری جو بتائی گئی وہ کوئی وائرس انفکشن ہے ۔ وائرس بعض اوقات جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور انسان کو آہستہ آہستہ اندر سے کمزور کرتی رہتی ہے ۔ مجھے جلسہ سے چند دن پہلے تک یقین نہیں تھا کہ میں اپنی اس بیماری کی وجہ سے آپ کے سامنے کھڑا ہو کر تقریر کر سکوں گا لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب آپ کے سامنے کھڑا ہوں ۔ اس ذاتی معذوری کے متعلق میں نے یہ بات اس لئے کی ہے کہ اگر آپ میری بیماری کی وجہ سے مجھے یہاں نہ دیکھیں تو یہ نہ سمجھیں کہ میں نے جو کچھ آپ سے کہا ہے اس پر خود عمل نہیں کر رہا ہوں ۔ میرے کمرے میں ایک لاؤڈ سپیکر لگایا گیا ہے جس کے ذریعے میں آپ سب سے زیادہ تقریریں سنتا ہوں اور مجھے تکلیف نہیں ہوتی ۔ یہ ایک ذاتی بات ہے جس کا ذکر میں نے اس لئے کر دیا ہے کہ آپ کے دلوں میں کوئی وسوسہ پیدا نہ ہو ۔

آخری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جلسہ ٹھیک وقت پر شروع اور ٹھیک وقت پر ختم ہو جانا چاہیئے اور یہ اُسی وقت ممکن ہو سکتا ہے کہ سب لوگ وقت پر جلسہ گاہ میں تشریف لے آئیں ۔ مجھے آج یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ جلسہ عین وقت پر شروع ہوا اور میں نے دیکھا کہ میری تقریر ۱ بجے شروع ہونا تھی اور جب عزیز زاہد جنجوعہ ملفوظات کا آخری شعر پڑھ رہے تھے تو ایک بجنے میں ایک منٹ باقی تھا اس باقاعدگی کو قائم رکھنا چاہیئے تاکہ بار بار یاد دہانی کی ضرورت محسوس نہ ہو ۔

آخر میں آپ نے فرمایا کہ میں بھی دعا کرتا ہوں اور آپ سب بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو کامیاب فرمائے ۔ ہم سب اس کے روحانی فیوض اور برکات سے مالامال ہو کر جائیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو ۔ کیونکہ رضوان اللہ اکبر ۔ ہم تھوڑے ہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں حاصل ہو جائے تو تعداد کا تھوڑا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا ۔ اللہ تعالیٰ چھوٹے گروہ کے ساتھ ہو کر اسے کثیر گروہ

برغالب کر کے دکھا دیتا ہے۔ ہم تھوڑے ہونے کی وجہ سے لوگوں کے تمسخر کا نشانہ بنے رہے ہیں پہلے بھی ایک متکبر نے حقارت سے کہا تھا کہ یہ ایک چھوٹا سا ٹولہ ہے۔

"ان ھٰؤلآء لشرذمۃ قلیلون۔ وانھم لنا لغائظون۔ وانا لجمیع حاذرون۔"

یہ تھوڑی سی جماعت ہے اور وہ ہمیں غصہ دلانے والے ہیں اور ہم ایک محتاط جماعت ہیں۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوا۔ یہ کثیر محتاط جماعت باغوں، چشموں، خزانوں اور عزت والے مقامات سے محروم کر دی گئی اور یہ تھوڑی سی جماعت ان کی وارث ہو گئی۔

ہم بھی چھوٹی سی جماعت لوگوں کو غصہ دلانے والے ہیں لیکن گھبرانے اور خوف زدہ ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالےٰ سے اس کی مدد اور نصرت کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے راضی ہو اور جس مقصد کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں اس میں ہمیں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین!

—— ***** ——

بقیہ :- تحدیث نعمت

رجب علی کی کامیابی امتحان ڈنٹیل نیشنل بورڈ کے لئے ہوتی تھیں۔ انہوں نے قاہرہ یونیورسٹی کے ڈنٹیل کالج سے ڈگری حاصل کرنے کے بعد جزیرہ مورسیش میں پرائیویٹ پریکٹس دو سال کرنے کے بعد امریکہ آنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ یہاں آکر انہیں معلوم ہوا کہ انہوں نے نیشنل بورڈ اور سٹیٹ بورڈ کے امتحان پاس کرنے ضروری ہیں تب کہیں ملازمت مل سکے گی یا اپنی پریکٹس شروع کر سکیں گے لہٰذا میرے مشورہ پر وہ امریکہ تو پہنچ گئے لیکن یہاں آکر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

دوسرے ۱۹۸۲ء کے آخری چار ماہ میں نے پاکستان گذار دئے۔ اور سالانہ جلسہ کی حاضری کے بعد واپس امریکہ پہنچا۔ یہاں میرا الاؤنس ۲۵۰ ڈالر ماہوار جو ملا کرتا تھا بند کر دیا گیا۔ اس کے اجرا کے لئے درخواست دینی پڑی۔ دس ماہ گذر گئے کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ ۲۵ ہزار روپیہ قرض لینا پڑا۔ مالی مشکلات کے حل کرانے کے لئے بھی دعاؤں کی ضرورت تھی۔ تیسرے ماہ دسمبر میں سالانہ جلسہ میں شمولیت کا ارادہ تھا۔ لیکن مالی حالات اجازت نہیں دیتے تھے اس کے لئے بھی دعائیں کرنی پڑیں۔ آخر جب میرے جانے کا بندوبست نہ ہو سکا تو میں نے جلسہ سالانہ کی نمایاں کامیابی کے لئے دعائیں کیں۔ بہرحال مختلف امور کی کامیابی کے لئے ان تین ماہ کے عرصہ میں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں کرنے کا موقعہ ملا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے سب دعائیں قبول ہوئیں۔ خصوصاً جلسہ سالانہ لاہور جس نے کامیابی کے لحاظ سے ریکارڈ قائم کر دیا نہ صرف حاضری کے لحاظ سے گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں اضافہ ہوا بلکہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل پر گیارہ لاکھ روپے سے زائد رقم اشاعت اسلام اور اشاعت قرآن کریم کے لئے وصول ہوئی۔ میں نے ایک خط مبارکباد کا محترم شیخ عمر فاروق صاحب آف کراچی کو لکھا ہے جو اس نشست کے صدر تھے کاش شیخ عمر فاروق کے مقابلے میں شیخ عثمان فاروق پیدا ہوتے۔ ***

پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی کی وفات

پر تعزیتی خطوط

* جناب محمد یوسف تاشر جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (ہند) سرینگر سے لکھتے ہیں۔

"آپ کا خط نمبری ۸۴-۳۶۰۶ / ۸۴-۱-۱۰ بذریعہ ہوائی ڈاک موصول ہوا۔ اس میں آپ نے ایک رنجیدہ افسوسناک حادثہ کی اطلاع دی ہے کہ جماعت کے ایک خاص بزرگ مبلغ اسلام ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی مورخہ ۸۳/۱۲/۳۱ اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب ڈاکٹر صاحب اصلی کشمیر کے باشندے تھے خاکسار نے سال ۸۲ء کے سالانہ جلسہ پر ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ آپ ملنسار اور با اخلاق بزرگ تھے۔ بتاریخ ۸۴/۱/۲۷ بعد از نماز جمعہ بمقام جامع احمدیہ دارالسلام یاری پورہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔ اور احمدیہ انجمن ہند سے وابستہ جماعت ہائے صوفی پورہ سرینگر عیدگاہ۔ جموں نے اپنی اپنی مساجد میں مرحوم کا جنازہ غائبانہ ادا کیا۔ مورخہ ۸۴/۱/۲۹ - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند کے اہتمام سے ایک ہوم شلی لوگ یاری پورہ کشمیر زیر صدارت الحاج محمد صادق بٹ صاحب منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں سرینگر کے احباب کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی تھی اس خصوصی اجلاس میں ایک ماتمی قرارداد باتفاق رائے پاس کی گئی۔ ۸۴/۱/۲۹ - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند کا ایک اجلاس بمقام ہوم شلی لوگ یاری پورہ کشمیر زیر صدارت الحاج محمد صادق بٹ صاحب منعقد ہوا۔ اس اجلاس کا اہتمام جماعت یاری پورہ نے کیا تھا۔

ا:- یہ اجلاس حضرت ڈاکٹر نظیر الاسلام ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی مبلغ اسلام لندن کی وفات حسرت آیات کو ایک قومی نقصان قرار دیتا ہے۔ مرحوم نیک صالح اور مرد مومن تھے۔ اس مادی دور میں عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ مجاہد بھی تھے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس عطا کرے اور جماعت کو اس کا نعم البدل عطا کرے۔ آمین

اس صدمہ عظیم میں جماعت احمدیہ (ہند) کی تمام جماعتیں اور افراد برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے لواحقین اور جماعت خصوصاً حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالےٰ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا کرے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

—— *** ——

اخبار احمدیہ

* حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں۔ احباب جماعت حضور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

از قلم: مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب، لاہور

درسِ قرآن ۔ سبق ۶۱

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰہُ
وَلِیُّھُمَا ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ ہمت ہار دیں اور اللہ اُن دونوں کا ولی تھا۔ اور اللہ پر ہی مومنوں کو توکل کرنا چاہیئے۔

(آلِ عمران ۔ ۱۲۱)

میں نے اس آیت کو اس لئے چُنا ہے کہ اس میں توکل کے مضمون پر بہت عمدہ روشنی پڑتی ہے۔ توکل کے عام معنی بدقسمتی سے یہ لئے جاتے ہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھا رہے اور خدا پر بھروسہ کرے کہ وہ اس کے سب کام کر دیگا۔ حالانکہ یہ معنی قرآن حکیم کی صریح آیت کے خلاف ہیں کہ وان لیس للانسان الّا ما سعیٰ (النجم ۵۳ ۔ ۳۹) یعنے انسان کے لئے کچھ نہیں سوائے اس کے جس کے لئے وہ کوشش کرے۔ تو پھر کیا انسان کو صرف اپنی کوشش پر بھروسہ کرنا چاہیئے؟ ہرگز نہیں۔ والی اللّٰہ ترجع الامور یعنے سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں یعنے انجام اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو پھر صحیح مسلک کیا ہے؟ وہ آج کی آیت بتلاتی ہے کہ انسان کا کام ہے کہ پوری کوشش کرے یہاں تک کہ ضرورت ہو تو اپنی جان پر بھی کھیل جائے اور پھر انجام کے معاملہ میں اللہ پر بھروسہ کرے۔ اور مومن کے لئے تو خاص طور پر یہاں فرمایا ہے کہ اللہ تو ان کا ولی یعنے کارساز ہے۔ اس لئے کوشش کے علاوہ اللہ سے دعا کرنا بھی جائز ہے۔ بلکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے تو عجیب نکتہ لکھا ہے کہ دعا بھی انسانی کوشش کا حصہ ہے۔ اس سلسلہ میں اُنہوں نے ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ایک بھاری پتھر کو جو راستہ میں روک تھا اٹھانے کو کہا۔ لڑکے نے کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ تو باپ نے بیٹے کو کہا کہ پھر کوشش کرو۔ لڑکے نے پھر کوشش کی مگر اٹھا نہ سکا۔ جب تیسری دفعہ بھی لڑکے نے باپ کے کہنے پر کوشش کی مگر اٹھا نہ سکا تو باپ نے کہا پیارے بیٹے تم نے ابھی کوشش پوری نہیں کی۔ اگر باوجود کوشش کے تم اٹھا نہ سکے تھے تو تمہیں چاہیئے تھا کہ مجھ سے کہتے کہ میری مدد کرو کیونکہ کسی سے مدد چاہنا بھی کوشش کا حصہ ہے تو انسان کو چاہیئے کہ اپنی مقدور بھر کوشش کرے پھر اللہ تعالےٰ سے بھی مدد مانگے مگر مدد مانگنے سے پہلے انسان کا اپنا عمل یعنے کوشش ضروری ہے جیسا کہ سورۃ فاتحہ میں جو قرآن کریم کا عطر ہے۔ ایّاک نعبد وایّاک نستعین کی تفسیر میں مَیں حضرت مرزا صاحب کی تفسیر ہی بتا آیا ہوں کہ ایّاک نعبد یعنے ہم تیری ہی فرمانبرداری کرتے ہیں کو پہلے لائے اور خُدا کے دعا کو ایّاک نستعین یعنے ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں کو بعد میں لائے کہ پہلے انسان اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری میں پوری کوشش کرے پھر اُس سے مدد مانگے کہ ہم کمزور و خطاکار انسان ہیں ہماری فرمانبرداری میں جو کمی یا کوتاہی ہو اُسے تو اپنی جناب سے دور فرما دے یعنے ہمیں توفیق دے کہ ہم تیری کامل فرمانبرداری کر سکیں۔

اب ہم آج کی آیت کے معانی پر غور کرتے ہیں۔ اس آیت کی جو تفسیر حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں کی ہے وہ بے نظیر ہے اور تقریباً انہی کے الفاظ میں مَیں اُسے دوہرا تا ہوں۔ آیت کی تفسیر سے قبل اس کے تاریخی پس منظر کو جاننا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں جنگ بدر میں سخت شکست کھانے کے بعد قریش مکہ نے ایک بڑی بھاری کوشش اور کی مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے اور اپنی پہلی شکست کا داغ مٹانے کے لئے۔ اور اگلے سال یعنے ۳ھ میں تین ہزار کا لشکر لے کر اُحد کے مقام پر جو مدینہ کے شمال میں صرف چار میل کے فاصلہ پر تھا پہنچ گئے۔ ان کا وہاں ٹھہر جانا اس لئے تھا کہ تا مسلمان کسی طرح مدینہ سے باہر نکل آئیں کیونکہ جنگی دفاع کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ شہر کے اندر رہ کر مسلمانوں کی پوزیشن دفاع کے لئے مضبوط رہتی۔ رسول اللہ صلعم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ ہمیں باہر نکل کر کفار سے جنگ کرنی چاہیئے یا شہر کے اندر رہ کر۔ بعض صحابہؓ کی رائے تھی کہ ہمیں شہر کے اندر رہ کر ہی جنگ کرنی چاہیئے۔ یہی رائے منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی نے دی۔ منافق اس وقت مسلمانوں میں ملے جُلے تھے۔ مگر مسلمانوں کی اکثریت کی یہ رائے تھی کہ ہم کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیئے ورنہ کفار یہ سمجھیں گے کہ مسلمان اُن سے ڈر گئے۔ رسول اللہ صلعم کی اپنی رائے تو یہی تھی کہ شہر کے اندر رہ کر ہی مقابلہ کریں اور آپؐ نے تین خواب بھی دیکھے تھے جن کا مطلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس جنگ میں کچھ نقصان ہو گا اور ایک خواب کی تعبیر حضورؐ کو یہ معلوم دی کہ شہر کے اندر رہ کر ہی دفاع کرنا بہتر ہو گا مگر چونکہ تعبیر کا معاملہ مشکوک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صریح ہدایت کوئی نازل نہ ہوئی تھی اس لئے حضورؐ نے اکثریت کی رائے پر عمل کیا۔ یہ ہے شورٰی یعنے مشورہ کی عزت (جس کا حکم قرآن حکیم میں وامرھم شورٰی بینھم (الشورٰی ۴۲ ۔ ۳۸) کے الفاظ میں ہے) جو رسول اللہ صلعم نے کر کے دکھائی کہ اپنی رائے بلکہ اپنی خوابوں کے بھی خلاف شورٰی کے فیصلہ کو ترجیح دی۔

چنانچہ آپؐ ایک ہزار آدمی کو لے کر اُحد کے مقام کی طرف گئے۔ ایک مقام پر جبکہ کفار مسلمانوں کو دیکھ سکتے تھے عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو سے اُدھم خیال

منافقوں کو لیکر اس بہانہ سے واپس چلا گیا کہ میرے مشورہ کے مطابق کیوں کام نہیں لیا گیا۔ اس کی اس شرارت کے مقصد دو تھے۔ ایک تو کفار کو دکھا کر وہ واپس ہو گیا تاکہ اُن کو جتا دے کہ میں اور میرے ساتھی تمہارے ساتھ ہیں۔ دوسرے اس طرح میدانِ جنگ میں پہنچ کر تقریباً ایک تہائی فوج کا چھوڑ کر چلا جانا مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کا باعث بن سکتا تھا۔ اور یہی اثر کچھ حد تک ہوا جیسا کہ آج کی آیت مبارکہ میں ذکر ہے کہ "جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ ہمت ہار دیں حالانکہ اللہ دونوں کا ولی تھا اور اللہ پر ہی مومن کو توکل کرنا چاہیئے" یہ دو گروہ کون تھے ان کا نام قرآن پاک نے نہیں لیا اور اس طرح ان کی پردہ پوشی فرمائی کیونکہ بالآخر وہ دونوں گروہ مسلمان فوج کو چھوڑ کر نہ گئے تھے بلکہ بعد میں اُن سے مل کر لڑے تھے مگر صحابہؓ کا بھی کمال تھا دیانتداری کا اور اللہ تعالیٰ سے محبت کا کہ ان دو گروہوں نے خود بتایا کہ وہ ہم تھے اور اس اقرار کی انہوں نے وجہ بھی بتائی کہ ہم نہیں پسند کرتے کہ یہ آیت نہ اُترتی اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہمارا ولی یعنے دوست اور کارساز ہے۔ ساتھ ہی فرمایا کہ اللہ پر ہی مومنوں کو توکل کرنا چاہیئے۔

لفظ توکل وکل سے ہے جس کے معنے اپنے معاملہ کو کسی کے سپرد کرنا اور اُس پر بھروسہ کرنا ہے۔ تو توکل کے اگر یہ معنیٰ ہیں جو عام طور پر غلط سمجھے گئے ہیں کہ انسان خود کچھ نہ کرے اور اپنے کاموں کو خدا پر چھوڑ دے تو رسول اللہ صلعم اور صحابہؓ نہ تو جنگ کو نکلتے، نہ جنگ سے قبل کبھی دشمن کی خبر رکھنے، نہ دوُر دُور دشمنوں کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجتے۔ نہ جنگ کے لئے روپیہ کی قربانیاں کرتے، نہ ہتھیار اکٹھے کرتے، نہ دن رات مسلح رہتے، نہ گرمی سردی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تکلیفیں اٹھا کر مقابلہ کے لئے جاتے نہ اپنی جانیں دیتے، حالانکہ وہ یہ سب کچھ سارا عرصہ کرتے رہے۔

خود اسی موقعہ پر جو توکل کی ہدایت ہوئی ہے تو کس معنوں میں ؟ دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ جنگ سے واپس ہو جائیں مگر خدا نے جو اُن کا مومن ہونے کی وجہ سے ولی تھا ان کو یہ کمزوری دکھانے سے بچا لیا اور فرمایا کہ مومن اللہ پر توکل کیا کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ناساعد حالات کے باوجود حق کے لئے جنگ کرنا توکل تھا اور جنگ نہ کرنا خلاف توکل تھا۔ پس قرآن کریم نے صاف بتا دیا کہ توکل اسباب سے کام لینے کا نام ہے اسباب کو ترک کرنے کا نہیں۔ اور فی الحقیقت وہ شخص خدا پر ایمان رکھنے والا نہیں کہلا سکتا جو خدا کے پیدا کئے ہوئے اسباب سے کام نہیں لیتا۔ بلکہ حقیقت توکل یہ ہے کہ خواہ اسباب کمزور بھی نظر آئیں تو بھی اُن سے کام لو اور پھر نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دو۔ انسان کا کام ہے کوشش کرنا، اس پر نتیجہ مترتب کرنا یہ خدا کا کام ہے تو توکل انسان کی ہمت بڑھانے والی چیز ہے اور مصائب کے نیچے اس کو ہمت ہارنے سے روکتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے توکل کے ساتھ صبر کو جمع فرمایا ہے۔ فرمایا الذین صبروا وعلیٰ ربھم یتوکلون (النحل ۱۶۔ ۴۲) یا نعم اجرُ العٰملین الذین صبروا وعلیٰ ربّھم یتوکلون (العنکبوت ۲۹۔ ۵۸ - ۵۹) یعنے عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے جو لوگ صبر کرتے ہیں

اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ یعنے انسان کا کام ہے کہ عمل یعنے بھرپور کوشش کرے اور اگرچہ حالات کیسے بھی پیدا ہوں اُن پر صبر کرے اپنے ربّ پر توکل کرتے ہوئے۔

حدیثوں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسباب سے کام لے کر پھر نتیجہ کو خدا پر چھوڑنا توکل ہے۔ رسُول اللہ صلعم سے ایک شخص نے پوچھا کہ اونٹ کو اللہ پر توکل کر کے کھلا چھوڑ دوں تو آپؐ نے فرمایا اعقلھا وتوکل اس کے گھٹنے کو رسّی سے باندھ دو اور پھر توکل کرو۔ اسی طرح جو لوگ حج کے لئے بغیر اخراجات لئے جاتے تھے اور کہا کرتے تھے نحن المتوکلون یعنے ہم خدا پر توکل کرتے ہیں تو ان کو قرآن کریم نے یہ فرما کر روک دیا وتزوّدوا یعنے پورے اخراجات لیکر چلو۔ اسباب سے کام نہ لینا توکل نہیں۔ اور اس کے خلاف جن حدیثوں سے نتیجہ نکالا جاتا ہے وہ بالکل غلط ہے مثلاً یہ حدیث لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصًا وتروح بطانا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم اللہ پر توکل کرو جو توکل کا حق ہے تو وہ تم کو رزق دے جس طرح پرندکو رزق دیتا ہے کہ صبح کے وقت بھوکا نکلتا ہے اور شام کو پیٹ بھر کر آتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ رزق کے لئے تلاش اور کوشش کی ضرورت نہیں اس حدیث کے صریحًا خلاف ہے۔ حدیث میں اگر یہ ہوتا کہ دیکھو خدا پرندہ کو کس طرح گھونسلہ میں بیٹھے رزق پہنچا دیتا ہے تو کوئی اس کے غلط معنی لے سکتا تھا۔ وہاں تو صاف لکھا ہے کہ پرندہ صبح سے لے کر شام تک رزق کی تلاش کرتا ہے تو خدا اس کا پیٹ بھر دیتا ہے۔ تو اس کا مطلب صاف ہے کہ پرندہ کی طرح اگر تم بھی کوشش کرو گے تو خدا تم کو بھوکا نہیں رکھے گا۔

توکل دراصل انسان کو اسباب پرستی سے بچاتا ہے۔ اسباب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اسی لئے کہ انسان اُن سے کام لے جس طرح کہ اللہ تعالےٰ اپنے تمام کام اسباب پیدا کر کے کرتا ہے اگرچہ وہ اسباب ہمیں ہر دفعہ نظر نہ بھی آئیں مگر اسباب پرستی یعنے یہ سمجھ لینا کہ اسباب ہی ہمارا کام کرتے ہیں شرک ہے۔ مثلاً اللہ تعالےٰ نے ہر بیماری کے لئے دوا پیدا کی ہے اس لئے علاج معالجہ کرنا عین اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے مطابق ہے۔ مگر یہ سمجھنا کہ دوا یا ڈاکٹر ہی ہمیں صحت دیتا ہے غلط ہے۔ اسی لئے دُوسری جگہ قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کا قول دوہرایا ہے کہ واذا مرضت فھو یشفین (الشعراء ۲۶۔ ۸۰) یعنے اصل شفا اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔ تو توکل کے یہ معنیٰ ہیں کہ اسباب سے کام لیکر نتیجہ کو اللہ تعالےٰ پر چھوڑ دو۔ البتہ اسباب میں سے دُعا بھی ہے اس لئے کوشش پوری کرو۔ اور خدا سے مدد بھی مانگو مگر پھر جو وہ فیصلہ کرے اُس پر راضی رہو۔

***

" اور جو تمہیں السلامُ علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔"
(ارشادِ باری تعالےٰ)

" تم میں سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔"
(حدیثِ رسولؐ)

از غواصِ بحرِ معرفت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام

حقیقتِ اسلام

اقسام حالات ثلاثہ انسانی

واضح ہو کہ پہلا سوال انسان کی طبعی، اخلاقی اور رُوحانی حالتوں کے بارے میں ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے پاک کلام قرآن شریف نے تین حالتوں کی اس طرح پر تقسیم کی ہے کہ ان تینوں کے لیے علیحدہ علیحدہ تین مبدء ٹھہرائے ہیں یا یُوں کہو کہ تین سرچشمے قرار دیئے ہیں۔ جن میں سے جُدا جُدا یہ حالتیں نکلتی ہیں۔

پہلی حالت نفسِ امّارہ :

چنانچہ پہلا سرچشمہ جو تمام طبعی حالتوں کا مورد اور مصدر ہے۔ اس کا نام قرآن شریف نے "نفسِ امّارہ" رکھا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ (پ ۱۳ ع ۱) یعنی نفسِ امّارہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو بدی کی طرف جو اس کے کمال کے مخالف اور اس کی اخلاقی حالتوں کے برعکس ہے۔ جھکاتا ہے اور ناپسندیدہ اور بد راہوں پر چلانا چاہتا ہے۔ غرض بے اعتدالیوں اور بدیوں کی طرف جانا انسان کی ایک حالت ہے۔ جو اخلاقی حالت سے پہلے اس پر طبعًا غالب ہوتی ہے۔ اور یہ حالت اس وقت تک طبعی حالت کہلاتی ہے جب تک کہ انسان عقل اور معرفت کے زیرِ سایہ نہیں چلتا۔ بلکہ چارپایوں کی طرح کھانے پینے، سونے جاگنے یا غصّہ اور جوش دکھلانے وغیرہ امُور میں طبعی جذبات کا پیرو رہتا ہے۔ اور جب انسان عقل اور معرفت کے مشورہ سے طبعی حالتوں میں تصرّف کرتا اور اعتدال مطلوب کی رعایت رکھتا ہے۔ اس وقت ان تینوں حالتوں کا نام طبعی حالتیں نہیں رہتا، بلکہ اُس وقت یہ حالتیں اخلاقی حالتیں کہلاتی ہیں جیسا کہ آگے بھی کچھ ذکر اس کا آئے گا۔

دوسری حالت نفسِ لوّامہ :

اور اخلاقی حالتوں کے سرچشمہ کا نام قرآن شریف میں "نفسِ لوّامہ" ہے۔ جیسا کہ وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ (پ ۲۹ ع ۱) یعنی میں اس نفس کی قسم کھاتا ہوں۔ جو بدی کے کام اور ہر ایک بے اعتدالی پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے۔ یہ نفسِ لوّامہ انسانی حالتوں کا دوسرا سرچشمہ ہے جس سے اخلاقی حالتیں پیدا ہوتی ہیں اور اس مرتبہ پر انسان دوسرے حیوانات کی مشابہت سے نجات پاتا ہے اور اس جگہ نفسِ لوّامہ کی قسم کھانا اس کو عزّت دینے کے لیے ہے۔ گویا وہ نفسِ امارہ سے نفسِ لوّامہ بن کر بوجہ اس ترقی کے جنابِ الٰہی میں عزّت پانے کے لائق ہو گیا۔ اور اس کا نام لوّامہ اس لیے رکھا کہ وہ انسان کو بدی پر ملامت کرتا ہے اور اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ انسان اپنے طبعی لوازم میں شُتر بے مہار کی طرح چلے اور چارپایوں کی طرح زندگی بسر کرے، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ اس سے اچھّی حالتیں اور اچھّے اخلاق صادر ہوں۔ اور انسانی زندگی کے تمام لوازمات میں کوئی بے اعتدالی ظہور میں نہ آوے اور طبعی جذبات اور طبعی خواہشیں عقل کے مشورہ سے ظہور پذیر ہوں۔ پس چونکہ وہ بُری حرکت پر ملامت کرتا ہے اس لیے اس کا نام نفسِ لوّامہ ہے۔ یعنی بہت ملامت کرنے والا۔ اور نفسِ لوّامہ اگرچہ طبعی جذبات پسند نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے۔ لیکن نیکیوں کے بجالانے پر پُورے طور سے قادر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور کبھی نہ کبھی طبعی جذبات اس پر غلبہ کر جاتے ہیں۔ تب گِر جاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے گویا وہ ایک کمزور بچّہ کی طرح ہوتا ہے جو گرنا نہیں چاہتا ہے، مگر کمزوری کی وجہ سے گرتا ہے، پھر اپنی کمزوری پر نادم ہوتا ہے۔ غرض یہ نفس کی وہ اخلاقی حالت ہے۔ جب نفس اخلاق فاضلہ کو اپنے اندر جمع کرتا ہے۔ اور سرکشی سے بیزار ہوتا ہے، مگر پُورے طور پر غالب نہیں آسکتا۔

تیسری حالت نفسِ مطمئنّہ :

پھر ایک تیسرا چشمہ ہے جس کو رُوحانی حالتوں کا مبدء کہنا چاہیئے۔ اس سرچشمہ کا نام قرآن شریف نے نفسِ مطمئنہ رکھا ہے۔ جیسے کہ وہ فرماتا ہے۔ یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ط فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ (پ ۳۰ ع ۱۵) یعنی اے نفسِ آرام یافتہ جو خدا سے آرام پا گیا۔ اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ۔ تُو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں مِل جا۔ اور میرے بہشت کے اندر آجا۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں نفس تمام کمزوریوں سے نجات پا کر رُوحانی قوتوں سے بھر جاتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے ایسا پیوند کر لیتا ہے کہ بغیر اس کے جی بھی نہیں سکتا۔ اور جس طرح پانی اُوپر سے نیچے کی طرف بہتا اور بسبب اپنی کثرت اور نیز روکوں کے دُور ہونے سے بڑے زور سے چلتا ہے۔ اُسی طرح وہ خُدا کی طرف بہتا چلا جاتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ نفس جو خدا تعالےٰ سے آرام پا گیا۔ اس کی طرف واپس چلا آ۔ پس وہ اسی زندگی میں نہ موت کے بعد ایک عظیمُ الشان تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اسی دُنیا میں نہ دوسری جگہ ایک بہشت اس کو ملتا ہے۔ اور جیسا کہ اس آیت میں لکھا ہے کہ تو اپنے رَبّ کی طرف یعنی پرورش کرنے والے کی طرف واپس آ۔ ایسا ہی اس وقت یہ خُدا سے پرورش پاتا ہے۔ اور خدا کی محبت اس کی غذا ہوتی ہے اور اسی زندگی بخش چشمہ سے پانی پیتا ہے اس لیے موت سے نجات پاتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا (پ ۳۰ ع ۱۶) یعنی جس نے ارضی جذبات سے اپنے نفس کو پاک کیا وہ بچ

گیا اور نہیں ہلاک ہوگا۔ مگر جس نے ارضی جذبات میں جو طبعی جذبات ہیں۔ اپنے تئیں چھپا دیا۔ وہ زندگی سے نا اُمید ہوگیا۔

غرض یہ تین حالتیں ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں طبعی اور اخلاقی اور رُوحانی حالتیں کہہ سکتے ہیں۔ اور چونکہ طبعی تقاضے افراط کے وقت بہت خطرناک ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات اخلاق اور رُوحانیت کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔ اس لیے خدا تعالےٰ کی پاک کتاب میں ان کو نفسِ امّارہ کی حالتوں سے موسوم کیا گیا۔ اگر یہ سوال ہو کہ انسان کی طبعی حالتوں پر قرآن شریف کا کیا اثر ہے اور وہ ان کی نسبت کیا ہدایت دیتا ہے اور عملی طور پر کس حد تک ان کو رکھنا چاہتا ہے، تو واضح ہو کہ قرآن شریف کے رُو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اس کی اخلاقی اور رُوحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور رُوحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں اور اگر ان طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدایتوں کے موافق کام لیا جائے، تو جیسا کہ نمک کی کان میں پڑ کر ہر ایک چیز نمک ہی ہو جاتی ہے ایسا ہی یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہو جاتی ہیں۔ اور رُوحانیت پر گہرا اثر کرتی ہیں۔ اسی قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرُونی پاکیزگی کی اغراض اور خشوع خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے۔ اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا رُوح پر بہت قوی اثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے طبعی افعال گو بظاہر جسمانی ہیں، مگر ہماری رُوحانی حالتوں پر ضرور ان کا اثر ہے۔ مثلاً جب ہماری آنکھیں رونا شروع کریں۔ اور گو تکلیف سے ہی روویں، مگر فی الفور ان آنسوؤں کا ایک شعلہ اُٹھ کر دل پر جا پڑتا ہے۔ تب دل بھی آنکھوں کی پیروی کرکے غمگین ہو جاتا ہے، ایسا ہی جب ہم تکلف سے ہنسنا شروع کردیں تو دل میں بھی ایک انبساط پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جسمانی سجدہ بھی رُوح میں خشوع اور عاجزی کی حالت پیدا کرتا ہے۔ اس کے مقابل پر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ہم گردن کو اُونچی کھینچ کر اور چھاتی کو ابھار کر چلیں تو یہ وضع رفتار ہم میں ایک قسم کا تکبّر اور خود بینی پیدا کرتی ہے۔ تو ان نمونوں سے پُورے انکشاف کے ساتھ کھل جاتا ہے کہ بے شک جسمانی اوضاع کا رُوحانی حالتوں پر اثر ہے۔

ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے مثلاً ذرا غور سے دیکھنا چاہیئے کہ جو لوگ کبھی گوشت نہیں کھاتے رفتہ رفتہ ان کی شجاعت کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نہایت دل کے کمزور ہو جاتے ہیں۔ اور ایک خداداد اور قابلِ تعریف قوت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ ان کی شہادت خدا کے قانونِ قدرت سے اس طرح پر بھی ملتی ہے کہ چارپایوں میں سے جس قدر گھاس خور جانور ہیں، کوئی بھی اُن میں سے وہ شجاعت نہیں رکھتا جو ایک گوشت خور جانور رکھتا ہے۔ پرندوں میں بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے، ہاں جو لوگ دن رات گوشت خوری پر زور دیتے ہیں۔ اور نباتی غذاؤں سے بہت ہی کم حصہ رکھتے ہیں وہ بھی حلم اور انکسار کے خُلق میں کم ہو جاتے ہیں۔ اور میانہ روش کو اختیار کرنیوالے دونوں خلق کے وارث ہوتے ہیں۔ اسی حکمت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا یعنی گوشت بھی کھاؤ اور دوسری چیزیں بھی کھاؤ، مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو۔ تاکہ اس کا اخلاقی حالت پر بد اثر نہ پڑے اور تاکہ یہ کثرت مضرِ صحت بھی نہ ہو۔ اور جیسا کہ جسمانی افعال اور اعمال کا رُوح پر اثر پڑتا ہے ایسا ہی کبھی رُوح کا اثر بھی جسم پر جا پڑتا ہے۔ جس شخص کو کوئی غم پہنچے آخر وہ چشم پُرآب ہو جاتا ہے۔ اور جسکو خوشی ہو آخر وہ تبسّم کرتا ہے۔ جس قدر ہمارا کھانا، پینا، سونا، جاگنا، حرکت کرنا، آرام کرنا، غسل کرنا وغیرہ افعال طبعیہ ہیں۔ یہ تمام افعال ضروری ہمارے رُوحانی حالات پر اثر کرتے ہیں۔ ہماری جسمانی بناوٹ کا ہماری انسانیت سے بڑا تعلق ہے۔ دماغ کے ایک مقام پر چوٹ لگنے سے یک لخت حافظہ جاتا رہتا ہے۔ اور دوسرے مقام پر چوٹ لگنے سے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہیں۔ وبا کی ایک زہریلی ہوا کس قدر جلدی سے جسم میں اثر کرکے پھر دل میں اثر کرتی ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے وہ اندرونی سلسلہ جس کے ساتھ تمام نظام اخلاق کا ہے درہم برہم ہونے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان دیوانہ سا ہو کر چند منٹ میں گزر جاتا ہے۔ غرض جسمانی صدمات بھی عجیب نظارہ دکھاتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رُوح اور جسم کا ایک ایسا تعلق ہوتا ہے کہ اس راز کو کھولنا انسان کا کام نہیں۔ اس سے زیادہ اس تعلق کے ثبوت پر یہ دلیل ہے کہ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کی ماں جسم ہی ہے۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ میں رُوح کبھی اوپر سے نہیں گرتی، بلکہ وہ ایک نُور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کی نشوونما کے ساتھ چمکتا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا پاک کلام ہمیں سمجھاتا ہے کہ رُوح اس قالب میں سے ہی ظہور پذیر ہو جاتی ہے جو نطفہ سے رحم میں تیار ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں فرماتا ہے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (پ۱۸ ع۱) یعنی پھر ہم اس جسم کو جو رحم میں تیار ہوا تھا ایک اور پیدائش کے رنگ میں لاتے ہیں۔ اور ایک اور خلقت اس کی ظاہر کرتے ہیں جو رُوح کے نام سے موسوم ہے اور خدا بہت برکتوں والا ہے اور ایسا خالق ہے جو کوئی اس کے برابر نہیں۔

اور یہ جو فرمایا کہ ہم اسی جسم میں سے ایک اور پیدائش ظاہر کرتے ہیں۔ یہ ایک گہرا راز ہے جو رُوح کی حقیقت دکھلا رہا ہے۔ اور ان نہایت مستحکم تعلقات کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو رُوح اور جسم کے درمیان واقع ہیں۔ اور یہ اشارہ ہمیں اس بات کی بھی تعلیم دیتا ہے کہ انسان کے جسمانی اعمال اور اقوال اور تمام طبعی افعال جب خدا تعالیٰ کے لیے اور اس کی راہ میں ظاہر ہونے شروع ہوں تو اُن سے بھی یہی الٰہی فلاسفی متعلق ہے۔ یعنی ان مخلصانہ اعمال میں بھی ابتدا ہی سے ایک رُوح مخفی ہوتی ہے۔ جیسا کہ نطفہ میں مخفی تھی۔ اور جیسے جیسے ان اعمال کا قالب تیار ہوتا جائے۔ وہ رُوح چمکتی جاتی ہے۔ اور جب وہ قالب پُورا تیار ہو چکتا ہے تو یک دفعہ وہ رُوح اپنی کامل تجلّی کے ساتھ چمک اُٹھتی ہے اور اپنی رُوحی حیثیت سے اپنے وجُود کو دکھا دیتی ہے اور زندگی کی صریح حرکت شروع ہو جاتی ہے۔ جبھی کہ اعمال کا پُورا قالب تیار ہو جاتا ہے۔ معًا بجلی کی طرح ایک چیز اندر سے اپنی کُھلی کُھلی چمک دکھلانا شروع کر دیتی ہے۔ یہ وہی زمانہ ہوتا ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں مثالی طور سے فرماتا ہے۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۔ یعنی جب مَیں نے اس کا قالب بنا لیا اور تجلّیات کے تمام مظاہر درُست کر لیے۔ اور اپنی رُوح اس میں پھونک دی تو تم سب لوگ اس کے لیے زمین پر سجدہ کرتے ہُوئے گر جاؤ۔ سو اس آیت میں یہی اشارہ ہے کہ جب اعمال کا پُورا قالب تیار ہو جاتا ہے، تو اس قالب میں وہ رُوح چمک اُٹھتی ہے۔ جس کو خُدا تعالیٰ اپنی ذات کی طرف منسُوب کرتا ہے کیونکہ دنیوی زندگی کے فنا کے بعد وہ قالب تیار ہوتا ہے۔ اس لیے الٰہی روشنی جو پہلے دھیمی تھی۔ یکدفعہ بھڑک اُٹھتی ہے اور واجب ہوتا ہے کہ خدا کی ایسی شان کو دیکھ کر ہر ایک سجدہ کرے اور اس کی طرف کھینچا جائے۔ سو ہر ایک نُور کو دیکھ کر سجدہ کرتا ہے۔ اور طبعًا اس طرف آتا ہے۔ بجُز ابلیس کے جو تاریکی سے دوستی رکھتا ہے۔

* * * * * * * *

جالینوس کے قلم سے :-

وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ (القرآن)

اِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

"دیدہ ور" کے فاضل مصنف مولانا کوثر نیازی کا ایک مضمون بعنوان "فتنۂ تکفیر کی کرشمہ سازیاں اور علمائے سوء کا کردار" جو جنگ کے گذشتہ سال کے کسی شمارہ میں شائع ہوا ہے نظر سے گذرا۔ اس مضمون کی افادیت مسلّم ہے اور اس پر فاضل مضمون نگار تشکر و امتنان کے مستحق ہیں۔ مضمون تو سارے کا سارا ہی اس قابل ہے کہ من وعن یہاں پر درج کر دیا جائے مگر میں محض اختصار کے پیش نظر چند ٹکڑے ہدیۂ قارئین کرتا ہوں۔

اوّل

بخاری شریف (جلد اول باب استقبال القبلہ) میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہے۔
ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے
اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی حفاظت اسکو حاصل ہے پس اے مسلمانو! اس کو کسی قسم کی تکلیف دے کر اللہ تعالیٰ کو اس کے عہد میں جھوٹا نہ بناؤ۔"

دوم :-

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنی مشہور عالم کتاب حجۃ اللہ البالغہ (جلد اول ۳۲۲) میں حضورؐ کی ایک حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

"ایمان کی تین جڑیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص لاالٰہ الا اللہ کہہ دے تو اس کے ساتھ کسی قسم کی لڑائی نہ کر۔ اسکو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ بنا اور اسلام سے خارج مت قرار دے۔"

سوم :-

امام طبرانی کہتے ہیں حضورؐ نے اسلام کو دس اجزاء پر منقسم کیا تھا اور فرمایا تھا کہ :-

"اسلام کے دس حصے ہیں جس شخص کے حصے میں ایک حصہ نہ آیا وہ تباہ ہو گیا پہلا حصہ یہ ہے کہ جو شخص کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے وہ ملّتِ اسلامیہ میں داخل ہو جاتا ہے۔" (کنز العمال)

چہارم :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے:-

۱۔ شہادت اس بات کی کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ اور شہادت اس کی کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔
۲۔ نماز قائم کرنا
۳۔ زکوٰۃ دینا۔
۴۔ حج کرنا۔
۵۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

بنظر انصاف دیکھا جائے تو مسلمانوں کا کون سا گروہ ایسا ہے جو ان بنیادی عقیدوں پر یقین نہیں رکھتا۔ سبھی کو ان اصولوں پر دل سے اتفاق ہے صرف بعض تشریحات، فروعات میں جھگڑے ہیں جو اختلافِ عقل کی وجہ سے عین فطری ہیں بنیادی اصولوں کو چھوڑ کر محض نزاعات کو اچھالنا نہ دین کی خدمت ہے نہ ملت کی۔

پنجم :

کسی مسلمان کو کافر قرار دے دینا انتہا درجے کی شقاوت اور سنگدلی ہے یہی وجہ ہے کہ سلف کے اکابر علماء و فقہا اس سلسلے میں بے حد محتاط تھے مشہور حنفی فقیہہ علامہ شامی نے اپنی کتاب "ردالمحتار" میں لکھا ہے کہ :-

"ایک مسلمان کے کسی قول اور عقیدے کی سو تاویلیں ممکن ہوں جن میں سے ننانوے کفر کی ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کی تکفیر جائز نہیں۔"

ششم :-

مشہور صوفی بزرگ حضرت گنگوہیؒ تو اس سے بھی آگے بڑھ گئے انہوں نے اپنے مکتوب "انوار القلوب" میں فقہاء کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا :-

"یہ قول فقہاء ننانوے احتمال کا تحدیدی نہیں ہے بلکہ اگر کسی کے کلام میں ہزار احتمال ہوں جن میں سے نو سو ننانوے احتمالات کفریہ ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کی بھی تکفیر جائز نہیں۔"

ہفتم :

تاریخ کے اوراق الٹے جائیں تو یہ تماشا نظر آتا ہے کہ مسلمانوں میں جتنی تاریخ ساز شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کے تذکرے حذف کر دیئے جائیں تو خدمتِ اسلام کا باب اپنے سرعنوان سے ہی محروم ہو جائے وہ سب کی سب اپنے اپنے زمانے میں بعض ظالم فتویٰ نگاروں کی نوازشات کا شکار ہو چکی ہیں۔ ---- ایسی ہستیاں جن پر کفر کے فتوے لگائے گئے ان کی فہرست میں یہ نام بھی دکھائی دیتے ہیں :-

"حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت امام حسینؓ۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ۔ حضرت امام مالکؒ۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ۔ حضرت امام شافعیؒ۔ حضرت جنید بغدادیؒ۔ حضرت شبلیؒ۔ حضرت ذوالنون مصری۔ حضرت منصورؒ۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ۔ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ۔ حضرت بایزید بسطامیؒ

حضرت داتا گنج بخش رح۔ حضرت مجدد الف ثانی رح۔ خواجہ نظام الدین اولیاء رح۔ حضرت امام غزالی رح۔ حضرت امام بخاری رح۔ ۔ ۔ ۔ (۳۳ بزرگان دین کے اسماء درج کئے گئے ہیں)

اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں:۔

"جب بھی ماضی میں (اور حال میں بھی) کوئی مجتہد وقت اور احیائے ملت کا طلبگار اُٹھا اور ملت کے حضور اپنی دانائیوں، ہوشمندیوں اور افکار عالیہ کا تحفہ نذر لایا تو علمائے تنگ نظر کا یہ گروہ تکفیر کے مسموم ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اس کے راستے میں آن کھڑا ہوا۔"

ہشتم:

"غرضیکہ علماء کا یہ گروہ تنگ نظر بنو امیہ۔ بنو عباس۔ سلجوقیوں۔ فاطمیوں، صفویوں۔ سامانیوں۔ غزنویوں۔ غوریوں اور مغلوں کے ادوار میں ہمیشہ ہر اس روشنی کی کرن کا دشمن رہا ہے جس سے ملت کے اندھیرے چھٹنے کا اسے گمان ہوا انہوں نے کبھی اجالوں کو سینے سے نہیں لگایا۔ انہوں نے کبھی فکر کی آفتابوں اور ماہتابوں کو خوش آمدید نہیں کہا انہوں نے افق ملت پر نمودار ہونے والے کسی بھی ستارے کے پھوٹنے والے نور سے عوامی دھند لکے دور کرنے میں مدد نہیں کی۔"

نہم:

"مگر افسوس کہ پاکستان بننے کے کچھ عرصہ بعد فرقہ واریت نے فضا کو پھر سے مسموم بنا دیا اور بعض واعظوں نے ایسے ایسے تعصبات کھڑے کر دیئے کہ اختلاف عقیدہ کی وجہ سے ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے مصافحہ کرنے تک کا روادار نہ رہا۔ مسجدوں پر تختیاں لگا دی گئیں کہ یہاں فلاں اور فلاں فرقے کے لوگ نماز ادا نہیں کر سکتے۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کچھ عرصے سے یہ فضا خراب سے خراب تر ہو رہی ہے۔ بریلوی۔ دیوبندی اور شیعہ سُنّی کو ہوا دی جارہی ہے فتنۂ تکفیر ایک بار پھر زوروں پر ہے۔"

دہم:

"یہ تو پہلے ادوار کی بات تھی انگریزوں کے عہد غلامی کا جائزہ لیا جائے یا خود اپنے عہد آزادی کا تو اس میں زوال اور انحطاط کی دوسری علامتوں کے علاوہ تکفیر کی مہم بھی پورے جوبن پر نظر آتی ہے پہلے محض چند گنے چُنے علمائے سوء اپنی ذہنی مصلحتوں کے تحت فتوای فروشی کا کاروبار کرتے تھے اب جماعتوں کی جماعتوں نے کفر سازی کے کارخانے کھول لئے۔"

- بھٹو دور کے سابق وزیر مذہبی امور کے مندرجہ بالا ارشادات نقل کرنے کے بعد چند گذارشات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن امور سے منع کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے۔

(۱) ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض ط اولئک ھم الخسرون" (البقرۃ - ۲۷)

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

۲۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ:

- ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا - اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ (المائدہ - ۸)

کسی جماعت کی دشمنی میں اس حد تک نہ بڑھو کہ عدل و انصاف کا خون ہو جائے۔

کیا ماضی میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ آپ کے دامن پر بھی لاکھوں کلمہ گو مسلمانوں کے کفر کے چھینٹے ہوں۔

۳۔ حضرت شعیبؑ کا وعظ ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو قرآن کریم میں یوں درج ہے۔ اور اس پر غور کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وزنوا بالقسطاس المستقیم۔

ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔

(الشعراء)

- حضرت شعیبؑ کی قوم نے لینے کے لئے اور دینے کے لئے اور باٹ رکھے ہوئے تھے۔ خود لیتے تو زائد لیتے اور دوسروں کو دینے کا وقت آتا تو کم دیتے۔ اسے فساد اور بغاوت کی راہ قرار دیا گیا ہے۔
- کاش ہم سب کے لئے ایک ہی جیسے باٹ رکھیں اور عدل و انصاف کا دامن نہ چھوڑیں اور ہر ابن آدم جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے اُسے مسلمان یقین کریں۔

—— * * * * ——

"خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا تاکہ میں حلم اور خُلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے راہ راست پر لوگوں کو چلاؤں۔"

حضرت مجدد صد چہاردہم

باہتمام البدر پرنٹرز اردو بازار لاہور سے چھپوا کر سید ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۸۴ء، جلد ۷۱، شمارہ ۱۱

جلد: ۷۱ | یوم چہارشنبہ، ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ بمطابق ۲۱ مارچ ۱۹۸۴ء | شمارہ ۱۲

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

ایک بے وفا شخص کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں

"میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نے جو تعلق مجھ سے پیدا کیا ہے (خدا تعالےٰ اس میں برکت ڈالے) اس کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کی فکر میں ہر وقت لگے رہیں لیکن یاد رہے کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں جب تک عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وھم لا یفتنون۔

یعنے کیا انسانوں نے گمان کرلیا ہے کہ ہم اٰمنّا ہی کہہ کر چھٹکارا پالیں گے اور کیا وہ آزمائش میں نہ ڈالے جائیں گے۔ سو اصل مطلب یہ ہے کہ یہ آزمائش اسی لئے ہے کہ خدا تعالےٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا ایمان لانے والے نے دین کو ابھی دنیا پر مقدم کیا ہے یا نہیں۔

آجکل اس زمانہ میں جب لوگ خدا تعالےٰ کی راہ کو اپنے مصالح کے خلاف پاتے ہیں یا بعض جگہ حکام سے ان کو کچھ خطرہ ہوتا ہے تو وہ خدا کی راہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں ایسے لوگ بے ایمان ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ فی الحقیقت خدا ہی احکم الحاکمین ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا تعالےٰ کی راہ بہت دشوار گذار ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اتار لے تب تک وہ خدا تعالےٰ کی نگاہ میں قبول نہیں ہوتا۔ ہمارے نزدیک بھی ایک بیوفا نوکر کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں۔ جو نوکر صدق اور وفا نہیں دکھلاتا وہ کبھی قبولیت نہیں پاتا۔ اسی طرح جناب الٰہی میں وہ شخص بڑے درجہ کا بے ادب ہے جو چند روزہ دنیوی منافع پر نگاہ رکھ کر خدا تعالےٰ کو چھوڑتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۲۹)

دُعا کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

میں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ پھر اللہ تعالیٰ ساری مشکلات کو آسان کر دیتا لیکن مشکل یہ ہے کہ لوگ دعا کی حقیقت سے ناواقف ہیں اور وہ نہیں سمجھتے کہ دعا کیا چیز ہے۔ دعا یہی نہیں کہ چند لفظ منہ سے بڑبڑاتے رہو کچھ بھی نہیں، دعا اور دعوت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو اپنی مدد کے لئے پکارنا۔۔۔۔

(ملفوظات جلد ہفتم)

جالینوس کے قلم سے

اے ماؤ، بہنو، بیٹیو!

★ درحقیقت اسلام کی تعلیمات میں مرد اور عورت کو مساوی رکھا گیا ہے اور اکثر مقامات پر قرآن کریم میں جہاں احکامات خداوندی پر عمل کی دعوت دی گئی ہے وہاں مومنین اور مومنات کو اکٹھا ہی مخاطب کیا گیا ہے۔ اور اعمال کی جوابدہی میں بھی دونوں یکساں ذمہ داری رکھتے ہیں۔ صنف نازک ہونے کے اعتبار سے مرد کو نگران مقرر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انتظامی اور عائلی معاملات میں الرجال قوامون علی النساء کہہ کر مرد کی ذمہ داریوں اور جوابدہی کی طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ اکثر و بیشتر مرد ہی اپنے پرایوں کے لئے اور تمام ان افراد کے لئے جو اس کے خاندان میں اس کی ذمہ داریوں تلے آتے ہیں روزی کما کر لانے کا ذمہ دار ہوتا ہے اس کے باوصف شریعت کے معاملات کو پورا کرنے میں، اوامر و نواہی کی بجا آوری میں اور حقوق کے حصول میں اور ذریعہ اپنے اعمال کے حساب کتاب میں دونوں یکساں مقام رکھتے ہیں۔

★ قرآن کریم میں عورتوں کے تمام معاملات بہت وضاحت اور بڑا صعت سے بیان کئے گئے ہیں بعض معاملات پر اخبارات اور جرائد بحث و مباحثہ کرتے رہتے ہیں اور بعض معاملات جو نجی اور مخفی حالات سے تعلق رکھتے ہیں گو ان کا بھی از روئے شریعت بیان کیا جانا ضروری ہے مگر مصلحتاً اور حیاء کے مانع آجانے سے انہیں عورتوں پر ہی چھوڑا جاتا ہے کہ وہ خود کتب اور رسائل سے استفادہ کر لیا کریں کہ انہیں خود ہی اپنے ذمہ تمام امور کو پورا کرنے اور ان کے لئے جوابدہی کی بنیادی فرض سمجھنا چاہیئے۔ سورۃ نور سے چند امور پیش کئے جاتے ہیں اس کے بعد عورتوں سے متعلق بعض معاملات پر علماء کی رائے پیش کی جائیگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"تو مومنوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنے حیاء کے مقامات کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہوگا۔ یقیناً جو کچھ وہ کرتے ہیں خدا تعالیٰ اس سے بخوبی باخبر ہے اور تو مومن عورتوں سے بھی کہہ دے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھا کریں اور نہ ظاہر کیا کریں اپنی زینت کے مقامات کو سوائے اس کے جو از خود ظاہر ہو اور اوڑھ لیا کریں اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر اور نہ ظاہر کریں اپنی زینتیں سوائے اپنے خاوندوں، باپوں، سسر، بیٹوں اور اپنے خاوند کے پہلے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں کے علاوہ کسی اور پر۔ اور اپنے خاندان کی عورتوں، نوکر، نوکرانیوں یا مردوں میں سے ایسے آنے جانے والوں پر جو خواہشات نہ رکھتے ہوں یا ان بچوں پر جو ابھی عورتوں کے مخفی حالات سے واقف نہیں ہیں اور نہ زور سے پاؤں مار کر چلیں تاکہ ان کی مخفی زینت کا اظہار ہو۔ اور تم سب مل جل کر خدا کی طرف جھکو اے مومنو! تاکہ تم فلاح پا سکو" (سورۃ نور ۳۰ - ۳۱)

★ ایک مسلمان عورت کے لئے شریعت کی پابندی اسلام کے بنیادی ارکان پر عمل اعلائے کلمہ اسلام کے لئے انفاق فی سبیل اللہ، معاشرہ میں پیدا شدہ عیوب کو دور کرنا اور آخر میں جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کرنا تمام کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور اسلام کے ظہور کے وقت بھی اور بعد میں بھی ایسی ایسی عظیم مستورات پیدا ہوتی رہی ہیں جنھوں نے اسلام کے علم کی سربلندی کے لئے بہت قربانیاں دی ہیں۔ اور آج بھی ہمارے اندر ایسی عظیم عورتیں موجود ہیں جو بہت سے مردوں سے بڑھ چڑھ کر دین کے لئے قربانیاں دینے کے لئے مستعد رہتی ہیں اور سب سے بڑھ کر اسلام کی روح کو آئندہ نسل میں پیدا کرنا اور اس رنگ کو قائم رکھنا جسے صبغۃ اللہ کہا گیا ہے۔ ہر نسل کی ماؤں کی ذمہ داری ہے کیونکہ ہر بچہ کے لئے پہلا مکتب اور مدرسہ ماں کی گود ہے اگر ایک ماں اپنے دودھ کے ساتھ ساتھ روح اسلام بھی اپنے بچہ میں منتقل کرتی ہے تو ماں کی گود ہی اس بچہ کے لئے دبستان اسلام بن سکتا ہے کیونکہ بچپن میں بچہ کے دماغ اور حواس نرم و نازک ہوتے ہیں اور نرم و نازک چیز پر نقش بہت جلدی بیٹھ جاتا ہے مشہور فلاسفر برٹرینڈ رسل نے کہا ہے کہ:۔

"مشرق کے لوگ جس عمر میں بچہ کو مدرسہ بھجواتے ہیں اس عمر میں بچہ بہت کچھ سیکھ چکا ہوتا ہے"

★ عورت کی ذمہ داری تو اس قدر بڑی ہے کہ اس کے بیان کے لئے ایک بہت طویل مضمون کی ضرورت ہے میرے مختصر نوٹ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے اور پھر میرا علم بھی اس قدر وسیع نہیں ہے جس قدر وسیع عورت کی ذمہ داریوں کی داستان ہے۔ میں اپنی مخاطب خواتین کو مندرجہ ذیل عورتوں کی زندگیوں کو پڑھنے کی دعوت دیتا ہوں۔

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ (اُم موسیٰ)
۲۔ حضرت عیسیٰ کی والدہ (مریمؑ)
۳۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہؑ)

پہلی دو عورتیں باوجود نبی نہ ہونے کے خدا تعالیٰ کی وحی اور اس کے کلام سے مشرف کی گئیں اور تیسری عظیم عورت کے قدموں پر قدم رکھ کر طواف اور سعی کرنے سے ہی ہمارا حج بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہوتا ہے۔ اس سے ان کی عظمت اور خدا کے حضور میں ان کی رسائی کا علم ہو سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں اپنے دو نبیوں کی بیویوں کے خائن ہونے کا ذکر فرمایا ہے (حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی) وہاں مومنوں کے لئے بطور مثال کے دو عظیم عورتوں (فرعون کی بیوی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریمؑ) کا ذکر فرما کر عورتوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دی ہے۔ ابتدائے اسلام میں ایسی ایسی عظیم عورتوں کے نقشِ قدم ملتے ہیں جن پر آج بھی صنف نازک کا

بقیہ صفحہ

اللہ تعالیٰ کو کس طرح دیکھا اور اُس پر یقین پیدا کیا جا سکتا ہے

(خطبہ جمعہ مورخہ ۱۷ فروری سنہ ۱۹۸۴ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) بمقام مسجد احمدیہ کراچی

تشہد و تعوذ اور سورۃ یوسف کی آیت ۱۰۸ "قل ھٰذہٖ سبیلیٓ ادعوٓا الی اللہ ۔۔۔۔ الخ" اور سورہ حٰم السجدہ کی آیات ۳۳ تا ۳۵ "ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ ۔۔۔۔ یلقّٰھا الا ذو حظ عظیم" کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے قرآن کریم کی یہ آیات دو مختلف مقامات سے پڑھی ہیں۔ پہلی آیت سورۃ یوسف کی ہے اور دوسری آیات سورۃ السجدہ کی ہیں۔ ان کے مضمون کے متعلق میں کچھ بعد میں عرض کروں گا۔

اس سے قبل آپ نے فرمایا کہ ایک کافی لمبے عرصہ کے بعد مجھے اپنے کراچی کے بھائیوں سے باتیں کرنے کی خوشی اور سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ مجھے وہ کچھ کہنے کی توفیق دے جو اس کی نظر میں پسندیدہ ہو اور جس کا مجھے اور آپ سب کو بھی فائدہ ہو۔

ان آیات میں جو میں نے اس وقت پڑھی ہیں میرے خیال کے مطابق ایک سب سے زیادہ ضروری امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس کی اس زمانہ میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ میں اپنے احباب کو اس کی یاد دہانی کرانا چاہتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ "فذکر ان نفعت الذکرٰی" کہ تو یاد دہانی کراتا رہ کیونکہ یاد دلانے اور نصیحت کرنے سے ضرور فائدہ ہوتا ہے۔ جس خاص بات کا ان آیات میں ذکر ہے اس کا گہرا تعلق ہماری تحریک یعنی تحریک احمدیت سے ہے۔ اور جو غرض و غائیت ان آیات میں بیان ہوئی ہے وہی اغراض و مقاصد پورا کرنے کے لئے ہماری تحریک کی ابتدا ہوئی۔

سورۃ یوسف کی آیت میں جو میں نے پہلے پڑھی ہے آنحضرت صلعم کو یہ کہنے کا حکم ہوا ہے کہ تو ان لوگوں سے کہہ دے کہ میرا تو یہی راستہ ہے کہ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میری اس دنیا میں آنے کی اس کے سوا اور کوئی غرض نہیں کہ "ادعوا الی اللہ"۔ آنحضرت صلعم نے جس وقت یہ اعلان فرمایا اس وقت نہ صرف ملک عرب بلکہ ساری دنیا ضلالت اور گمراہی میں غرق تھی اس زمانے میں چاروں سو پھیلی ہوئی تاریکی کے متعلق آپ جانتے اور تاریخ کی کتابوں میں پڑھ چکے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں اقوامِ عالم کو آپ اللہ تعالیٰ کے پیغام یعنی قرآن کریم کی طرف دعوت دینے اور اسے ان تک پہنچانے کے لئے مبعوث ہوئے۔ اس کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ یہ میری بنائی ہوئی باتیں نہیں بلکہ یہ اس ہستی کا بتایا ہوا راستہ اور ہدایت ہے جس کے وجود پر مجھے بصیرت حاصل ہے۔ میں نے اسے ان ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ اپنے اندر کی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ انسان ان مادی اشیاء کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ کر ان کی موجودگی پر یقین کر لیتا ہے لیکن اللہ کی ذات کو ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اُسے دیکھنے کے لئے ایک اندر کی نگاہ اور روشنی کی ضرورت ہے جسے بصیرت کہا جاتا ہے جس کسی کی یہ اندر کی آنکھ روشن ہو وہی اس کو دیکھ سکتا اور اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

آنحضرت صلعم نے صرف یہی نہیں فرمایا کہ "علیٰ بصیرۃ انا" کہ صرف مجھے ہی یہ بصیرت حاصل ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی دی ہے "ومن اتبعنی" جو لوگ میری پیروی کرتے اور میرے نقش قدم پر وفاداری کے ساتھ اپنا قدم رکھتے ہیں انہیں بھی یہ بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی موجودگی کو محسوس کر سکتے ہیں۔ میں اور میرے ساتھی جو میری پیروی کرتے ہیں ہم سب اللہ کی ہستی اور قدرتوں کو چونکہ دیکھ چکے ہیں اور ہمیں اس پر یقین ہے اس لئے ہم یہی یقین اور ایمان دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور انہیں بھی اندھیروں سے روشنی کی طرف لانا چاہتے ہیں اللہ کو کس طرح دیکھا اور اس پر یقین پیدا کیا جا سکتا ہے اس کا ذکر ایک حدیث میں ہے اس حدیث کے مطابق جب آپ سے یہ سوال کیا گیا "ما الاحسان" کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا "ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک" کہ تو اللہ کی ایسی عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تجھے ابھی یہ مقام حاصل نہیں تو تیرے دل میں کم از کم یہ یقین ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس طرح آپ نے یہ بتا دیا کہ ہر ایک انسان اس طرح عبادت کرے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ آپ کے زمانے میں جتنے بھی صحابہ کرام تھے ان سب نے اللہ کو دیکھا۔ ان کو بصیرت حاصل ہوئی اور سب کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے کہ "سبحٰن اللہ وما انا من المشرکین" جس خدا کو ہم نے دیکھا ہے وہ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اسکی ذات و صفات میں کوئی اس کا ہمسر اور شریک نہیں۔ یعنی اللہ کی توحید ان کے دلوں پر نقش ہو گئی۔ اسی توحید کو دنیا میں قائم کرنے اور اللہ کی ہستی کو ثابت کرنے اور دوسروں کو دکھانے کے لئے آپ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہر قربانی کے لئے تیار ہو گئے اور سب کے سب داعی الی اللہ بن گئے کیونکہ یہی دعوت الی اللہ کا وہ راستہ تھا جو حضرت نبی اکرم صلعم نے ان کو بتایا تھا۔

آپ کے بعد آپ کی امت میں بڑے بڑے صلحاء پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور اُسے دکھانے کے لئے لوگوں کو اپنے پاس آنے کی دعوت دیتے رہے۔ یہ آنحضرت صلعم کا بتایا ہوا راستہ ہے اس لئے ہر اس شخص کا بھی جو آپ کا سچا متبع ہے۔ یہی راستہ ہونا چاہیئے کہ وہ دعوت الی اللہ کا کام کرے۔ یہی دعوت الی اللہ کا کام ہماری جماعت کی بنیاد ہے

اور یہی ہم سب کی غرض ہے

آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے ہاتھ میں ہم نے اپنا ہاتھ دیا ہے وہ اس زمانے کا امام اور مامور من اللہ تھا ۔ آپ بھی ایسی تاریکی کے زمانہ میں تشریف لائے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی دکھائی ہوئی راہ گم ہو چکی تھی ۔ قرآن کریم کا جمال و حسن لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو چکا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث

لایبقیٰ من الاسلام الا اسمہ ولا من القرآن الا رسمہ

کے مطابق کہ اس زمانے میں اسلام کا صرف نام ہی رہ جائے گا ۔ اور قرآن صرف رسمی طور پر پڑھا جائے گا ۔ اسلام اور قرآن پر عمل باقی نہیں رہا تھا ۔ اس زمانے میں جب مسلمان ذلت اور پستی کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اللہ تعالےٰ نے تجدید دین کے لئے اپنے اس بندے کا انتخاب کیا جس کا قدم حضور صلعم کے قدم مبارک پر تھا ۔ اور جو آپ کا سچا عاشق اور سب سے بڑھ کر متبع تھا ۔ آپ نے تجدید دین کے بے شمار کام کئے آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن کریم کے اندر پوشیدہ رازوں کو افشا کیا ۔ قرآن کریم کا ایک نیا فہم لوگوں کے سامنے پیش کیا ۔ ان غلط عقائد سے جو ایک لمبا عرصہ گذر جانے کی وجہ سے اسلام میں داخل کر دیئے گئے تھے اسلام کو پاک کیا ۔ رفتہ رفتہ آپ کے ارد گرد کچھ لوگ جمع ہو گئے اور جو بصیرت آپ کو حاصل تھی وہی اپنے ان ساتھیوں میں بھی پیدا کر دی ۔

آپ اور آپ کے ان ساتھیوں نے یہی بصیرت جو انہیں حاصل ہو چکی تھی دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کی جس طرح آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے والا اور آپ کے راستے کو اپنانے والا داعی الی اللہ اور مبلغ بن گیا اسی طرح یہ کیفیت حضرت صاحب کی جماعت میں بھی پیدا ہو گئی ۔ اس جماعت کے ہر فرد کے اندر خواہ وہ کسی بھی شعبۂ زندگی سے تعلق رکھتا تھا اس تعلق اور بصیرت کی برکت اور جذبہ و ذوق و شوق کی وجہ سے جو اس مامور الٰہی نے ان کے اندر پیدا کیا دعوت الی اللہ کا شوق پیدا ہو گیا ۔ جماعت کا ہر ایک آدمی مبلغ تھا ہر ایک کے اندر یہ جوش اور حرارت تھی کہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے اور وہ بے خوف و خطر تبلیغ کرتے تھے ۔ ان لوگوں کے تبلیغی کارناموں کے متعلق آپ کئی بار سن چکے ہیں ۔ یہ کام مامور الٰہی نے اس زمانے میں کیا اور جس طرح آپ نے کیا کسی اور کو اس طرح توفیق نہیں ملی ۔

مسلمان مدتوں آپ کی خدمات سے جو آپ نے اسلام اور قرآن کے غلبہ کے لئے انجام دیں غافل رہے بلکہ آپ کے پیش کردہ نظریات کی انہوں نے شدید مخالفت کی اور آج تک کر رہے ہیں ۔ اب جبکہ ان کو حضرت صاحب کے کارناموں کا علم ہوا ہے مسلمانوں میں بہت سی جماعتیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں اور انہوں نے تبلیغ اسلام کے میدان میں قدم رکھا ہے لیکن جو اسلام دنیا کے سامنے وہ پیش کر رہے ہیں وہ دلوں کو اپیل نہیں کرتا ۔ اس میں آج کی دنیا کے مسائل کا حل قطعاً موجود نہیں ۔ دنیا کو اس وقت ایک ایسے مذہب کی ضرورت ہے جو لوگوں کے دلوں اور ان کی عقل و شعور کو اپیل کرے ۔ ایسا قابل قبول اسلام اور قرآن کی تفسیر جس کے اندر نور اور روشنی ہے اور جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ سکتی اور انہیں مطمئن کر سکتی ہے وہ اگر کہیں سے مل سکتی ہے تو یہیں سے ملے گی اور کہیں سے نہیں مل سکتی حضرت صاحب ازالہ اوہام کے صفحہ $\frac{773}{286}$ پر اس کے متعلق قطعی طور پر فرماتے ہیں :-

" میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے (یورپ کے لوگوں) پاس بھیجی جائے ۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ کام میرا ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا ۔ جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ سے ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے !"

آپ کے اس دعویٰ کی صداقت آج تک ثابت ہو رہی ہے قرآن کریم کی وہی تفسیر مقبول ہے جو حضرت صاحب یا آپ کے خادموں کے ذریعے سے ہوئی ۔ اللہ تعالےٰ کے کلام کو دنیا میں پہنچانے کا کام تمام کاموں سے احسن کام ہے کیونکہ یہی دعوت الی اللہ کی اساس ہے ۔ اور اسی سے لوگوں کو خدا دکھایا جا سکتا ہے اس کا ذکر سورۃ السجدہ کی اس آیت میں ہے ۔ ومن احسن قولاً ممن دعآ الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین " اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے اور کہتا ہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں ۔ اللہ کے نزدیک سب سے اچھا کام یہی ہے پہلے داعی الی اللہ حضرت نبی کریم صلعم جیسا عظیم شخص اور آپ کی جماعت تھی ۔ اس زمانہ میں اسی کام کو حضرت صاحب اور آپ کی جماعت نے حضرت نبی کریمؐ کی اتباع میں اپنے ہاتھ میں لیا اور بطریق احسن انجام دیا ۔ اب یہ کام ہمارے سپرد ہوا ہے جسے ہم بقدر استطاعت اور وسعت وسائل جاری رکھے ہوئے ہیں ۔ اگرچہ ہم اسے اس معیار اور رفتار پر نہیں کر رہے جس پر ہمارے بزرگوں نے کیا لیکن ہم اللہ کے بے حد شکر گذار ہیں کہ وہ ہماری حقیر سی کوششوں کو بھی پھل لگاتا اور ان میں برکت دیتا ہے اور ہم اس کی رحمت اور تائید کے نشان مسلسل اور متواتر دیکھتے رہتے ہیں ۔

اگرچہ یہ کام بہت ہی اچھا ہے کیونکہ اللہ سے سب سے اچھا کام کہتا ہے لیکن جو کام جتنا اچھا ہوتا ہے اتنا ہی مشکل بھی ہوتا ہے اور اس کو کرنے کے لئے کچھ شرائط بھی ہوتی ہیں ۔ داعی الی اللہ کے لئے جو سب سے بڑی شرط یہاں بیان ہوئی ہے وہ ہے وعمل صالحا کہ اس کا عمل اور اپنا نمونہ اچھا ہو کیونکہ زبان میں تاثیر بھی اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب اپنا نمونہ ٹھیک ہو ۔ اگر نمونہ ٹھیک نہ ہو تو اس کی بات لوگوں کے دلوں میں اتر نہیں سکتی ۔ اس لئے جو فرد یا جماعت دعوت الی اللہ کی ذمہ داری لیتی ہے اس کا اپنا نمونہ اچھا ہونا نہایت لازمی ہے جس کام کو اللہ سب سے اچھا کام اور جسے رسول کریمؐ اپنا سنتہ بتاتے ہیں اس کا کما حقہٗ بجا لانا ہر مسلمان اور جماعت کا فرض ہے ۔ چونکہ ہماری جماعت کے قیام کی غرض و غایت ہی یہی ہے اس لئے میں آپ کی توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ ہمیں بحیثیت جماعت اپنا جائزہ لینا ہے کہ آیا ہم اپنے اس فریضہ کو فرداً فرداً یا جماعتی طور پر اس طرح ادا کر رہے ہیں جیسا کہ اس کا حق ہے یا ہمارے قدموں میں سستی اور کوششوں میں کمزوری پیدا ہو گئی ہے ۔ اگر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے قدموں میں سستی واقع ہو گئی ہے اور ہماری توجہ اس کے بجائے کسی دوسری طرف ہو گئی ہے تو یہ کوئی اطمینان کی صورت نہیں ہے ۔ اطمینان کی صورت تو یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اس جماعت کے ساتھ وابستہ ہے وہ دعوت الی اللہ

کا کام کرے اور اس میں دلچسپی لے جیسا کہ صحابہ کرام رض کو نبی کریم صلعم کی صداقت اور اللہ کی ہستی پر ایمان اور یقین تھا اور انہیں اس پر بصیرت حاصل تھی ویسا ہی ایمان ۔ یقین اور بصیرت اس زمانہ کے مامور اور آپ کے ساتھیوں کو حاصل تھی۔ ہمیں بھی یہی بصیرت حاصل ہونی چاہیئے تاکہ ہم اس کام کو اہمیت اور اولیت دیں ۔ اگر ہم اس کام کو درست نہیں سمجھتے تو پھر یہ رسولؐ اللہ اور حضرت صاحب کی راہ نہیں جس پر ہم چل رہے ہیں ۔ وہ راہ تو وہی ہے جو قرآن نے بتائی ہے ۔

یہ شک اور شبہ ہم میں سے کسی کے دل میں کبھی پیدا نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم سے ہر ایک مبلغ نہیں بن سکتا ۔ حضرت صاحب یہ چاہتے تھے کہ ان کی جماعت میں شامل ہر شخص مبلغ بن جائے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کا کام کرے ہم میں سے ہر ایک فرد خواہ وہ کسی بھی شعبۂ زندگی سے تعلق رکھتا اور کسی بھی مقام پر ہو تبلیغ اسلام کا کام کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کے اندر اس کے لئے جذبہ اور تڑپ ہو ۔ ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی دنیوی دھندے اور کاروبار میں مصروف رہتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ ہمارے فرائض میں داخل ہے کہ ہم دعوت الی اللہ کے کام کو ترجیح دیتے ہوئے اسے اپنی زندگی کا جزو بنالیں اور کوئی ایسا دن نہ گذرے کہ ہم اس کے لئے کچھ نہ کچھ کام نہ کر سکیں ۔ مشکل حالات میں بھی اللہ اپنے پیغام کو پہنچانے والوں کے لئے راستے کھول دیتا ہے اور ذرائع پیدا کر دیتا ہے ۔ اس راستے میں جو رکاوٹیں پیش آتی ہیں وہ خود بخود دور ہو جاتی ہیں ۔ آج اگر ہمیں ایسے حالات درپیش ہیں کہ ہم تحریر و تقریر ، اخبارات اور جلسوں کے ذریعے اپنا پیغام لوگوں تک نہیں پہنچا سکتے تو اپنے دائرہ اثر اور نجی مجلسوں میں کم از کم لوگوں کو اللہ کی طرف بلا سکتے اور قرآن کریم ان تک پہنچا سکتے ہیں ۔ باشعور اور پڑھے لکھے طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ قرآن کریم کی ایسی تعبیر و تشریح کے متلاشی رہتے ہیں جو ان کے دلوں کو اطمینان بخش سکے ۔ اس کے لئے ہماری طرف سے تھوڑی سی کوشش اور جرأت کی ضرورت ہے ۔ اگر ہم کمر ہمت باندھ لیں تو خدا خود آسانیاں پیدا کر دیگا ۔ سب سے بڑی تبلیغ اسلام اور دعوت الی اللہ یہ ہے کہ لوگوں کو ایسا لٹریچر دیا جائے جس میں اللہ کی ہستی ۔ آنحضرت صلعم اور قرآن اور اسلام پر مخالفین اسلام کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کا مدلل ۔ مسکت اور اطمینان بخش جواب ہو ۔ ایسا لٹریچر صرف ہمارے ہاں سے ہی مل سکتا ہے ۔ ہماری جماعت کا ہر چھوٹا بڑا اس کام کو اپنا فرض سمجھے اور اس سے پورے طور پر عہدہ برا ہونے کی کوشش کرے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا اپنا نمونہ ایسا ہو کہ اس میں کشش ہو ۔

ایک زمانہ تھا کہ شدید مخالف بھی احمدیوں کی اعلیٰ سیرت و کردار ۔ اخلاق حسنہ معاملات میں دیانت داری اور صفائی اور صداقت و سچائی کے معترف ہوتے تھے عام طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ یہ لوگ جھوٹ نہیں بولتے ۔ ایک احمدی کی شہادت دوسرے بیسیوں کی شہادت کے مقابلے میں سچی تسلیم کی جاتی تھی ۔ یہ نمونہ تھا ہمارے اسلاف کا ۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم احمدیت کی اس شان اور نیک نامی کو دوبارہ قائم کریں اور اللہ کے رسولؐ کی بتائی ہوئی راہ پر بڑی ثابت قدمی اور ایمان کے ساتھ قدم رکھیں ۔

اس راہ میں گوناگوں مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں یہ راستہ بڑی مشکلات کا راستہ ہے ۔ قرآن کا پیغام لوگوں تک پہنچانا آسان کام نہیں اسی لئے یہ فرمایا ہے وما یلقّٰھا الا الذین صبروا یہ اسی کو نصیب ہو سکتا ہے جو صبر سے کام لے صبر کرنا بہت مشکل ہے اس کیلئے بڑے کیریکٹر کی ضرورت ہے ۔ صبر کا مطلب یہ ہے کہ برائیوں سے اپنے آپ کو روکنا اور نیکیوں کو مضبوطی کے ساتھ قائم کرنا ۔ دنیا کے کاموں میں بھی صبر کی ضرورت ہوتی ہے لیکن وہ دین کے کام کے مقابلے میں اعلیٰ درجہ کے کام نہیں ہیں جتنا کوئی اعلیٰ درجہ کا کام ہوتا ہے اتنا ہی اس کے راستے میں مشکلات پیش آتی ہیں اس لئے اتنا ہی اس کے لئے صبر کی ضرورت ہوتی ہے مگر اس میں مایوسی کا کوئی مقام نہیں ۔ ہماری جماعت کو کتنی مشکلات پیش آتی رہی ہیں اور ابھی ان کے ختم ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا لیکن باوجود اس کے لوگ اس جماعت کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں ۔ اور اس وجہ سے ہم نے اللہ کی برکات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ اس جلسہ سالانہ پر خصوصیت کے ساتھ ہم نے ہر رنگ میں اللہ کی بے انتہا برکات کا مشاہدہ کیا ہے اس لئے مایوس اور بے دل ہونے کی کوئی بات نہیں ۔ لوگ تو آتے جاتے رہیں گے لیکن یہ جماعت انشاءاللہ زندہ اور قائم رہے گی ۔

ان مشکلات کے علاوہ جو اس زمانہ میں ہماری جماعت کو درپیش ہیں اور آئے دن لوگوں کی دلآزار اور نفرت بھری باتیں سننا پڑتی ہیں ۔ دوسری قسم کی زیادہ خطرناک مشکلات وہ ہیں جو مادہ پرستی کی لائی ہوئی ہیں اور جن کیوجہ سے دنیا اس وقت خطرات میں گھری ہوئی ہے ۔ سارا زمانہ ہی دنیا پرستی میں مبتلا ہے ۔ ہر شخص کے لئے اچھے کھانے ۔ خوبصورت اور قیمتی لباس ۔ رہائش و زیبائش اور دولت کی کثرت میں بڑی کشش کا سامان ہے ۔ اس کے برعکس دین کے کام میں ذرا کشش نظر نہیں آتی ۔ ع ہر کسے در کار خود با دینِ احمد کار نیست ۔ دین کے کام میں کشش صرف ان لوگوں کے لئے ہو سکتی ہے جو اس راز کو سمجھ لیں جس کا بیان ان آیات میں ہوا ہے ۔ اپنے اندر وہ اگر اس کام کے لئے کشش محسوس کریں تو پھر انشاءاللہ ان کا انجام اچھا ہوگا اور وہ ضرور کامیاب ہوں گے ۔ لیکن اگر ہم بھی اسی رو میں بہہ گئے جس میں باقی دنیا بہہ رہی ہے تو ہم اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے جس کے لئے یہ جماعت قائم کی گئی ہے ۔ اللہ کی نظر میں دنیا کے مال و متاع ۔ سونے چاندی اور دیگر آسائشوں کی جن کی تمنا میں انسان اپنی زندگی کے اصلی مشن سے غافل ہو جاتا ہے کوئی وقعت نہیں ہے ۔ اور نہ ہی مومن ان چیزوں کو کوئی اہمیت دیتا ہے ۔ اگر مشکلات سے بے نیاز ہو کر اور اپنی ان نفسانی خواہشات کو ملیا میٹ کر کے جو خدا کی راہ سے بھٹکانے والی ہیں ہم بحیثیت جماعت آنحضرت صلعم اور آپؐ کی اقتداء میں حضرت مسیح موعود کے راستے پر چل پڑیں تو اس کے لئے بہت بڑا اجر اور عظیم کامیابی کی خوشخبری ہے اور اسی میں ہمارے لئے خیر اور اپنے ارد گرد منڈلاتے ہوئے طوفانوں سے بچاؤ کی صورت ہے ۔ انہی طوفانوں سے بچانے کے لئے حضرت صاحب نے اللہ کے حکم سے ایک کشتی تیار کی اور اس کا نام بھی کشتی نوح رکھا جو ایک کتاب کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے ۔ ہمیں چاہیئے کہ سچے دل سے اس کشتی میں سوار ہوں تاکہ یہ ہمارے لئے نجات کا ذریعہ ہو ۔ اللہ تعالےٰ نے بارہا ہمارے لئے نجات کے ذریعے

پیدا کئے ہیں۔ کئی موقعوں پر ہم نے دیکھا ہے کہ اس نے ہماری بے مائیگی اور بے بسی ہونے کے باوجود ہماری مدد فرمائی ہے اور ہماری حفاظت کی ہے۔ لوگوں نے ہمیں مٹانا اور ذلیل کرنا چاہا لیکن اس نے ہمیں مہلت دی اور ہماری حفاظت فرمائی۔ دین کی خاطر انسان کو اپنا گھر بار۔ مال و متاع چھوڑنا پڑتا حتیٰ کہ جان تک دینا پڑتی ہے لیکن اس کے ساتھ اللہ کا یہ وعدہ ہے" والذین هاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنهم فی الدنیا حسنة ولاجر الآخرة اکبر لو کانوا یعلمون۔ الذین صبروا وعلیٰ ربهم یتوکلون" اور جن لوگوں نے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اللہ کے لئے ہجرت کی ہم ضرور انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور آخرت کا بدلہ تو بڑا ہے۔ کاش وہ اس حقیقت سے باخبر ہوتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی خاطر مشکلات و مصائب میں صبر کیا اور وہ اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔

اس لئے جو بھی حضرت مسیح موعود کی بنائی ہوئی کشتی میں اللہ پر بھروسہ اور صبر کر کے سوار ہو گیا اسے اللہ ضرور بچائیگا۔ اگر یہاں اس کے لئے کوئی محرومیاں ہوں بھی تو ان کی تلافی کا بھی ایک دن مقرر ہے۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور شکایت کی کہ ہماری حق تلفی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس دنیا میں ہونے والی حق تلفیوں کی فکر نہ کرو۔ یہاں اگر صبر کرو گے تو قیامت کے روز تم مجھے کوثر پر ملو گے وہاں یہ کمی پوری ہو جائے گی۔

یہ کمی پوری کرنے کے لئے ایمان اور یقین کی ضرورت ہے یہ دنیا ایک عارضی چیز ہے اس کے لئے عمر اور صحت کی بھی کوئی شرط نہیں اور کسی کو اپنا وقت بھی معلوم نہیں۔ یہ خوشیوں کے سارے سامان جن کے پیچھے انسان بھاگتا اور سرگرداں و پریشان پھرتا ہے جیتے جی بھی اس کی آنکھوں کے سامنے اس سے چھن جاتے ہیں اور موت کے ساتھ تو سب کچھ ہی چھن جاتا ہے۔ اللہ نے انسان کو یہ شعور عطا کیا ہے کہ کون سی باتیں اس کو خوش کرنے والی اور کون سی اس کو ناراض کرنے والی ہیں۔ بل الانسان علیٰ نفسه بصیرة ولو القیٰ معاذیره انسان کو اپنے نفس پر بصیرت حاصل ہے وہ جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ اس کے لئے اچھا ہے یا بُرا۔ وہ دلائل کے ذریعے لوگوں کو فریب اور دھوکا دے سکتا ہے لیکن وہ خود یہ جانتا ہے کہ کیا کر رہا ہے۔ اسی لئے یہ فرمایا ہے کہ یاایها الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم۔ اے ایمان والو! تم اپنے نفسوں کی فکر کرو۔ ان کو غلط راستے پر چلنے سے بچاؤ۔ اگر تم ہدایت پر ہو تو جو گمراہ ہے وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس لئے ہمیں اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ اوصیکم وایای بتقوی اللہ۔ میں اپنے آپ کو بھی اور آپ کو بھی اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ آپ روزانہ خبریں پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے کہیں بھی امن نہیں ہے۔ کہیں قحط اور بھوک کی وجہ سے ہزاروں لوگ مر رہے ہیں اور کہیں آگ و خون برس رہا ہے۔ اور کہیں زلزلے آ رہے ہیں۔ اس امر کی کوئی ضمانت نہیں کہ ہم ان آفات سے محفوظ رہیں گے اس لئے ہمیں اپنی عاقبت اور انجام کی فکر کرنی چاہیئے۔

آخر میں بطور پیغام میں اس بات کو پھر دہرانا چاہتا ہوں کہ جو راستہ ہم نے اختیار کیا ہے وہ آنحضرت صلعم کا راستہ ہے۔ لوگ اس راستہ سے دور ہو گئے تھے اور یہ راستہ تقریباً مٹ چکا تھا۔ امام زمانہ نے آ کر لوگوں کو پھر اس کی طرف بلایا اور اس پر ڈالا کیونکہ یہی راستہ خدا تک پہنچانے والا ہے۔ ہمیں جلد از جلد اللہ کی طرف لوٹ جانا چاہیئے تاکہ ہمارا شمار "علیٰ بصیرة انا ومن اتبعنی" والوں میں ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی توفیق دے کہ جو باتیں اس وقت میں نے پیش کی ہیں ان پر میں بھی اور آپ بھی عمل کریں۔

***

اخبارِ احمدیہ

- حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر خیریت سے ہیں اور حسب معمول خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ حضور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے توجہ اور التزام کیساتھ احباب اپنی دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا بابرکت سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔

- درخواستِ دعائے صحت

محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ کی صحت کمزور رہتی ہے۔ موصوفہ نے اپنے خط میں بزرگانِ سلسلہ سے دعا کی درخواست کی ہے آپ محترم میاں غلام رسول مرحوم و مغفور آف جھنگ کی صاحبزادی ہیں۔ بڑی نیک، خداترس، خدمت سلسلہ میں پیش پیش اور عبادت گذار خاتون ہیں ان کی صحت کے لئے سب احباب دعا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

***

از قلم: مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درسِ قرآن — سبق (۶۲)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ (آل عمران ۳ ۔ ۱۳۲)

ترجمہ:۔ "اور دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے ۔ وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے ۔"

اس آیت میں فرمایا کہ "دوڑو" ۔ انسان کب دوڑتا ہے ؟ یا تو جب خطرہ ہو جس سے وہ بھاگتا ہے ۔ یا پھر جس کی طرف دوڑے وہ دوڑ کر لینے والی چیز ہو ۔ تیسرے انسان تب دوڑتا ہے جب وقت کم ہو اور وہ کام جس کے لئے وہ دوڑتا ہے ختم کرنا ضروری ہو ۔ انسان کی زندگی میں یہ تینوں باتیں موجود ہیں ۔ اُن کو بتانے سے قبل یہ عرض کر دوں کہ جن چیزوں کی طرف دوڑنے کو کہا ہے وہ دو ہیں ۔ اول تو اپنے رب کی مغفرت کی طرف ، اور دوئم اس جنت کی طرف جو اپنی اصل شکل میں تو مرنے کے بعد جب انسان آسمانوں میں جائے گا تو اس کے لئے تیار کی گئی ہے ۔ مگر اس دنیا میں بھی اُسے مل جاتی ہے اگر وہ متقی ہو ۔ عرضھا السمٰوٰت والارض اعدت للمتقین کے یہی معنی ہیں ۔

میں نے عرض کیا تھا کہ انسان تب دوڑتا ہے جب سخت خطرہ ہو جیسے پاگل کتا انسان کے پیچھے لگا ہوا ہو یا کوئی شخص چھری لے کر حملہ کرنا چاہتا ہو یا مثلاً دشمن نے شہر پر حملہ کر دیا ہو یا سیلاب آ رہا ہو وغیرہ وغیرہ مگر یہ تو کبھی کبھار کے خطرات ہیں ۔ جو خطرہ انسان کو ہر وقت لگا ہوا ہے وہ شیطان سے یا نفس امارہ سے یعنے جبکہ انسان کا نفس حیوانی جذبات اور خواہشات سے مغلوب ہو جیسا کہ ہر انسان کا شروع شروع میں ہوتا ہے شیطان اور نفس امارہ انسان کے بدترین دشمن ہیں جو اسے گمراہ کرنے اور تباہ کرنے کے لئے ہر آن کے خطرات ہیں ۔ جو شخص جلد از جلد اللہ تعالیٰ کی مغفرت یعنے پناہ میں نہ آجائے وہ ہر آن خطرہ میں ہے ۔ مغفرت یا پناہ دو طرح سے ہوتی ہے ۔ اول تو جو گناہ ہو چکے اُن کے بدنتائج یا سزا سے پناہ ۔ دوئم گناہ دوبارہ ہو جانے سے پناہ کیونکہ جب انسان کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو پھر اس کے لئے وہ گناہ دوبارہ بلکہ متواتر کرنا آسان ہو جاتا ہے ۔ مثال کے طور پر ایک انسان اگر رشوت لے تو اس کے لئے دوہرا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے ۔ اول تو یہ کہ وہ اسی دنیا میں پکڑا جا سکتا ہے ۔ اور اگر یہاں نہ بھی پکڑا جائے تو آخرت میں تو ضرور پکڑا جائے گا ۔ دوئم یہ خطرہ ہوتا ہے کہ اس انسان کے لئے دوبارہ رشوت لینا آسان ہو جاتا ہے ۔ پھر انسان کے گناہ کو کوئی اور دیکھ رہا ہو یا نہ اللہ تعالیٰ ضرور دیکھ رہا ہوتا ہے ۔ چور چوری کر کے یا قاتل قتل کر کے کس طرح بھاگتا ہے کہ پکڑا نہ جاؤں ۔ انسان گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا ہے اور بے فکر ہوتا ہے کہ اُسے کون پکڑ سکتا مگر جب اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں پکڑتا ہے تو نہ تو کوئی بادشاہ ، نہ صدر ، نہ وزیر اعظم یا وزیر یا افسر بچ کر کہیں جا سکتا ہے ۔ بہرحال خدا کا بھیجا ہوا موت کا فرشتہ جب انسان کے گلے کا ٹینٹوا پکڑتا ہے تو اس سے بچ کر کوئی انسان کہیں جا نہیں سکتا ۔ اس سے قبل کہ خدا کی پکڑ آجائے فرمایا کہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاؤ شیطان سے ، اپنے نفس امارہ سے ، اپنے گناہوں کے خمیازہ سے ، گناہ دوبارہ ہو جانے کے خطرہ سے ۔ تقویٰ کو حاصل کرنے کا یہی راستہ ہے ۔

دوسری صورت جب انسان بھاگتا ہے وہ تب ہوتی ہے کہ آگے کوئی ایسی اعلیٰ چیز ہے کہ وہ جلد از جلد لینے کے قابل ہو ۔ ماں کی اپنے بچہ کے لئے محبت اور خیرخواہی سب سے بڑھ کر ہوتی ہے اسی لئے اس کے پاس اگر کوئی اچھی چیز ہو تو وہ بچہ کو پکارتی ہے کیونکہ وہ جلد از جلد اچھی چیز بچہ کو دینا چاہتی ہے ۔ ماں کی بچہ سے محبت اور خیرخواہی کس نے پیدا کی ہے ؟ اللہ تعالیٰ نے ۔ تو اگر دنیا بھر کی ماؤں کی محبت اور خیرخواہی کو اکٹھا کر دو تو وہ محض ایک جھلک ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی اپنی محبت اور خیرخواہی کی جو اُسے انسان سے ہے ۔ اسی لئے وہ ہمیں پکارتا ہے کہ الٰہی مغفرت اور جنت جیسی اچھی چیزوں کو ہم جلد از جلد لے لیں ۔

فرمایا کہ اس جنت کی وسعت آسمانوں اور زمین کی وسعت کے برابر ہے ۔ اصل جنت تو انسان کے لئے مرنے کے بعد مقرر ہے ۔ وہ اصل جنت سات آسمانوں میں پھیلی ہوئی ہے جن آسمانوں میں انسان نے مرنے کے بعد ترقی پانا ہے کیونکہ انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی مرنے کے بعد بھی جاری رہے گی ۔ مگر ایک جنت انسان کو اس زمینی زندگی میں بھی حاصل ہو سکتی ہے ۔ قرآن نے دوسری جگہ فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنے جو اپنے رب کے آگے جوابدہی کے کھڑے ہونے کے وقت سے خوف رکھتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں ۔ مفسرین کا اتفاق رائے ہے کہ یہ دنیا اور آخرت کی جنتیں

ہیں۔ مفسرین کا اتفاق رائے ہے کہ یہ دنیا اور آخرت کی جنتیں ہیں۔ آخرت کی جنت تو مسلمہ طور پر ظاہر کی ان نعمتوں سے بھرپور ہوگی جن کا ذکر قرآن کریم میں تفصیل سے مذکور ہے۔ مگر اس دنیا میں وہ ظاہری نعمتیں متقیوں کو کہاں نصیب ہوتی ہیں کہ باغات ہوں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں یا محلات پھل اور اعلیٰ غذائیں میسر ہوں۔ مگر ایک نعمت جو ہر متقی کو ضرور بالضرور اس دنیا میں نصیب ہوتی ہے وہ ہے دل کی جنت۔ قرآن کریم نے بہت سی دوسری جگہوں میں اس جنت کی حالت کا یوں ذکر فرمایا ہے لاخوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون نہ ان کو خوف ہوگا نہ وہ حزن یعنے غم و فکر کریں گے۔ خوف کسی بُری حالت کے پیدا ہونے سے پہلے ہوتا ہے۔ حُزن اُس حالت کے پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ مثلاً ایک چور نے چوری کی تو سُنا اس کے دل میں خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ میں پکڑا نہ جاؤں۔ اور جب وہ پکڑا جائے یا سزا پائے تو پھر حُزن پیدا ہوتا ہے۔ تو جو کوئی جرم یا گناہ کرتا ہے تو سب سے پہلی سزا جو اُسے اس دنیا میں ہی مل جاتی ہے وہ ہے اطمینانِ قلب کا دور ہو جانا۔ متقی انسان بھوکا سوئے مگر بے فکر سوتا ہے۔ چور یا ڈاکو یا رشوت لینے والا پیٹ بھر کے سوئے مگر وہ اس بے فکری سے محروم ہوتا ہے۔ میں حضرت آدمؑ اور حوّا کے واقعہ کے متعلق قرآن حکیم کے درس میں بتا آیا ہوں کہ جس جنّت میں اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو پیدا کیا ہے وہ دل کی جنّت ہے جو بچہ کی معصومیت کے رنگ میں نظر بھی آتی ہے۔ مگر شیطان انسان کو بہکا کر اور گناہ کرا کر اس کو اس جنت سے محروم کر دیتا ہے۔

ہمارے مغرب زدہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں دل کی جنت کی قدر نہیں جانتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ باہر عیش و آرام کے سامان ہوں تو ہی جنت ہوتی ہے مگر زندگی کے تلخ تجربے ان نوجوانوں کو بتائیں گے جس طرح میں نے خود ساری زندگی کے تجربہ سے سیکھا ہے۔ کہ اگر دل میں جنت ہو تو ہی انسان سکھی ہوتا ہے اگرچہ باہر کے عیش و آرام نصیب نہ بھی ہوں اور اگر انسان کا دل دکھی ہو یا اس میں جہنم کی ھل من مزید (یعنے اور، اور، اور) کی آگ بھڑک رہی ہو تو وہ انسان جہنمی ہے اگرچہ ظاہر میں اُسے عیش و آرام کے سامان میسر ہوں۔ جس چیز نے انسان کے ساتھ مرنے کے بعد آگے جانا ہے وہ اس دنیا کے عیش و آرام کے سامان نہیں بلکہ وہ رُوح ہے جو انسان کے اندر ہے۔ وہ روح انسان کے اندر رہ کر اس کی ساری زندگی کی مختلف حالتوں میں سے گذرتی اور نیکی اور بدی کے اثر سے متاثر ہوتی ایک شخصیت یا PERSONALITY بن جاتی ہے اس کا نام قرآن حکیم نے "نفس" رکھا ہے۔

اگر انسان کا نفس نفسِ مطمئنہ ہے یعنے وہ نفس جو اطمینان کی حالت میں ہے تو وہ جنت میں جائے گا جس کے لئے سورۃ الفجر ۸۹ میں لکھا ہے:-

"یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ○ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ○ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○"

(آیات ۲۷ تا ۳۰)

یعنے "اے نفس جو اطمینان پا گیا اپنے رب کی طرف لوٹ آ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، سو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنّت میں داخل ہو جا"

الغرض وہی نفس جو اس دنیا میں دل کی جنت یعنے حالتِ اطمینان میں آ گیا وہی مرنے کے بعد ظاہر کی اعلیٰ ترین جنّت میں بھی جائیگا فرمایا کہ جنّت چاہے وہ اس دنیا میں اطمینانِ قلب کی ہو یا آخرت میں باہر کی جنّت ہو وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے اس کی تفسیر اور اس آیت کی بقیہ تفسیر میں انشاءاللہ اگلے درس میں عرض کر دوں گا۔

—— *** ——

درسِ قرآنی سے تقدیرِ بشر تازہ کریں۔

ولولے تازہ کریں، قلب و نظر تازہ کریں
پُریقیں اُمید پہ رختِ سفر تازہ کریں

نرگسِ ایّام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
زخمِ دل تازہ کریں، زخمِ جگر تازہ کریں

عہدِ ماضی کے تبسّم خیز پیمانوں کے ساتھ
آؤ پھر رنگینیٔ شام و سحر تازہ کریں۔

پھر امامِ وقت کے ارشاد کی تکمیل میں
گرمیٔ ایماں سے ہر دل پر اثر تازہ کریں

ہوگا نکہت آفریں اقوامِ عالم کا مزاج
گلبنِ اخلاصِ ہستی کو اگر تازہ کریں

نور کے سانچے میں ڈھل سکتے ہیں مسجد کے چراغ
ہم اگر دل میں ضیائے معتبر تازہ کریں

راحتِ کونین بن جائیں ہماری کوششیں
درسِ قرآنی سے تقدیرِ بشر تازہ کریں

پھر یہ پاسِ آشتی ہمدردیوں کا درس دیں
پھر یہ نامِ امن فکرِ بے ضرر تازہ کریں

جن پہ ہے علویؔ اساسِ عظمت و تقدیسِ قوم
اُن روایاتِ کہن کو سر بسر تازہ کریں

(محمد اعظم علوی مرحوم)

—— *** ——

محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ، لندن

بیاد محمد احمد مرحوم و مغفور
ابن حضرت مولانا محمد علی رح

آئی جو اُس کی یاد...

یہ یادیں تو کچھ ایسی بھولی ہوئی بھی نہیں۔ اکثر ہنگامہ ہستی کے شور و غوغا میں بھی کسی نہ کسی وقت آ ہی جاتی ہے اور دل سے ایک آہ اٹھ کر لبوں تک آ جاتی ہے۔

لیکن آج ۲۳ جنوری کی صبح آنکھ کھلتے ہی پہلا خیال جو آیا وہ یہ تھا کہ آج کا دن ہماری جماعت اور ہمارے گھرانے کے پیارے نور چشم جا بہار محمد احمد ابن حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دنیائے فانی سے رخصت کا دن ہے۔ تین سال قبل آج کے دن ہی ہزاروں میل پرے سات سمندر پار اپنوں سے دور اس ننھا مسافر نے اللہ کے بلاوے پر اپنی جان دیکر حق بندگی ادا کر دیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرنا تو برحق ہے۔ جو پیدا ہوا وہ ناپید بھی ہوگا۔ لیکن جان دینے پر مجھے بے اختیار مرزا غالب کا یہ شعر یاد آتا ہے کہ:

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

حق یہی ہے کہ وقت آجانے پر مرتے تو سب ہیں لیکن اللہ جانے کتنے ایسے ہوتے ہیں جو اپنے خالق و مالک کا حق بندگی ادا کر کے جان دیتے ہیں مگر عزیز محمد احمد کے لئے میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ اپنی مختصر زندگی میں اس کا پورا حق بلکہ کچھ سوا ہی ادا کر گیا۔ اس لئے کہ روز پیدائش سے لے کر خاتمہ تک اس کی زندگی ایک ایسی کھلی ہوئی کتاب تھی کہ اول سے لیکر آخر تک نظر ڈال لو کہیں بھی وہ حکم خداوندی سے بال بھر ادھر اُدھر نہیں ہوا۔ سوائے فرمانبرداری مولا کے کسی جگہ سرکشی اور بغاوت کا نشان نہیں ملتا۔ اور پھر صرف فرمانبرداری اور حدود اللہ کی پابندی تک ہی معاملہ نہیں رہا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر خدمت اسلام و قرآن میں جان لڑا دی اس کا اثر نہ ہمارے نوجوان بچوں کے لئے نہ صرف قابل تقلید ہے بلکہ دیکھنے کے قابل ہے یہی سوچ کر میں اپنی یاد کو یہاں تحریر میں لا رہی ہوں۔

وہ اپنی پانچ بہنوں کے بعد دنیا میں آیا۔ کسی دنیا دار گھرانے میں پیدا ہوتا تو اللہ جانے کیسی آؤ بھگت ہوتی مگر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ماں باپ نے اپنی اولاد کو اللہ کی دین سمجھا۔ اور سب کو محبت و قدر سے رکھا۔ محمد احمد کی بھی ان کو اور سب عزیزوں کو بہت محبت اور خاطر عزیز تھی لیکن وہ ایسی نیک اور سعید فطرت لے کر پیدا ہوا کہ اگر اسکو بگاڑا بھی جاتا تو نہ بگڑتا سونے پر سہاگہ ہوا اپنے عظیم باپ کا بے نظیر نمونہ۔ انہیں کی طرح طبیعت میں صبر و تحمل۔ خاکساری اور خاموشی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

طالب علمی کے زمانہ میں اپنے دوسرے ساتھی لڑکوں میں ایسا ملا جلا رہا کہ پہچاننا مشکل تھا کہ امیر قوم کا نور چشم کون سا ہے۔ وہ بچے بھی اپنی ہی جماعت کے بزرگوں کے تھے جیسے جناب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب، جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے صاحبزادے زمانہ طالب علمی میں شروع سے ہی تعلیمی امتحانوں میں کامیابی نے قدم چومے مگر کبھی کسی نے اُسے خوشی میں آپے سے باہر ہوتے نہیں دیکھا۔ کبھی بے جا غرور یا فخر نہیں کیا۔

گورنمنٹ کالج لاہور میں اکثر ہندو، سکھ اور مسلمانوں کے چوٹی کے اعلیٰ خاندانوں کے لڑکے پڑھتے تھے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی نہ صرف ملک بھر کے مسلمانوں بلکہ کل دنیائے اسلام میں ایسا بلند و بالا تھا کہ بڑے سے بڑے لیڈر اور قومی رہنما ان کے در پر حاضری کے متمنی اور اسے باعث فخر سمجھتے تھے۔ اگر ان کا بیٹا چاہتا تو امیر اور دنیاوی جاہ و عزت والے گھرانوں کے لڑکوں سے راہ و رسم بڑھا کر ماڈرن سوسائٹی میں نمایاں ہو سکتا تھا کیونکہ اکثر بہت سنبھلے ہوئے والدین کی اولاد بھی بے راہ ہو جاتی ہے لیکن سوسائٹی چھوڑ وہ اپنے کالج میں بھی خاموش۔ سلجھا ہوا۔ متقی اور مؤدب طالب علم تھا اور گھر میں بھی کبھی کسی نے اسے کسی سے الجھتے زور زور سے بولتے یا والدین اور دیگر بزرگوں کے سامنے جواب دیتے اور گستاخی کرتے نہیں دیکھا یا سنا۔ جو انسان ایسا مٹا ہوا ہو اس نے کسی کا دل کیا دکھانا یا کسی کی برائی بھلائی میں کیا حصہ لینا تھا۔ اسی طرح خاموشی اور صلح جوئی سے طالب علمی کا زمانہ گذر گیا۔

دنیا کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ دینی تعلیم۔ نماز۔ روزہ۔ قرآن سب گھٹی میں پڑا تھا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب رح کا معمول تھا کہ مسجد کے علاوہ گھر پر یا باہر سیر ہو یا تفریح عموماً نماز کے وقت لڑکوں سے اذان دلوا کر ہمراہیوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا فرماتے تھے۔ اس طرح گھر کے ممبروں اور بچوں کو بھی اکثر باجماعت نماز کی عادت پڑ گئی تھی۔ ویسے بھی کیا احمدیہ بلڈنگس اور کیا مسلم ٹاؤن ان کا گھر تھا ہی مسجد کے زیر سایہ۔ چنانچہ یہ نوجوان بھی پکا نمازی بن گیا۔

طالب علمی کے بعد ریلوے کے مقابلے کے امتحان میں بیٹھا اور اس میں کامیابی کے بعد اللہ نے دنیاوی روزگار کا سامان مہیا کر دیا۔ اب نوجوانی تھی افسری تھی اور آزادی تھی۔ مگر کسی بے راہ روی کا تو شاید اسے خیال ہی نہ آیا۔ نہ کسی ناجائز کام یا رشوت لینے دینے کا وہ سوچ سکا۔ البتہ اپنے عہدے کی وجہ سے جو جائز اسکو خدمت خلق کا ملا اس میں اس نے کبھی کمی نہ کی۔ بہت سے مستحق نظر انداز پڑے ہوئے غریبوں کو ان کا حق دلوایا۔ روزی کے لئے سرگرداں بندگان خدا کو کہیں کہیں ریلوے

کے وسیع کارخانے میں کام دیا لگا کر ان کو فاقہ کشی سے بچا لیا۔ ایک چھوٹا سا واقعہ یہاں یاد آگیا۔ صعوبت سفر یوں بھی بہت ہوتی ہے لیکن ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں جب میں اپنے بچے کے ہمراہ لاہور سے ایبٹ آباد جانے کے لئے لاہور ریلوے سٹیشن پہنچی تو وہاں قیامت کا ہنگامہ اور آپا دھاپی مچی ہوئی تھی۔ ننھے ننھے بچوں والے والدین بچوں کو موقعۂ جنگ سے ہٹانے کے لئے باہر جانے کو بے چین پھر رہے تھے۔ ٹکٹ یا سیٹ ملنے کا سوال تو دور رہا اسٹیشن میں داخل ہونا دشوار تھا۔ میں وہاں سے سیدھی ریلوے ہیڈکوارٹر میں محمد احمد کے دفتر پہنچی۔ میری اور مخلوق خدا کی پریشانی سن کر محمد احمد نے اپنی کام کی فائلیں رکھ کر ٹیلی فون پکڑا اور جب تک دوسرے ذمہ دار افسران اور اہلکاروں سے واسطہ پیدا کر کے زائد بوگیاں ٹرینوں میں لگانے کا بندوبست نہ کر لیا فون ہاتھ سے نہ چھوڑا اور یوں میرے ساتھ بہت سے اور مضطرب والدین بچوں سمیت آرام سے چل پڑے اور میرے سوا شاید کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ کس دردمند کا ہاتھ یہ کام کر گیا۔ ایسے ایسے کئی اور واقعات ہیں جو طوالت کے خوف سے چھوڑتی ہوں۔ یہ داستانیں بہت سے دلوں میں بکھری پڑی ہیں۔ وقت کی دھول کہاں تک انہیں مٹائے گی۔

سرکاری کام اور ضروری فرائض کی ادائیگی کے بعد محمد احمد کا دل پسند مشغلہ تھا قرآن کا گہرا مطالعہ اور دوسری مذہبی کتابوں کو پڑھ کر علم کی تہہ تک پہنچنا لیکن وہ بھی اس خاموشی سے چپ چپاتے کہ کسی کو گمان نہ ہوا کہ وہ کس طرح یہ کٹھن منزلیں طے کر رہا ہے۔ عربی میں ایم۔ اے کر کے بنیاد تو پڑ چکی تھی۔ اب شوق اور جستجو نے علم وسعت و آگاہی کو پھیلاتی ہی چلی گئی۔ یہ مدارج طے نہیں ہوتے جب تک سرشت میں مستقل مزاجی اور صبر نہ ہو۔ مگر محمد احمد تو اس صابر و شاکر دھن کے پکے باپ کا بیٹا تھا جس نے برس ہا برس قرآن کریم کی تفسیر اور تراجم کے لئے بحرِ علم و معرفت سے موتی چن چن کر انگریزی ترجمۃ القرآن اور بیان القرآن جیسی بے بہا انمول نعمتیں دنیا کو بخشی تھیں۔ علاوہ ازاں گرانقدر بیش بہا کتب کے۔ یہ اسی مستقل مزاجی سے پایا ہوا ورثہ تھا کہ جب حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری "مجاہد کبیر" کے لئے حالات و معلومات جمع کرنے کی ضرورت پڑی تو محمد احمد نے قادیان کے زمانے سے لے کر ان کی ساری زندگی کے تاریخی واقعات جو پرانے بوسیدہ اخباروں رسالوں اور کاغذات میں تھے دن رات کی محنت شاقہ سے جمع کئے۔ ایک بار مجھے خود بتایا کہ پرانے خستہ حال دیمک خوردہ کاغذوں کے ایسے ایسے انبار تھے کہ ان کو دیکھ کر دل گھبراتا تھا جو میں نے دن رات ایک کر کے پڑھے اور چھانٹے۔ بعد میں ان کی تحریر و تشکیل جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب مرحوم دمغفور نے کی اور اس طرح اس عظیم المرتبت ہستی کی داستان جدوجہد ایک خزینہ آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ ہو گئی۔ دوسرا صبر آزما کام تھا بیان القرآن کی دوبارہ طباعت پر اور اس پر نظر ثانی۔ جو اس ہونہار نوجوان نے اپنے سرل اور بحسن و خوبی انجام دی۔

یُوں ہی وقت گذرتا رہا۔ ماضی کا الہڑ نوجوان اب ایک پختہ عمر تجربہ کار انسان بن گیا۔ سرکاری نوکری کے نشیب و فراز طے ہو چکے تھے۔ مگر روحانی بلندیوں اور دینی علوم کا عروج تھا اب اس کی زندگی کی ساری توجہ کا مرکز ہماری جماعت اس کے اہم امور، اور انجمن کے بیرونی مشنوں کی فکر اور ان سے خط و کتابت تھے اس کی صبحیں اسی فکر اور سوچ کی نذر تھیں اور راتیں کی شامیں دارالسلام میں گزرتی تھیں کسی کلب کھیل یا سوسائٹی کی تقاریب میں حصہ لینے کا نہ وقت تھا نہ ان کی کشش تھی۔

زندگی کی گھڑیاں گھٹ رہی تھی مگر اس کا ذوق و شوق اور دین میں استغراق بڑھ رہا تھا اور کسی کو کانوں کان خبر نہ تھی۔ اور اس طرح جب پہلی دفعہ اپنی زندگی کے آخری جلسہ سالانہ میں وہ سٹیج پر آکر بولا تو ساری قوم چونک اٹھی۔ کیا علم تھا۔ کیا سچائی تھی اور کیا زور بیان تھا۔ کہ سننے والوں کے نہ صرف دل و دماغ پر چھا گیا بلکہ دلوں میں اتر گیا۔ روحیں وجد میں آگئیں۔ یُوں محسوس ہوا کہ ہماری قوم کے تاریک اُفق پر ایک نیا چمکتا ہوا ستارہ تیزی سے طلوع ہو رہا ہے۔ اور ہمارے دل اُمید و خوشی سے جھوم اٹھے۔ جس نادر علم و معرفت کا سرمایہ اس کے دل و دماغ میں جمع ہو رہا تھا پہلی بار اس کی جھلک نظر آئی۔ تو کیسا سہارا اور اطمینان ہمارے دلوں کو ملا یہ جان کر کہ بزرگوں کا ورثہ کم نہیں ہو رہا بلکہ بڑھ رہا ہے۔ لیکن یہ چمکتا ہوا ستارہ جس طرح اچانک سامنے آیا اسی طرح آناً فاناً غروب ہو گیا۔ اسی سال موسم گرما کے آغاز پر اسکو ڈاکٹروں نے بتایا کہ اس کے سوڑھے میں ایک ناقابل علاج مرض کی ابتداء ہے۔ یہ علم دھلا دینے والا تھا مگر آفرین اس کے آہنی حوصلے پر کہ اپنے غم و الم کو چھپا کر اور اس مہلک رپورٹ کے کاغذ کو جیب میں ڈال کر دارالسلام کی مسجد میں سیرت نبی کا جو جلسہ منعقد ہو رہا تھا اس میں تقریر کرنے چلا گیا۔ اور ایسی عمدہ تقریر کی کہ کسی کو شک تک نہ ہوا کہ اس کی جیب میں موت کا پروانہ ہے۔ یوں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی واضح مثال قائم کر گیا۔

اب علاج کی ضرورت اُسے انگلینڈ لے گئی۔ جسمانی علاج تو جو ممکن تھا شروع ہوا مگر انگلینڈ پہنچ کر جس طرح محمد احمد نے دل و جان سے ہماری یو۔ کے جماعت کی رہنمائی کی اس کی یاد ہمارے دلوں پر ہمیشہ نقش رہے گی۔ یہ وہ دور تھا کہ یو۔ کے جماعت کا نہ گھر تھا نہ در۔ احمدیہ ہاؤس پر غاصبانہ قبضہ کرنے والی پارٹی سے عدالت میں سامنا تھا۔ اور پھر بھی کوئی صورت اس مخمصہ سے نجات کی نہ تھی۔ مالی پریشانی اسی وجہ سے حد سے باہر تھی۔ اس بندۂ اللہ نے دن رات ایک کر کے کاغذات دیکھے فائلوں کی ورق گردانی کی۔ فون کئے۔ ممبروں سے ملاقاتیں کیں اور دن رات کی محنت اور سرگردانی کر کے الجھے معاملات کو سلجھانے میں مدد کی۔ مالی تنگی دور کرنے کے لئے بغیر شور و غوغا کئے اِدھر اُدھر بذریعہ تحریر اپیل کر کے خاصی معقول رقم مہیا کر دی۔ خود بھی علاوہ اپنا وقت دینے اور دماغی محنت کرنے کے مالی مدد میں حصہ لیا۔ اور پھر اس کے آنے سے جو زندگی کی لہر اس مشکلات میں گھری جماعت میں دوڑی اور مشن کے مقصد کو فائدہ ہوا اس کا تو کیا بیان ہو۔

محمد احمد کی آخری تقریر انگلینڈ میں ان کا خطبہ عید الاضحیٰ تھا۔ اب ان کی بیماری ایک دفعہ کم ہو کر پھر ابھر رہی تھی۔ اور بولنے میں ان کو تکلیف محسوس ہوتی تھی لیکن جب ہم لوگوں نے ہچکچاتے ہوئے ان سے درخواست کی تو وہ بخوشی اور بہت سرگرمی سے تیار ہو گئے اور پھر حاضرین نے دیکھا کہ ان کو اپنی تقریر کی روانی اور انہماک میں اپنی تکلیف بلکہ اپنی ہستی ہی بھول گئی اور تقریباً گھنٹہ بھر کی انگریزی کی وہ خوبصورت تقریر ان کی آخری بات تھی۔ آخر میں جب انہوں نے سورۃ العصر پڑھ کر کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے رخصت ہوتے وقت یہی سورت پڑھ کر جدا ہوتے تھے۔ سو آج یہی سورت پڑھ کر میں آپ سب سے

رخصت ہوتا ہوں ۔ کیونکہ شاید یہ میری آخری تقریر آپ سب کے درمیان ہوگی تو مجھ سمیت اس وقت سب سننے والوں کے دل بھر آئے اور آنسوؤں کو پی جانا مشکل ہو گیا ۔ اس وقت تو ان کا اشارہ اپنی روانگی پاکستان کی طرف تھا جس کا وہ بے حد لگن اور دلی خوشی سے انتظار کر رہے تھے لیکن کیا وہاں کے حاضرین اور کیا وطن کے مکین سب کے لئے الوداع الفراق کی گھڑی تیزی سے قریب آ رہی تھی ۔

بہت جلد وہ انگلینڈ سے رخصت بھی ہوئے وطن عزیز میں چند روز گذار کر پھر بغرض علاج واپس انگلینڈ بھی پہنچے اور وہاں سے چند روز بعد ہی سفر آخرت پر روانہ ہو گئے ۔ اور قوم گھاٹے میں رہ گئی ۔

آج بھی ۲۳ جنوری کی صبح تھی ۔ جاڑے کی سنہری دھوپ میں دار السلام لاہور کی نکھری ہوئی فضا چمک رہی تھی جب ہم لوگ فاتحہ پڑھنے وہاں پہنچے تو اس کے کنارے شہر خموشاں میں روائے خاکی اوڑھے اس کا تھکا ہوا جسم فانی سو رہا تھا چاروں طرف قوم کے کیسے کیسے بزرگوں علمبرداروں اور دین کے فدائیوں کی خاکی نشانیاں بکھری ہوئی تھیں کہ ایک نورتن تھا کہ اس کے جلو میں جگمگا رہا تھا ۔ ایسے میں

آئی جو اس کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقشِ ماسوا کو مٹاتی چلی گئی ۔

* * *

بے ثباتیٔ دنیا

عیشِ دنیائے دوں دمے چند است — آخرش کار با خداوند است

اس ذلیل دنیا کا عیش چند روزہ ہے بالآخر خدا تعالیٰ سے کام پڑتا ہے

ایں سرائے زوال و موت و فنا ست — ہر کہ بنشست اندریں برخاست

یہ دنیا زوال موت اور فنا کی سرائے ہے ، جو بھی یہاں رہا وہ آخر رخصت ہوا

یکدمے ولسوئے گورستان — وز خموشانِ آں بپرس نشاں

تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا اور وہاں کے مُردوں سے حال پوچھ

کہ مآلِ حیاتِ دنیا چیست — ہر کہ پیدا شد است تا کے زیست

کہ دنیاوی زندگی کا انجام کیا ہے اور جو پیدا ہوا وہ کب تک جیا ہے

ایں جہان است مثلِ مُردارے — چوں سگے ہر طرف طلبگارے

یہ دنیا تو مردار کی طرح ہے ۔ اور اس کے طلبگار کتوں کی طرح اسے چمٹے ہوئے ہیں ۔

(حضرت مجدد صد چہاردہم)

* * *

ارشاداتِ نبوی ؐ

حقیقی زندگی

آخرت کی زندگی ہے

* حضرت ابو ہریرہ رضؓ آنحضرت صلعم سے روایت کرتے ہیں : فرمایا : اللہ تعالیٰ نے ایسے انسان کا عذر باقی نہ چھوڑا کہ اسے یہاں تک دنیا میں رہنے دیا کہ وہ ساٹھ برس کو پہنچا ۔
* بروایت حضرت ابو ہریرہ رضؓ آنحضرت صلعم نے فرمایا ،
اس کا دل دو چیزوں کے بارے میں جوان رہتا ہے (۱) دنیا کی محبت اور (۲) درازیٔ امید ۔
* بروایت حضرت انس رضؓ آنحضرت صلعم نے فرمایا ۔
انسان بڑا ہوتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دو چیزیں بھی بڑھتی جاتی ہیں (۱) مال کی محبت اور (۲) دنیا کی خواہش
* حضرت عائشہ رضؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں :
فرمایا ۔ راست روی اختیار کرو ۔ اور میانہ روی اختیار کرو اور خوش رہو کیونکہ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا تو لوگوں نے کہا ، اور نہ آپؐ کو یا رسول اللہ ! فرمایا ۔ اور نہ مجھے سوائے اس کے کہ اللہ مجھے مغفرت اور رحمت سے ڈھانک لے ۔
* ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ جنت والوں سے فرمائے گا اے جنت والو ! وہ کہیں گے ہمارے رب ! ہم قبول کرنے اور فرمانبرداری کے لئے حاضر ہیں ۔ اللہ فرمائے گا کیا تم خوش ہو وہ کہیں گے ہم کیوں خوش نہ ہوں ۔ اور تو نے ہمیں وہ دیا جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا ۔ اللہ فرمائے گا میں تمہیں اس سے بہتر چیز دوں گا انہوں نے کہا اے ہمارے رب اس سے زیادہ فضیلت والی کونسی چیز ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں اپنی رضا تم پر اتار دوں گا تو اس کے بعد میں کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا ۔
* حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا مگر اس کو اس کی وہ جگہ دوزخ میں دکھائی جائیگی جہاں وہ بدی کرنے کی حالت میں ہوتا تاکہ وہ اور زیادہ شکر کرے اور کوئی شخص دوزخ میں نہیں جائیگا مگر اسکو اس کی وہ جگہ جنت میں دکھائی جائیگی جہاں وہ نیکی کرنے کی حالت میں ہوتا تاکہ وہ اس پر زیادہ افسوس کرے ۔

(بخاری ۔ کتاب الرقاق)

* * *

طبقہ فخر سے اپنا سر بلند کر سکتا ہے۔

اب ذیل میں چند اختلافی امور کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا تعلق عورت کی روزمرہ کی زندگی سے ہے۔

۱:۔ عورت کا چہرہ

عربی میں عورت کا لفظ پوشیدہ رکھنے والی چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر ہمارے ہاں یہ لفظ صنفِ نازک کے لئے عام ہو چکا ہے۔ قرآن کریم میں مردوں اور عورتوں کو نظریں جھکا کر چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا چہرہ پوشیدہ رکھنا ضروری نہیں ہے اور پھر حج بیت اللہ میں خاص طور پر حکم دیا گیا ہے کہ عورت کا چہرہ کھلا ہوا چاہیئے اور اسے دیکھنا بدنیتی کے سوا جائز ہے۔ اور حضورؐ نے شادی سے پہلے عورت کو دیکھ لینے کی بھی اجازت دی ہے۔ تمام علمائے امت کے نزدیک چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کھلے رکھنے کی اجازت ہے مگر ان چیزوں کو مزین کر کے مردوں کو دکھانے کی نیت سے کھلا رکھنے کی اجازت قطعاً نہیں ہے۔ اور چہرہ کا میک اپ صرف عورت کے خاوند کے لئے ہے نہ کہ عام مخلوق کے لئے۔ دراصل انسان کا چہرہ ایک کتاب کے دیباچہ کی مانند ہے جو کتاب میں ہو دیباچہ سے معلوم ہو جاتا ہے۔

۲۔ بازوؤں اور پنڈلیوں کا ظاہر کرنا۔

بعض اسلامی ممالک میں مغرب کی تقلید میں اور اسلامی تہذیب سے ہٹ کر غیر اسلامی تہذیب اور کلچر کو اختیار کرتے ہوئے بازوؤں اور پنڈلیوں کو عریاں رکھا جاتا ہے۔ ایسا کرنا تمام علمائے امت کے نزدیک منع ہے۔

۳۔ سفید بالوں کو سیاہ کرنا:۔ بڑھاپے میں بہت سے مسائل سے سامنا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک احساس عمر ہے اگر اس احساس کو دبانے کیلئے عورتیں اپنے بالوں پر خضاب یا کوئی رنگ لگا کر سیاہ کریں تو اس میں حرج نہیں ہے حدیث شریف میں آتا ہے:۔

”منہ کو ڈھانپنا، بالوں کو خضاب لگانا اور انگلیوں کو چھپا کر رکھنا یہ سب کچھ اپنے خاوند کی اجازت سے جائز ہے اور اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے“

۴۔ استعمال کے زیور پر زکوٰۃ

سونے اور چاندی کے جو زیورات عورت کے استعمال میں ہوتے ہیں ان کے متعلق بیشتر علمائے اسلام کا یہی فتویٰ ہے کہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے تاہم علماء کے مختلف مذاہب کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے کہ ایسے زیورات جو سونے اور چاندی سے بنوائے جاویں خواہ وہ روزمرہ کے استعمال میں ہوں ان پر زکوٰۃ واجب ہے اور ایسا ہی مذہب حضرت عمر ابن خطابؓ، ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ اور علمائے حنفیہ کا ہے۔

۲۔ امام شافعیؒ کا مذہب

حضرت امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ ایسے زیورات جن کا مرد اور عورت کیلئے پہننا جائز ہے وہ بدن کے لباس، گھر کے اثاثے اور بھیڑ بکریوں کی ذیل میں آتا ہے ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور یہی مذہب حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ کا ہے۔ اور امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ ایسا ہر زیور جس کی عورتوں کو یا مردوں کو پہننے کی اجازت ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

تمام زیورات جو روزمرہ کے استعمال میں آتے ہوں ان پر جب تک زکوٰۃ واجب نہیں ہے جب تک وہ تجارت کے لئے استعمال نہ کئے جاویں جب ان سے تجارت کی جائے گی تو ان پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔

۵۔ عورت کا جدید تعلیم سے آراستہ ہونا۔

آنحضرت صلعم نے حصول تعلیم ہر مومن اور ہر مومنہ اور ہر مسلم اور ہر مسلمہ کے لئے پوری جدوجہد کے ساتھ فرض قرار دی ہے۔ اور تعلیم بھی ایک زیور ہے جس سے آراستہ ہونا عورتوں کے لئے اس قدر ہی ضروری ہے جس قدر مردوں کے لئے ہے ہمارے معاشرہ میں ابھی تک بعض خاندان ایسے ہیں جو بچیوں کی زیادہ تعلیم کی مخالفت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور اس کی بڑی وجہ معاشرتی عیوب ہیں جن کے دور ہونے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ ہمارے ہاں مرد کو عورت کے احترام کرنے کا سلیقہ نہیں ہے جس کی وجہ سے بہت سی ایسی عورتیں تعلیم سے محروم رہ جاتی ہیں جو اگر تعلیم یافتہ ہوں تو آئندہ نسل، ملک و قوم کے لئے زیادہ مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ مگر بعض ایسی خواتین بھی تو ہیں جو تعلیم بھی حاصل کرتی ہیں اور معاشرہ کی برائیوں سے بھی محفوظ رہتی ہیں مگر اس کے لئے بہت کوشش کی ضرورت ہے۔

اس کی ذمہ داری مردوں پر عائد ہوتی ہے کہ عورت کی تعلیم میں رکاوٹ بن کر کھڑا ہونے والا عنصر مردوں میں سے ہے انہیں اپنے ہم جنسوں کے اخلاق درست کرنے کے لئے کوئی ٹھوس قدم اٹھانے چاہیئیں تاکہ ان کی آئندہ نسلیں بہتر رنگ میں تعلیم و تربیت حاصل کر سکیں۔

۶۔ عورت کی سربراہی

اگر قوم کی متفقہ رائے ہو تو عورت بھی ملک کا نظم و نسق چلانے میں اس طرح ہی ممد و معاون ہو سکتی ہے جتنا کہ ایک مرد۔ قرآن کریم نے ایک عورت کا ایک بہترین قول نقل فرمایا ہے جو سربراہ مملکت تھی اور بوقت ضرورت قوم سے مشورہ حاصل کر کے اہم امور سرانجام دیتی تھی اس قوم کو حضرت سلیمانؑ نے اسلام کی دعوت دی اس دعوت کے ملنے پر اس کا یوں ذکر آتا ہے

”اس عورت نے کہا اے سردارو! مجھے اس معاملہ میں رائے دو جب تک تم مشورہ نہ دو گے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکوں گی۔۔۔۔ اس عورت نے کہا کہ (یاد رکھو) جب بادشاہ کسی ملک میں داخل ہو جاتے ہیں تو اسکو تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت افراد کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہی وہ کیا کرتے ہیں“ اور یہ ان وجوہات میں سے ہے جس سے اسلام میں عدم ملوکیت کا تصور قائم ہے۔۔۔۔

باہتمام الیدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور - مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۸۴ء - جلد ۷۱ شمارہ ۱۰ - ۱۲

جلد:- ۷۱ | یوم چہار شنبہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۸۴ء | شمارہ: ۱۳

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

اللہ تعالیٰ تمہیں ایک ایسی جماعت بنانا چاہتا ہے

کہ تم دنیا کے لئے راستبازی کا نمونہ ٹھہرو

"چاہیئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذبات نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو اور اگر کوئی جہالت سے پیش آئے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اٹھ جاؤ۔

اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں برے برے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو۔ ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسا کہ وہ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنادے کہ تم تمام دنیا کیلئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔

سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیزگاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے گا۔ کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے اور یقیناً وہ بدبختی میں مرے گا۔ کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ۔ تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے۔ اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکیگا۔"

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۴۴)

—— * * * * ——

ارشاد حضرت اقدسؑ

"مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔" (اربعین نمبر ۳، ۴ صفحہ ۳)

از مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، لندن۔

ایک ہو جاؤ اور نیک بن جاؤ

گذشتہ کچھ مدت سے پاکستان جن ہنگامی حالات سے گذر چکا ہے اس پر تمام دنیا کی توجہ مرکوز رہی ہے۔ پاکستان میں رہنے والوں اور اس اسلامی ملک کے بہی خواہوں کی تمام تر ہمدردیاں یہ رہیں کہ جس طرح گذشتہ ۶ سال میں اس ملک میں ایک طرف امن رہا اور دوسری طرف اسے مالی ترقی اور خوشحالی میسر آئی اسی طرح یہ نظام قائم و دائم رہا مگر دوسری طرف دشمنانِ اسلام و پاکستان کی خواہشات و کوششیں یہ رہیں کہ کسی طرح باہمی پھوٹ بڑھ کر پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ دشمنوں کی یہ کوششیں و تمنائیں خاک میں مل گئیں اور موجودہ نظام حکومت قائم و دائم رہا۔ سوچنا چاہیئے تھا کہ پاکستان کا مطالبہ اس امر پر پروان چڑھا کہ برصغیر میں بسنے والی دو قومیں ہیں نہ کہ ایک مسلمان اور غیر مسلم۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ ہر لحاظ سے مسلمان ایک الگ قوم ہے۔ اس کا نظریہ زندگی۔ اس کی تاریخ و ثقافت۔ اس کی طرز زندگی اس کا دین و مذہب غیر مسلموں سے علیحدہ ہے۔ اور برصغیر میں اس کی عددی تعداد آٹھ کروڑ ہے لیکن سب سے بڑھ کر یہ بات افسوسناک ہے کہ ہمسایہ قوم کے تعصب و عناد کا یہ حال ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے سے بوجہ دین کی علیحدگی سے خود اسے ایک جدا قوم گھنتی اور اس سے عداوت و بغض رکھ کر اس سے ناانصافی کا رویہ رکھتی ہے۔ چنانچہ ۴۷ء کے بعد بھارت میں سینکڑوں مرتبہ ہندو مسلم فسادات ہو چکے ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ ہوا صوبہ آسام میں مسلمانوں کے خون سے کس قدر ہولی کھیلی جا چکی ہے۔ سب دنیا اس پر لرز گئی تھی۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مدبرانہ فراست نے واقعات کی بناء پر یہ امر بھانپ لیا تھا کہ ہندو قوم بالخصوص اس کے رہنما برہمن طبقہ کی تو بناء اسی پر قائم ہے کہ تمام انسان برابر پیدا نہیں ہوتے بلکہ بعض پیدائشی ادنیٰ ہوتے ہیں اور بعض اعلیٰ و برتر جیسے برہمن۔ پس ہندو مذہب میں مختلف طبقات میں انصاف و مساوات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر اس امر کا تازہ ثبوت لینا ہو تو سکھ قوم کی موجودہ تحریک علیحدگی کو دیکھ لیا جائے۔ جب یہ قوم اپنے ہی طبقات میں انصاف و مساوات رکھنے کی روادار نہیں تو دوسرے دین کے لوگوں کو کہاں برابری یا انصاف دے سکتے ہیں۔ پس قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دو قومی نظریہ بالکل درست ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دو قومی نظریہ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا پیدا کردہ ہرگز نہیں بلکہ یہ خود ہندو قوم کا پیدا کردہ ہے لیکن یہ کس قدر ساد ہلوحی ہے کہ پاکستان بنتے ہی مسلمانانِ پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے اور پھر ہندو قوم کی سازش سے مشرقی پاکستان علیحدہ ہو گیا۔ گویا وہ قوم جس نے اکثریت سے دینِ اسلام کے باعث الگ مملکت حاصل کی تھی وہ باہمی علاقائی اور لسانی تعصبات کا شکار ہو گئی۔ شومئی قسمت کہ مشرقی پاکستان کے المیہ سے درس عبرت حاصل کرنے کی بجائے اب مغربی پاکستان میں وہی علاقائی عصبیت کا عفریت سر اٹھا رہا ہے صوبائی عصبیت و علیحدگی کے نعرے مشرقی پاکستان کی تقلید میں اٹھائے جا رہے ہیں جمہوریت کا عذر لنگ تو محض مخالفت کو ہوا دینے اور علیحدگی اختیار کرنے کی غرض سے ہے اتنا ادنیٰ تدبر بھی بعض اصحاب کے ذہنوں سے جاتا رہا ہے کہ کسی ملک کے لئے سب سے مقدم ضرورت تو اس میں امن و امان کا مسئلہ ہے اور اس کے بعد ترقی و خوشحالی کا سوال ہے۔ اگر یہ دونوں امور گذشتہ ۶ سالوں میں پاکستان کو حاصل رہے ہیں تو دانشمندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایسا نظام حکومت جس سے امن و خوشحالی میسر آتی ہے قائم رہے نہ یہ کہ اسے ختم کر کے بدامنی اور علیحدگی کے منصوبے کئے جائیں۔ خلفائے راشدین کے دور میں جو جو انتخابات ہوئے اور برسر اقتدار شخصیتوں میں تبدیلیاں واقع ہوئیں تو ان کی صورت ہرگز مغربی جمہوریت یا انتخابات کی قطعاً نہ تھی۔ اگر خلیفہ اول کا انتخاب مجلس عام میں ہوا جس کی صورت رائے شماری کی بجائے موجودہ افراد کی اکثریت کا معلوم کرنا تھا جسے اجماع کہتے ہیں اور دوسرا خلیفہ کا انتخاب کلیتہً نامزدگی کے ذریعہ سے ہوا۔ پھر تیسرے خلیفہ کے انتخاب میں ایک تیسری صورت اختیار کی گئی۔ یعنی آٹھ آدمیوں کی ایک نامزد کمیٹی نے ایک شخص (حضرت عثمانؓ) کا انتخاب کیا اور آپ اسطرح سربراہِ مملکت بن گئے۔ پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ خلفائے راشدین عمر بھر کیلئے منتخب ہوا کرتے تھے البتہ وہ موجودہ زمانوں کے سیاسی مطلق العنان نہ ہوا کرتے تھے بلکہ وہ قوم کے روبرو مسئول و جوابدہ ہوتے تھے۔ پس اسلامی جمہوریت تو یہی ہے کہ حاکم اعلیٰ کا انتخاب مصلحتِ وقت کے پیشِ نظر جس طرح مناسب ہو کیا جائے اور وہ اگر صالح ثابت ہو تو عمر بھر کے لئے ہو لیکن وہ مطلق العنانی کے اختیارات نہ رکھتا ہو۔ بلکہ قوم کے روبرو جوابدہ و مسئول ہو جس کی مثال حضرت عمرؓ نے پیش کی تھی۔

غرضیکہ اسلامی جمہوریت کا رنگ ہرگز وہ نہیں جو مغربی جمہوریت کا ہے پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ مغربی جمہوریت کیوں کامیاب ہے؟ وہاں رائے شماری اصولوں کی بنا پر کی جاتی ہے۔ نہ کہ برادریوں اور ذاتوں کے اتفاق پر۔ پھر عوام میں یہ شعور موجود ہے کہ ہر فرد کو پورا حق آزادی کا حاصل ہے۔ کہ وہ جیسے چاہے اپنی صوابدید کے مطابق رائے دے۔ بالآخر یہ کہ رائے شماری میں انفرادی آزادی کے شمار کرنے میں کوئی دھاندلی یا طرفداری نہیں کی جاتی۔ ایسے منصفانہ و آزادانہ رائے شماری کے نتیجہ کو سب بسر و چشم قبول کر کے نئی منتخب حکومت کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ اب جائے غور ہے کہ پاکستان کے عوام میں کیا ایسے جمہوری نظام کی کامیابی کے کوئی ادنیٰ آثار بھی موجود ہیں؟

پس جب قوم میں نہ وہ اصول انتخاب کا رائج ہے نہ وہ آزادی و انصاف ہے جو رائے شماری کی بنیاد ہے اور نہ ہی وہ نظم و نسق ہے جس کی پابندی ہر شخص کرتا ہو تو ایسی صورت میں مغربی جمہوریت اور انتخابات کا نام لینا واقعاتِ حقہ کے برخلاف ہے۔

* * * *

تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بر موقعہ جلسہ سالانہ ۸۳ء

مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۳ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ محمدؐ کی آیات ۳۵ تا ۳۸ " فلا تھنوا وتدعوآ الی السلم قصلے ...... ثم لا یکونوا امثالکم"، کی تلاوت کے بعد صدر اجلاس جناب میاں عمر فاروق اور خواتین و حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

میں نے سورۃ محمدؐ کی آیات آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں جن کا مضمون میری تقریر کے دوران میں آئے گا اس لئے میں اس وقت ان کا ترجمہ نہیں سناتا۔ دنیا کو اس وقت بین الاقوامی سطح پر جو سیاسی۔ معاشی اور اقتصادی مشکلات درپیش ہیں ان سے کوئی ذی شعور انسان ناواقف نہیں۔ ان مشکلات سے اگرچہ ہم بھی بالواسطہ طور پر متاثر ہو رہے ہیں لیکن جن مشکلات سے ہم براہِ راست دوچار ہیں وہ بالکل مختلف نوعیت کی ہیں اور وہ ہماری دینی۔ اخلاقی۔ روحانی اور ابدی زندگی کی حالتیں ہیں جن کے ساتھ ہمارا گہرا تعلق ہے۔ ہماری ان اقدار کی بنیاد چند اصولوں پر ہے جنھیں نظر انداز کرنے سے ہماری روحانی حالت اور ابدی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔ مجھے اس سلسلے میں کسی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ان تمام حالات اور واقعات کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے اور اپنے دلوں اور دماغوں کو حاضر کر کے آپ خود سوچیں کہ ایسے حالات میں ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے کیونکہ ہمارے لئے اب یہ فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ پیش آئندہ ابتلاؤں میں ہمیں کیا کوشش کرنی چاہیئے اور اس کے لئے ہمیں کون سے ذرائع اختیار کرنے ہوں گے تاکہ ان خطرات میں بھی ہم اپنی اقدار کا علم بلند رکھ سکیں اور باقی دنیا کو بھی ان کی روشنی سے مستفید کر سکیں۔ اپنی ہمتوں کو پست نہ ہونے دیں اور اپنا حوصلہ بلند رکھیں۔ اس کی تلاش میں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں آنحضرت صلعم اور آپ کے پاک ساتھیوں کی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ہمارے سید و آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس ساتھیوں کو ہماری نسبت کہیں زیادہ مشکلات درپیش تھیں۔ اس زمانے میں بھی اس حق کا وجود جسے قائم کرنے کے لئے قدوسیوں کی یہ جماعت کھڑی ہوئی تھی مخالفین کے ہاتھوں نہایت سخت خطرے میں تھا۔ اس ناامیدی اور مایوسی کی گھڑی میں حق تعالےٰ نے اپنی وحی سے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو جو راہ بتائی اس کا ذکر ان آیات میں ہے جو میں نے شروع میں تلاوت کی ہیں اور جن کی ابتداء فلا تھنوا کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ ان آیات میں عظیم خوش خبری اور چند ہدایات بھی ہیں لیکن غفلت کی صورت میں ان کیساتھ ہی سخت تنبیہ بھی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ان آیات میں اگرچہ براہِ راست آنحضرت صلعم اور مصائب میں کھڑی ہوئی آپ کی قوم مخاطب ہے لیکن چونکہ قرآن کریم ایک ابدی ہدایت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق پرست مسلمانوں کو ایسے حالات آپؐ کے بعد آئندہ بھی پیش آتے رہیں گے اس لئے فرمایا ہے کہ "فلا تھنوا وتدعوا الی السلم قف وانتم الاعلون قصلے واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم" تم دشمن کو اپنے قریب مت آنے دو۔ جن اصولوں کو تم حق سمجھتے ہو انہیں کسی حالت میں بھی قربان مت کرو اور نہ کسی کے آگے جھکو۔ اصولوں پر سمجھوتہ نہ کرو۔ اگر تم ثابت قدم رہو گے تو تم ہی غالب رہو گے۔ اگر اس راہ میں تمہیں مشکلات پیش آئیں اور قربانیاں دینی پڑیں تو تمہاری یہ قربانیاں ہرگز رائیگاں نہیں جائیں گی۔ لن یترکم اعمالکم۔ اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ ان کا بڑا اجر ملے گا۔ یہاں اس دنیا میں بھی ملے گا اور اس سے بہت بڑھ کر کہیں اور بھی ملے گا۔ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا ما الوھن یا رسول اللہ یا رسول اللہ وھن کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا حب الدنیا وکراھیۃ الموت۔ وھن دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کو کہتے ہیں۔ دراصل یہی دو چیزیں ہیں جو حق کی راہ میں متزلزل کر دیتی ہیں۔ جو لوگ وھن سے مخلصی پا لیتے ہیں کامیابی ان کے قدم چومتی ہے۔ وہ حق کو غالب کرنے کے لئے جو کوشش بھی کرتے ہیں خواہ وہ کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو اللہ تعالےٰ ان کی اس کوشش کو کئی گنا پھل لگاتا ہے جس کی انہیں توقع بھی نہیں ہوتی۔

ہماری جماعت کا قیام بھی قرآن کریم کی اس آیت کے ماتحت عمل میں آیا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکرط واولٰئک ھم المفلحون۔ اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ یہ جماعت بھی اسلام اور نیکی کیطرف بلانے والی ہے۔ اور یہی اس کے وجود میں آنے کی غرض و غایت ہے۔

حضرت اقدس نے اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت اپنی زندگی میں اس کی بنیاد رکھ کر اسے صحیح راہ پر چلانے کے لئے کچھ اصول متعین کر دیئے یہی ہمارے بزرگوں کے اصول اور ان کی جماعت تھی۔ حضرت امام وقت کے دل میں قرآن کریم اور اسلام کے غلبے کے لئے جو تڑپ۔ آرزو۔ جوش و جذبہ اور درد و سوز تھا اس کی چنگاری ان کے دلوں میں بھی روشن کر دی انہوں نے بھی اس مقصد کی کامیابی کے لئے حضرت صاحب کے غم اور اضطراب کو اپنا غم اور اضطراب بنا لیا اور بڑے جوش اور خوبی کے ساتھ اس مقصد کو پورا کیا۔ یہ انہی کی ان تھک کوششوں اور جدوجہد کا ثمرہ ہے کہ آج اسلام کے متعلق مغربی دنیا کے مخالفانہ نقطۂ نظر میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ہے اور اس کے نتیجے میں مغرب کے مصنفین اور محققین اپنے باتوں سے غیبت

کی عمارت کو مسمار کر رہے ہیں ۔ ہمارے بزرگوار جناب فاروقی صاحب نے کل اپنے درس میں وہ حوالے سنائے ہیں کہ کس طرح مغرب کے زاویہ نگاہ میں تبدیلی واقع ہوئی ہے ۔ ہمارے ۱۹۳۳ء کے جلسہ سالانہ میں آسٹرین نومسلم بیرن عمر ایرنفلز نے جو ڈاکٹر عبداللہ صاحب امام مسجد برلن کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے اسلام کے متعلق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

" احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور نے اس زمانے میں بڑی جانفشانی اور بے نفسی کے ساتھ نسل انسانی کی بڑی بے نظیر خدمت کی ہے اور دنیا کے سامنے وہ اصول پیش کیے ہیں جن کی اُسے اشد ضرورت ہے اور جن کے لئے دنیا پیاسی ہے ۔ یہ اصول کوئی نئے نہیں ہیں بلکہ قرآن کریم نے تیرہ سو سال پہلے الم نشرح کیے ہیں لیکن اس جماعت نے ان اصولوں کو آج دنیا کے سامنے ایسے رنگ میں پیش کیا ہے جس سے طبائع خود بخود اس طرف کھنچی چلی آتی ہیں ۔"

یہ وہ ٹریبیوٹ ہے جو ایک نومسلم نے اس جماعت کو پیش کیا ہے لیکن اسی قسم کے خیالات کا اظہار اور بھی بہت سے غیر از جماعت لوگوں نے کیا ہے جو تاریخ کے صفحات میں ابدالآباد تک محفوظ رہیگا اور مٹایا نہیں جا سکے گا ۔ اس حقیقت سے ہمارا کوئی مخالف بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جو اصول ہمارے پاس ہیں وہ کسی دوسرے کے پاس نہیں ہیں ۔ اگر کوئی دوسری جماعت بھی یہ کام کرنا چاہے گی تو اُسے بھی انہی اصولوں کو لازماً اپنانا پڑے گا ۔ آج دنیا جن اخلاقی ۔ روحانی سماجی ۔ سیاسی اور معاشی مسائل میں گھری ہوئی ہے ان کا واحد حل انہی اصولوں میں ہے جو اسلام کے اصول ہیں ۔ اور جن کو ان کی ضرورت کے مطابق اس جماعت نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے ۔ ماضی میں ہمارے بزرگوں نے باوجود کمی وسائل کے جہاں جہاں بھی اسلام کے ان اصولوں کو پہنچایا انہیں اپنی توقعات سے بڑھ کر کامیابی ہوئی ۔ ان کی کوششوں کو اللہ نے کتنے ثمرات لگائے ۔ اس کے متعلق بھی لوگ اپنی آراء لکھ چکے ہیں ۔ یہ آراء آپ میں سے جن نوجوانوں نے نہیں پڑھیں وہ ضرور پڑھیں اور دیکھیں کہ دنیا اس جماعت کے متعلق کیا رائے رکھتی ہے ۔ دنیا کے اکابرین اور مفکرین اس کے متعلق کیا کہتے ہیں ۔ میں یہ بات " پدرم سلطان بود " کے طور پر نہیں بلکہ اس لئے کہتا ہوں کہ ہمارے نوجوان یہ جان لیں کہ وہ کتنے عظیم ورثے کے وارث ہیں جس کے ساتھ ان کے کچھ فرائض بھی ہیں ۔ اس لئے انہیں چاہیئے کہ اپنے ان فرائض اور ذمہ داریوں کو فراموش نہ کریں ۔ اور پیش آمدہ حالات کے تقاضوں کے مطابق اپنے قدموں کو مضبوط کریں جن میں ہمیں یہ اعتراف کر لینا چاہیئے کہ سستی واقع ہو گئی ہے اپنے قدموں کو مضبوط اور تیز کرنے کے لئے اپنے مقصد پر ایمان اور پختہ یقین ہونا شرط ہے ۔ اگر کسی کو اپنے مقصد اور اس میں کامیابی پر ایمان اور محکم یقین نہ ہو تو وہ کوئی کام نہیں کر سکتا ۔ اپنے مقصد کی کامیابی اور اس کی ترقی کے لئے یہ دو باتیں ضروری ہیں خواہ وہ مقصد دنیوی ہو یا دینی ۔ دینی مقاصد کی راہ میں مشکلات کچھ زیادہ ہی ہوتی ہیں ۔ دین کا راستہ چڑھائی کا راستہ ہے جسے طے کرنے کے لئے سخت محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے اسے لوگ پسند نہیں کرتے ۔ قرآن کریم نے بھی یہی فرمایا ہے فلا اقتحم العقبۃ " یعنی وہ اونچی گھاٹی پر چڑھنے کی ہمت نہیں کرتا لیکن جو اس راستے کو طے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالے کی نصرت بھی اس کے ساتھ ہو جاتی ہے ۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جو لوگ ہمارے لئے محنت اور مشقت اٹھاتے ہیں ہم یقیناً انہیں اپنے رستوں پر چلائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ خود ان کی راہنمائی کرتا ہے اور آسانیاں پیدا کر دیتا ہے ۔ وہ ایسی جماعت یا فرد کو جو اس کا مشن پورا کرنے والا ہو کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ یہ راستہ کٹھن بھی ہے اور اس میں امتحانوں میں سے بھی گذرنا پڑتا ہے ۔" احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون "کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ یہ کہہ کر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور وہ مصائب میں نہ ڈالے جائیں گے ۔ قرآن کریم سے یہ شہادت ملتی ہے کہ کوئی قوم جس قدر اللہ کی مقرب ہوتی ہے اُسی قدر اس پر زیادہ امتحان آتے ہیں ۔ قرآن کریم میں اس قوم کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے ۔

اذ جاءو کم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا " ھنالک ابتلی المومنون و زلزلوا زلزالا شدیدا "

جب وہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر چڑھائی کر کے آ گئے اور جب آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور تمہارے دل دہشت اور خوف سے تمہارے گلوں تک آ گئے اور تم میں سے کمزور ایمان والے اللہ کے متعلق بدگمانی میں مبتلا ہو گئے تو مومن آزمائے گئے اور سخت مصائب میں ڈالے گئے ۔ انہیں سخت جھنجھوڑا گیا اور جب اُن کے پاؤں میں کوئی لغزش نہ آئی اور وہ ثابت قدم نکلے تو دشمن خود میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور اللہ کے وعدے جو مومنوں سے کئے گئے تھے پورے ہوئے کیونکہ ان اللہ لا یخلف المیعاد ۔ وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا ۔

آپ نے فرمایا کہ ابتداء سے یہ سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے جو چیز اس کی مخلوق کے لئے نافع ہوتی ہے اسے وہ قائم رکھنے کے لئے اسباب مہیا فرماتا رہتا ہے اُسے کبھی ضائع نہیں ہونے دیتا ۔ اس کے مقابلے میں وہ ضرر رساں چیز کو مٹا دیتا ہے ۔ قرآن کریم نے اس کی مثال اس طرح بیان فرمائی ہے ۔

انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ بقدرھا فاحتمل السیل زبدا رابیا و مما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبد مثلہ کذالک یضرب اللہ الحق والباطل فاما الزبد فیذھب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذالک یضرب اللہ الامثال ۔

" وہ بادل سے پانی اتارتا ہے پھر نالے اپنے اپنے اندازے کے

مطابق بہ نکلتے ہیں۔ پس سیلاب جھاگ کو اوپر اٹھا دیتا ہے۔ اور اس میں جسے آگ میں تپاتے ہیں زیور یا اور سامان بنانے کے لئے اسی طرح جھاگ ہوتا ہے اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال دیتا ہے۔ سو جھاگ تو رائیگاں جاتا ہے اور وہ پانی جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے زمین میں ٹھہرا رہتا ہے اسی طرح اللہ مثالیں بیان کرتا ہے۔ اللہ حق جو مخلوق خدا کے لئے نفع بخش ہے قائم رکھتا اور باطل کو مٹا دیتا ہے۔ اسلام چونکہ نافع الناس دین اور قرآن کریم نافع الناس کتاب ہے اس لئے اللہ تعالےٰ اسے ہمیشہ قائم رکھے گا۔ اس کے ابدی قیام و بقا کے لئے قرآن کریم میں پیشگوئیاں موجود ہیں۔ آج تک اسلام کو نہ کوئی مخالف نظریہ مٹا سکا ہے اور نہ ہی اس پر غالب آسکا ہے۔ اگرچہ اسے ختم کرنے کے لئے ہمیشہ سے منصوبے اور ارادے ہوتے رہے ہیں "یریدون لیطفؤا نوراللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون" یہ معاندین اسلام اللہ کے نور یعنی اسلام کو بجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ لیکن اللہ اپنے اس نور کو پورا کرکے رہے گا۔ گو کافر برا منائیں چونکہ آنحضرت صلعم کا وجود، اسلام اور قرآن کریم نافع الناس اور حق ہیں اس لئے یہ ہمیشہ قائم رہیں گے اور کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکیں گے۔

آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی ایک صدی بیشتر کی حالت کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس زمانے میں مسلمانوں کی حالت ہر لحاظ سے بہت مایوس کن تھی۔ اسلام اپنے دشمنوں کے نرغے میں تھا۔ سائنس اور فلسفہ جدیدہ کے خطرناک حملے اس پر ہو رہے تھے۔ اسلام کے نام لیوا اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے بڑے بڑے علماء اور فقہا بھی موجود تھے تو پھر یہ مایوس کن حالت کیوں تھی اور یہ حق بجائے غالب ہونے کے مغلوبیت کی حالت میں کیوں نظر آتا تھا۔ یہ ایک تعجب انگیز بات ہے لیکن اس کا جواب بھی قرآن کریم کے اندر ہی موجود ہے اور وہ یہ ہے "وقال الرسول یٰرب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا" اور رسول نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز کی طرح قرار دیا۔ یہ آنحضرت صلعم کی اپنی قوم کے متعلق اپنے رب سے درد بھری شکایت ہے۔ ظاہر ہے آپؐ کی زندگی اور آپؐ کے چند سال بعد تک آپؐ کی قوم کی یہ حالت نہ تھی اس لئے یہ شکایت بعد میں آنیوالی قوم کے متعلق ہے جس کی تصدیق احادیث سے ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم نے فرمایا اے لوگو! علم کے قبض ہونے اور اس کے اٹھ جانے سے قبل کچھ علم حاصل کر لو۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ حضورؐ علم کس طرح اٹھ جائے گا حالانکہ قرآن شریف ہمارے درمیان موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تیری ماں تجھے پیٹے کیا تو نہیں جانتا کہ یہودی اور نصرانی جن کے صحیفے ان میں موجود ہیں لیکن پھر بھی ان کا اس تعلیم سے ذرا بھی تعلق نہیں جو اُن کے انبیاء لائے تھے۔ یاد رکھو علم کے چلے جانے سے مراد یہ ہے کہ علم پر عمل کرنے والے نہیں رہیں گے اور آپؐ نے یہ جملہ تین دفعہ دوہرایا۔

حقیقت یہ ہے کہ آج سے ایک صدی پیشتر بھی علم قرآن اور اس پر عمل دنیا سے اٹھ گیا تھا اور مسلمان رسوا ہو گئے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدیم سنت کے مطابق اسے دوبارہ زندہ کرنے کے لئے اپنے ایک بندے کو اس زمانے میں بھیجا تاکہ وہ علم قرآن کے ذریعے دنیا کے سامنے اسلام کی سچی اور ابتدائی صحیح صورت پیش کرے اور مسلمانوں کو رسوائی اور ذلت کی حالت سے نکال کر ان کی عظمت رفتہ انہیں واپس دلائے۔ اس کا ذکر بھی حضرت ابوہریرہ رض کی ایک متفق علیہ حدیث میں ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلعم سے یہ روایت کی ہے کہ جب ایمان (قرآن) ثریا پر چلا جائے گا تو ابنائے فارس میں سے ایک شخص اسے واپس لائے گا۔ اور یہ بات آپؐ نے حضرت سلمان فارسی رض کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمائی۔

اللہ تعالےٰ نے اپنا یہ وعدہ چودھویں صدی میں پورا فرمایا اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد، مہدی اور مسیح موعود بنا کر بھیجا تاکہ وہ قرآن کریم کے نور کو دنیا میں پھیلا کر نسل انسانی کو ان ظلمات سے نکالیں جن میں وہ گھری ہوئی ہے اور اسی غرض کے لئے آپ نے تحریک احمدیت کی بنا رکھی۔

اس صدی کا سب سے خطرناک فتنہ دجالیت اور عیسائیت کا تھا جس نے ایک تو مسلمانوں کو سیاسی طور پر غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا اور دوسری طرف اپنے دجالی ہتھکنڈوں سے ان کا ایمان بھی چھیننا چاہتی تھی حضرت صاحب نے ان تمام فتنوں کا سدباب کیا۔ دجالیت اور عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑ گیا۔ جو مذہب بھی اسلام کے مقابل پر آیا آپ نے اسے شکست فاش دی۔ یہ سب کچھ جس طرح ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ اب اللہ تعالےٰ نے اپنی مہربانی سے آپ کو یہ وراثت بخشی ہے۔ قرآن کریم کے علم اور نور کو دنیا میں پہنچانا اللہ تعالےٰ کا کام ہے جس سے بہتر دوسرا کوئی مشن نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم اس کام کو احسن کہتا ہے "ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین" اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے اور کہتا ہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یہی بہترین کام ہے اللہ تعالےٰ نے اس کام کے لئے حضرت صاحب کو منتخب کرکے کھڑا کیا حدیث کے الفاظ ہیں: "ان اللہ یبعث"، یقیناً ایسے انسان کو اللہ تعالےٰ اپنے مشن کے لئے خود منتخب کرکے کھڑا کرتا ہے۔ وہ خودبخود کھڑا نہیں ہو جاتا اور نہ لوگ اسے کھڑا کرتے ہیں۔ یہ کہنا صریحاً خلاف حدیث، خلاف تاریخ اور خلاف حقیقت ہے کہ مجدد وہ ہوتا ہے جسے لوگ اس کے کام کی وجہ سے مجدد کہیں اور اس کے لئے کسی دعویٰ کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ اعلان کرے کہ مجھے اللہ نے مجدد بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ نے حضرت صاحب کو قرآن اور اسلام کی خدمت کے لئے چن لیا اور آپ کے دل میں اس کے لئے جو درد اور تڑپ پیدا کی اس کا اظہار آپ کے ان فارسی اشعار سے ہوتا ہے۔

فارسی اشعار اور اُن کا ترجمہ:-

۱ دردا کہ حسنِ صورتِ فرقاں عیاں نماند + آں خود عیاں مگر اثرِ عارفاں نماند

۲ بینم کہ ہر یکے با غمِ نفس مبتلاست + کس را غمِ اشاعتِ فرقاں بجاں نماند

۳ جانم کباب شد ز غمِ ایں کتاب پاک + چنداں بسوختم کہ خود امید جاں نماند

۴ یا رب چہ بہر من غمِ فرقاں مقدر است + یا خود دریں زمانہ کسے راز داں نماند

۵ اے بے خبر بخدمتِ فرقاں کمر ببند + زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

ترجمہ: ۱ افسوس کہ قرآن کے چہرہ کی خوبصورتی پوشیدہ ہوگئی وہ خود تو ظاہر ہے مگر عارفوں کا نشان نہ رہا

۲ میں دیکھتا ہوں کہ ہر شخص اپنے ذاتی تفکرات میں مبتلا ہے کسی کو بھی قرآن کی اشاعت کا دلی فکر نہیں ہے

۳ اس کتاب کے غم میں میری جان کباب ہوگئی اور میں اس قدر جل گیا ہوں کہ بچنے کی کوئی امید نہیں

۴ اے رب کیا میری تقدیر میں فرقان کیلئے غم کھانا لکھا ہے یا اس زمانہ میں تیرے سوا اور کوئی واقفِ حقیقت نہیں

۵ اے بے خبر فرقان کی خدمت کیلئے کمر باندھ لے اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں شخص مر گیا۔

ان اشعار میں جو سوز و غم اور درد ہے وہی آپ نے اپنے گرد جمع ہونے والے کچھ دوسرے انسانوں کے دلوں میں بھی بھر دیا جنہوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور آپ نے اس کے متعلق یہ پیشگوئی کی کہ یہ میرا کام ہے یا اس کا جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔ دوسرے سے ہرگز ایسا نہ ہوگا جیسا کہ مجھ سے یا اس سے (یعنی میری شاخ سے) آپ کی یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ آج سے تقریباً ۶۷ سال پہلے حضرت مولانا محمد علیؒ نے ۱۹۱۷ء میں انگریزی ترجمۃ القرآن مکمل کیا۔ بڑے بڑے مشرقی اور مغربی مفکرین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ ترجمہ علمی تحقیق اور معرفت کے لحاظ سے بے نظیر ہے اور آج تک ایسا ترجمہ شائع نہیں ہو سکا۔ اس طرح ہمارے بزرگوں نے حضرت صاحب کی پیشگوئی کو سچا ثابت کر دکھایا۔ اور اب یہ کام وہ ہمارے سپرد کر گئے ہیں۔

آپ نے سامعین کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ میں نے آج سے دو سال قبل اس اسٹیج سے یہ تحریک کی تھی کہ ہمیں تین سالوں میں قرآن کریم کے کم از کم تین ترجمے کر لینے چاہئیں۔ ہم نے اپنے اس وعدے اور ارادے کو فراموش نہیں کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہم نے اس سلسلے میں چند ایک اقدام کئے اور اس نے ہمیں اس کا نتیجہ دکھانا شروع کر دیا ہے۔ جیسا کہ سیکرٹری صاحب کی رپورٹ میں آپ نے سنا ہے تین تراجم پر کام شروع ہو چکا ہے۔ ان میں سے دو ابھی تک مکمل نہیں ہوئے لیکن ہسپانوی زبان میں ایک ترجمہ اور تفسیر جو حضرت مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ اور تفسیر پر مبنی ہے مکمل ہو چکی ہے۔ اور آج یہ خوشخبری آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا معجزہ یہی ہے کہ وہ دو مترجمین جو میاں بیوی ہیں ترجمہ کرتے ہوئے مسلمان ہو چکے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے ابھی تک اس کا اعلان نہیں کیا لیکن جب ان کے حالات نے اجازت دی تو وہ اعلان بھی کر دیں گے انہوں نے اسی جذبے کے ساتھ مجھے ایک خط لکھا ہے کہ اگر جلسہ سالانہ تک یہ ترجمہ ہمیں پہنچ جائے تو ہماری جماعت بہت خوش ہوگی۔ میاں کا نام سرجیو اور بیوی کا نام کارمن ہے۔ سرجیو نے میکسیکو سے اپنی بہن کے ہاتھ یہ ترجمہ امریکہ میں میرے بیٹے جنرل عبداللہ سعید کو بھیجا عبداللہ سعید کا ارادہ پہلے بھی جلسہ سالانہ پر آنے کا تھا اس لئے وہ خود یہ قرآن شریف لے کر آئے ہیں۔ سرجیو اور کارمن نے اس کے ساتھ آپ کو ایک خط لکھا ہے جو عبداللہ آپ کو پڑھ کر سنائیں گے۔

(جنرل عبداللہ سعید نے وہ خط پڑھ کر سنایا اور اپنی مختصر تقریر میں اس ترجمہ کے پس منظر پر روشنی ڈالی۔ آپ نے سرجیو اور کارمن کی خواہش کے مطابق یہ ترجمہ حضرت امیر کی خدمت میں پیش کیا جس پر حاضرین نے اپنے جذبات مسرت اور تشکر کے اظہار کے لئے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے)

اس کے بعد حضرت امیر نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

اب میں ان آیات کے مضمون کی طرف آتا ہوں جو میں نے شروع میں تلاوت کی تھیں۔ یہ آیات اس زمانہ کی ہیں جب مسلمان نہایت کمزوری کی حالت میں تھے اور اسلام کی مخالف طاغوتی قوتیں نہایت شدت کے ساتھ اسلام کو مٹانے کے لئے کھڑی ہوگئی تھیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فلا تہنوا و تدعوا الی السلم ق وانتم الاعلون ق واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم" دیکھو تم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو کر اور موت سے ڈر کر اپنے دشمن کو صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ انجام کار تم ہی غالب ہوگے کیونکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے (ہم نے بھی یہاں تو ان اللہ معنا بنایا ہوا ہے) اس کے بعد یہ الفاظ آتے ہیں ولن یترکم اعمالکم اور وہ جو اللہ کے دین کو قائم کرنے اور پھیلانے کے لئے تم قربانیاں دے رہے ہو یا کوششیں کر رہے ہو اللہ تمہیں ان کا بہت بڑا اجر دے گا۔ جب اللہ کی معیت حاصل ہو جائے اور اس کے ساتھ کامیابی کا وعدہ بھی تو اس سے بڑھ کر تسلی اور خوشی کی کونسی بات ہو سکتی ہے۔

دنیا کی زندگی جس کے پیچھے ہم پڑے ہوئے ہیں اس کی حقیقت تو ان آیات میں جو میں نے صبح کی نماز میں پڑھی تھیں یا اس وقت پڑھی ہیں یہ بیان کی گئی ہے

" اعلموآ انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ وتفاخر
بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد ۔۔۔ الخ" اور

" انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو وان تؤمنوا وتتقوا یؤتکم
اجورکم ولا یسئلکم اموالکم"

یہ زندگی صرف کھیل اور بے حقیقت چیز ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری زندگی یہ ہے کہ اگر تم ایمان لاؤ اور متقی ہو جاؤ تو وہ تمہارے اجر تمہیں دے گا اور تمہارے مال تم سے نہیں مانگے گا۔

" ان یسئلکموھا فیحفکم تبخلوا ویخرج اضغانکم"

اگر وہ تم سے تمہارے اموال مانگے اور اس کے لئے تم سے الحاح کرے تو تم بخل کرو اور تمہارے اندر جو کینے۔ بغض اور گند بھرے ہوئے ہیں وہ سامنے آجائیں۔

اس سے اگلی آیت میں بڑی سخت تنبیہہ بھی ہے۔

" ھانتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ ج فمنکم
من یبخل ج ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ ط واللہ
الغنی وانتم الفقراء ج وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم
ثم لا یکونوا امثالکم "

دیکھو تم ہی وہ لوگ ہو جنہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے پس تم میں سے وہ ہے جو بخل کرتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو صرف اپنی جان سے بخل کرتا ہے۔ اللہ تو بے نیاز ہے۔ محتاج تو تم ہی ہو۔ اور اگر تم پھر جاؤ

تو وہ تمہارے سوا کسی اور قوم کو بدل کر لے آئیگا۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ کوئی انسان کتنا ہی صاحب مال و دولت ہو وہ اللہ کے سامنے محتاج اور فقیر ہی ہے کیونکہ یہ مال و دولت بھی وہی دیتا ہے اور جب چاہے لے بھی لیتا ہے اس لئے اس کے راستے میں خرچ کرنے میں بخل سے کام نہ لو کیونکہ یہ تمہارے اپنے ہی فائدہ کے لئے ہے اور اگر بخل سے کام لوگے تو اپنا ہی نقصان کرو گے اللہ کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم لے آئے گا۔ جو قربانیاں کرنا جانتی ہوگی اور وہ تمہاری طرح بخل کرنے والی نہ ہوگی۔

بظاہر یہ خطاب آنحضرت صلعم کی اس قوم کو ہے جس نے آپ کے زیر سایہ تربیت حاصل کی تھی اور جنھوں نے اپنے اموال اپنی جانیں، اپنی اولاد، اپنی عزت اور اپنے گھر بار سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا تھا۔ انہیں یہ کہا کہ اگر تم پھر جاؤ گے تو ہم تمہاری جگہ دوسری قوم بدل کر لے آئیں گے جو تمہاری طرح بخل سے کام لینے والی نہ ہوگی۔

یہ خطاب دراصل پیچھے آنے والوں کے لئے ہے اس لئے وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم کے الفاظ سے ہمارے دل کانپ جانے چاہئیں۔ یہ ہمارے لئے بڑے خوف کا مقام ہے کیونکہ ہم نے ایک عظیم کام کا بیڑہ اٹھایا ہے جس کے لئے قربانیوں کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم بھی بخل سے کام لے کر اپنا نقصان کر بیٹھیں۔ ہم نے حضرت مسیح موعود کے ساتھ آپ کے اس عظیم الشان مقصد کو جو ہمارے پاس ان کی امانت ہے پورا کرنے کا عہد کیا ہے لیکن ہمیں یہ اعتراف کرنا چاہیئے کہ ہم اس کا حق ادا نہیں کر رہے۔ جیسی جماعت حضرت صاحب بنانا چاہتے تھے ہم ویسی جماعت نہیں بن سکے۔ وہ تو ایک ایسی مثالی جماعت بنانا چاہتے تھے جو دنیا کے لئے اعلیٰ نمونہ ہوتی۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب مجھے اپنی جماعت میں بڑی خامیاں اور کمزوریاں نظر آتی ہیں۔ جو قرآن کریم کے الفاظ "تتولوا" یعنی پھر جانے کے مترادف ہے۔ خدانخواستہ اگر ہم اسی طرح غفلت اور دنیا کی محبت میں غرق رہیں گے تو آنے والے دن بڑے سخت ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور اپنی موجودہ حالتوں پر غور کریں اور اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کریں تاکہ اللہ کی حفاظت اور پناہ میں آنے کے قابل ہو جائیں اگر ہم ایسا نہ کریں گے تو اس کا فیصلہ بہرحال نافذ ہو کر رہے گا۔

دنیا کے اور ہمارے اندرونی حالات جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں ہمارے سامنے ہیں ایسے میں ایک عزم کے ساتھ ہم نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم نے جو کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے ہم اس کا حق ادا کریں گے۔ ولینصرن اللہ من ینصرہ اور اللہ ضرور اس کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے۔

فارسی اشعار اور اُن کا ترجمہ:۔

بجنبید از پئے کوشش کہ از درگاہ ربانی

زبہر ناصران دین حق نصرت شود پیدا

اگر دستِ عطا در نصرت اسلام بکشائید

ہم از بہر شما ناگہ ید قدرت شود پیدا

ز بذل مال در راہش کسے مفلس نمی گردد

خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

بجو از جان و دل تا خدمتے از دست تو آید

بقائے جاودانی یابی گر ایں شربت شود پیدا

ترجمہ:۔ ۱؎:۔ کوشش کیلئے حرکت میں آجاؤ کہ خدا کی درگاہ سے مددگاران اسلام کے لئے ضرور نصرت ظاہر ہوگی۔

۲؎ اگر اسلام کی تائید میں تم اپنا سخاوت کا ہاتھ کھولو تو فوراً تمہارے اپنے لئے بھی خدائی قدرت کا ہاتھ نمودار ہو جائے۔

۳؎ اس کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کوئی مفلس نہیں ہو جایا کرتا اگر ہمت پیدا ہو جائے تو خدا خود ہی مددگار بن جاتا ہے۔

۴؎ دل و جان سے کوشش کر تاکہ تیرے ہاتھوں سے کوئی خدمت اسلام ہو جائے اگر یہ شربت پیدا ہو جائے تو تو بقائے دوام حاصل کر لے گا۔

ہمارے بزرگوں کی تھوڑی سی قربانیوں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا کچھ نہیں بخشا۔ کونسی دولت۔ عزت اور آسودگی ہمیں نہیں دی۔ ہم اپنی پچھلی اور موجودہ حالتوں کا موازنہ کر کے دیکھ لیں تو یہ سب کچھ ہم پر روشن ہو جائیگا۔ کوئی تحریک مالی قربانیوں کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی۔ پیغمبروں کو بھی اس کے لئے ہاتھ پھیلانے پڑے ہیں۔ دنیا اس وقت جس معاشی بحران سے گذر رہی ہے وہی بحران ہماری انجمن کو بھی درپیش ہے اپنے کارکنوں کا جنھوں نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں ہم حق ادا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مالی وسائل سے ہم اپنے ہاتھ خالی پاتے ہیں۔ ان کے ایثار کا معاوضہ ہم ادا نہیں کر سکتے۔ ساری ضروریات زندگی کی قیمتیں ہماری مالی استطاعت سے بہت بڑھ گئی ہیں۔ کیا ہم اپنی موجودہ آمد میں یہ سلسلہ چلا سکتے ہیں؟ اور کیا ہم مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے اس کی رفتار کو سست کرنا پسند کریں گے؟ ہم اپنی زندگی میں تو کبھی پسند نہیں کریں گے۔ ہم تھوڑی بہت جو خدمت بھی جس رنگ میں کر رہے ہیں یا انجمن کے اموال کو جس طرح خرچ کرتے ہیں یا بعض لوگوں کی رائے میں ضائع کر رہے ہیں وہ ہماری ذمہ داری ہے اور اس کے لئے ہم اللہ کے سامنے جوابدہ ہیں۔ اس کا حساب وہ ہم سے لے گا۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ دین کی خدمت میں وہ ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ اپنے چندہ ماہوار میں اضافہ کریں اس وقت جو اپیل میں آپ سے کرتا ہوں وہ اشاعت اسلام کے لئے ہے اس اپیل سے پہلے ہی اس اجلاس کے صدر میاں عمر فاروق صاحب نے اپنے خطیر عطیہ کا اعلان کر کے میرے بڑے غم اور فکر کو بہت حد تک دور کر دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے میری ان کی خط و کتابت ہے لیکن انہوں نے کبھی اس کا اشارہ تک نہیں کیا اور نہ ہی کچھ زبانی ذکر کیا۔ مجھے تو کسی نے یہ بتایا تھا کہ وہ اس دفعہ جلسہ پر بھی نہیں آ رہے۔ جو جھوٹ تھا۔ میں آپ کے لئے کوئی ہدف مقرر نہیں کرتا۔ آپ جتنا اپنے دل کی خوشی سے دے سکتے ہیں دیں۔ میں اپنی تقریر کو ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیرا لانفسکم ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون۔ سو اللہ کا تقویٰ کرو جہاں تک ہو سکے اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو۔ یہ تمہارے اپنے لئے بہتر ہے اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچ جائے تو وہی کامیاب ہیں۔ آپکی اس دردبھری اپیل پر حاضرین نے دل کھول کر اپنے مالوں کی قربانی پیش کی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ٭

حمد باری تعالیٰ

از حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا ،
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا

اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں۔
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تُو نے خود رُوحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تُو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خُوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حُسن کی
ہر گُل و گُلشن میں ہے رنگ اس تری گلزار کا

چشمِ مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تیری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خُوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

از قلم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درسِ قرآن — سبق (۶۳)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَسَارِعُوْۤا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُہَا
السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ
یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ
وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۚ
(آل عمران ۱۳۲ - ۱۳۳)

ترجمہ :- اور دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے - وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے - جو لوگ خرچ کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں) آسودگی میں اور تنگی میں، اور سخت غضب کو دبا لینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے اور اللہ احسان کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے -

میں آج کے درس کی دو آیات میں سے پہلی آیت کی تفسیر پچھلے درس میں تقریباً ختم کر چکا ہوں - اس آیت کے باقی حصہ کو سمجھنے کے لئے پچھلے درس کی باتوں کو نہایت اختصار سے دوہرانا ضروری ہے تاکہ آپ آج کے درس کو سمجھ سکیں - میں نے عرض کیا تھا کہ :-

(۱) یہاں دوڑنے کا حکم اس لئے دیا کہ انسان دوڑتا ہے اوّل تو اُسے سخت خطرہ ہو - معمولی خطرات کے علاوہ جو کبھی کبھار پیدا ہوتے ہیں دو خطرات انسان کو ہر وقت لگے ہوتے ہیں - اول تو شیطان اور دوم انسان کا اپنا نفس امّارہ جو کہ انسان کی وہ حالت (شروع شروع میں) ہوتی ہے کہ اس کا نفس حیوانی جذبات اور خواہشات کا غلام ہوتا ہے تو شیطان اور نفس امّارہ سے انسان ہر وقت سخت خطرہ میں ہے کہ وہ انسان کو گمراہ بلکہ ہلاک نہ کر دیں - فرمایا ان سے پناہ تمہارے رب کی مغفرت میں مل سکتی ہے جس کی طرف دوڑ کر آ جاؤ -

(۲) یا انسان دوڑتا ہے جب کام ضروری اور اہم ہو اور وقت کم ہو - انسان کی اپنی نجات اور فلاح سے بڑھ کر کوئی ضروری اور اہم کام نہیں ہو سکتا اور انسان کے پاس اس عظیم کام کے لئے وقت بہت تھوڑا ہے - جو آج نہیں تو کل ختم ہو سکتا ہے -

(۳) پھر انسان تب بھی دوڑتا ہے کہ کوئی چیز ایسی اعلیٰ اور دلکش ہو کہ وہ انسان کے لئے بڑی بھاری نعمت ہے - تو اللہ تعالےٰ کی مغفرت بھی انسان کے لئے بہت بھاری نعمت ہے مگر اس کے علاوہ ایک اور نعمت عظمیٰ کی طرف بلایا یعنی اس جنت کی طرف جو اصل میں تو مرنے کے بعد انسان کو اگلے سات آسمانوں کی زندگیوں میں ملے گی مگر اس دنیا میں بھی مل جاتی ہے دل کی جنت کی شکل میں - اور جس کا دل سکھی ہو وہ جنت میں ہوتا ہے اگرچہ ظاہری سامان عیش و آرام کے اُسے میسر نہ بھی ہوں - اور جو یہاں دل کی جنّت پالیتا ہے وہی مرنے کے بعد باہر کی جنت میں بھی داخل ہو جاتا ہے -

فرمایا کہ جنت ، خواہ وہ دل کی ہو یا اگلے جہان کی ظاہر اور باطن کی جنت ، وہ تیار کی گئی ہے متقیوں کے لئے متقی وہ ہے جو گناہوں سے ، بُری باتوں سے بچے - تو کیا حکمت کی کتاب قرآن کریم ہے - فرمایا اگر اس دنیا کی جنّت چاہتے ہو یا آخرت کی جنت تو دونوں گناہوں اور بُرائیوں سے بچنے میں ملتی ہیں - انہی سے قرآن کریم نے روکا بھی ہے اور اسی لئے اسے ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ فرمایا تھا کہ جو تقویٰ سیکھنا چاہیں اُن کے لئے قرآن مکمل ہدایت ہے - اور جب انسان کے عملوں میں سے بُرے پہلو نکل جائیں تو وہ اعمالِ صالحہ یعنے نیک عمل بن جاتے ہیں - مثلاً دولت کمانے میں دنیا دن رات لگی ہوئی ہے - اب دولت حلال طریقوں سے بھی کمائی جا سکتی ہے اور حرام طریقوں سے بھی - اگر کوئی شخص حرام طریقوں سے بچتا ہے تو وہ صرف حلال طریقوں سے کمائے گا جو کہ عمل صالح ہے - تو حلال طریق سے کمائی کرنے والے کو دل کا اطمینان اور چین نصیب ہو گا جو دل کی جنت ہے - دوسری بات جنت کے متقیوں کے لئے تیار کئے جانے میں عجب حکمت اور معرفت ہے - وہ یہ کہ جنّت ، جنت نہ ہے اگر اس میں چور، ڈاکو ، قاتل، رشوت لینے والے، بدچلن اور بدمعاش لوگ ، جھوٹ بولنے والے ، دھوکے باز ہوں اور ہر قسم کے جرم ہو سکیں - نہ تو جنت میں جرم ہوں گے نہ بُرائیاں، نہ پولیس ہو گی نہ جیل خانے ، بلکہ لوگ ہر قسم کے امن اور سلامتی میں ہوں گے جیسا کہ قرآن پاک نے فرمایا وَیُلَقَّوْنَ فِیْہَا تَحِیَّۃً وَّسَلٰمًا یعنے جنت میں انہیں دعا اور سلامتی ملے گی (الفرقان ۲۵ - ۷۵) اور یہ تبھی ممکن ہو سکے گا کہ وہاں وہ لوگ داخل ہوں جو تقویٰ پر ایسے مضبوط ہوں کہ اُن سے کوئی جرم یا بُرائی نہ ہو سکے اور یہ مضبوطی ایک لمبے عرصہ کا بلکہ عمر بھر کا مجاہدہ چاہتی ہے - اس لئے بھی فرمایا کہ دوڑو اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی طرف کیونکہ انسان نے آگے ہی اپنی عمر غفلت بلکہ گناہوں میں کاٹی ہوتی ہے - اس لئے اب وقت تھوڑا رہ گیا ہے اور تقویٰ میں کمال بہت مشکل کام ہے اور وقت چاہتا ہے -

ہر انسان اول تو اس غلط فہمی میں ہوتا ہے کہ وہ بے گناہ اور معصوم ہے - اور جن لوگوں کو اپنے چند گناہوں کا احساس ہو بھی وہ نہیں جانتے

کہ اُن میں کیا کیا کمزوریاں اور بھی ہیں جو وقت پڑے پر یا کسی آزمائش میں ڈالے جانے پر ہی باہر نکلتی ہیں۔ تو تقویٰ میں کامل ہونا عمر بھر کی کوشش اور مجاہدہ کو چاہتا ہے۔ مگر نہ صرف یہ کہ انسان نے اب تک عمر غفلت اور گناہوں میں کاٹی ہے، یہ کیا پتہ ہے کہ اب اس کی کتنی عمر باقی ہے؟ بچہ، جوان، عُمر رسیدہ انسان کسی کا بھی پتہ نہیں کہ کس وقت موت حادثہ میں یا بیماری سے آجائے۔ اسی لئے فرمایا کہ اصلاح کا کام بہت بڑا ہے اور تمہارے پاس وقت کتنا ہے؟ اس لئے جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت اور پناہ کو حاصل کرنے کی۔ اور جس خوش نصیب انسان کو وہ حاصل ہو جائے وہ دل کی جنت میں اسی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔ دراصل تو انسان کو پیدا ہی کیا گیا تھا دل کی جنّت یعنے اطمینان اور بے فکری میں جیسا کہ ایک معصوم بچے کو نصیب ہوتی ہے مگر دنیا کی زندگی میں پڑ کر وہ اسے کھو دیتا ہے۔ تو دنیا میں رہ کر انسان کس طرح اس دل کی جنت کو قائم رکھ سکتا ہے یا دوبارہ پا سکتا ہے ان رازوں کو بھی اس حکیم کتاب نے اگلی دو آیات میں فرما دیا ہے۔

فرمایا الذین ینفقون فی السّرآء والضّرآء متقی وہ لوگ ہیں جو فراخی میں اور تنگی میں خدا کی راہ میں مال کو خرچ کرتے ہیں۔ فراخی اور تنگی دو انتہائی حالتیں ہیں جن کے ذکر میں درمیانی تمام حالتیں آجاتی ہیں جس طرح ہم کہتے ہیں صبح و شام وہ کام کرتا ہے تو دراصل درمیانی اوقات بھی اس میں آجاتے ہیں۔

دنیا کی سب سے بڑی مصروفیت دولت کمانا ہے۔ ہر شخص دن ہو یا رات اس میں لگا ہوا ہے۔ دولت کی یہ طلب بڑھتے بڑھتے ھل من مزید کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ جو کہ قرآن کریم نے جہنّم کا نشان بتایا ہے" اور، اور، اور" یعنے انسان کی دولت کے لئے ہوس کبھی پوری نہیں ہوتی۔ جو سینکڑوں کما رہا ہے وہ ہزاروں کی فکر میں ہے جو ہزاروں کما رہا ہے وہ لاکھوں کی فکر میں ہے۔ جو لاکھوں کما رہا ہے وہ کروڑوں کی فکر میں ہے۔ اور یہ آگ کبھی انسان کے دل کو چین میں نہیں رہنے دیتی۔ تو دیکھئے کہ دل کا اطمینان اور بے فکری جو دل کی جنت کا نشان تھے وہ کھوئے گئے یا نہیں؟ دوسرے مذاہب نے اس کا علاج یہ بتایا ہے کہ دنیا کو چھوڑ دو، دولت مت کماؤ، بلکہ راہب یا بھکشو یا سادھو (جو بدھ مذہب میں ہوتے ہیں) بن جاؤ۔ مگر اس طریق سے تو دنیا کی زندگی کی تمام تگ و دو اور محنت جو انتہائی انسانی خوبی ہے، اور نسلِ انسانی کی تمام ترقیات ختم ہو جائیں۔ بلکہ شادی بیاہ نہ کرنے سے جو تارک الدنیا لوگوں پر فرض ہوتا ہے نسلِ انسانی چند سالوں میں ختم ہو جائے۔ اس لئے دوسرے مذاہب کی یہ تعلیم کہ دنیا کو یا دنیا کمانے کو چھوڑ دو صحیح علاج نہیں۔

اسلام واحد مذہب ہے جس نے دنیا میں رہنے سہنے اور دولت حلال طریقوں سے کمانے کی اجازت دی ہے۔ مگر حلال طریقوں سے کمانے میں بھی دولت کی ہوس اور وہ ھل من مزید کی آگ انسان کے دل میں بھڑکنے لگتی ہے؟ اس کا کیا علاج ہے؟ وہ یہاں فرمایا کہ تمہاری مالی حالت جیسی بھی ہو خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں لگے رہو۔ قرآن حکیم بھرا پڑا ہے مفصل احکامات سے کہ کن کن باتوں پہ دولت کو خرچ کیا جائے صحابہ رضی اللہ عنہم تو ضرورت پڑنے پر اپنا سارا مال و دولت خدا کی راہ میں دے دیتے تھے۔ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اپنے گھر کو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے حوالے کر کے اپنے گھر میں جو بھی تھا لے آتے تھے تو حضرت عثمان رضؓ نے بے شمار دولت دی جس میں کہ سینکڑوں ہزاروں اونٹ فوج کی سواری کے لئے بھی دیدیئے۔ اور دوسری طرف غریبوں کا کیا حال تھا؟ دن بھر محنت مزدوری کر کے جو کھجوریں بطور اُجرت ملتیں ان میں سے آدھی اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے رکھ کر باقی آدھی خدا کی راہ میں دے دیتے۔ آپ نے دیکھا کہ قرآن کریم کے حکم کہ فراخی ہو یا تنگی خدا کی راہ میں مال کو خرچ کرو کو اس قوم نے کس طرح پورا کیا۔

تو مال کو اگر صرف اپنے لئے یا اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا جائے تو یہ تو حیوانی زندگی ہے کہ ہر حیوان اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے رزق مہیا کرتا ہے۔ مگر حیوانی سطح سے بلند ہو کر انسانی بلکہ روحانی مقام یہ ہے کہ انسان اوروں پر بھی اپنا مال خرچ کرنے یعنے بیواؤں۔ یتیموں مسکینوں، حاجت مندوں، مقروضوں، بیماروں اور تنگ دست یعنے غریبوں کے دکھوں کو کم کرنے کے لئے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مال و دولت بخشنے والے یعنے اللہ تعالےٰ کے دین کے کاموں کے لئے خرچ کر کے عملی شکریہ ادا کرے اس محسنِ اعظم کا جو ساری عمر دیتا رہتا ہے اور کبھی تھکتا نہیں۔ جو لوگ مال و دولت صرف اپنے لئے اور اپنے بیوی بچوّں کے لئے بند کر رکھتے ہیں اُن کے اندر نفس پرستی، تنگ دلی، اور مال کی محبت بڑھ کر ھل من مزید کی آگ بن کر بھڑک اٹھتی ہے۔ اس کے برعکس جو اپنے نفس کی خواہشات اور جذبات پر جو آگ اپنے اندر رکھتے ہیں چھری پھیر کر دوسروں پر اور خدا کے لئے اپنے دلوں کو کھو لتے ہیں ان کو جو دل کی ٹھنڈک اور خوشی پیدا ہوتی ہے وہ وہی دل کی جنّت ہے جس کے کھوئے جانے کا دولت کمانے میں ڈر تھا مگر اُن کا مال بجائے آگ بھڑکانے کے اُن کے اندر راحت اور خوشی پیدا کر کے ان کے دل کی جنت کو اور بڑھاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

— *** —

اخبار احمدیہ

* حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت ہیں اور حسب معمول خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔
بزرگانِ سلسلہ حضور کی صحت وعافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالےٰ سے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

— *** —

جالینوس کے قلم سے :-

جھوٹ ایک زہر ہے ایک دیمک ہے

* حدیث شریف میں آتا ہے کہ :-

ترجمہ :- "آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ پھر پوچھا گیا کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ پھر سوال کیا گیا کہ کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں۔"

جھوٹ وہ سرطان ہے جو افراد اور قوموں کو بالآخر ہلاکت اور فنا تک پہنچا دیتا ہے۔ جھوٹ ایک دیمک کی طرح روح کو چاٹ جاتا ہے۔

قرآن کریم میں بار بار سچ بولنے اور جھوٹ کو چھوڑ دینے کی تلقین کی گئی ہے اور سچوں کے لئے انعامات اور جھوٹوں پر عذاب کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ قیامت کے ذکر پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

"اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہی وہ دن ہے جب سچ بولنے والوں کو ان کا سچ فائدہ پہنچائے گا ان کے لئے ایسے باغات ہوں گے جن میں نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں سدا کے لئے رہیں گے رضی اللہ عنہم و رضو عنہ اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔" (الانعام - ۱۱۹)

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ہمارے معاشرے میں کس کس رنگ میں دن رات میں ہزار ہا مرتبہ جھوٹ بولا جاتا ہے آج تک جتنے بزرگ گذرے ہیں سب نے یہی کہا ہے کہ جو جھوٹ بولتا ہے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

ذیل میں جھوٹ بولنے کے دس انداز بیان کئے جاتے ہیں کہ ہم کس طرح مختلف رنگوں اور طریقوں سے اس زہر کو کھاتے ہیں جس کے کھانے سے روح مرجاتی ہے اور جھوٹ بولنے والا انسانیت کے مقام سے گر جاتا ہے۔

۱ :- مبالغہ آمیزی یا رنگ آمیزی

بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔ اس پر رنگ چڑھا کر خوبصورت بنا کر پیش کرنا۔ ایک کے دس اور دس کے بیس بنا کر پیش کرنا یہ ایک جھوٹ کی ہی قسم ہے جو حقیقت سے بالآخر کوسوں دور لے جاتی ہے اسے قرآن کریم کی زبان میں اسراف کہا جاتا ہے جس سے یوں منع فرمایا گیا ہے۔

"اور نہ ملاؤ سچی بات کو جھوٹ کے ساتھ"

"یقیناً اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والے جھوٹوں کو ہدایت نہیں دیتا"

۲ حقیقت کو سیاق و سباق کے بغیر بیان کرنا۔

اس کو نہایت اختصار سے یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ایک بزرگ نے اپنا کشف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں کشف میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت جاہ و جلال اور شان و شوکت والی ہستی ہے اس کا چہرہ اس قدر منور ہے کہ میری آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں آپ کون ہیں تو اس ہستی نے کہا کہ میں ہی تو خدا ہوں جس نے تمام جہانوں کو پیدا کیا ہے۔"

اب اس بزرگ کے دشمن اسے یوں بیان کرتے ہیں کہ دیکھو یہ خدائی کا دعوٰی کرتا ہے اور اس نے فلاں جگہ یہ لکھا ہے :-

"میں ہی تو خدا ہوں جس نے تمام جہانوں کو پیدا کیا ہے۔"

اور سننے والے کو اصل عبارت دیکھنے کی کیا ضرورت ہے وہ عقیدت الٰہی کی وجہ سے اس بزرگ کا جانی دشمن ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی دشمن اسلام یہ کہتا ہے کہ قرآن کریم میں لکھا ہے :

ویلٌ للمصلّین ــــ لا تقربوا الصّلوٰة ــــ ید اللّٰہ مغلولة ان اللّٰہ فقیرٌ۔

سیاق و سباق کو چھوڑ کر بیان کرنا بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔

۳ - منافقت۔

یہ ان لوگوں کا شیوہ ہے جن کی زبان پر کچھ اور دل میں کچھ اور ہوتا ہے یا وہ ایسی بات کہیں جو خود وہ نہ کرتے ہوں ایسے لوگوں کو قرآن پاک میں منافق کہا گیا ہے اور ان کا مقام یوں بیان ہوا ہے۔

"منافقین دوزخ کی اسفل ترین جگہ پر ہوں گے۔"

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا :

"سب سے برے لوگ وہ ہیں جو دو چہرے رکھتے ہیں۔ اس طرف اور چہرے سے ملتے ہیں اور دوسری طرف اور چہرے سے ملتے ہیں۔"

قرآن کریم میں یوں فرمایا گیا ہے۔

"وہ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب کافروں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مذاق کرتے ہیں۔" (البقرۃ)

۴ ، بڑھ چڑھ کر تعریف کرنا۔

کسی کی مدح اور تعریف بیان کرتے وقت مبالغہ کرنا بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے، چاپلوسی سے دنیاوی اور مادی فوائد کے حصول کے لئے کسی انسان کی اتنی تعریف کرنا جس کا وہ اہل نہ ہو سراسر جھوٹ اور کذب بیانی ہے۔

ہمارے دیہات میں بھی اور شہروں میں بھی یا تو بعض لوگ خود اس جھوٹ کا نشانہ ہوتے ہیں یا امراء اور رؤسا نے بعض لوگ اس قسم کے جھوٹ بولنے پر ملازم رکھے ہوتے ہیں جو مجالس میں ان کی تعریف ان کے مقام سے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔

شعراء اور قصائد گو بھی اس کا شکار ہو جاتے ہیں اسی لئے قرآن کریم میں اکثر شعراء کو قابلِ تعریف قرار نہیں دیا گیا۔

۵ : وعدہ خلافی کرنا۔

حدیث شریف میں منافق کی جو علامات بیان کی گئی ہیں ان میں سے وعدہ خلافی بھی ایک ہے۔ فرمایا،

"جس میں یہ چار باتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک موجود ہے وہ جزئی طور پر منافق ہے جب تک کہ اسے ترک نہ کردے:۔

"جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اُسے پورا نہ کرے جب معاہدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو فحش کلامی کرے۔" عہد کو پورا کرنا۔ اور وعدہ کو نبھانا ایک مومن کی شان قرار دی گئی ہے قرآن کریم میں بار بار حکم ہوتا ہے "اوفوا بالعقود" اور مومنوں کی شان یوں بیان ہوئی ہے

"یقیناً کامیاب ہوگئے وہ مومن جو اپنی امانتوں اور عہدوں کا پاس رکھتے ہیں۔"

۶ : تکبّر اور بے جا فخر کرنا۔

دوسرے انسانوں پر اپنی برتری جتانا اور اترانا۔ غرور کرنا اور اکڑ کر چلنا اپنے آپ کو برتر خیال کرنا۔ دوسروں سے نفرت کرنا اس قسم کی تمام باتیں جھوٹ میں شامل ہیں جبکہ انسانیت میں سب مساوی ہیں۔ اس سے نفرت حقارت اور حسد پیدا ہوتا ہے۔ اور امیر اور غریب میں نفرت جنم لیتی ہے اسی لئے فرمایا ہے۔

"ان اللہ لا یحب کل مختال فخور"

۷ : جھوٹی گواہی دینا۔

یہ ایک نہایت بدترین اور ذلیل حرکت ہے جسے ہمارے ہاں بطور پیشہ بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ جس سے انصاف کی رُوح مجروح ہوتی ہے۔ اس سے ایک بے گناہ پھانسی کے تختہ پر چلا جاتا ہے اور ایک مجرم پھانسی سے بچ جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے جھوٹی گواہی دینے کو بُت پرستی کی گندگی کے ساتھ بیان فرمایا ہے:۔

"اور بتوں کے گند سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات بیان کرنے سے بھی پرہیز کرو۔"

اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو عدالت میں قرآن ہاتھ میں لے کر یا یہ کہہ کر کہ جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا" سراسر کذب بیانی سے کام لیتے ہیں۔ اس سے بُری قسم جھوٹ کی اور کیا ہوسکتی ہے مگر کہتے ہیں کہ انصاف اندھا ہوتا ہے اور یہ جھوٹی شہادت اس اندھے کی لاٹھی بن جاتی ہے جو بعض دفعہ ایک بے گناہ پر کوڑے بن کر برستی ہے۔

۸ : تہمت لگانا (افترا پردازی)

ایسا قصہ گھڑنا جس کی حقیقت کچھ نہ ہو جس سے کسی قابل احترام ہستی کی توہین مقصود ہو کسی عزت دار انسان کو اس کے منصب سے گرانا مدنظر ہو۔ اس کی طرف وہ بات منسوب کی جائے جو اس سے سرزد نہ ہوئی ہو۔ اسے قرآن کریم میں بہت نفرت سے بیان کیا گیا ہے اور اس کے لئے اسی دنیا میں سزا تجویز کی گئی ہے

فرمایا:

"جو لوگ نیک باز عورتوں پر الزام لگائیں اور چار گواہ پیش نہ کرسکیں اُن کو اسّی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور آئندہ سے ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔"

"وہ لوگ جو پاکباز اور نیک عورتوں پر تہمتیں تراشتے ہیں وہ دین اور آخرت میں لعنت کئے گئے ہیں ان کو بہت بڑا عذاب ہے۔"

(سورۃ النور)

۹ : مذاق یا مزاح کے رنگ میں غلط بیانی کرنا

اس قسم کے جھوٹ کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے۔ دن رات۔ صبح شام۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے اور کھاتے پیتے اس قسم کا جھوٹ بولا جاتا ہے جس کا بہترین بچنے کا یہ طریق ہے کہ ہم نے تو مذاق کیا تھا۔ زہر اور گندگی ایک غلاظت ہے جو خواہ مذاق میں کیا جائے یا سنجیدگی میں۔

بہت ترقی یافتہ قوموں کی پیروی اور نقل میں ہمارے ہاں بھی "اپریل فول" کے رنگ میں اس جھوٹ کو فیشن کے طور پر بولا جاتا ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا۔ اس قسم کے مذاق سے بعض دل کے مریض زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور بعض حوادث کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مگر جو لوگ یہ طریق اختیار کرتے ہیں وہ اس جھوٹ کو بطور چسکے استعمال کرتے ہیں۔ جو سراسر ایک غلط اور فحش طریق ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے:

"تم میں سے کوئی ایمان دار نہیں کہلا سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے کرتا ہے یہاں تک کہ مزاح میں بھی جھوٹ سے اجتناب کرے۔"

۱۰ : اپنے نفس سے جھوٹ بولنا۔

یہ جھوٹ کی ایک ایسی قسم ہے جو انسان بولتا رہتا ہے اور اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ایک گندی حرکت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ مثلاً بعض بُری عادات کو چھوڑ دینے کا عزم کرتا ہے کہ بس یہ عادت کل سے چھوڑ دوں گا اور دن مہینے اور سال گذرتے چلے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ وہ عادات بھی چلتی جاتی ہیں۔ اور اپنے نفس سے یہ وعدہ بھی چلتا رہتا ہے کہ اسے جلد ہی ترک کردوں گا۔ شرابی شراب چھوڑنے کیلئے۔ سگریٹ نوش سگریٹ چھوڑنے۔ غلط راستہ پر چلنے والے اس راستہ کو چھوڑ دینے کے لئے روزانہ اپنے نفس سے وعدہ کرتے ہیں مگر اس وعدہ کا ایفا نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے کو سرور کائنات صلعم نے بہت بڑی خیانت بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں،

"اس سے بڑھ کر خیانت اور کیا ہوگی کہ تُو اپنے بھائی سے کوئی بات بیان کرے اور وہ اسے سچ مان لے جبکہ تُو جھوٹ بول رہا ہو۔"

باہتمام الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک پائے احمد مختار ہیں

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۳۷۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید ۔ وپائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم افتاد

دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردیگا

الہاماتِ حضرت مسیح موعود

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے ۔ تیس روپے
بیرونی ممالک سے ۔ دو پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

جلد: ۷۱ | یوم چہارشنبہ ۲ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ مطابق ۴-اپریل ۱۹۸۴ء | شمارہ: ۱۴

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردھم

کامل تبدیلی پیدا کرو تا جماعت کو بدنام کرنے والے نہ ٹھہرو

"ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ میں ــــ اپنے مخالفوں سے باوجود اُن کے بغض کے ایک بات میں اتفاق رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خداتعالیٰ نے چاہا ہے کہ یہ جماعت گناہوں سے پاک ہو اور اپنے چال چلن کا عمدہ نمونہ دکھائے ۔ وہ قرآن شریف کی تعلیم پر سچی عامل ہو ۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں فنا ہو جائے ۔ ان میں باہم کسی قسم کا بغض و کینہ نہ رہے وہ خداتعالیٰ کے ساتھ پوری اور سچی محبت کرنے والی جماعت ہو لیکن اگر کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر بھی اس غرض کو پورا نہیں کرتا اور اس میں نیکی اپنے اعمال سے نہیں دکھاتا وہ یاد رکھے کہ دشمنوں کی اس مراد کو پورا کریگا ۔ وہ یقیناً ان کے سامنے تباہ ہو جائیگا ۔

خداتعالیٰ کے ساتھ کسی کا رشتہ نہیں اور وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا ۔ وہ اولاد جو انبیاء کی اولاد کہلاتی تھی یعنے بنی اسرائیل ۔ جن میں کثرت سے نبی اور رسول آئے اور خداتعالیٰ کے عظیم الشان فضلوں کے وہ وارث اور حقدار ٹھہرائے گئے تھے لیکن جب اس کی روحانی حالت بگڑی اور اس نے راہِ مستقیم کو چھوڑ دیا ۔ سرکشی اور فسق و فجور کو اختیار کیا ۔ نتیجہ کیا ہوا ۔ وہ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کی مصداق ہوئی ۔ خداتعالیٰ کا غضب ان پر ٹوٹ پڑا اور اُن کا نام سؤر اور بندر رکھا گیا ۔ یہاں تک وہ گر گئے کہ انسانیت سے بھی اُن کو خارج کیا گیا ۔

یہ کس قدر عبرت کا مقام ہے ۔ بنی اسرائیل کی حالت ہر وقت ایک مفید سبق ہے ۔ اسی طرح یہ قوم جس کو خداتعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے وہ قوم ہے کہ خداتعالیٰ اس پر بڑے بڑے فضل کریگا ۔ لیکن اگر کوئی اس جماعت میں داخل ہو کر خداتعالیٰ سے سچی محبت اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع نہیں کرتا ۔ وہ چھوٹا ہو ۔ یا بڑا ۔ کاٹ ڈالا جائے گا ۔ اور خداتعالیٰ کے غضب کا نشانہ ہوگا ۔ پس تمہیں چاہیئے کہ کامل تبدیلی پیدا کرو اور جماعت کو بدنام کرنے والے نہ ٹھہرو"

(الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۴ء)

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا

ہر چیز میں خدا کی ضیاء کا ظہور ہے ۔ پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دور ہے
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا ۔ اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
عاشق جو ہیں وہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں ۔ جب مر گئے تو اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں
ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی ۔ دیوار زہد خشک کی آخر کو پھٹ گئی

نماز انفرادی اور جماعتی ترقی کے علاوہ ایک تیسری ترقی کا راستہ بھی کھولتی ہے

انسان کی ترقی کا دو رنگ میں ہونا ایک امر مسلّم ہے ایک اس کی انفرادی ترقی ہے یعنی فرد واحد ہونے کی حیثیت سے کمال کو حاصل کرنا اور دوسری اس کی اجتماعی ترقی ہے یعنی ایک جماعت یا قوم ہونے کی حیثیت سے ترقی کرنا۔ انسان اس دنیا میں تنہا زندگی بسر نہیں کرسکتا بلکہ اُسے لازمًا دوسروں کے ساتھ مل کر رہنا ہوتا ہے اس لئے اجتماعی ترقی کے بغیر انفرادی ترقی کوئی قابل قدر چیز نہیں اور ترقی یافتہ افراد کے بغیر جماعت کی ترقی "ترقی" کہلانے کی مستحق نہیں جماعت کل کا حکم رکھتی ہے اور افراد اس کے اجزاء ہیں یا جماعت ایک زنجیر کا حکم رکھتی ہے تو افراد اس کی کڑیاں ہیں اگر زنجیر کی کڑیاں کمزور ہیں تو زنجیر کمزور ہوگی اور اگر کڑیاں مضبوط ہیں مگر ان کا باہم ارتباط مضبوط نہیں ایک کڑی دوسری کڑی کے ساتھ ملی ہوئی نہیں یا اُن کا جوڑ کمزور ہے تو بھی زنجیر نکمی ہوگی۔ خواہ کڑیاں الگ الگ کیسی ہی مضبوط کیوں نہ ہوں۔ اس لئے آج یہ امر تمام دنیا کو مسلم ہے کہ انسان کی ترقی مکمل نہیں ہوسکتی جب تک وہ دونوں رنگوں میں ترقی نہیں کرتا۔ نماز نہ صرف ان دونوں قسم کی ترقی کے لئے راستہ کھولتی ہے بلکہ وہ ایک تیسرے رنگ کی ترقی کا راستہ بھی کھولتی ہے جسے میں آگے چل کر بیان کروں گا اور یہ تینوں قسم کی ترقی بُری اور پست خواہشات کو دبانے اور اچھی اور بلند خواہشات کو پیدا کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

نماز پست خواہشات کو دبانے اور بلند خواہشات کو پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے

اس میں شبہ نہیں کہ پست اور بُری خواہشات کو دبانے اور بلند خواہشات انسان میں پیدا کرنے کے اور ذرائع بھی ہیں۔ اچھی تربیت سے اچھی تعلیم سے اچھے ماحول سے بھی ایک حد تک یہ باتیں حاصل ہوجاتی ہیں مگر ادھورے طور پر، نماز وہ ذریعہ ہے جس سے یہ چیزیں اپنے کمال میں حاصل ہوتی ہیں اس لئے کہ نماز میں انسان کے قلب پر اللہ تعالےٰ کی ہستی کا احساس پیدا ہوتا ہے، اس وقت انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے خدا کے سامنے کھڑا ہے اس کے اور اس کے خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حضوری کا پورا احساس انسان کے قلب پر ہو تو اس کی اپنی فطرت اس وقت اپنے اصلی رنگ میں برہنہ ہو کر اس کے سامنے آجاتی ہے اور وہ تمام پردے دور ہوجاتے ہیں جو اس کی اپنی فطرت کے نور کو دبائے ہوئے ہوتے ہیں۔ فطرت انسانی اور اس کے خالق کا باہم ایک زبردست تعلق ہے جسے قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے فاذا سوّیتہٗ ونفخت فیہ من روحی یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک کمال کی حالت پر پہنچایا اور اس میں اپنی رُوح پھونکی اس لئے فطرت انسانی کا نور اپنے کمال میں اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی ہستی کا احساس اس کے قلب پر ظاہر ہو بغیر اس احساس کے فطرت کے نور میں چمک پیدا نہیں ہوتی۔ اور جس قدر یہ احساس زیادہ ہوگا اسی قدر فطرت انسانی کا نور زیادہ روشن ہوگا اور نماز میں یہ احساس اپنے کمال میں پیدا کرنے کے سارے طریقے جمع کردیئے گئے ہیں۔ نہ صرف زبان سے انسان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہے اور اس کی بڑائی کے گیت گاتا ہے بلکہ جسم کی مختلف ہیئتیں بھی ان افکار کے مطابق اختیار کرتا ہے اور قال کے ساتھ حال مل کر قلب پر ایک خاص اثر پیدا کرتے ہیں۔

نماز میں سب سے بڑا ذکر:۔ نماز میں وہ ذکر جو سب سے زیادہ دہرایا جاتا ہے اللہ اکبر ہے یعنی اللہ سب سے بڑا ہے اسی سے نماز شروع ہوتی ہے۔ گویا انسان خدا کے دربار میں داخل ہوتے وقت یہ اقرار کرتا ہے کہ تمام بڑائیاں خدا کے سامنے ہیچ ہیں۔ اگر کسی بڑے آدمی یا امیر یا بادشاہ کے سامنے جانے سے اس کی بڑائی کا احساس انسان کے دل پر پیدا ہوسکتا ہے اور یقینًا ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ جو ان سب سے بڑا ہے اس کے سامنے جانے سے یقینًا اس کی عظمت کا احساس انسان کے دل پر پیدا ہوگا پھر جب انسان نماز کے اندر ایک ہیئت کو بدل کر دوسری ہیئت اختیار کرتا ہے کبھی جھکتا ہے اور کبھی انتہائی تذلل کے طور پر اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتا ہے تو ہر مرتبہ یہی آواز اللہ اکبر کی اس کے منہ سے نکلتی ہے اور خدا کی عظمت کا احساس بلند سے بلند تر ہوتا چلا جاتا ہے:

نماز سے عظمتِ الٰہی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

پہلی دفعہ اللہ اکبر کہنے کے بعد جب انسان دست بستہ کھڑا ہو کر ایک مؤدبانہ حیثیت اختیار کرتا ہے تو پھر اس ذکر سے نماز کو شروع کرتا ہے سبحانک اللّٰھم و بحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدّک ولا الٰہ غیرک۔ اے اللہ تو ہر عیب سے ہر نقص سے پاک ہے اور تجھ میں وہ صفات پائی جاتی ہیں جن سے تو ہی حمد کا مستحق ہے اور تیرا نام بابرکت ہے۔ تجھ ہی سے سب برکتیں دنیا میں پیدا ہوتی ہیں اور تیری بڑائی بہت بلند ہے۔ تیرے سوائے کوئی معبود نہیں۔

قلب انسانی کو خدا تعالےٰ نے ایسا بنایا ہے کہ جس چیز کی عظمت کا اثر اس پر پیدا ہوجائے اس کے خلاف اس میں خیالات ہی پیدا نہیں ہوتے

(بقیہ صدا کالم نمبر ۲ پر)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب

بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۸۳ء مورخہ ۲۵ دسمبر (۱۹۸۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ ابراہیم کی آیت ۳۴ "واٰتٰکم من کل ما سألتموہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ط ان الانسان لظلوم کفار" کی تلاوت کے بعد فرمایا:

ہم نے یہ جلسہ بڑی اُمید و بیم کی حالت میں شروع کیا تھا۔ جلسہ سے قبل کئی دنوں سے میری صحت اچھی نہیں تھی اور مجھے بہت فکر تھی کہ کہیں اس وجہ سے میں جلسہ کی برکات سے محروم نہ رہ جاؤں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جلسہ کے پہلے دن سے ہی میرے اس فکر اور غم کو دور کر دیا۔ اس کے علاوہ بھی ہمیں کئی اور قسم کے تفکرات اور مشکلات درپیش تھیں۔ اس جلسہ کی کامیابی میں کئی قسم کی رکاوٹیں حائل کی جا رہی تھیں۔ جب اس لحاظ سے بھی میں جلسہ کی کامیابی کے متعلق سوچتا تو میرا دل ضرور گھبراتا لیکن ساتھ ہی میں اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عرض کرتا کہ "رب انی وھن العظم منی واشتعل الرأس شیبا ولم اکن بدعآئک رب شقیا" پھر اس کے بعد میں حضرت نبی کریم صلعم کی یہ دل ہلا دینے والی دعا پڑھتا اور اس میں اپنے ساتھ اپنی جماعت کو بھی شامل کرتا کیونکہ میری جماعت کی حالت میری اپنی حالت سے مختلف نہ تھی۔

"انا البآئس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنبی۔ اسئلک مسئلۃ المسکین وابتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر ودعآء من خضعت لک رقبتہٗ وفاضت لک عیناہ ونحل لک جسدہٗ ورغم لک انفہٗ اللّٰھم لا تجعلنی بدعائک شقیاً"

"میں تکلیفوں میں مُبتلا۔ تیرا محتاج۔ تجھ سے فریاد کرنے والا۔ تیری پناہ ڈھونڈنے والا۔ تجھ سے خوف کھانے اور ڈرنے والا۔ اپنے گناہوں کا اقرار اور اعتراف کرنے والا ہوں۔ میں تجھ سے ایک بے بس انسان کی طرح سوال کرتا ہوں اور ایک ذلیل گناہگار کی طرح تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں اور تجھے ایک خوفزدہ انسان کی طرح پکارتا ہوں۔ جسے کچھ نظر نہ آتا ہوں۔ اور اس کی طرح تجھے پکارتا ہوں جس کی گردن تیرے آگے جھک گئی ہے اور جس کی آنکھیں تیرے آگے اشکبار ہیں اور جس کا جسم تیری تلاش میں گھل گیا ہے اور جس کی ناک تیرے قدموں میں خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ تجھے پکار کر میں بے نصیب یا محروم نہ رہوں۔"

اس دُعا میں حضور صلعم نے جو خیر البشر اور رحمۃ للعلمین ہیں اپنے لئے جو الفاظ استعمال کئے اور اپنی بے انتہا عاجزی اور بے بسی کا اظہار کیا ہے انہیں پڑھ کر انسان کا دل دہل جاتا ہے۔ غرض حضرت زکریا کی دعا، آنحضرت صلعم کی مذکورہ بالا دُعا جو بڑی مشکلات میں آپ نے کی۔ اپنے بزرگوں کی دُعاؤں اور میری اپنی زندگی میں اللہ نے مجھ پر جو بے انتہا احسانات کئے ہیں اور بڑی بڑی مشکلات میں میری دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا ہے۔ ان سب کا واسطہ دے کر اس جلسہ کی کامیابی اور اس کے راستہ میں جو رکاوٹیں ڈالی جا رہی تھیں انہیں دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر دُعا کرتا رہا۔ اللہ غنی ہے اسی لئے انبیاء کو بھی اپنے مصائب میں رو رو کر مانگنا پڑتا ہے۔ بہرحال اللہ نے ہم پر فضل فرمایا۔ اس جلسہ گاہ کو دیکھیں یہ حاضرین سے بھری ہوئی ہے۔ خواتین نے مجھے بتایا ہے کہ ایسا وقت بھی ہوتا ہے جب مسجد میں نماز کے وقت ان کے لئے جگہ تنگ ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ ہماری انسانی کوششوں سے نہیں ہوا بلکہ اللہ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں یہ تحریک پیدا کی ہے کہ وہ امام وقت کے جلسہ میں جوق در جوق شامل ہو کر اسے بارونق اور کامیاب بنائیں اور اس کی برکات سے اپنی جھولیاں بھر بھر کر واپس جائیں۔ اس جلسہ کے مقاصد میں سے سب سے اہم مقصد ہی یہ ہے کہ اس میں شامل ہونے والوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ روحانی انقلاب پیدا کر دے۔ خواہ وہ وقتی طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ ایک دوست نے مجھ سے کہا ہے کہ ہمیں تو ان تین دنوں میں سال بھر کے لئے ایک انجکشن لگ جاتا ہے اور اگلے جلسے تک اس کا اثر باقی رہتا ہے لیکن ان الانسان لظلوم کفار انسان ناشکرا بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا نعمتوں کو بھول جاتا ہے۔

میں نے اپنی افتتاحی تقریر میں آپ سے یہ کہا تھا کہ اس جلسہ کے ان تین چار ایام کو جو آپ نے اللہ کی رضا اور خوشنودی اور اپنی روحانی تربیت اور تقویت کے لئے وقف کئے ہیں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ دنیا کے کاموں سے انقطاع کر کے مرضات اللہ کی خاطر آپ یہاں جمع ہوئے ان ایام کے ایک ایک لمحہ کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ میرے بھائیوں اور بہنوں نے اس مقصد اور غرض کو حتی الوسع پورا کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے کیونکہ میں نے مسجد میں بھی اور اس جلسہ گاہ میں بھی ان کی حالتوں کو دیکھا ہے۔ اور ایک خاص بات جو میرے مشاہدے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے جلسوں میں ٹی سٹال، بک سٹال اور مسجد کے سامنے سڑک پر لوگ گروہ در گروہ کھڑے رہتے تھے۔ اندر جلسہ ہو رہا ہوتا تھا اور یہ باہر باتوں میں مصروف رہتے تھے لیکن اس دفعہ سوائے اکا دکا آدمی کے جو اپنی ضرورت کی خاطر باہر گیا ہو سب لوگ جلسہ گاہ میں موجود رہتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے اوقات کا صحیح مصرف کیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جلسہ گاہ میں موجود رہنا اور ساری تقریریں سننا جن سے انسان کے علم و معرفت اور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے ایک اعلےٰ مقصد ہے۔ جسے آپ نے پورا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس سے بھی اعلےٰ اور ارفع تر مقصد اپنی روحانی زندگی کو سنوارنا۔ اللہ تعالیٰ کے نام کو دنیا میں بلند کرنا اور اس کے پیغام یعنی قرآن کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے تاکہ اللہ کی راہ سے بھٹکی ہوئی انسانیت اس کی روشنی سے فائدہ اٹھاکر اس کی طرف واپس لوٹ آئے اور تباہی سے بچ جائے۔ الحمد للہ

• اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس مقصد کے لئے قربانی کرنے کی بھی توفیق دی کیونکہ اس غرض کے لئے اموال کی ضرورت ہے۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ کوئی جماعت بغیر نظام کے بھی نہیں چل سکتی۔ جتنی کسی جماعت میں تنظیم اور تنظیم و ضبط ہوگا اور اس میں قربانی کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہوگا اتنا ہی وہ خوش اسلوبی سے چلے گی اور اسے بڑھ چڑھ کر کام کرنے کی توفیق ملے گی۔ یہ اللہ کا مجھ پر بڑا احسان ہے کہ جب بھی میں نے اللہ کے مشن کو پورا کرنے کے لئے اپنے بھائیوں کے سامنے فقیرانہ دست سوال دراز کیا انہوں نے میری توقع سے بڑھ کر اس پر لبیک کہا نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ باہر بھی مجھے جن پانچ سات ملکوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے وہاں بھی جب میں نے اپنے دوستوں سے روپیہ مانگا انہوں نے دل کھول کر دیا۔ میں نے کہا احمدی جہاں بھی ہوتا ہے احمدی ہوتا ہے۔ قرآن اور اسلام کی اشاعت کے لئے وہ روپیہ پانی کیطرح بہا دیتا ہے۔ لیکن اس دفعہ اس لحاظ سے بھی میرے دل میں ایک جھجک اور خدشہ تھا۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے میرے ان خدشات کو دور کیا اس کا کل کا منظر آپ کے سامنے ہے (کل وعدوں سمیت آٹھ لاکھ نوے ہزار پانچ سو بتیس روپے جمع ہوئے (بعد کی اطلاع کے مطابق گیارہ لاکھ ستر ہزار روپے جمع ہوئے) میری جیب میں بھی کچھ روپے اور زیور ہے جو میں بعد میں دوں گا۔ اس طرح اس وقت ۹ لاکھ روپیہ بن جاتا ہے۔ اس میں سے اگر میاں عمر فاروق صاحب والے پانچ لاکھ روپے نکال بھی دیئے جائیں تب بھی چار لاکھ باقی رہ جاتے ہیں۔ یہاں جو وعدے کئے جاتے ہیں وہ نقد کے برابر ہوتے ہیں۔ پچھلے سال چند وعدے جو کسی غلط فہمی کی وجہ سے پورے ہونے سے رہ گئے تھے جب وعدہ کنندگان کو یاد دہانی کرائی گئی تو وہ بھی پورے ہو گئے۔ رات کو ایک برخوردار میرے پاس آیا اس نے مجھے پانچ سو روپیہ نقد دیا اور پانچ ہزار کا وعدہ کیا کہ میں یہ رقم جون تک تین اقساط میں ادا کردوں گا۔ آج فاروقی صاحب کی اپیل پر جو رقم جمع ہوئی ہے اس کا حساب تو بعد میں ہوگا۔ اسوقت تک اتنی خطیر رقم کا جمع ہو جانا محض اللہ تعالےٰ کا تصرف ہے۔ یہ بھی اس کے انعامات ہیں جنھیں ہم شمار نہیں کر سکتے۔ واما بنعمة ربك فحدث کے مطابق ہمیں اس کی نعمتوں کا ذکر کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے روحوں کو تازگی اور قوت ملتی ہے۔

• آپ نے فرمایا کہ ہم اس وقت ایک جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہر جنگ کے کچھ قوانین اور اصول ہوتے ہیں جن کے مطابق وہ لڑی جاتی ہے۔ ہماری جنگ توپ و تلوار کی جنگ نہیں۔ یہ جنگ "وجاهدهم به جهادًا كبيرًا" کے مطابق قرآن کریم کے ہتھیار سے لڑی جانے والی جنگ اور جہاد ہے جس میں آپ مصروف ہیں۔ یہ ہمہ وقتی جنگ ہے جو کسی وقت بھی ختم نہیں ہوتی۔ دین کیلئے وہ جنگ جسے قرآن کریم نے قتال کہا ہے وہ اس وقت کہیں نہیں ہو رہی لیکن جو جہاد آپ نے شروع کر رکھا ہے وہ قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ اس نے آپ لوگوں کو اس کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ اس چھوٹی سی غریب قوم کو جس کی قلت عددی کا دوسرے لوگ مذاق اڑاتے ہیں اور ہمیں خود بھی اس پر شرم آتی ہے لیکن اللہ تعالےٰ چاہے تو وہ تھوڑوں سے بھی بہت بڑا کام لے لیتا ہے۔ ہم تو ہمیشہ سے ہی تھوڑے تھے۔ ہمارے متقدمین نے جو کام کیا کیا وہ تھوڑا ہے۔ انہوں نے دنیا کے کونے کونے تک اسلام کا پیغام پہنچایا۔ کیا یہ تھوڑا کام ہے۔ اس لئے آپ بھی دل برداشتہ نہ ہوں "انتم الاعلون ان كنتم مومنين" اگر آپ مومن ہیں تو باوجود مشکلات کے غالب آپ ہی رہیں گے۔ صرف اپنی فکر کرو اور اپنے آپ کو مومن ثابت کرو۔ جماعت کے اندر مومنوں کی جتنی کثرت ہو گی اسی نسبت سے اللہ کی نصرت ان کے ساتھ ہوگی۔ خدا تعالےٰ مومنوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ خواہ وہ قلیل کیوں نہ ہوں۔ قلت کا رونا تو حضرت صاحب نے بھی رویا ہے۔ ؎

این دو فکر دینِ احمد مغزِ جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

دینِ احمد یعنی اسلام کے دشمنوں کی کثرت اور اس کی مدد کرنیوالوں کی قلت نے میری جان کے مغز کو پگھلا کر رکھدیا ہے۔ یہ قلت تو ہمیشہ سے رہی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بشارت بھی تو ہے:۔

"كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين"

اللہ کے حکم سے چھوٹا سا گروہ کثیر گروہ پر جسے اپنی کثرت پر فخر ہوتا ہے غالب آجاتا ہے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

اگر ہم مومن ہو جائیں اور ہمارے اندر استقامت پیدا ہو جائے تو خدا تعالیٰ کی ہمارے لئے بشارتیں ہی بشارتیں ہیں۔

"ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملئكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون"

"وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پر استقامت دکھاتے ہیں ان پر فرشتے اترکر ان کو یہ تسلی دیتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے"

اگر ہم صابر اور ثابت قدم رہیں تو ہمیں کوئی خوف اور ڈر نہ ہوگا اور ہم اطمینان کے ساتھ اپنے کام کو جاری رکھ سکیں گے۔

آپ نے اس کے بعد فرمایا کہ اب میں آپ کی توجہ ان بنیادی باتوں کی

مدد ان شاء اللہ آپ کے ساتھ ہو گی۔

آپ نے فرمایا کہ اس وقت جو باتیں میں نے کہی ہیں اگر ان میں آپ کو کوئی صداقت دکھائی دیتی ہے تو ان کو اپنے سامنے رکھ کر اپنا اپنا جائزہ لیں اور خلوص اور ایمانداری کے ساتھ اپنی اس تنظیم کے ساتھ تعاون کرنے کا قصد کریں۔ تنظیم کے دیگر معاملات میں بھی آپ کا ویسا ہی رویہ ہونا چاہیئے جیسا آپ نے قربانی کر کے دکھایا ہے۔ اس سے آپ کی زندگیاں آسودہ اور خوشحال ہو جائیں گی۔ اور ہم بھی بہت سے تفکرات سے آزاد ہو جائیں گے اور اپنی توجہ پورے طور پر اپنے اصلی کام کی طرف دے سکیں گے۔ یہاں جو لوگ بھی اس کام کے لئے بیٹھے ہیں وہ کسی ذریعہ معاش یا روزگار کی تلاش میں یہاں نہیں آئے۔ وہ بڑی قربانیاں کر کے آئے ہیں۔ ہمیں ان کی خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور ان کی ناقدری نہیں کرنی چاہیئے۔ بعض لوگوں کی زبانوں سے ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں جن سے اللہ تعالےٰ ناراض ہوتا ہے اور اس کی ناشکری ہوتی ہے۔ جو کوئی ایسی باتیں کرتا ہے وہ اپنے ہی نفس پر ظلم کرتا ہے۔

جلسہ کے متعلق آپ نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بیمار تھا لیکن آپ لوگوں سے مل کر اور اس فضا کو دیکھ کر میرے دل اور روح کو نئی زندگی ملی ہے۔ میں نے آپ کے جوش و جذبہ۔ ولولہ اور سپرٹ اور جماعت کے ساتھ آپ کے پر خلوص تعاون کو دیکھ کر یہ محسوس کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے اگر کسی وجہ سے اپنی زندگی پیاری ہے تو وہ اس جماعت کے لئے ہے۔ میں سالہا سال سے اپنے دوستوں کو کہتا آیا ہوں کہ میرے پاس وقت تھوڑا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک میرا وقت کتنا باقی ہے۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے لیکن اب اگر مجھے زندگی کی ضرورت ہے تو وہ اس جماعت کے لئے ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ زندگی کے اس حصہ میں میری تھوڑی سی کوشش سے اگر اس قیمتی ورثہ کی جو ہمیں اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملا ہے حفاظت اور خدمت ہو سکے تو کر جاؤں۔ آپ لوگوں نے مجھے ایسے منصب پر کھڑا کر دیا ہے جس کا میں کبھی خواہش مند نہیں ہوا اور ہمیشہ یہی کہتا آیا ہوں کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں لیکن اب جب آپ نے مجھے اس پر فائز کر دیا ہے تو آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ مجھے اس کا اہل ثابت کرے اور مجھے اس خدمت کا موقع دے اور مجھ سے کوئی ایسی غلطی یا خطا سرزد نہ ہو جس کی وجہ سے مجھے آگے جا کر اللہ تعالےٰ کے سامنے جوابدہ اور آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح موعود کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ میں اللہ تعالےٰ سے ہرگز ایسی حالت میں ملنا نہیں چاہتا کہ وہ میری کسی غلطی کی وجہ سے مجھ سے ناراض اور مجھ پر غضبناک ہو۔

انسانوں سے ان کی سوچ اور عمل میں غلطی ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالےٰ دانستہ ایسی کوئی غلطی نہ کروائے جس سے جماعت کو نقصان ہو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اور میری روح یہ محسوس کرتی ہے اور میرا مشاہدہ مجھے یہ بتاتا ہے کہ میں نے جماعت کے لئے اس نازک ترین لمحہ میں اس جلسہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھے ہیں اور یہ آپ نے بھی یقیناً دیکھے ہوں گے اس لئے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میں نے بدنیتی سے کوئی کام نہیں کیا۔ اور نہ میری نیت میں کوئی فساد تھا۔ میری عمر اور صحت کے آدمی کو تو کبھی ایسی جرأت اور جسارت نہیں ہو سکتی کہ وہ بدنیتی سے کام لے۔ اور اللہ تعالےٰ کو اپنے اوپر ناراض اور غضبناک کرے کیونکہ مجھے اب اپنا وقت زیادہ دور نظر نہیں آتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے کسی فعل نے میرے بعض بھائیوں کو مجھ سے آزردہ کیا ہے لیکن میں ان سے بھی یہی کہوں گا کہ :- ؎

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
جو کوئی پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

یہ حضرت مسیح موعود کے پاک کلمات ہیں اور میں خدا کو حاضر ناظر اور گواہ رکھ کر یہ کہتا ہوں کہ یہ میرے دل کی آواز ہے اور میرے دل میں کسی کے لیئے کوئی کیں نہیں۔ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ اللہ مقلب القلوب ہے۔ انسان کا دل اللہ تعالےٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے چاہے تو ایک طرف پھیر دے اور چاہے تو دوسری طرف پھیر دے۔ جوں جوں وقت گذرے گا لوگ سمجھ جائیں گے اور یہ جماعت ان شاء اللہ تعالےٰ زندہ رہے گی۔ یہ اللہ کی راہ میں چلنے والا کاروان ہے یہ چلتا رہیگا۔ ہم میں سے ہر ایک نے اس میں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ اس لئے آپ میں سے ہر ایک فرداً فرداً یہاں سے اس ارادے اور عزم کے ساتھ واپس جائے کہ اس نے اس جماعت کا فرد ہونے کی حیثیت میں اس کی کیا خدمت اور اس کے کاموں میں کیا اور کتنا کردار ادا کرنا ہے۔

آپ نے اپنے اس بیان کے اختتام پر افسر جلسہ سالانہ چوہدری ریاض احمد صاحب اور ان کے معاونین کا جنھوں نے مہمانوں کی خدمت کی اور انہیں ہر طرح کا آرام پہنچایا شکریہ ادا کیا۔ اور دعا کی کہ اللہ تعالےٰ ان کی ان خدمات کو قبول فرمائے اور اس کا اجر دے۔ آپ نے تمام مہمانوں کا بھی شکریہ ادا کیا جنھوں نے اگر ان کی خدمت میں کوئی کوتاہی ہوئی تو اسے صبر سے برداشت کیا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کل کے اجلاس میں میری طبیعت پر جو اثرات ہوئے ہیں گھر جا کر بڑی دیر تک سوچتا رہا کہ یا اللہ میں وہ الفاظ کہاں سے لاؤں اور کیا کروں کہ میں تیرے ان احسانات کا شکریہ ادا کر سکوں۔ ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کبھی نہیں کر سکو گے۔ اس موقع پر حضرت صاحب کی یہ دعا مجھے بار بار یاد آتی ہے۔

"میرے رب تو نے مجھ سے گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا۔ تو نے میری پردہ پوشی کی اور طرح طرح کی نعمتوں سے مجھے نوازا۔ اللہ تعالےٰ کے احسانات اور انعامات کو کون گن سکتا ہے۔ وہ گناہوں کو دیکھتا اور بخشش دیتا ہے۔ وہ ظلم کے بدلے انعام کرتا ہے۔ اس مہربان خدا کا ہم کیسے شکریہ ادا کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ایسے الفاظ نہیں کہ ہم اس کا شکریہ ادا کر سکیں۔ آیئے ہم سب

ہاتھ اٹھاکر دعا کے ذریعے اس کا شکریہ ادا کریں۔ کچھ لوگوں نے دعا کی درخواست بھی کی ہے۔ یہ موقع خصوصیت سے دعاؤں کی قبولیت کا ہوتا ہے آپ ایک مجاہدہ سے جو آپ نے محض اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے کیا ہے فارغ ہونے والے ہیں۔ ایسے حالات میں اللہ کی رحمت انسانوں کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے جب کئی سو ہاتھ یا ہزارہا ایک ساتھ اٹھتے اور اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتے ہیں تو ان میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی ایسا بندہ ضرور ہوتا ہے جس کی دعا کو وہ قبول کرتا ہے۔ اور اس کی برکت سے وہ باقی سب کی دعاؤں کو بھی قبول کرتا ہے۔ بہت سے دوست بیمار ہیں ان کی شفاء کے لئے بھی دعا کریں میں صبح کی دعاؤں میں بیماروں کی شفا کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔ ان دعاؤں میں ساری جماعت میرے مدنظر ہوتی ہے۔ اپنی جماعت کی سرسبزی اور شادابی کے لئے بھی دعا کریں۔

حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ تم میرے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہو۔ یہ شاخیں چھوٹی بھی ہوتی ہیں اور بڑی بھی۔ لیکن جب درخت کے ساتھ ان کا پیوند ہوتا ہے تو وہ سب ہی سرسبز ہوتی ہیں۔ لیکن جب ان کا تعلق درخت سے ٹوٹ جاتا ہے تو وہ خشک ہو جاتی ہیں۔ یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو برائے نام جماعت میں شامل ہیں لیکن اس کے کاموں میں دلچسپی نہیں رکھتے وہ خشک شاخیں ہیں اور خشک شاخوں کا جو انجام ہوتا ہے وہ بھی آپ جانتے ہیں۔ اس لئے دعا کریں کہ اللہ ہمیں مسیح موعود کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں بنائے اور ہم سے راضی ہو اللہ تعالیٰ نے چند گنتی کے لوگوں کی حقیر سے حقیر کوشش کو بظاہر قبول کر کے ہمیں خوش کر دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اسے قبولیت بخشے اور جن لوگوں نے اس کی کامیابی میں حصہ لیا ہے اللہ تعالیٰ ان پر آسمانوں سے برکات نازل کرے۔ ان کے دین و دنیا کے کام درست کر دے اور ان کی ہر قسم کی مشکلات کو دور کر دے۔ اللھم لا سھل الا ما جعلتہ سھلا اے اللہ کوئی مشکل بھی آسان نہیں سوائے اس کے جسے تو آسان کر دے۔ آپ اب اپنے دلوں کو حاضر کر کے اپنے دلوں میں اپنے لئے۔ اپنی جماعت اور اسلام کی اشاعت کے لئے دعا کریں۔

عربی زبان میں دعائیں

۱ ربّنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبّت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔

۲ ربّنا لا تؤاخذنا ان نّسینا او اخطانا ج ربّنا ولا تحمل علینا اصرًا کما حملتہ علی الّذین من قبلنا ج ربّنا ولا تحمّلنا ما لا طاقۃ لنا بہ ج واعف عنّا وقفہ واغفرلنا وقفہ وارحمنا وقفہ انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین

۳ ربّنا لا تجعلنا فتنۃً للقوم الظالمین ۵ ونجّنا برحمتک من القوم الکٰفرین۔

۴ ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لّدنک رحمۃً ج انک انت الوّھاب۔

۵ ربّنا اٰتنا من لّدنک رحمۃً وھیّئ لنا من امرنا رشدا۔

۶ ربّنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النّار

۷ (ربنا) انت ولیّنا فاغفرلنا وارحمنا وانت خیر الغٰفرین۔

۸ ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلًا للذین اٰمنوا ربنا انّک رءوف رحیم۔

۹ ربنا ھب لنا من ازواجنا وذرّیّتنا قرۃ اعین وّاجعلنا للمتقین اماما۔

۱۰ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ وعلٰی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰہ واصلح لی فی ذرّیتی انی تبت الیک وانی من المسلمین

۱۱ اللھم لا تجعل الدنیا اکبر ھمّنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا

۱۲ اللھم الیک اشکو ضعف قوّتی وقلّۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین انت ارحم الراحمین وانت رب المستضعفین

۱۳ اللھم انی اعوذبک من جھد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء

۱۴ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم

۱۵ ربّنا تقبّل منا انّک انت السمیع العلیم۔

اخبارِ احمدیہ :-

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں احباب سلسلہ ارضی و سماوی برکات کے حامل اس وجود مسعود کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

قارئین کرام سے اپیل

اخبار پیغام صلح جو پچھلے اکہتر برس سے آپکی خدمت کرتا چلا آرہا ہے۔ یہ آپ کی انجمن کا خصوصی ترجمان اور نقیب آج مالی مشکلات سے دوچار ہے قومی اور خالصتہً دینی اخبار ہونیکی وجہ سے اس کا تمامتر انحصار چندہ خریداری پر ہے روز افزوں گرانی کا اثر اس پر بھی پڑ رہا ہے۔ کاغذ، کتابت طباعت اور خرچہ ڈاک کے اخراجات کئی گنا بڑھ چکے ہیں اور ہمارے دیرینہ کرمفرما چندہ خریداری کیطرف توجہ نہیں دے رہے آپ سے گذارش ہے کہ اپنے اس دیرینہ خادم کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے (۱) اپنا چندہ خریداری حتی الامکان جلد از جلد بھجوائیں (۲) نئے خریدار فراہم کریں (۳) صاحب حیثیت احباب عطیات بھجوائیں (۴) مسائل حاضرہ کے حل کرنے کے بارہ میں اپنے افکار مرتب کر کے اشاعت کیلئے (۵) اس اخبار کو بہتر اور مفید تر بنانے کے لئے اپنی تجاویز ہمیں بھجوائیں۔

از قلم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور،

درسِ قرآن - سبق ۶۴

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ قف وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ قف وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران ۳ - ۱۳۳-۱۳۴)

ترجمہ :" اور سخت غصہ کو دبا لینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اور وہ جو جس وقت وہ برا کام کرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے؟ اور جو وہ کر بیٹھیں اس پر اصرار نہیں کرتے درآنحالیکہ وہ جانتے ہوں۔"

پچھلے درس میں میں نے عرض کیا تھا کہ ہر متقی انسان کو دو جنّتوں کا قرآن نے وعدہ فرمایا ہے۔ ایک تو وہ جنّت جو عالم ظاہر میں اگلے جہان میں ملے گی اور دوسرے دل کی جنّت جو اسی دنیا میں اُسے عطا ہوتی ہے۔ اور آخرت میں بھی اس کے ساتھ جاتی ہے۔ دل کی جنت کو پانے یا پاکر نہ کھو دینے کے کچھ راز قرآن حکیم نے کھولے ہیں۔ پچھلے درس میں میں نے بالتفصیل بتایا تھا کہ ساری دنیا دن رات دولت کمانے میں لگی ہوئی ہے مگر یہ دولت کی طلب ھل من مزید کا رنگ اختیار کر لیتی ہے یعنے اور، اور، اور کی ہوس آگ کی طرح انسان کے دل میں بھڑکنے لگتی ہے۔ اس کا علاج دوسرے مذاہب نے دنیا کو چھوڑ کر راہب یا نَن یا سادھو یا بھکشو بن جانا بتایا مگر اگر ساری دنیا اس پر عمل کرنے لگ جائے تو تمام انسانی تگ و دو، تمام انسانی ترقیات اور محنت اور جفاکشی جیسی اعلےٰ صفات ختم ہو جائیں۔ بلکہ شادی بیاہ نہ کرنے سے نسل انسانی ایک نسل میں ہی ختم ہو جائے۔ اس لئے یہ تعلیم ناقابلِ عمل ہے۔ اسلام نے دولت کو حلال طریقوں سے کمانا جائز کیا مگر دولت کو صرف اپنے اور اپنی بیوی بچوں کے لئے خرچ کرنے سے جو حیوانی سطح ہے کہ ہر حیوان صرف اپنے اور اپنے بیوی بچوں کی فکر کرتا ہے انسان کو اٹھا کر خدائی صفت میں رنگین کرنا چاہا ہے کہ وہ وہ دوسروں کو دے اور اعلےٰ کاموں پر خرچ کرے جن کی تفصیل قرآن کریم نے دوسری جگہوں میں دی ہے۔ تو خدا کے رستہ میں ہر حالت میں یعنے امیری ہو یا غریبی خرچ کرنے سے انسان کے دل میں بجائے ھل من مزید کی ہوس اور طمع اور لالچ کی آگوں کے جنت کی ٹھنڈک اور خوشی پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا دولت کما کر اور خدا کی راہ میں خرچ کر کے انسان دل کی جنت بھی کما لیتا ہے۔ آج کی پہلی آیت میں ایک اور بات اسی دل کی جنت کو پانے اور قائم رکھنے کی بتائی۔ فرمایا والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ط واللہ یحب المحسنین یعنے متقی سخت غصہ کو دبا لینے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہوتے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ویسے تو تمام جذبات اور خواہشات آگ کا رنگ رکھتی ہیں مگر غصّہ کی نسبت انہیں دبانا آسان ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے کیا احسان کیا کہ ہمیں خبر دی کہ غضب جہنم کی آگ کے شعلوں میں سے ہے اور کسے تجربہ نہیں کہ غیظ و غضب آگ کے شعلہ کی طرح بھڑکتا ہے اور اس وقت انسان اپنے آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور گالی گلوچ، مارکٹائی۔ قتل و خون تک پر اُتر آتا ہے۔ نہ بھی ظاہر ہو تو جذبۂ انتقام انسان کو کھولاتا رہتا ہے۔ تمام لڑائی جھگڑے، قطع تعلقات جن میں طلاق بھی شامل ہے۔ جنگ و جدل اسی غصہ کے بے قابو ہو جانے سے ہوتے ہیں۔ آج کل کی سائنس PSYCHIATRY (علم النفس) نے کہا ہے کہ غصہ کو دبانا نہیں چاہیئے بلکہ اس وقت جو جی میں آئے کر گذرنا چاہیئے۔ کیا لغو مشورہ ہے۔ کہ مندرجہ بالا تمام بُرے نتائج اس طرح پیدا ہوتے ہیں اور غصہ ٹھنڈا ہونے کی بجائے انسان کے لئے ظاہری و باطنی مصائب اور دکھوں کے خارجی جہنم کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ جس طرح ظاہری آگ کو فوراً نہ بجھا دیا جائے تو وہ بھڑک اٹھتی اور پھیل کر سخت نقصان کرتی ہے اسی طرح غصہ کی آگ کو فوراً قابو میں نہ لایا جائے تو وہ بھڑکتی اور پھیلتی ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن حکیم کی سورت الھمزۃ ۱۰۴ میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کی آگ شروع میں تو انسانوں کے دلوں پر ظاہر ہوتی ہے بعد میں وہ عالم ظاہر میں بھڑک کر لمبے لمبے ستونوں کی طرح انسانوں کے اوپر چھا جاتی ہے۔ چند سیکنڈ کے غصہ کو فوراً نہ بجھا دیا جائے تو وہ باہر نکل کر لمبی لمبی مدتوں کے عذابوں کو انسان کے دل پر حاوی کر دیتی ہے۔

یہ آج کل کے غلط خیالات کا ہی اثر ہے کہ انسان کی زندگی جہنم بنی ہوئی ہے۔ میں اس میں ذرہ تفصیل سے جانا چاہتا ہوں تاکہ سننے یا پڑھنے والوں کے ذریعہ یہ بات پھیلے کہ غصہ کا اصل علاج وہی ہے جو قرآن حکیم نے بتایا ہے۔ دیکھ لیجئے دنیا میں سب میں پہلا اور سب میں نزدیک رشتہ ماں باپ اور اولاد کا ہوتا ہے۔ ان کی بے پناہ محبت و شفقت اور کبھی نہ ختم ہونے والے احسانات کی وجہ سے چاہیئے تو یہ تھا کہ اولاد ان کے پاؤں دھو دھو کر پیتے مگر آج کل دیکھ لیجئے کہ تمام

لڑکے لڑکیاں اور نوجوان اپنے ماں باپ سے اکثر ناراض و نالاں رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اس کی وجہ "جنریشن گیپ" ہے یعنے والدین اور اولاد کی عمروں میں اور مزاجوں میں فرق۔ تو بھائی یہ فرق کوئی آج تو پیدا نہیں ہوا۔ یہ تو ہمیشہ سے تھا۔ اور ہمیشہ ماں باپ کی باتیں یا روکنا ٹوکنا یا عادات اُن کی اولاد کو بُری لگا کرتی تھیں۔ مگر پہلے مذہب کا تھوڑا بہت بلکہ کافی اثر ہوتا تھا جو کہ ماں باپ کی عزت اور ان کی تربیت یعنے روکنے ٹوکنے کو اچھا بناتا تھا۔ اور کچھ خدا کا خوف بھی لوگوں کے دلوں میں ہوتا تھا۔ اب نہ مذہب رہا نہ خدا پر ایمان اور آجکل کے عالم نفسیات غصہ کو بھی طرح نکالنے کی تلقین کرتے ہیں۔ تو اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر اولادیں ماں باپ سے ناراض، باغی بلکہ اُن کی دشمنی تک پر اُتر آتی ہیں اور قتل تک کر دیتی ہیں۔ اسی طرح ماں باپ بھی اپنے غصہ کو نہیں دباتے اور اولاد سے بدسلوکی اور مار پیٹ کرتے ہیں۔ الغرض محبت اور راحت کا رشتہ آج کل دونوں فریق کے لئے دُکھ اور درد کا رشتہ بن گیا ہے

دوسرا نزدیک ترین رشتہ اور عمر بھر کا ساتھ میاں بیوی کا ہے ان کے مزاجوں میں فرق ہمیشہ سے تھا۔ پہلے سہہ لیتے تھے۔ اب مغربی تہذیب نے انسان کے باطنی حیوان کو ایسا بے لگام کیا ہوا ہے کہ سہنا تو کیا دن رات کے جھگڑے اور جوتم پیزار اور طلاقم طلاق عام ہو گئے ہیں لازمی بات ہے کہ دن رات کے ساتھ میں اور مزاجوں کے فرق کی وجہ سے ایک دُوسرے کی باتیں بُری لگیں اور غصہ آتے۔ حیوان کو غصہ آتے تو وُہ اُسے پینا نہیں جانتا۔ مغربی تہذیب نے انسان کی حیوانیت کو بے لگام کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ میاں بیوی میں دن رات کے جھگڑے عام ہو جانا لازمی تھا۔

گھر میں میاں بیوی کے علاوہ مالک اور نوکر کا رشتہ بھی ہوتا ہے پہلے نوکر مالک کی بات بُری لگے تو سہہ جاتے تھے اب نہیں سہتے اور فوراً غصہ میں آکر بدزبانی اور گستاخی کرنے لگتے ہیں، نوٹس دیتے بلکہ قتل تک کر دیتے ہیں۔ یہی حال فیکٹریوں، دفتروں، دکانوں اور زراعت کے نوکروں اور مالکوں کا ہے۔ ان کے تعلقات سخت خراب ہیں۔ اور ہڑتالیں اور ہر قسم کی خرابیاں عام ہو رہی ہیں۔ یہ وہی حیوانیت کا بے لگام ہو جانا ہے جو اس زمانہ میں عام ہو رہا ہے اور حیوان اپنا غصہ دبانا نہیں جانتا۔ اس کا علاج صرف قرآن میں ہے کہ غصہ کو دباؤ۔ رسول اللہ صلعم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ اصل پہلوان وہ نہیں جو کہ اکھاڑے میں دوسرے پہلوان کو گرا لے بلکہ اصل پہلوان وہ ہے جو غصہ آنے پر اُسے دبا لے۔ وہ نفس امّارہ سے کشتی ہوتی ہے۔ ایک اور موقعہ پر حضور صلعم نے فرمایا کہ جسے غصہ آئے اور وہ اُسے دبا لے اور اگلے کو معاف کر دے تو اللہ تعالے اس کے پیٹ کو امن اور ایمان سے بھر دیتا ہے۔ اسی بات کو آج کی آیت میں قرآن نے بھی فرمایا ہے کہ نہ صرف غصہ کو دباؤ بلکہ اگلے کو معاف بھی کر دو۔

یہ کیا پُرحکمت بات ہے۔ انسان اپنے غصہ کو دباتے تو بھی اس کا دل جلتا اور کھولتا رہتا ہے۔ مگر اگلے کو معاف کر دے تو وہ آگ بالکل بجھ جاتی ہے۔ اور اگر اگلے پر احسان بھی کرے جس کا ذکر آج کی آیت میں ہے تو دل میں وہ ٹھنڈک اور راحت پیدا ہوتی ہے کہ وہ واقعی جنت ہوتی ہے۔

کیا یہ تعلیم ناقابلِ عمل ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ تعلیم وہ اعلےٰ خدائی صفات سکھاتی ہے جن کا مظاہرہ اللہ تعالےٰ دن رات فرماتا ہے۔ دنیا میں اور انسانوں میں جو کچھ ہو رہا ہے کیا وہ خدا کو سخت غصہ نہیں دلاتا؟ مثلاً شرک عام ہے اور شرک سے جو غصہ خدا کو آتا ہے اس کا کچھ تجربہ ان خاوندوں کو ہوتا ہے جن کی بیویاں دوسرے مردوں کو ان کا شریک بنا لیتی ہیں۔ پھر دہریت کو کمیونزم نے کس قدر عام کر دیا ہے جن ملکوں میں کمیونزم نہیں وہاں بھی دہریت عام ہو رہی ہے اور یہاں تک کہا جا رہا ہے کہ یا تو خدا تھا ہی نہیں یا تھا تو نعوذ باللہ اب مر گیا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی گستاخی اور بے ادبی کی باتیں ہو سکتی ہیں جو خدا کو غصہ دلائیں؟ کیا ہر قسم کے گناہ اور بدیاں اور ناپاکیاں جو خدا کی آنکھوں کے آگے ہو رہی ہیں وہ خدا کو غصہ نہیں دلاتیں؟ ضرور دلاتی ہیں۔ مگر وہ اپنے غصہ کو دباتا اور لوگوں کو ہر آن معاف کرتا رہتا ہے جیسا کہ قرآن نے فرمایا و یعفوا عن کثیر یعنے خدا تو بہت معاف فرماتا ہے۔ صرف اتنا نہیں بلکہ وہ انسانوں پر احسان پہ احسان کرتا چلا جاتا ہے۔ کہ اپنی نعمتوں کو مشرکوں دہریوں، گناہ گاروں، بدکاروں، کو بھی دیتا چلا جاتا ہے مشہور واقعہ حضرت ابراہیمؑ کا ہے۔ آپ ہر شام کسی مسافر کو گھر لا کر اُسے کھانا کھلاتے اور ٹھہراتے تھے۔ ایک شام جو مسافر وہ گھر لائے وہ جب کھانا کھانے لگا تو اس نے خدا کا نام نہیں لیا۔ حضرت ابراہیمؑ کے پوچھنے پر وہ کہنے لگا کہ میں کسی خدا وُدا کو نہیں مانتا۔ حضرت ابراہیمؑ کو اس قدر غصہ آیا کہ انہوں نے اس آدمی کو گھر سے نکال دیا۔ تو آپ پر وحی آئی کہ ابراہیم اس شخص نے ساری عمر میرا انکار کیا اور مجھے بُرا بھلا کہا بلکہ اوروں کو بھی دہریہ بنانے کی کوششوں میں لگا رہا مگر میں نے تو کبھی اس کا رزق اس پر بند نہیں کیا۔ تو حضرت ابراہیمؑ دوڑے گئے اور اس مسافر سے معافی مانگ کر اسے واپس لائے اور اُسے کھانا کھلایا۔ یہی تخلقوا باخلاق اللہ ہے یعنے اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ جس کا حکم رسول اللہ صلعم نے دیا ہے۔ یہی اللہ کے رنگ کو اختیار کرنا ہے جس کی تعلیم قرآن پاک نے ہمیں دی ہے۔ اللہ تعالےٰ سے بڑھ کر کون غصہ کو ضبط کرتا ہے۔ معاف کرتا اور احسان کرتا رہتا ہے؟

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی انہی اعلےٰ صفات کا نمونہ تھی۔ اتنے واقعات ہیں کہ گننے لگوں تو کبھی ختم نہ ہوں۔ دو بڑے واقعات کا ذکر کافی ہوگا۔ جنگِ اُحد میں دشمنوں کے تیروں تلواروں

اور پتھروں کی بوچھاڑ سے حضور صلعم زخمی ہو کر گر گئے تو ایک صحابیؓ نے کہا یا رسول اللہ صلعم ان کے لئے بد دعا کریں۔ حضورؐ نے بد دعا تو کیا کرنی تھی دعا دی کہ اے اللہ میری قوم کو معاف فرما کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ یعنے حضورؐ نے اپنے غصہ کو نہ صرف دبایا اور دشمن کو معاف کیا بلکہ اس پر احسان کیا کہ اللہ کی جناب میں اس کی شفاعت کی۔

اسی طرح فتح مکّہ کے وقت بیس سال کے ظلم و ستم، قتل و غارت اور ایذاؤں کے بدلہ لینے کا پورا موقع تھا۔ وہ خونخوار بھیڑیے آپؐ کے آگے کھڑے تھے جنہوں نے آپؐ کے ساتھیوں کو سخت سے سخت ایذائیں، خود حضور صلعم کو بھی دیں۔ ساتھیوں کو کبھی قتل کیا یا عمر بھر کے لئے زخموں سے ناکارہ کیا۔ اور خود حضور صلعم کو بھی بیس سال قتل کرنے کی کوشش کرتے رہے حضور صلعم کے چچا ابوحمزہ کو شہید کروا کے ان کا کلیجہ حضورؐ کی آنکھوں کے آگے چبانے والی عورت بھی سامنے تھی۔ وہ سفاک جس نے حضور صلعم کی حاملہ صاحبزادی کو اونٹ پر برچھا مار کر شہید کیا تھا اب اس کی بھی سزا کا وقت تھا، مگر حضورؐ نے کس قدر زبردست اپنے غصہ کو دبانے، معاف کرنے اور احسان کرنے کا ثبوت دیا کہ فرمایا کہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے۔ سب کو بخش دیا۔

یہ وہ اعلےٰ مقام ہے جس پر اللہ اور اس کا رسول خود ہیں اور اسی کی تعلیم وہ ہم کو دیتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جس پر انسان آپس کی ہر دم کی بدمزگیوں اور رنجشوں اور غصوں سے نجات پاکر دل کی وہ جنت پاسکتا ہے جو نہ صرف اس کی اس زندگی کو اصلی راحت و ٹھنڈک بخشتی ہے بلکہ انسان کی اگلی زندگی کی جنت کی بھی راہ بتاتی ہے۔

(باقی آئندہ)

— ✱✱✱ —

بقیہ: نماز انفرادی اور جماعتی ترقی کے علاوہ ----

جن لوگوں کے دلوں پر اپنے پیر کی عظمت کا اثر ہوتا ہے وہ پیر کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ بعض وقت خدا کے حکم کے خلاف کریں گے مگر پیر کے حکم کے خلاف نہیں کریں گے جن پر کسی حاکم کی عظمت کا کوئی اثر ہوتا ہے وہ حاکم کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ اسلام نے عبادت کا وہ طریق سکھایا ہے جس سے اللہ تعالےٰ کی عظمت کا اثر دل پر ہو۔ ظاہری ہیئت کے لحاظ سے بھی کہ کبھی دست بستہ کھڑا ہوتا ہے کبھی جھکتا ہے کبھی سجدہ میں گر جاتا ہے کبھی مودّب ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور پھر اذکار بھی ایسے رکھے ہیں جن سے اللہ تعالےٰ کی عظمت کا اثر دل پر ہو۔ پھر نماز کو دن رات میں پانچ اوقات پر تقسیم کر کے اس احساس عظمت الٰہی کو بار بار انسان کے قلب پر وارد کرتا ہے۔ انسان کسی کام میں لگ جاتا ہے اس کو اس شغل سے ہٹا کر ذکر الٰہی کی طرف لانے میں یہ حکمت ہے کہ تا جب اس اثر کو لے کر پھر کام کی طرف لوٹے تو اس کے دل پر اس وقت بھی عظمت الٰہی کا احساس ہو۔

انفرادی ترقی اجتماعی ترقی پر مقدم ہے

اب میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں میں نے کہا تھا کہ نماز انفرادی اور اجتماعی ترقی دونوں کے لئے راہیں کھولتی ہے مگر نماز میں انفرادی ترقی کو اجتماعی ترقی پر مقدم کیا ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس قلب پر وارد کرنے کے بعد نماز کی ابتداء اس امر سے کی ہے کہ انسان کی انفرادی ترقی شروع کہاں سے ہوتی ہے اور ختم اس بات پر کیا ہے کہ انفرادی ترقی کا کمال کیا ہے اور نماز کے عین درمیان میں جب انسان رکوع اور سجدے میں انتہائی تذلّل کی صورت اختیار کرتا ہے تو اس حالت میں بھی انفرادی عظمت اور علو کے حصول کا رستہ ہی بتاتا ہے۔ انفرادی ترقی کو اس قدر اہمیت دینا کئی وجوہ سے ہے اول انسان کی پیدائش کی اصل غرض اس کے انفرادی کمال سے ہی حاصل ہوتی ہے وہ غرض لقاء ہے اور اللہ سے ملنے کا تعلق صرف انسان کی اپنی ذات سے ہے اللہ کو ملنے یا اللہ کو پانے کے لئے اجتماع کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ علاوہ بریں نیک اعمال کا فائدہ سب سے پہلے انسان کے اپنے نفس کو پہنچتا ہے اور بد اعمال کی سزا بھی سب سے پہلے اس کے اپنے نفس کو پہنچتی ہے جو انسان خود کوشش نہیں کرتا وہ کسی دوسرے کے سہارے سے کسی بلند مقام پر نہیں پہنچ سکتا اور جب انسان پر کوئی سزا وارد ہو تو کوئی دوسرا اسے بچا نہیں سکتا۔ اس لئے قیامت کے دن کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں یہ بتایا ہے کہ اس وقت نہ بیوی کام آئے گی نہ ماں نہ باپ نہ اولاد نہ دولت۔ انسان کی پہلی ذمہ داری عند اللہ اس کی ذاتی ذمہ داری ہے۔

— ✱✱✱ — (حضرت امیر مولانا محمد علیؒ)

ارشاد باری تعالیٰ:

”اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اُسے یہ مت کہو کہ تُو مومن نہیں“

* دوئم: والدین سے حُسنِ سلوک:

خداتعالیٰ کے زندگی دیئے جانے کے بعد والدین ہی ہیں جو بچپن، لڑکپن اور جوانی تک بچے کو پرورش کرتے اور اس کے لئے اپنی جان سے بڑھ کر کوشش کرتے ہیں۔ تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اولاد کو ان سے اس سے بڑھ کر حسن سلوک کرنا چاہیئے جو انہوں نے اس کے لئے روا رکھا تھا جیسا کہ قرآن کریم نے دوسری جگہ والدین کو اُف تک کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ:۔

"حضور صلعم سے دریافت کیا گیا کہ خداتعالیٰ کو سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے آپؐ نے فرمایا وقت پر نماز کا ادا کرنا پوچھا گیا اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ والدین سے نیکی کرنا۔ پوچھا گیا اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا خداتعالیٰ کے رستہ میں جہاد۔"

* سوئم: بھوک کی وجہ سے اولاد کو قتل کرنا:

کسی انسانی جان کا لینا اور بغیر کسی وجہ کے کسی کو ایذا یا قتل تک پہنچا دینا سخت جُرم قرار دیا گیا ہے۔ اور گو اس میں قبل از اسلام عربوں کا بچوں کو زندہ درگور کرنا بھی مراد ہے۔ مگر اس کو اگر وسیع معنوں میں لیا جاوے تو اولاد کو غلط راستوں پہ چلنے کی اجازت دینا۔ تعلیم اور تربیت سے محروم رکھنا بھی انہیں قتل کر دینے کے مترادف ہے۔ اور اس کے تحت ہی کسی زندگی کو اس کی پیدائش سے قبل موت کی نیند سلا دینا بھی آتا ہے جس کا "مہذب" ملکوں میں بہت رواج ہو گیا ہے۔ اور چلتے چلتے یہ وبا ہمارے ملکوں کی طرف بھی آ رہی ہے اور بچوں کا پیدا نہ ہونا یا کم سے کم بچے ہونا ایک فیشن بنتا چلا جا رہا ہے جبکہ اس جگہ خداتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "نحن نرزقکم وایاھم"

"ہم ہی تم کو رزق دیتے ہیں اور ان کے لئے بھی ہم ہی انتظام کرینگے"

* چہارم: فواحش سے دور رہنا: اس جگہ خاص طور پر ظاہر اور باطن دونوں قسم کی برائیوں سے اپنے آپ کو دور رکھنے کا حکم دیا گیا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ انسان کے قلب پر بھی ہر دم نگاہ رکھتا ہے اور نیتوں کو اچھی طرح جانتا ہے اس لئے کوئی عمل بھی اس کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور فواحش یعنی فحش امور کیا ہیں اس کے متعلق حضور سرورِ کائنات نے ایک ہی اصول بیان فرمایا ہے کہ

"اپنے نفس سے فتویٰ مانگ"

دل جس کی بنیاد الٰہی فطرت پر ہے وہ ہی صحیح رائے دے سکتا ہے کہ برا کیا ہے اور اچھا کیا ہے اور دلِ باضمیر کی گواہی سے بڑھ کر اور کوئی گواہی نہیں ہے۔

* پنجم: یتیموں کے مالوں کو ہڑپ کرنا:

وہ بچے جو ابھی جوانی کی عمر کو نہ پہنچے ہوں اور یتیم ہوں تو کسی منصب سے فائدہ اٹھا کر ان کے اموال میں دست اندازی کرنا اور ان کا ناجائز استعمال کرنا اسے اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کہا ہے۔ جیسے فرمایا:

"یقیناً وہ لوگ جو یتیموں کا مال ظلم کی راہ سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے۔"

چونکہ خداتعالیٰ خود امین ہے اس کا رسولؐ امین ہے وہ سب مومنوں کو امین دیکھنا چاہتا ہے اور وہ نہیں پسند کرتا کہ اس پر ایمان لانے والے کمزوروں اور بے سہاروں پر ظلم کریں۔

* ششم: عدل اور انصاف کا دامن تھامنا

انسان اپنے اعمال۔ افعال۔ حرکات و سکنات سب میں عدل کرنے کا پابند ہے۔ چاہے بول رہا ہو۔ چاہے کوئی کام کر رہا ہو انصاف اور عدالت کا ساتھ نہ چھوٹے تب وہ مومن کہلاتا ہے۔ انسان لیتے وقت اپنے حقوق پورے مانگتا ہے مگر جب دینے کا وقت آ جائے یا دینے والے مقام پر متعین ہو جائے تو اس سے انحراف کرتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا:

"ہلاکت ہے کم تولنے والوں پر کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب اُن کے لئے تولتے ہیں تو کم تولتے ہیں۔"

اور جیسے ارشاد فرمایا ہے:

"دوسروں کے ساتھ وہ سلوک روا نہ رکھو جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔"

* عدل اپنے اندر بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ انصاف زندگی کے ہر موڑ پر کرے تب جا کر صحیح منصف کہلاتا ہے۔ کیا پیار سے فرمایا ہے۔

"اور جب تم بات کرو تو انصاف سے کرو خواہ جس کے متعلق کہہ رہے ہوں تمہارا قریبی ہی کیوں نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے کیا گیا عہد پورا کرو۔"

بعض لوگ ایسے مواقع پر نیوٹرل رہنا پسند کرتے ہیں اور سچی بات یا سچی گواہی کو پردہ اخفا میں رکھ کر انصاف کا خون کر رہے ہوتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے بھی حکم ہے کہ وہ عدالت سے تعاون کریں۔ اور انصاف کے قیام میں بھرپور مدد کریں۔ فرمایا:

"اور سچی گواہی کو پردۂ اخفا میں مت رکھو اور جو صداقت کو چھپاتا ہے وہ اپنے دل سے گناہ کر رہا ہوتا ہے۔"

(البقرۃ: ۲۸۳)

اور فرمایا:

"اور نہ انکار کریں گواہی دینے والے جب اُن کو طلب کیا جاوے۔"

——— * * * ———

باہتمام الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۴۔ اپریل ۱۹۸۴ء جلد ۷۱ شمارہ ۵

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰی ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک پائے احمد مختار ہیں
وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۰۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید — وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا
الہامات حضرت مسیح موعود

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے ۳۰ روپے
بیرونی ممالک سے ۲ پونڈ (علاوہ محصول ڈاک)

جلد ۷۱ { یوم چہارشنبہ ۹ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۸۴ء } شمارہ ۱۵

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے ظہور کیلئے دعا کی بہت ضرورت ہے

اس لئے اس پر ہمیشہ کمربستہ رہو اور کبھی مت تھکو

اصلاح نفس کے لئے اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے نیکیوں کی توفیق پانے کے واسطے دوسرا پہلو دعا کا ہے اس میں جس قدر توکل اور یقین اللہ تعالیٰ پر کرے گا اور اس راہ میں نہ تھکنے والا قدم رکھے گا اسی قدر عمدہ نتائج اور ثمرات ملیں گے۔ تمام مشکلات دور ہو جائیں گی۔ اور دعا کرنے والا تقویٰ کے اعلیٰ محل پر پہنچ جائیگا۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی کو پاک نہ کرے کوئی پاک نہیں ہو سکتا۔ نفسانی جذبات پر محض خدا کے فضل اور جذبہ ہی سے موت آتی ہے اور یہ فضل اور جذبہ دعا ہی سے پیدا ہوتا ہے اور یہ طاقت صرف دعا ہی سے ملتی ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ مسلمانوں اور بالخصوص ہماری جماعت کو ہرگز ہرگز دعا کی بے قدری نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ یہی دعا تو ہے جس پر مسلمانوں کو ناز کرنا چاہیئے۔

دعا خدا تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے۔

واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان۔ یعنی جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں کہ خدا کہاں ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے تو کہہ دو کہ وہ بہت ہی قریب ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اسے جواب دیتا ہوں۔

یہ جواب کبھی رؤیا صالحہ کے ذریعہ ملتا ہے اور کبھی کشف و الہام کے واسطے سے اور علاوہ بریں دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قادر ہے کہ مشکلات کو حل کر دیتا ہے۔

غرض دعا بڑی دولت ہے اور قرآن شریف میں جا بجا اس کی ترغیب دی ہے اور ایسے لوگوں کے حالات بھی بتائے ہیں جنھوں نے دعا کے ذریعہ اپنی مشکلات سے نجات پائی۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی جڑ اور ان کی کامیابیوں کا اصل اور سچا ذریعہ یہی دعا ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو دعاؤں کے ذریعہ سے ایسی تبدیلی ہوگی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے خاتمہ بالخیر ہو جائیگا۔

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۲۶۷)

"جماعت احمدیہ لاہور کو انتباہ"

ایک صاحب جنہوں نے اپنی کسی خاص مجبوری کی وجہ سے اپنا نام "پیغام صلح" میں شائع کرانا مناسب نہیں سمجھا مدیر پیغام صلح کو اپنے خط میں "جماعت احمدیہ لاہور کو انتباہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

آپ کو شاید معلوم نہ ہو اس لئے میں آپ کی خدمت میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ آجکل مخالف لوگوں کی طرف سے تو پروپیگنڈہ ہو رہا ہے کہ انہیں مرتد قرار دے کر سزا دی جائے اور انہیں شعائر اسلامی پر عمل کرنے سے منع کرنے کے لئے حکومت قانون بنائے کیونکہ اس طرح لوگ ان کو مسلمان سمجھ کر دھوکے میں آجاتے ہیں وغیرہ لیکن جو قابل افسوس بات میرے علم میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ آجکل جماعت ربوہ کے مربی صاحبان جماعت احمدیہ لاہور سے تعلق رکھنے والے احباب خاص طور پر نوجوانوں کے پاس پہنچ کر بڑی سرگرمی کے ساتھ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ آپ کی جماعت تو بہت تھوڑی بلکہ نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے۔ راولپنڈی اور سیالکوٹ کی جماعتیں آپ سے علیحدہ ہو گئی ہیں۔ آپ کے اور ہمارے عقائد میں دراصل کوئی فرق نہیں ہے۔ جماعت لاہور تو مولوی محمد علی صاحبؒ نے بنائی تھی کہ ان کو خلیفہ نہیں بنایا گیا تھا اور خلیفہ ثانی میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب کو ساری جماعتوں نے اپنا خلیفہ مان لیا تھا۔ اس لئے اب آپ کو چاہیئے کہ ہمارے ساتھ مل جائیں ہماری تعداد زیادہ ہے اور دن بدن بڑھ رہی ہے ہمارے ہاں تنظیم ہے۔ باہر ہمارے بے شمار مشن کام کر رہے ہیں۔ ہمارے جلسوں میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں باہر کے ملکوں سے بھی لوگ بڑی تعداد میں آتے ہیں وغیرہ اب اس قابل جماعت کو کثیر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے۔"

وہ دوست اور نوجوان جو اپنی جماعت کے عقائد۔ موقف اور جماعت قادیان (ربوہ) سے علیحدگی کے اسباب سے ناواقف ہیں یا اس بارے میں بہت کم علم رکھتے ہیں ان کا ان باتوں سے متاثر ہو جانا اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جانا غیر ممکن نہیں۔ اس لئے میری یہ درخواست ہے کہ آپ بطور مدیر پیغام صلح ان واقعات پر روشنی ڈالیں تاکہ جماعت ربوہ کے اس زہریلے پروپیگنڈے کا مؤثر جواب دیا جا سکے ورنہ بہت نقصان ہوگا۔

گستاخی معاف۔ اپنا موقف دوسرے لوگوں کے سامنے نہ پیش کرنے کی وجہ سے ہمیں پہلے بھی بہت نقصان پہنچ چکا ہے ہمیں لوگ جماعت ربوہ کی ہی ایک شاخ سمجھتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جماعت ربوہ سے جو لوگ آکر ہماری جماعت میں شامل ہوتے رہے ہیں ان میں سے بعض نے جہاں تک مجھے علم ہے خلیفہ ربوہ کی بیعت فسخ کر کے جماعت لاہور کے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پیغام صلح میں یہ اعلان شائع کرایا ہے کہ میں جماعت ربوہ کے عقائد سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں اور جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد کو درست سمجھتے ہوئے اس جماعت میں بیعت کے ذریعے شامل ہوتا ہوں۔ ان کے عقائد وہی رہے ہیں اور انہی عقائد کا پرچار ہماری جماعت کے اندر ہوتا رہا ہے۔ جماعت ربوہ کے مربی یہ جانتے ہیں اسی لئے ان کو یہ جرأت ہوتی ہے کہ وہ ہماری جماعت کے لوگوں کے پاس پہنچ کر ان کے دل و دماغ میں وسوسہ اندازی کریں اور اس طرح نقب زنی سے کام لیں۔

ہم کیوں علیحدہ ہوئے اس کے متعلق میں اپنی معلومات کے مطابق کچھ عرض کر دیتا ہوں تفصیل کے ساتھ لکھنا آپ کا کام ہے۔ اور یہ وقت کی بڑی ضرورت ہے۔ کیونکہ جماعت ربوہ ہمارے وجود کو ختم کرنے پر تلی ہوئی ہے کیونکہ وہ یہ سمجھ چکی ہے کہ ہمارے عقائد کھوکھلے ہیں جنھیں وہ ہر قدم پر بدلتی رہی ہے اس طرح جماعت لاہور کے عقائد درست ثابت ہو رہے ہیں۔ اگر جماعت لاہور ہم میں ضم ہو جائے تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ ہمارے عقائد ٹھیک ہیں اور لاہور والوں کے غلط ہیں ورنہ وہ کیوں اپنے عقائد چھوڑ کر ہم میں شامل ہوتے۔ وہ اب عقائد کے لحاظ سے ایک شکست خوردہ جماعت ہے اور اپنی اس شکست کو فتح میں بدلنا چاہتی ہے۔ ہمیں ان حیلوں اور ہتھکنڈوں سے واقف ہونا چاہیئے۔

ہماری جماعت کے جو دوست اس سے بے خبر ہیں کہ ہم قادیانی جماعت سے کیوں الگ ہوئے وہ "مجاہد کبیر" اور "حقیقت اختلاف" کا مطالعہ کریں ان کو معلوم ہو جائیگا کہ واقعات کیا تھے اور آیا ایسی صورت میں ہمارے بزرگوں نے جو قدم اٹھایا وہ درست تھا یا نہیں۔

جو ربوی حضرات یہ کہتے ہیں کہ ہمارے عقائد میں کوئی اختلاف نہیں وہ غلط کہتے ہیں۔ ہمارے اور ان کے عقائد میں بڑا واضح اختلاف ہے ایک اختلاف یہ ہے کہ وہ حضرت صاحب کی طرف ان کے اپنے دعاوی کے خلاف دعوائے نبوت منسوب کرتے ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ تمام اہل قبلہ کو کافر سمجھتے ہیں۔ میں صرف ایک دو حوالے ہی پیش کروں گا۔ تفصیل کے ساتھ بیان کرنا جماعت کے اہل علم کا کام ہے۔

نبوت حضرت صاحب کے متعلق

۱۔ "جس تعریف کو آپ محدثیت کی تعریف خیال کرتے تھے وہ درحقیقت نبوت کی تعریف تھی تو آپ نے اپنے محدث ہونے سے انکار کر دیا اور نبی ہونے کا اعلان کیا۔" (حقیقۃ النبوت ص ۱۲۸)

۲۔ "حضرت مسیح موعود محدثیت کی جزوی نبوت سے اوپر کسی اور نبوت کے مدعی تھے۔" (حقیقۃ النبوت ص ۲۳۵)

یہ جناب میاں محمود احمد صاحب مرحوم حضرت صاحب کی کتاب

([illegible])

جسٹس محمد تقی عثمانی کی انجسٹس

اسلام پر کسی ایک شخص یا طبقہ کی اجارہ داری نہیں ہے۔ یہ اللہ کا دین ہے جو چاہے اسے قبول کر سکتا ہے۔ دنیا کا کوئی قانون یا دستور اسے اپنا دین کہنے اور اس پر عمل کرنے سے نہیں روک سکتا۔ (مدیر اعزازی)

جناب جسٹس محمد تقی عثمانی کا ایک مضمون بعنوان "دستوری ترمیم کے قانونی تقاضے" روزنامہ جنگ لاہور میں شائع ہوا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ:-

۱۔ "صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے ماضی قریب میں ۔ ۔ ۔ ۔ کراچی منعقدہ ایک تقریب میں ۔ ۔ ۔ کہا کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کے ہر دعویدار کو بشمول مرزا غلام احمد قادیانی کافر بلکہ کافر سے بھی بدتر سمجھتا ہوں اور جو شخص ایسے مدعی نبوت کو نبی رسول مجدد یا اپنا دینی رہنما تسلیم کرے اُسے بھی کافر قرار دیتا ہوں۔ کسی شخص کو اسلام کے بنیادی عقائد کی جڑیں کھودنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ۔ ۔ ۔ ختم نبوت اسلام کا ایسا عقیدہ ہے اور کسی کو اس بنیادی عقیدے سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

۲۔ "دراصل مسئلہ یہ ہے کہ آج سے تقریباً دس سال پہلے ستمبر ۱۹۷۴ء میں جب قومی اسمبلی نے دستوری طور پر قادیانی اور لاہوری دونوں گروپوں کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کیا تو یہ ایک ایسی حقیقت کا اعتراف تھا جو دلائل اور براہین کی روشنی میں پہلے ثابت ہو چکی تھی۔ اس وقت پیش نظر یہ تھا ۔ ۔ ۔ ۔ کہ اس دستوری ترمیم کی بنیاد پر متعدد قوانین بھی بنائے جائیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چنانچہ پیش نظر یہ تھا کہ ان بنے ہوئے قوانین کے ذریعے اسلام اور قادیانیت کے درمیان التباس کے ہر راستے کو بند کر دیا جائے گا اور ۔ ۔ ۔ قادیانیوں کی طرف سے اسلامی اصلاحات (دراصل یہاں لفظ اصطلاحات ہونا چاہیئے) کے استعمال اور مسلمانوں کے درمیان اپنے عقائد کی تبلیغ کو قانوناً ممنوع قرار دیا جائے گا وغیرہ ۔ ۔ ۔ ۔ قادیانیوں کی طرف سے کھلم کھلا اسلام اور اس کے شعائر و مصطلحات کا بے دھڑک استعمال کر کے دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی ہے۔"

۳۔ تحریک احمدیت کے اسلام کے ساتھ رشتے کے متعلق حضرت مولانا محمد علی کے ایک انگریزی مضمون میں سے ایک فقرہ کاٹ کر لکھتے ہیں:

"THE AHMADIYYA MOVEMENT STANDS IN THE SAME RELATION TO ISLAM IN WHICH CHRISTIANITY (STOOD) TO JUDAISM"

(ان کے مضمون میں لفظ STOOD نہیں ہے اس لئے ہم نے اسے خطوط کے اندر رکھا ہے)

"یعنی تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔" (مباحثہ راولپنڈی مطبوعہ قادیانی صفحہ ۲۴)

اب ہم جسٹس موصوف کے ان عالمانہ۔ فاضلانہ اور فقیہانہ ارشادات کا قرآن کریم۔ حدیث اور حضرت صاحب کی تحریرات کی روشنی میں ایک ایک کر کے تنقیدی جائزہ لیتے ہیں تاکہ ہمارے قارئین پر یہ واضح ہو سکے کہ جب لوگ ہمارے خلاف کچھ کہنے اور لکھنے پر آتے ہیں تو وہ کس طرح قرآن کریم کے اس حکم کو بھی اپنے تعصب اور دشمنی کی وجہ سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی۔ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون

"اور اگر کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ کا تقویٰ کرو۔ اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔"

اور باوجود اپنے آپ کو پکے مسلمان اور متقی سمجھنے کے اس ارشاد ربانی کو کہ "اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو" عداوت میں اندھے ہو جانے کی وجہ سے نظر انداز کر دیتے اور اللہ کی گرفت سے بے خوف ہو جاتے ہیں۔

۱۔ اسلام کے بنیادی عقائد قرآن کے رُو سے

ا:۔ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ـــ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک ج وبالاٰخرۃ ھم یوقنون ۃ (البقرہ ۳-۴)

ب:۔ اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ (البقرۃ۔ ۲۸۵)

حدیث کے مطابق بنیادی عقائد

ا:۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں:-

"بنی الاسلام علیٰ خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان۔

ب: جب حضور صلعم سے یہ سوال کیا گیا کہ ایمان کیا ہے تو آپ نے فرمایا ان تؤمن باللہ وملٰئکتہ وبلقائہ ورسلہ وتؤمن

بالبعث "

اور جب اسی کے ساتھ آپ سے سوال کیا گیا کہ اسلام کیا ہے تو آپ نے جواب میں فرمایا:

"الاسلام ان تعبد الله ولا تشرك به وتقيم الصلوٰة و تؤدي الزكوٰة المفروضة وتصوم رمضان۔

قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کے ان ارشادات سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلعم کی رسالت۔ فرشتوں۔ تمام رسولوں اور کتابوں اور یوم آخرت پر ایمان اور نماز قائم کرنا۔ رمضان میں روزے رکھنا۔ زکوٰۃ اور حج ادا کرنا اسلام کے بنیادی عقائد اور فرائض ہیں۔

جہاں تک آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ کا تعلق ہے اس کے متعلق قرآن کریم میں یہ آیت ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين ط وكان الله بكل شيء عليما اور بے شمار احادیث بطور شہادت موجود ہیں جن میں سے ہم صرف ان احادیث کا حوالہ دیتے ہیں جن میں لا نبي بعدي اور خاتم النبيين کے الفاظ آتے ہیں۔

۱۔ عن سعد بن ابي وقاص قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلي انت بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي

یعنی آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تو مجھ سے اسی مرتبہ پر ہے جیسے ہارونؑ موسیٰؑ سے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲۔ لا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من امتي بالمشركين وحتى تعبد الاوثان وانه سيكون في امتي ثلثون كذابا كلهم يزعم انه نبي وانا خاتم النبيين لا نبي بعدي۔

قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں کے ساتھ مل جائیں گے اور یہاں تک کہ بتوں کی پوجا کی جائے اور میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں ہر ایک یہ خیال کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۳۔ عن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم قال ان مثلي ومثل الانبياء من قبلي كمثل رجل نبي بنيانا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويتعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم النبيين۔

حضور صلعم نے فرمایا کہ میری مثال اور ان نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں اس شخص کی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا پس اسے بہت اچھا اور خوبصورت بنایا مگر اس کے کونے سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی سو لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور اس پر تعجب سے کہنے لگے کہ کیوں یہ اینٹ نہیں لگائی گئی۔ آپ نے فرمایا وہ اینٹ میں ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔

قارئین کرام اب آئیے دیکھیں کہ قرآن کریم اور احادیث میں مذکور ان اسلامی بنیادی عقائد میں حضرت مسیح موعود نے کون سی اور کس طرح تبدیلی کی اور احمدی ان کے ساتھ کھیل رہے ہیں جن سے کھیلنے کی اجازت نہ دینے کی دھمکی ہمیں دی گئی ہے۔ ہم اس بارے میں حضرت صاحب کی اپنی کتب سے حوالے پیش کرتے ہیں:—

۱:۔ "اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی۔ ملائک کا منکر۔ بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے۔ لہٰذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہو گئی۔"

(اعلان مورخہ ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بمقام دہلی)

۲:۔ "دوسرے الزامات جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا منکر ہے اور معجزات کا انکاری اور معراج کا منکر اور نیز نبوت کا مدعی اور ختم نبوت کا انکاری ہے یہ سارے الزامات دروغ اور باطل ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اور میری کتاب "توضیح مرام" اور "ازالہ اوہام" سے جو ایسے اعتراضات نکالے گئے ہیں یہ نکتہ چینوں کی سراسر غلطی ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں۔"

(تقریر جامع مسجد دہلی مورخہ ۲۳۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء ادین الحق ۲۹)

۳۔ "بالآخر یاد رہے کہ جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اس کی جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرا بھی تقوای ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں۔ ۔۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلعم

اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن کریم سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا اور اسکے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین" (ایام الصلح صفحہ ۸۶-۸۷ سنہ ۱۸۹۹ء)

۴۔ "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔" (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۲۴)

۵۔ "کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد رسول اور نبی ہوں!" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷)

۶۔ "اور اللہ کی عزت اور جلال کی قسم کہ میں مومن اور مسلمان ہوں اور میں اللہ اور اس کی کتابوں اور رسولوں اور ملائکہ اور بعث بعد الموت پر ایمان رکھتا ہوں اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم افضل الرسل خاتم النبیین ہیں اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔" (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸)

۷۔ "آنحضرت صلعم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت پر کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلعم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔" (حاشیہ کتاب البریہ صفحہ ۱۸۴)

۸۔ "ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے۔ اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء اور قرآن خاتم الکتب ہے ... اور یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں اور جو کوئی شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افترا کرتا ہے"

۹۔ "والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی هو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ

ہمارے نبی صلعم کے بعد نبوت یقیناً منقطع ہو گئی ہے اور فرقان حمید کے بعد جو تمام سابقہ صحیفوں سے بہتر ہے کوئی کتاب نہیں اور شریعت محمدیؐ کے بعد کوئی شریعت نہیں۔" (ضمیمہ حقیقۃ الوحی ... الاستفتاء صفحہ ۶۴)

۱۰۔ "اسلام تمام دنیا اور تمام استعدادوں کے لئے آیا اور قرآن کو تمام دنیا کی کامل اصلاح مدنظر تھی جن میں عوام بھی تھے اور خواص بھی تھے اور حکما اور فلاسفر بھی اس لئے انسانیت کے تمام قویٰ پر قرآن نے بحث کی اور یہ چاہا کہ انسان کی ساری قوتیں خدا تعالیٰ کی راہ میں فدا ہوں اور یہ اس لئے ہوا کہ قرآن کے مدنظر انسان کی تمام استعدادیں تھیں اور ہر ایک استعداد کی اصلاح منظور تھی اور اسی وجہ سے ہمارے نبی صلعم خاتم النبیین ٹھہرے کیونکہ آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر وہ تمام کام پورا ہو گیا جو پہلے اس سے کسی نبی کے ہاتھ پر پورا نہیں ہوا تھا۔" (ست بچن صفحہ ۱۳۸)

۱۱۔ ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰؐ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
۱۲۔ ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال	لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے
۱۳۔ ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں	دل سے ہیں خدام ختم المرسلیںؐ
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں	خاک پائے احمدؐ مختار ہیں
۱۴۔ ز عشاق فرقان و پیغمبریم	بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

(درثمین فارسی اور اردو)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد اور مسیح موعود کی مختلف کتب اور اشتہارات سے یہ اقتباسات جن میں انہوں نے اپنے عقائد بیان فرمائے ہیں نقل کرنے کے بعد ہم جناب جسٹس موصوف سے جو اس وقت عدل و انصاف کی کرسی پر تشریف فرما ہیں یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ان عقائد میں سے کون سا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد کے مخالف ہے جس کے ساتھ ہم کھیل رہے ہیں اور ہمیں اس کے ساتھ کھیلنے کی اجازت نہ دینے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم ان کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حضرت صاحب کی کتب میں سے ان عقائد کے خلاف جن کا اظہار آپ نے اپنی مذکورہ بالا تحریرات میں کیا ہے کوئی عقیدہ نکال کر دکھا دیں یعنی وہ ہمارے سامنے حضرت صاحب کی وہ تحریرات پیش کریں جن میں انہوں نے فرمایا ہو کہ:

* میں آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین نہیں مانتا۔
* جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے وہ میرا عقیدہ نہیں ہے بحیثیت نبی میں اسلام کے مقابل پر نیا دین لایا ہوں۔
* قرآن شریف خاتم الکتب اور شریعت محمدیہ آخری شریعت نہیں ہے میں نئی کتاب اور نئی شریعت لایا ہوں جس کی وجہ سے قرآن اور شریعت محمدیہ منسوخ ہو چکی ہے
* میں ان تمام امور کا قائل نہیں ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔
* وحی رسالت اور نبوت آنحضرت صلعم پر ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے کیونکہ مجھ پر وحی نبوت اور رسالت بذریعہ جبرائیل نازل ہوتی ہے جس کے ذریعے مجھے جدید احکام شریعت سکھائے جاتے ہیں۔

ہم پورے وثوق اور یقین کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ جسٹس موصوف حضرت صاحب

کی کسی کتاب۔ رسالہ۔ اشتہار یا خط میں سے کوئی ایک حوالہ بھی ایسا پیش نہیں کر سکیں گے جس میں ان پانچ عقائد میں سے کوئی ایک عقیدہ بھی درج ہو۔ اس لیئے ان سے ہماری درخواست ہے کہ اپنے نام کے ساتھ لفظ "جسٹس" کے ساتھ جسٹس کریں۔

- - - - - - - - - -

- - - - - - - - - -

ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ کو ہم سے بڑھ کر مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں مانتا کیونکہ ہم نہ کسی نئے نبی کے آنے کے قائل ہیں اور نہ کسی پرانے نبی کے۔ اس عقیدہ کی جڑیں تو وہ کھود اور اس سے وہ کھیل رہے ہیں جو آنحضرت صلعم کے بعد ایک پرانے "رسول الی بنی اسرائیل" کو آج دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ مانتے اور اُسے قیامت کے نزدیک آسمان سے اتار کر انتظار میں آسمان کی طرف نظریں لگائے بیٹھے ہیں اور اس طرح ایک طرف تو اس میں خدائی صفات مان کر اللہ کے ساتھ شرک اور دوسری طرف مہر ختم نبوت کو توڑنے کے مرتکب ہوتے ہیں کسی عقیدے کے ساتھ کھیلنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کرنا۔ زبان سے اقرار اور عمل سے انکار ہی اس کی جڑیں کھودنے اور اس کے ساتھ کھیلنے کے مترادف ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انبیاء میں سے کسی کو زندہ رکھنا چاہتا تو وہ رسول کریم صلعم ہی اس کے مستحق تھے کیونکہ اسلام آپ کا لایا ہوا دین اور قرآن کریم آپ کی لائی ہوئی کتاب ہے اور آپ ہی حضرت عیسیٰؑ سے اپنی امت کی اصلاح کا کام بدرجہا احسن طور پر سرانجام دے سکتے تھے۔ آپ کا یہ اعلان ہے کہ یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا اور حضرت عیسےٰؑ کے متعلق ہے واذ قال عیسیٰ ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم۔ حضور صلعم ساری نسل انسانی کی طرف اور حضرت مسیح صرف بنی اسرائیل کی طرف لیکن ہے

مسیح ناصری را تاقیامت زندہ می فہمند + مگر مدفون یثرب را نداد ند ایں فضیلت را

تو ہمارے لیئے ہے

غیرت کی جا ہے عیسیٰؑ زندہ ہو آسمان پر + مدفون ہو زمین میں شاہ جہاں ہمارا

ہم احمدی اپنی اس غیرت پر کسی طرح بھی آنچ نہیں آنے دینا چاہتے بلکہ اس کیلئے مرمٹنے کو تیار ہیں کیونکہ ہم یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی نیا یا پرانا نبی آکر ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر کوئی نیا دین ہمارے سامنے پیش کرے۔ اس کے علاوہ محمد تقی عثمانی صاحب اپنے معاشرہ پر ———— نظر ڈال کر بتائیں کہ اس معاشرہ میں روز افزوں قتل و غارت۔ ڈاکے۔ چوری۔ زنا۔ آبروریزی عصمت فروشی۔ قمار بازی۔ شراب خوری۔ جیب تراشی فحش لٹریچر کی اشاعت۔ نقب زنی سمگلنگ چور بازاری۔ رشوت ستانی۔ ملاوٹ۔ ناجائز منافع خوری۔ منشیات کے کاروبار وغیرہ جیسے گھناؤنے جرائم۔ اسلام کے بنیادی عقائد کو کھودنے کے مترادف نہیں اور اگر ہے تو کیا انہیں اس طرح ہم کھود رہے ہیں یا کوئی اور ——۔ اگر وہ چاہیں تو پاکستان کی جیلوں میں جاکر اس کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ کیا وہ یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ نماز کتنے مسلمان پڑھتے اور روزہ کتنے رکھتے ہیں۔ کیا ان کے نزدیک صرف اتنا عقیدہ رکھ لینا اور عمل نہ کرنا کافی ہے۔ کہ نماز پڑھنی چاہیئے اور روزہ رکھنا چاہیئے۔

- - - - - - - - - - - اس کے بعد جناب جسٹس صاحب فرماتے ہیں:۔

"دراصل مسئلہ یہ ہے کہ آج سے تقریباً دس سال پہلے ستمبر ۷۴ء میں جب قومی اسمبلی نے دستوری طور پر قادیانی اور لاہوری دونوں گروہوں کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کیا تو یہ ایک ایسی حقیقت کا اعتراف تھا جو دلائل اور براہین کی روشنی میں پہلے ثابت ہو چکی تھی۔"

اس سلسلے میں ہم جسٹس صاحب سے دو سوال پوچھتے ہیں۔

پہلا یہ سوال ہے کہ وہ کونسی حقیقت تھی جو دلائل و براہین کی روشنی میں پہلے ثابت ہو چکی تھی۔ کیا یہ اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ ہمارے وہ عقائد ہیں جن کا حوالہ ہم حضرت صاحب کی کتب سے دے آئے ہیں؟ اگر بات یہی ہے تو - - - - -

- - - - - - - - اس وقت مسلمانوں کا کوئی فرقہ ایسا نہیں جس پر کسی دوسرے فرقے نے کفر و ارتداد اور واجب القتل ہونے کا فتوای صادر نہ کیا ہو۔ اور یہ فتوے دلائل و براہین ہی کے ذریعے صادر کیئے گئے - - - - - اور اگر انہیں یہ فتوے پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا تو وہ کتاب "کافر گری" کا مطالعہ فرمالیں - - - - - - - - ہم بخوف طوالت یہاں یہ سارے فتوے نقل نہیں کر سکتے انہوں نے ہم سے مطالبہ کیا تو ہم اُن کی نقول ان کو بھجدیں گے۔ جن دلائل و براہین کے ذریعے یہ حقیقت ثابت ہوئی تھی کہ احمدی غیر مسلم ہیں ان سے مراد اگر وہ دلائل و براہین ہیں جو کالعدم قومی اسمبلی میں دیئے گئے تو ہمارا جسٹس صاحب سے پر زور مطالبہ ہے کہ وہ ساری کارروائی جسے ۲۰ سال تک محفوظ کر دیا گیا ہے حکومت وقت سے شائع کرا دیں اور اگر وہ ساری کارروائی شائع نہیں کی جا سکتی تو کم از کم وہ بیان ہی شائع کرا دیں جو ہماری جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے وفد پیش ہونے سے قبل اسمبلی کے سامنے پڑھا گیا تھا کہ حق و باطل میں تمیز و تفریق ہو جائے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ روز کی کارروائی اخبارات میں شائع کی جاتی تا کہ لوگوں کو جھوٹ اور سچ کا علم ہوتا رہتا لیکن بجائے اس کے اسے نہ صرف خفیہ رکھا گیا بلکہ اس کی اشاعت پر ۲۰ سال تک پابندی لگا دی گئی۔ ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

- - - - - - - - - -

- - - - - - - - - -

اب جسٹس صاحب بھی ہمارے محولہ بالا عقائد کے باوجود دستوری ترمیم کے تحت ایسے قوانین بنوانے کا مطالبہ کر رہے ہیں جو ہمیں شعائر اسلامی پر عمل کرنے سے روکیں یعنی ہم اپنی مسجد کو مسجد نہ کہیں۔ اذان نہ دیں۔ نمازیں نہ پڑھیں۔ روزے نہ رکھیں۔ زکوٰۃ نہ دیں۔ حج نہ کریں۔ اپنے نام مسلمانوں والے نہ رکھیں۔ قرآن شریف نہ پڑھیں۔ غیر مسلموں کو اللہ کی طرف بلانے کے لیئے تبلیغ نہ کریں جیسے رسول کریم صلعم نے ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ فرمایا ہے۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہی رویہ مخالفین اسلام قریش مکہ کا تھا جس کی وجہ سے پہلے

مسلمانوں کو حبشہ اور بعد میں مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی اور قرآن کریم کی اس آیت "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ما کان لھم ان ید خلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم" کے مطابق اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کا ذکر کرنے والوں کو روکنے والوں کو آخر کار جو ذلت و رسوائی اور ہزیمت انہیں اٹھانا پڑی وہ بھی تاریخ کا ایک عبرتناک باب ہے کیا جسٹس موصوف ہمیں قرآن کریم کی کسی آیت یا رسول کریم صلعم کی کسی ایک حدیث کا حوالہ دے سکتے ہیں جس کی رو سے کسی صدر۔ وزیراعظم۔ کیبنٹ۔ قومی اسمبلی یا کسی مذہبی طبقہ کی اسلام پر اجارہ داری تسلیم کر دی گئی ہو اور جسے یہ اختیار حاصل ہو گیا ہو کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہنے اور شعائر اسلامی پر عمل کرنے والوں کو کافر اور غیر مسلم کہہ کر دائرہ اسلام سے خارج کر سکتا ہے؟ نہ ایسی کوئی آیت قرآن کریم میں ہے اور نہ ہی کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث۔ اس لئے اگر کوئی ایسے قوانین وضع کئے گئے تو وہ خلاف قرآن و سنت ہوں گے - - - - - - - - -

- - - - ہم اپنے عقائد کے مطابق خدا کے فضل سے مسلمان ہیں اور ان شاء اللہ مسلمان رہ کر شعائر اسلامی پر عمل کرتے رہیں گے اس سے ہمیں کوئی نہیں روک سکتا۔ کیا یہ قوانین ہمارے دلوں سے اللہ اور رسول صلعم کی محبت کو نکال سکیں گے؟ قرآن اور اسلام کی اشاعت سے روک سکیں گے؟ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے منع کر سکیں گے؟ انہیں یہ جان لینا چاہیئے کہ لوگ جس حقیقت کو سچے دل سے قبول کر لیتے ہیں اس کے لئے تو جان و مال اور عزت تک کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اگر ہم سے قانوناً مسجدیں چھڑا دی جائیں گی تو ہمارے سامنے قرآن کریم کی یہ آیت "وللہ المشرق والمغرب ق فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ان اللہ واسع علیم۔" ہمارے اطمینان قلب اور تسلی کے لئے کافی ہے کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ ہم کون ہیں۔ ہمارا مشن کیا ہے اور ہم نے کس لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد، مسیح موعود اور مہدیٔ معہود مانا ہے اور ان کے یہ دعاوی کن مقاصد کے حصول کے لئے تھے۔ ہمارا سارا توکل اور بھروسہ اسی پر ہے اور وہی ہمارا سہارا ہے۔ وہ سب حاکموں پر حاکم ہے اور ساری طاقت اسی کے پاس ہے۔ مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ وہ بے رحم لوگوں کے ظلم و ستم اور استبداد سے حفاظت فرمانا چاہے تو مکڑی کے کمزور جالے کے ذریعے بھی بچا لیتا ہے۔ اور اگر تباہ و برباد کرنا چاہے تو اس کے غضب سے کوئی "بروج مشیدہ" میں محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ہمارے خلاف جب بھی کوئی تحریک اٹھی ہے اس کے پیچھے ہمیشہ سیاسی عوامل کار فرما رہے ہیں۔ اور یہ شورش وہی لوگ برپا کرتے رہے ہیں جو پاکستان، قائداعظم اور مسلم لیگ کی تحریک کے مخالف رہے ہیں۔ انہوں نے ہی حکومت وقت کے ایماء پر اس قسم کی تحریکیں چلائی ہیں۔ ۱۹۵۳ء میں جو تحریک چلائی گئی وہ بھی اس وقت کی پنجاب کی حکومت کے اشاروں پر چلائی گئی - اور ۱۹۷۴ء میں جو تحریک چلائی گئی وہ بھی حکومت وقت کی تائید سے چلائی گئی ان دونوں تحریکوں میں سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے مذہب کو استعمال کیا گیا اور آج بھی مذہب کو ہی استعمال کیا جا رہا ہے جس سے سیاسی اغراض کا حصول مراد ہے۔

آج بھی ہمارے بارے میں حکومت کے سامنے وہی مطالبات پیش کئے جا رہے ہیں جو ۱۹۵۳ء میں جگہ جگہ کانفرنسیں منعقد کر کے پیش کئے جاتے تھے۔ اگر یقین نہیں تو جج صاحب منیر کمیشن کی رپورٹ پڑھ کر دیکھ لیں جس میں جسٹس منیر مرحوم اور جسٹس کیانی مرحوم نے تمام واقعات کا منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا ہے اور انہیں ان کے اصلی رنگ میں پیش کیا ہے۔

سیاسی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے مذہب کو استعمال کرنا تو اسلام کے ساتھ میکاولی اور چانکیا کی فلاسفی کا التباس کرنا ہے آنحضرت صلعم کی شریعت میں تو اس قسم کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ دراصل دلائل و براہین کے میدان میں یہ لوگ ہم سے شکست کھا گئے ہیں اور اب اس کا بدلہ لینے کے لئے دوسرے خلاف قرآن و سنت ہتھیاروں پر اتر آئے ہیں جسے ہم حوالہ بخدا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہی ہر ایک کی نیتوں اور ارادوں کا جاننے والا اور ان کے مطابق جزا و سزا دینے والا ہے۔

جسٹس صاحب حکومت سے ایسے قوانین بنوانے اور ان کے نفاذ پر مصر ہیں تو اپنا شوق پورا کرنے کی جتنی بھی کوشش کرنا چاہتے ہیں کر لیں لیکن اللہ جو علیٰ کل شیء قدیر ہے - - - - - - - - - - - - -

ہم اپنی اپیل احکم الحاکمین کی عدالت میں دائر کریں گے جہاں نہ سفارش چلتی ہے اور نہ رشوت اور نہ ہی کسی کے اقتدار کو وہاں دخل ہے وہ علیم و سمیع و بصیر ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ سنتا اور دیکھتا ہے۔ "وما یخفیٰ علی اللہ من شیء فی الارض ولا فی السماء" جب وہ اپنے کسی مامور اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کوئی وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کر کے رہتا ہے۔ ؎

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت + اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور + ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

۳- مباحثہ راولپنڈی مطبوعہ قادیان صفحہ ۲۴۰ کے حوالہ سے حضرت مولانا محمد علیؒ کے ایک انگریزی مضمون کا یہ فقرہ "THE AHMADIYYA MOVEMENT STANDS IN THE SAME RELATION TO ISLAM IN WHICH CHRISTIONITY (STOOD) TO JUDAISM" نقل کرنے کے بعد جناب جسٹس موصوف اس کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"یعنی تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔" اس سے صاف واضح ہے کہ لاہوری جماعت کو اپنی یہ پوزیشن پوری طرح معلوم ہے کہ وہ اسلام کے ساتھ کیا رشتہ رکھتی ہے۔ لیکن یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان عیسائیوں اور یہودیوں جیسا فرق ہے اور عیسائیت نے یہودیت کا نام استعمال نہیں کیا تھا وہ اپنے مذہب کے لئے اسلام کا نام صرف اس لئے استعمال کر رہے ہیں تاکہ اسلام کے اس مقدس نام پر لوگوں کو فریب دیا جا سکے۔"

— — — — — — — — — —

— — — — — — — — — —

— — — — — — — — — —

— — — — — — — — — —

جسٹس صاحب نے "یحرفون الکلم عن مواضعہ" سے کام لیتے ہوئے یہ انگریزی فقرہ حضرت مولانا محمد علی رح کے ایک طویل انگریزی مضمون سے جو ۱۹۰۴ء میں "ریویو آف ریلیجنز" میں شائع ہوا اس کے سیاق و سباق اور پس منظر سے علیحدہ کر کے اپنے مضمون میں نقل کیا ہے تاکہ وہ جماعت احمدیہ لاہور کے معقول عقائد سے ناواقف لوگوں کو یہ فریب دے سکیں کہ ان کے عقائد بھی اسلام کے خلاف ہیں اسی لئے ان کو بھی غیر مسلم قرار دیا گیا ہے۔ یہ مضمون ۱۹۰۴ء میں جو حضرت صاحب کی زندگی میں شائع ہوا اور جماعت احمدیہ لاہور کا قیام اس سے آٹھ سال بعد ۱۹۱۴ء میں عمل میں آیا۔ ہمیں اپنے عقائد اور اپنی پوزیشن خوب معلوم ہے لیکن اس مضمون میں ساری تحریک احمدیت پر روشنی ڈالی گئی ہے کیونکہ اس وقت جماعت لاہور کا کوئی وجود نہ تھا اور نہ ہی حضرت صاحب کی موجودگی میں جماعت احمدیہ کے دونوں فریقوں کے درمیان ان کی نبوت اور کفر و اسلام کے متعلق کوئی اختلاف پیدا ہوا تھا۔ اس وقت ایک ہی جماعت تھی جس کے عقائد وہی تھے جو آج جماعت احمدیہ لاہور پیش کر رہی ہے اور جیسا کہ ہم حضرت صاحب کی کتب کے حوالہ جات سے اوپر پیش کر آئے ہیں۔

اگر جج صاحب تھوڑا سا انصاف سے کام لے کر "مباحثہ راولپنڈی" کو پڑھ لیتے تو انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ قادیانی مبلغ نے یہ فقرہ اپنے اس عقیدہ کی تائید میں کہا تھا کہ ہماری طرح جماعت لاہور بھی باقی کلمہ گو مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتی ہے۔ یہ مباحثہ قادیانی اور لاہوری مبلغین کے درمیان ۲۰ جون ۱۹۴۷ء سے ۲۶ جون ۱۹۴۷ء تک راولپنڈی میں منعقد ہوا اس کے چار موضوعات تھے (۱) پیشگوئی مصلح موعود جس کے مطابق قادیانی جناب میاں محمود احمد صاحب مرحوم کو مصلح موعود مانتے ہیں (۲) خلافت (۳) نبوت مسیح موعود جیسا کہ جماعت قادیان ربوہ کا عقیدہ ہے اور (۴) مسئلہ کفر و اسلام جس کے مطابق جناب میاں محمود احمد صاحب اور آپکی جماعت کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں" اور اس کے مقابل میں ہماری جماعت احمدیہ لاہور کا حضرت مسیح موعود کی اپنی اس تحریر کے مطابق کہ "ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" یہ عقیدہ ہے کہ کوئی شخص آپ کے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔

اس مسئلہ پر بحث کے دوران میں قادیانی مبلغ نے حضرت مولانا محمد علی کا یہ انگریزی فقرہ پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مولانا محمد علی بھی دوسرے مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے کیونکہ جب عیسائیت اور یہودیت کا آپس میں وہی تعلق ہے جو تحریک احمدیت کو اسلام سے ہے تو جس طرح یہودی حضرت عیسیٰ کا انکار کر کے کافر ہو گئے اسی طرح دوسرے مسلمان حضرت مرزا صاحب کا جو اپنے آپ کو مثیل مسیح کہتے ہیں انکار کر کے کافر ہو گئے۔ یہ قادیانی مبلغ کا اپنا استنباط تھا جس کا اسے کوئی حق نہیں پہنچتا تھا کیونکہ اپنی تحریر و تقریر کی توضیح کا حق صرف مصنف یا مقرر کو ہی پہنچتا ہے کسی دوسرے کو نہیں۔ قادیانی مبلغ نے اس فقرے سے اپنا مطلب اخذ کیا اور جناب جج اپنا مطلب اخذ کر رہے ہیں اور دونوں نے اسے اس کے متن سے علیحدہ کر کے لکھا ہے اس لئے یہ دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ اللہ رحم کرے۔

قارئین کرام کو ایک اور دلچسپ بات اس میں یہ نظر آئیگی کہ فقرے کا ترجمہ جسٹس صاحب یہ کرتے ہیں کہ "یعنی تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا" اور اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ "ان کے اور مسلمانوں کے درمیان یہودیوں جیسا فرق ہے" یعنی RELATION کا ترجمہ ایک جگہ "رشتہ" کرتے ہیں اور دوسری جگہ "فرق" اس طرح عوام الناس کو اس مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں کہ تحریک احمدیت اور اسلام میں وہی فرق ہے جو عیسائیت اور یہودیت میں تھا۔ اور کہتے یہی ہیں کہ ہم لوگوں کو فریب اور دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ چونکہ جسٹس کے عہدے پر فائز ہیں اس لئے ان کا حسن کرشمہ ساز جو چاہے کر سکتا ہے لیکن انہیں کم از کم اتنا تو معلوم ہونا چاہیئے کہ RELATION کا معنی رشتہ اور تعلق ہی ہے "فرق" نہیں کسی بھی انگریزی کی ڈکشنری کو اٹھا کر دیکھ لیں وہاں انہیں یہی معنی ملیں گے "فرق" کہیں نہیں ملے گا۔ تحریک احمدیت کا جو تعلق اسلام سے ہے وہ ہم ان عقائد کے ذریعے بیان کر آئے ہیں جو ہم نے حضرت صاحب کی کتب کے حوالوں سے پیش کئے ہیں۔ اگر جسٹس صاحب کے نزدیک یہ فرق ہے تو ع

براین عقل و دانش بباید گریست

جسٹس موصوف نے اگر حضرت مولانا محمد علی کا یہ سارا مضمون پڑھا ہوتا جس میں سے یہ فقرہ نقل کیا گیا ہے تو انہیں صاف معلوم ہو جاتا کہ حضرت مولانا کا اس سے مطلب کیا تھا۔ حضرت مولانا یہ بتانا چاہتے تھے کہ تحریک احمدیت اسلام میں ویسی ہی اصلاحی تحریک ہے جیسی عیسائیت یہودیت میں تھی۔ جسٹس صاحب نے اگر تاریخ مذاہب عالم کا مطالعہ کیا ہوتا تو ان کے سامنے یہودیوں کی مذہبی، سماجی، اخلاقی، سیاسی اور معاشی زندگی کا وہ سارا نقشہ آجاتا جو حضرت مسیح کے ان میں نزول کے وقت تھا اور اگر وہ ان کے اس وقت کے ان حالات کا مقابلہ مسلمانوں کے انیسویں صدی کے حالات سے منصفانہ اور غیر جانبدارانہ طور پر کرتے تو ان پر صاف ظاہر ہو جاتا کہ یہودیوں اور مسلمانوں میں کس قدر مماثلت تھی۔ آنحضرت صلعم کی بے شمار احادیث میں یہ مماثلت بیان کی گئی ہے جن میں سے ہم صرف دو تین کا حوالہ دینے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

۱: لیأتین علیٰ امتی ما اتی علی بنی اسرائیل خذ والنعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذالک وان بنی اسرائیل تفرقت علیٰ اثنتین وسبعین ملۃ وتفرق امتی علیٰ ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا واحدۃ۔ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی (رواہ بیہقی عن ابن عمر)

یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری امت پر بھی بعینہٖ وہی واقع ہوگا جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے برملا اپنی ماں سے

۔۔۔ کیا تو میری امت میں سے بھی بعض ایسا کریں گے اور بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے لیکن میری امت کے لوگ ۷۳ فرقے بن جائیں گے اور سوائے ایک فرقہ کے باقی سب آگ میں داخل ہوں گے جب آپ سے پوچھا گیا کہ وہ فرقہ کون سا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔

جسٹس صاحب ذرا انصاف سے کام لیتے ہوئے بتا دیں کہ کیا آج کے مسلمان آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں؟

ب:۔ عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبرٍ و ذراعا بذراع حتی لو سلکوا جحر ضب لسلکتموہ. قلنا یا رسول اللہ الیہود والنصارٰی قال فمن (رواہ البخاری بحوالہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۴۵۶)

بخاری نے ابوسعید سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم ان قوموں سے جو تم سے پہلے ہوئی ہیں ایسے کامل موافقت پیدا کر لو گے کہ اگر وہ لوگ سوسمار کے بل میں گھسے ہیں تو تم بھی گھسو گے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ صلعم کیا یہود اور نصارٰی سے (موافقت ہو گی؟) تو آپ نے فرمایا اور کیا۔

ج:۔ عن انس قال قلت یا رسول اللہ متی یترک الامر بالمعروف والنہی عن المنکر اذا ظہر فیکم ما ظہر فی بنی اسرائیل قبلکم۔ قلت وما ذالک یا رسول اللہ قال اذا ظہر الادہان فی خیارکم والفاحشۃ فی شرارکم وتحول الملک فی صغارکم والفقہ فی رذالکم (رواہ ابن عساکر)

حضرت انس سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ کب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک ہو گا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب تم میں وہ باتیں ظاہر ہوں گی جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ظاہر ہو چکی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلعم یہ کب ہو گا فرمایا کہ جب تم میں سے نیک آدمی دینی کاموں میں سستی کرنے لگ جائیں گے اور شریروں میں فحاشی زور پکڑ جائے گی اور چھوٹی چھوٹی قوموں میں سلطنت چلی جائے گی اور علم فقہ رذیل آدمیوں میں آ جائیگا۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۳۹) ان حقائق سے انکار کی کس کو گنجائش ہے۔

سارا قرآن کریم یہودیوں کی سرکشیوں۔ حجت بازیوں۔ شرارتوں۔ بداعمالیوں اور بدکرداریوں کے واقعات سے بھرا ہوا ہے۔ جب ان کی یہ حالت ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لئے حضرت عیسٰےؑ ابن مریم کو بھیجا جس کی وجہ سے یہودیوں میں عیسائیت کے نام سے ان کی اصلاح کے لئے یہ اصلاحی تحریک پیدا ہوئی۔ اور یہودیوں کی اکثریت نے اپنے احبار و رہبان کے زیر اثر حضرت عیسٰی اور آپ کی تحریک کا انکار کیا اور ان پر اس قدر ظلم و ستم کئے کہ حضرت عیسٰےؑ کو صلیب پر لٹکوا دیا۔

اب جبکہ حضور صلعم کے مذکورہ بالا ارشادات کے مطابق مسلمانوں نے یہودیوں کے ساتھ پوری مماثلت پیدا کر دی تھی تو ان کی اصلاح کے لئے بھی ایک ایسے شخص کے آنے کی ضرورت تھی جو اصلی مسیح نہیں بلکہ مثیل مسیح ہوتا اور جس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں ہوا ہے "کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم"،

" تمہاری اس وقت کیا حالت ہو گی جب تم میں ابن مریم نازل ہو گا اور وہ تم میں سے ہی ایک امام ہو گا"۔ یعنی تمہاری بھی وہی بری حالت ہو گی جو یہودیوں کی تھی۔ یہودیوں کی اصلاح کے لئے حضرت عیسٰےؑ نازل ہوئے اور تمہاری اصلاح کے لئے بھی ابن مریم نازل ہو گا لیکن یہ ابن مریم اسرائیلی نبی نہیں بلکہ تم میں سے ہی ایک شخص ہو گا جو مثیل ابن مریم ہو گا کیونکہ جس طرح مسلمان اصلی یہودی نہیں بلکہ اپنے اعمال کی وجہ سے یہودیوں کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں اسی طرح یہ ابن مریم بھی جو مسلمانوں کی اصلاح کے لئے بھیجا جائیگا اصلی مسیح نہیں ہو سکتا بلکہ مثیل مسیح ہو گا اور مسلمانوں میں سے ہی ان کا امام ہو گا۔ اصلی ابن مریم کے آنے سے تو ختم نبوت کی مہر ٹوٹتی ہے لیکن اس امت میں سے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک کامل پیرو کے آنے سے جو حضرت مسیح ابن مریم سے مماثلت رکھتا ہو ختم نبوت کی مہر قائم رہتی ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کا امتی ہو گا نہ کہ نبی۔

ہم یہ مانتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مثیل مسیح اور مسیح موعود ہیں آپ کی تحریک احمدیت مسلمانوں میں ویسی ہی تحریک ہے جیسی یہودیوں میں عیسائیت تھی۔ یہ اسلام سے علیحدہ کوئی نیا مذہب نہیں جیسا کہ ہمارے مذکورہ عقائد سے عیاں ہوتا ہے۔ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ اگر ہم اسی امت کے ایک فرد کو جو عاشقِ قرآن عاشقِ رسولؐ اور عاشقِ اسلام ہے اور آنحضرت صلعم کا کامل متبع ہے مثیل مسیح اور مسیح موعود ماننے کی وجہ سے "غیر مسلم" ہیں اور ہمارے لئے شعائر اسلامی سے روکنے کے لئے قوانین بنانے اور ان کے نفاذ کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو جو لوگ مہر ختم نبوت کو توڑ کر اصلی مسیح کے آسمان سے نزول کے منتظر ہیں ان کے متعلق کیا فتوا ہے ہو گا۔ کیونکہ سارے لوگ تو انہیں مانیں گے نہیں کچھ مانیں گے اور کچھ انکار کریں گے۔ مذہب کی تاریخ تو یہی بتاتی ہے کہ سارے انبیاء حتیٰ کہ آنحضرت صلعم کو بھی جن کے متعلق تمام مذہبی کتب میں پیشگوئیاں موجود تھیں تمام لوگوں نے نہیں مانا تو مسیح ابن مریم کو کیسے مانیں گے۔ اس صورت میں جج صاحب کا ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے متعلق کیا فتوای ہو گا کیونکہ ان کو ماننے والے ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر آنحضرت صلعم کے بعد ایک پرانے نبی پر ایمان لانے کے مرتکب ہوں گے جس کا ذکر نہ قرآن میں ہے اور نہ احادیث میں۔۔۔۔)

اخبار احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیریت ہیں اور حسب معمول خدمات دینیہ و سلسلہ میں مصروف ہیں۔ احباب جماعت حضور کی صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

* وفات:۔ محترم و مکرم جناب ڈاکٹر مرزا رفیق بیگ صاحب ریٹائرڈ سول سرجن ملتان، طویل علالت کے بعد مورخہ ۸/۴ بوقت ۸ بجے شام انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑے مستعد۔ پرجوش اور باعمل احمدی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں بلند مقام عطا کرے۔ ہمیں مرحوم کے اعزہ اور پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔ بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

* اعتذار: مکرم نصیر احمد فاروقی صاحب کے درس قرآن کا سبق ۶۵ قارئین کرام اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ (ادارہ)

(بقیہ صفحہ ۲ سے آگے)

"ایک غلطی کا ازالہ" سے پکڑتے ہیں اور فرماتے ہیں:۔

"نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے اور چونکہ "ایک غلطی کا ازالہ" ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے اپنی نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے ...... یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں۔ اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔" (حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۱)

جب ۱۹۰۱ء کے پہلے کے حوالے منسوخ ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ جن جن کتب میں آپ نے مجدد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ سب کی سب منسوخ ہیں اس لئے حضرت صاحب نہ مجدد ہیں نہ مسیح موعود اور نہ مہدی اور اب صرف "نبی" ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب حکم عدل ہیں اور ان کی اپنی تحریر و تعبیر ہمارے لئے حجت ہے نہ کہ کسی اور شخص کی۔ ہمیں ۱۹۰۱ء کے بعد کی کسی کتاب میں یہ نظر نہیں آتا کہ حضرت صاحب نے اپنی ۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالوں اور کتب کو منسوخ بتایا ہو۔ یہ میاں صاحب کی اپنی اختراع ہے۔

(نوٹ:۔ ہمارے مکتوب نگار اور جماعت کے دوسرے احباب خاص طور پر نوجوانوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت صاحب نے اپنے دعویٰ میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ ۱۸۸۴-۸۵ء میں آپ نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور آخری دم تک آپ اس دعویٰ پر قائم رہے چنانچہ حقیقۃ الوحی میں جو پہلی بار ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی اپنے نشانات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

۱۔ پہلا نشان

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لهذه الامة علیٰ رأس کل مائة من یجدد لها دینها۔ رواه ابو داؤد (یعنی خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کریگا اور اب اس صدی کا بیسواں سال جاتا ہے اور ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ میں تخلف ہو .... اور یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی طبع ۱۹۵۲ء ص۱۹۳)

۲۔ دوسرا جواب جو ہمارے احباب کو ربوائی دوستوں کو ان کے غلط عقیدہ "نبوت حضرت مسیح کے متعلق دینا چاہیئے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے نشان ۱۸ کے ماتحت فرماتے ہیں:۔

"خداتعالیٰ کا یہ قول ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین" یعنی اگر یہ نبی ہمارے پر افترا کرتا تو ہم اس کو دہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر اس کی وہ رگ کاٹ دیتے جو جان کی رگ ہے ... اور اب تک توریت میں بھی یہ فقرہ موجود ہے کہ جو شخص خدا پر افترا کریگا اور جھوٹا دعوائے نبوت کا کریگا وہ ہلاک کیا جائیگا۔"

علاوہ ازیں کے قدیم سے علمائے اسلام لو تقول علینا کو عیسائیوں اور یہودیوں کے سامنے آنحضرت صلعم کی سچائی کے لئے بطور دلیل پیش کرتے رہے ہیں یعنی آنحضرت صلعم اپنے دعوائے نبوت کے بعد ۲۳ سال تک زندہ رہے جو آپ کے صادق ہونے کی دلیل ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ آپ اپنے دعویٰ میں صادق نہ ہوتے تو آیت مندرجہ کے ماتحت اللہ ان کی رگ جان کاٹ دیتا اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"چونکہ ان لوگوں کو معلوم ہے کہ میرے اس دعویٰ وحی والہام پر پچیس سال سے زیادہ گذر چکے ہیں جو آنحضرت صلعم کے ایام بعثت سے بھی زیادہ ہیں کیونکہ وہ ۲۳ برس تھے .... یہ لوگ باوجود مولوی کہلانے کے یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ ایک خدا پر افترا کرنے والا اور جھوٹا ملہم بننے والا اپنے ابتداء افترا سے تیس سال تک کبھی زندہ رہ سکتا ہے اور خدا اس کی تائید اور نصرت کرسکتا ہے اور اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کرتے۔" حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ اس مدت کو "اگر براہین احمدیہ حصہ چہارم سے شمار کیا جائے تو ۲۵ سال گذر چکے ہیں۔"

بقول میاں محمود احمد صاحب حضرت صاحب کے دعاوی کے متعلق ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابوں سے حجت پکڑنا غلط ہے کیونکہ وہ سب منسوخ ہو چکی ہیں اور حضرت صاحب نے پہلے سب دعاوی سے دست بردار ہو کر ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا اور ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے یعنی دعوائے نبوت کے بعد صرف ۷ سال یا ۸ سال زندہ رہے تو کیا حضرت صاحب جو دلیل اپنے دعویٰ کی صداقت میں پیش کرتے ہیں اس کے مطابق جناب میاں صاحب ان کو نعوذ باللہ مفتری اور کذاب ثابت کر کے مخالف علماء کی صف میں شامل نہیں ہو جاتے؟ ع

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

آپ کے جس دعویٰ پر ۲۵ سال گذرے ہیں وہ دعویٰ مجددیت ہے نہ کہ دعوائے نبوت۔ اسی لئے آپ نے لو تقول علینا ... والی آیت اس کی صداقت کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ اور نشان اول میں بھی اسی دعویٰ کے ثبوت میں آنحضرت صلعم کی حدیث مجدد پیش کی ہے۔ مدیر)

جماعت ربوہ کا دوسرا عقیدہ جس کی وجہ سے ہم ان سے علیحدہ ہوئے بقول میاں محمود احمد صاحب یہ ہے کہ:۔

۱۔ "تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن پر تبلیغ نہیں ہوئی ان کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ ان کو ہو چکی ہے یا نہیں کیونکہ کسی کے دلی خیالات پر آگاہ نہیں اس لئے چونکہ شریعت کی بناء ظاہر پر ہے ہم ان کو (دوسرے مسلمانوں کو۔ ناقل) کافر کہیں گے۔"

ب :- پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعویٰ کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل سے سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے"

(تشحیذ الاذہان صفحات ۱۳۹-۱۴۱ ۱۹۱۱ء)

ج :- "یہ تبدیلیٔ عقیدہ مولوی صاحب (مولوی محمد علی صاحب) تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔

۱: یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔

۲: یہ کہ آپ ہی آیت اسمہ احمد کی پیشگوئی مذکورہ قرآن کریم (سورہ صف آیت ۶ کے مصداق ہیں)

۳: یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے عقائد یہ ہیں۔ (آئینہ صداقت ص۳۵)

جماعتِ احمدیہ لاہور کے عمائدین اس عقیدہ تکفیر المسلمین کے خلاف تھے کیونکہ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" (تریاق القلوب ص۱۳۰)

اسی فقرہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ جناب الٰہی میں کیسی ہی اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

(تکفیر المسلمین کا یہ عقیدہ قرآن کریم کی اس آیت اور حدیث کے بھی خلاف تھا۔ ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا" (النساء)" لا تکفروا اھل قبلتک۔ حدیث" - مدیر)

اس بارے میں حضرت صاحب نے اور بھی کئی حوالے پیش کئے ہیں لیکن اختصار کے لئے یہی ایک حوالہ کافی ہے کیونکہ عقل مند را اشارہ کافی است۔

۳۔ تیسری نہایت اہم بات جس میں ہمارا ان سے اختلاف ہے یہ ہے کہ حضرت صاحب نے اپنے بعد انجمن کا نظم و نسق چلانے کے لئے اپنی زندگی میں ایک انجمن بنائی جیسا کہ آپ نے "الوصیت" میں لکھا ہے اور اسی انجمن کو "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین" فرمایا۔ (آپ کی کوئی تحریر ایسی نہیں دکھائی جا سکتی جس میں آپ نے مطلق العنان شخصی خلافت کے قیام کا ذکر کیا ہو۔ مدیر)

آپ فرماتے ہیں۔

"چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں"

اس انجمن کو حضرت صاحب نے قریباً ڈھائی سال تک اپنی نگرانی میں کام کرنے کا موقع دیا۔ ۱۹۰۷ء میں مسجد مبارک کی توسیع کا معاملہ پیش ہوا۔ اس موقعہ پر جناب میاں محمود احمد صاحب مرحوم کے نانا میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے اپنی مرضی اور منشاء سے کام لینا چاہا تو انجمن نے یہ بات حضرت صاحب کے سامنے پیش کی۔ آپ خود اس اجلاس میں تشریف لائے اور یہ تحریر لکھ کر دے گئے۔

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا"

دستخط حضرت صاحب ۲۷-اکتوبر ۱۹۰۷ء

جناب میاں صاحب کو شروع سے ہی انجمن کا قیام ناگوار تھا اور وہ اس کوشش میں تھے کہ یہ کسی طرح ختم ہو جائے لیکن حضرت مولانا نور الدین کی وفات تک یہ کام کسی نہ کسی طرح چلتا رہا مگر اندرونِ خانہ انجمن کو ختم کرنے کی کوششیں جاری رہیں۔ جب میاں صاحب جیسے تیسے خلیفہ بن گئے تو انہوں نے مطلق العنان خلیفہ بننے کے لئے حضرت صاحب کی انجمن کی بنیاد پر بڑا زبردست وار کیا۔ اور وہ یہ کہ ۱۲-اپریل ۱۹۱۴ء کو ایک اجلاس میں قاعدہ ص۱۸ کے الفاظ ہیں کہ

"ہر ایک معاملہ میں مجلس معتمدین اور صدر انجمن احمدیہ اور اس کی کل شاخہائے کے لئے حضرت مسیح موعود کا حکم قطعی اور ناطق ہوگا"

یہ تبدیلی کی کہ "حضرت مسیح موعود" کی جگہ "حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود صاحب خلیفہ ثانی" کے الفاظ درج کرانے کا فیصلہ کرایا اور اس طرح حضرت مسیح موعود اور انجمن کو ختم کر کے ڈکٹیٹر بن گئے"

یہ حضرات کس دیدہ دلیری سے حق کو چھپاتے ہوئے یہ پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہیں کہ مولانا محمد علی اقتدار نہ ملنے کی وجہ سے علیحدہ ہوئے حقیقت یہ ہے کہ باوجود میاں صاحب کے عقیدہ تکفیر المسلمین سے اختلاف کے ہمارے بزرگوں نے جماعت کی سالمیت کو برقرار رکھنے اور مل کر کام کرنے کے لئے ۲۲ مارچ ۱۹۱۴ء کو لاہور میں ایک شوریٰ منعقد کی اور میاں صاحب کے سامنے یہ چار تجاویز رکھنے کا فیصلہ کیا۔

۱۔ حسب وصیت حضرت مسیح موعود صدر انجمن احمدیہ قادیان کے فیصلے

قطعی سمجھے جائیں اور کسی ایک شخص کو ان کے منسوخ کرنے کا حق نہ ہو ۔

۲۔ جس بزرگ کو احمدی قوم کا امیر سمجھا جائے اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کی بیعت لازمی نہ ہو جو پہلے سے احمدی ہیں ۔

۳۔ چونکہ میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر چالیس آدمیوں (سے زائد) نے بیعت کر لی ہے اس لئے ان کو سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کے لئے بیعت لینے کا اختیار ہو گا ۔

۴۔ اگر میاں محمود احمد صاحب انجمن کے فیصلوں کو قطعی قرار دیں اور پرانے احمدیوں سے بیعت لینا لازم تصور نہ کریں تو ان کو صدر انجمن احمدیہ کا پریذیڈنٹ اور کل جماعت کا امیر تسلیم کیا جائے ۔ ان تجاویز کی نقول میاں صاحب کو بھیجی گئیں ۔ اخبار پیغام صلح میں شائع ہوئیں ۔ ۱۵ ۔ آدمیوں کا ایک وفد بھی ان پر مذاکرات کیلئے ترتیب دیا گیا لیکن جناب میاں صاحب نے اس وفد سے ان تجاویز پر گفتگو کرنے سے انکار کر دیا ۔

انجمن کے فیصلوں کو قطعی قرار دینے کی تجویز تو حضرت صاحب کی تجویز تھی جس کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں ۔ اور بیعت پر اصرار نہ کرنے کی تجویز عقیدۂ تکفیر المسلمین میں اختلاف کیوجہ سے پیش کی کیونکہ میاں صاحب کا یہ خود ساختہ عقیدہ حضرت صاحب کے اپنے عقیدے کے قطعاً خلاف تھا ۔

(جناب میاں صاحب کی بیعت کر لینے کا مطلب یہ ہوتا کہ ان لوگوں کو بھی اس عقیدہ سے اتفاق ہے اور اگر بیعت کر لینے کے بعد وہ اس اختلاف کے متعلق زبان کھولتے تو ان کا بھی وہی انجام ہوتا جو بعد میں میاں صاحب کے بڑے مخلصین اور ہم نشینوں کا ہوا ۔ وہ سب کے سامنے ہے اس کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں اور ان لوگوں کو ان کے عقائد سے بھی کوئی اختلاف نہ تھا ۔ مدیر)

اکثر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب مولانا محمد علیؒ اور آپ کے ساتھیوں نے پہلے خلیفہ یعنی حضرت مولانا نور الدین کی بیعت کر لی تھی تو دوسرے خلیفہ یعنی میاں صاحب کی بیعت کیوں نہ کی ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے خلیفہ نے حضرت مسیح موعود کی وصیت کے مطابق انجمن کے فیصلوں کو ہمیشہ قطعی سمجھا اور حضرت صاحب کی نبوت اور مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق ان کا وہی عقیدہ تھا جو حضرت صاحب کا تھا اس لئے ان کی بیعت کی لیکن دوسرے خلیفہ نے حضرت صاحب کو نبوت کے مقام پر کھڑا کر کے تکفیر المسلمین کی جو حضرت صاحب کے عقائد کے خلاف تھا اس لئے ان کی بیعت نہ کی اگر وہ ایسے عقائد نہ گھڑتے تو پھر یہ اعتراض درست ہوتا ۔

ہمارے دوستوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جناب میاں صاحب منیر کمیشن کے سامنے اپنے ان عقائد سے صاف انکار کر گئے اور انہیں اپنی وہ بات یاد نہ رہی کہ اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار رکھ دی جائے تو بھی میں کہوں گا کہ حضرت صاحب حقیقی نبی ہیں ۔ حقیقی نبی ہیں ۔

حضرت صاحب کے عقائد کے خلاف یہی وہ بے بنیاد عقائد تھے اور آپ کے مشن کے خلاف ملکی سیاسیات میں جناب میاں صاحب اور آپ کے بعد آنے والے جماعت ربوہ کے خلفاء کی مداخلت تھی جس نے عوام الناس کے رگ و ریشہ میں حضرت صاحب اور آپ کی تحریک کے خلاف نفرت کا زہر گھول دیا اور جس کا نتیجہ ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کی شکل میں ظاہر ہوا اور آج تک حضرت صاحب کو گالیاں دی جا رہی ہیں ۔

آج اگر ربوائی مبلغین یہ کہتے ہیں کہ ہمارے عقائد میں کوئی اختلاف نہیں تو اپنے خلیفہ صاحب سے برملا یہ اعلان کرا دیں کہ وہ عقائد جو میرے والد محترم مرحوم نے پیش کئے تھے وہ غلط تھے ۔ ہم ان سے رجوع کرتے ہیں اور جماعت احمدیہ لاہور کا اس بارے میں موقف درست تھا تو پھر ہم انہیں دعوت دیں گے کہ وہ جماعت لاہور کے ساتھ شامل ہوں کیونکہ تاریخ یہی بتاتی ہے کہ جن لوگوں نے باطل کو ترک کیا وہ حق پر ہونے والوں کے ساتھ شریک ہوئے وہ خواہ قلیل ہی کیوں نہ تھے نہ کہ حق والے باطل پرستوں میں ضم ہوئے خواہ وہ کثیر ہی کیوں نہ تھے ۔ ؎

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں ۔

(ایک واقف حال)

— * * * * —

باہتمام المبدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا ۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۱ ۔ اپریل ۱۹۸۴ء جلد ۷۱ شمارہ ۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک پائے احمد مختار ہیں

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸

تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۸۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے ۳۰ روپے
بیرونی ممالک سے ۲ پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

جلد : ۷۱ | یوم چہار شنبہ ۱۶۔ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۱۔ اپریل ۱۹۸۴ء | شمارہ : ۱۶

حضرت مجدد صد چہاردہم کے لاہور کے پاک ممبروں میں سے ایک ممبر

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم و مغفور "محرر مجدد ہند"

اے حبیبِ حق بشارت الوداع!

آپ کی وفات پر ہدیۂ عقیدت

از جناب مولانا مرتضیٰ خاں صاحب مرحوم

شمعِ بزمِ احمدیت الوداع — اے ضیائے دین و ملت الوداع!

الوداع ماہِ صداقت الوداع — آفتابِ علم و حکمت الوداع!

الوداع اے مخزنِ صدق و صفا — الوداع گنجِ سعادت الوداع!

حامیِ دینِ ہدایت الوداع — ماحیِ نقشِ ضلالت الوداع!

ناشرِ انوارِ حکمت الوداع — قاطعِ آثارِ ظلمت الوداع!

الوداع اے عازمِ باغِ جناں — اے گُلِ گلزارِ جنت الوداع!

راہِ حق میں تو نے دی جانِ عزیز — راہروِ راہِ شہادت الوداع!

قوم کو تھا ناز تیری ذات پر — افتخارِ احمدیت الوداع!

اللہ اللہ وہ ترا فہم و ذکا — وہ حذاقت اور وہ جودت الوداع!

اللہ اللہ وہ ترا حسنِ بیاں — وہ فصاحت وہ بلاغت الوداع!

اللہ اللہ وہ ترا زورِ قلم — وہ تفقہ وہ فقاہت الوداع!

تو ازل سے لایا تھا قلبِ سلیم — مظہرِ شانِ ولایت الوداع!

علمِ قرآں میں نہ رکھتا تھا نظیر — مشعلِ نورِ ہدایت الوداع!

عشق تھا تجھ کو کلام اللہ سے — محرمِ رازِ شریعت الوداع!

کون کھولے گا اب اسرارِ نہاں — کاشفِ سرِّ حقیقت الوداع!

فرطِ غم سے ہم ہوئے ہیں جاں بلب — دے چلے تم داغِ ہجرت الوداع!

کثرتِ آہ و بکا سے ہے بپا — تیرے بالیں پر قیامت الوداع!

ہم ہیں اور درد و غم و رنج و الم — ہم ہیں اور یہ سوزِ فرقت الوداع!

امرِ ربی پہ مگر راضی ہیں ہم — تھا یہی حکمِ مشیت الوداع!

وصلِ حق سے آج تو مسرور ہے — اے حبیبِ حق بشارت الوداع!

جنت الفردوس ہو تیرا مقام
تجھ پہ اللہ کی ہو رحمت الوداع!

از قلم: مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

"محرّرِ مجدّدِ ہند"

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ امتدادِ زمانہ سے ہر متوفی بھول جاتا ہے۔ اور یہ بھی حکمتِ الٰہی ہے ورنہ دنیا کے کام کاج بخوبی نہ چلتے۔ مگر بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ اُن کے کارنامے یا ان کی نیکیاں انہیں بھولنے نہیں دیتیں۔ میرے ذاتی تجربہ میں جو ایسی ہستیاں آئیں اُن میں سرِ فہرست تو حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحبؒ تھے۔ اور اس کے بعد میرے والد مرحوم حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب تھے۔ اب ہر ایک شخص کو اپنے والدین پیارے اور مقدس ہوتے ہیں۔ اور ہونے بھی چاہئیں کیونکہ باپ اللہ تعالیٰ کی صفتِ ربوبیت کا مظہر ہوتا ہے اور ماں اللہ تعالیٰ کی صفات رحیمیت اور رحمانیت کا مظہر ہوتی ہے۔ اور والدین کے احسانات اَن گنت ہوتے ہیں۔ مگر میں والد مرحوم کی چند قومی خدمات اور چند ذاتی احسانات کا ذکر کروں گا جو صدقۂ جاریہ کی طرح میری زندگی پر اثر انداز ہوئے تاکہ اور والدین کو بھی احساس ہو کہ ان کے لئے اپنی اولاد کے آگے نیک نمونہ قائم کرنا کس قدر ضروری ہے۔ مگر پہلے والد مرحوم کی ایک دو قومی خدمات کا ذکر کرتا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ وہ میرے والد مرحوم نے کیں بلکہ اس لئے کہ الفضل ما شھدت بہ الاعداء، غیروں سے اپنی خدمات کا اعتراف کرا لینا قابلِ ذکر ہو جاتا ہے۔

ایک واقعہ

کچھ عرصہ ہوا کہ ایک روز میں اپنے گھر میں دن کے کوئی بارہ، ایک بجے ٹیلیفون پہ باتوں میں مشغول تھا کہ دروازہ کی گھنٹی بجی تو میرے نوکر نے جا کر دروازہ کھول کر ایک صاحب کو اندر لا کر میرے ڈرائنگ روم میں لے جا کر بٹھا دیا۔ میں ٹیلیفون سے فارغ ہوا تو میرے نوکر نے مجھے کہا کہ آپ سے ملنے کوئی صاحب آئے ہیں چنانچہ میں سیدھا ڈرائنگ روم میں گیا تو دیکھا کہ ایک صاحب جن کو میں پہلے بالکل نہیں جانتا تھا صوفے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور میرے السلام علیکم کے جواب میں انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے وعلیکم السلام کہا۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے مصافحہ کر کے بیٹھے تو میں نے کہا کہ "معاف کیجئے گا میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔"

تو اُن صاحب نے مسکرا کر جو اپنا تعارف کرایا تو میں ہکّا بکّا رہ گیا۔ وہ صاحب جماعت قادیان (حال ربوہ) کے ایک نہایت معزز اور معروف رکن ہیں۔ میں اُن کا نام اور کوائف مصلحتاً نہیں لکھتا تاکہ اُن کے لئے کسی پریشانی کا موجب نہ ہو جائے۔ میں اپنی حیرت میں کھویا ہوا تھا کہ اُن صاحب نے فرمایا:

"میں کسی خاص کام سے نہیں آیا ہوں۔ میں نے آپ کے والد مرحوم کی معرکتہ الآراء تصنیف مجدد اعظم تھوڑا عرصہ ہوا پڑھی ہے اور میں اس سے اتنا متاثر ہوا ہوں کہ میرے دل نے چاہا کہ اگر مصنف خود زندہ ہوتا تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر خراجِ تحسین پیش کرتا مگر چونکہ وہ خود وفات پا چکے ہیں تو میں نے پتہ لیا تو معلوم ہوا کہ اُن کے بڑے بیٹے تو وفات پا چکے ہیں مگر آپ اس کوٹھی میں رہتے ہیں۔ اس لئے میں حاضر ہوا ہوں کہ اپنے دل کے جذبات اور احساسات کا آپ سے ذکر کر کے اس بے نظیر تصنیف کا حق قدر دانی ادا کروں۔"

اس کے بعد ان صاحب نے اس کتاب کی خوبیوں، اس کا حقائق پر سے پردہ اٹھانے اور ایک بے نظیر سوانح عمری ہونے کا تفصیلاً ذکر فرمایا اور فرمایا کہ میں نے اپنی جماعت کے ایک اور رکن کو بھی یہ کتاب پڑھنے کو دی ہے اور وہ بھی اسے پڑھ کر بہت متاثر ہوئے ہیں۔ اور مجھ سے دیر تک اس کتاب کے متعلق تبادلۂ خیالات کرتے رہے۔ جن صاحبان نے اس کتاب کو پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس سوانح عمری میں حضرت اقدس کے متعلق جو غلط فہمیاں جماعتِ قادیان (حال ربوہ) کے عقائد سے پیدا ہوئی ہیں ان کو کس خوبی سے دور کیا گیا ہے۔ اس بات کی روشنی میں جماعت قادیان (حال ربوہ) کے ایک معزز رکن کا اس کتاب کی تعریفوں میں رطب اللسان ہونا بتاتا ہے کہ وہ کس پائے کی کتاب ہے۔

جب یہ کتاب چھپی تو ہمارے احمدیہ بلڈنگس میں جلسہ سالانہ پر بک سٹال پر رکھی ہوئی تھی۔ میں بھی وہاں کتابیں دیکھ رہا تھا کہ شاید کوئی کتاب نظر پڑ جائے جو میں نے پڑھی نہ ہو۔ تو حضرت مولانا صدر الدین صاحب وہاں تشریف لے آئے۔ ایک صاحب کے ہاتھ میں "مجدد اعظم" دیکھ کر حضرت مولانا فرمانے لگے:

"ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب لکھ کر قلم توڑ دی ہے اب کسی اور نے کیا حضرت اقدس کی سوانح عمری لکھنی ہے؟"

اور یہ بالکل سچ ہے۔ میں نے بہت سوانح عمریاں اردو اور انگریزی زبانوں میں لکھی ہوئی پڑھی ہیں۔ مگر ایسی انوکھی، ایسی دلچسپ، ایسی جامع سوانح عمری نہیں پڑھی۔ سب میں بڑھ کر مشہور و معروف انگریزی زبان میں باسول (BOSWELL) کی لکھی ہوئی سوانح عمری ڈاکٹر جانسن کی زندگی پہ ہے جس کو سوانح عمریوں کے بارے میں بطور نمونہ یا ماڈل سمجھا جاتا ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ مجدد اعظم اس پر بھی نمبر لے گئی ہے۔ سوائے پہلے باب کے جو حضرت اقدس کے فارسی النسل ہونے پر ایک علمی تحقیق ہونے کی وجہ سے ذرا خشک ہے۔ باقی کتاب تو ایک دلچسپ ناول کی طرح ہے کہ پڑھنے لگو تو چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔

"محررِ مجدّدِ ہند"

حیرت کی بات ہے کہ شاید ۱۹۱۴ء کی بات ہے یا اس کے تھوڑے سے ہی عرصہ بعد ایک رات حضرت اقدس رؤیا میں میرے والد مرحوم کے پاس آئے اور منجملہ اور باتوں کے فرمانے لگے:

"ہم نے آپ کا نام آسمان پہ "محررِ مجدد ہند" لکھوا دیا ہے۔"

اس وقت کس کے وہم و گمان میں تھا کہ بیس تیس سال کے بعد ہماری انجمن کے ایماء پر میرے والد مرحوم یہ معرکۃ الآراء اور لاجواب سوانح عمری لکھ کر سوانح عمریوں کے بارہ میں قلم توڑ دیں گے۔ یہ علمِ غیب کے نمونے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور عالم الغیب ہونے پر حق الیقین پیدا کرتے ہیں۔

ایک اور واقعہ

ہماری انجمن کے دفتر کے ممتاز رکن محمد اعظم علوی صاحب مرحوم و مغفور نے اپنی وفات سے شاید ایک سال پہلے مجھے یہ واقعہ سنایا۔ وہ لوٹی لینے لاہور شہر کے اندرون بازار میں ایک دکان پہ گئے تو دکاندار کو کوئی کتاب پڑھنے میں ایسا محو پایا کہ اعظم صاحب کے دکان پہ آکر بطور گاہک کھڑے ہونے کا اس نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ جب اعظم علوی صاحب نے آواز دے کر دوکاندار کو اس کی محویت سے جگایا تو اس نے چونک کر معذرت کی کہ صاحب میں اس دلچسپ تفسیر قرآن کو پڑھنے میں ایسا کھویا گیا کہ آپ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ علوی صاحب کو کتاب کے نسبتاً مختصر حجم اور جلد سے شک ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کون سی تفسیر ہے؟ تو دکاندار نے جواب دیا کہ اس کا نام انوار القرآن ہے اس پر مزید تحقیق کے لئے علوی صاحب نے پوچھا کہ اس کا مصنف کون ہے؟ تو دوکاندار نے جواب دیا کہ کوئی صاحب "ڈاکٹر بشارت احمد" ہیں مگر صاحب کیا تفسیر لکھی ہے، اور کیا مسائل کو حل کیا ہے اور کیا دلچسپ تحریر ہے کہ انسان پڑھنے لگے تو کھویا جاتا ہے۔ علوی صاحب نے کہا۔ "ذرا کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں"؟ تو دوکاندار نے دکھانے سے انکار کر دیا۔ اس انکار کی وجہ صرف وہی ہو سکتی ہے جو علوی صاحب نے مجھے فوراً بتائی کہ اس پر بطور پبلشر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام، لاہور کا نام لکھا ہوا تھا اور وہ بیچارہ دکاندار یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ وہ احمدیوں کی کوئی تصنیف اس ذوق و شوق سے پڑھ رہا تھا۔

یہ ایک اور شہادت ہے بموجب الفضل ما شهدت به الاعداء کہ حضرت والد مرحوم کا علم و فہم قرآن کس پائے کا تھا۔ مشکل سے مشکل مسائل کو اور مشکل سے مشکل مقامات کو قرآن کریم کی تفسیر اور تفہیم کے دوران حل کرنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان کا درس قرآن جو ابتدائے عمر سے وہ جہاں گئے کرتے رہے اس قدر دلچسپ اور دلکش ہوتا تھا کہ لوگ بلا مبالغہ دو، دو گھنٹے سنتے رہتے تھے۔ اور تھکتے نہ تھے۔ ہفتہ میں چھ دن ہر شام یہ سلسلہ جاری رہتا تھا اور مجال ہے کہ حاضرین ٹس سے مس ہو جائیں یا آنا چھوڑ دیں سوائے امر مجبوری کے۔ ابتدائی ایام سے جبکہ ابھی اُردو کی تفسیر بیان القرآن ہماری جماعت نے نہ چھاپی تھی، میرے والد مرحوم ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم کے مترجم قرآن کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔ اور ان کے حاشیوں پہ انہوں نے اپنی قلم سے جب کوئی نقطہ سمجھ آیا نوٹ کیا ہوا تھا۔ اسی لئے جب بیان القرآن نکل بھی آیا تو والد مرحوم درس کی تیاری تو بیان القرآن سے ہی کرتے تھے مگر درس کے وقت وہ وہی پرانا نسخہ قرآن حکیم کا استعمال کرتے تھے جس کے صفحہ، صفحہ سے وہ اس قدر واقف ہو گئے ہوئے تھے کہ کسی حوالے کو درس کے دوران نکالنے میں انہیں بالکل دقت نہ ہوتی تھی۔ حالانکہ انہوں نے وہاں کوئی نشان نہ رکھا ہوتا تھا۔

عام بول چال کے دوران میرے والد مرحوم کی زبان میں کبھی کبھی لکنت پیدا ہوتی تھی مگر تعجب کی بات ہے کہ قرأتِ قرآن کے دوران خواہ وہ کتنی ہی لمبی ہو کبھی لکنت نہیں پیدا ہوتی تھی۔ اور قرأت نہایت خوش الحان ہوتی تھی۔ ان کا تعلق قرآن پاک سے انتہائی عشق اور محبت کا تھا نہ کہ صرف حسن عقیدت کا۔

ذاتی احسانات

میرے والد مرحوم کے نمونہ کا مجھ پر اثر پڑنا ضروری تھا۔ اور اگر میرے دل میں قرآن پاک سے عشق ہے تو یہ صرف ایک چنگاری ہے اس عشق کی جو ان کے دل میں تھا۔ وہ درس قرآن میں جو اکثر مغرب کی نماز کے بعد سے لیکر عشاء کی نماز تک ہوتا تھا مجھے اس وقت سے باقاعدہ شامل کرتے تھے جبکہ میں ابھی اتنا چھوٹا بچہ تھا کہ مجھے قرآن حکیم کے حسن و جمال کی کوئی سمجھ نہ تھی چھوٹا بچہ ہونے کی وجہ سے میں بارہا درس کے دوران سو جایا کرتا تھا تو درس کے بعد مجھے بیٹھک سے اندر لاکر پلنگ پر ڈال دیا جاتا تھا۔ اور میں بھوکا ہی سو جایا کرتا تھا مگر وہ روحانی غذا جو مجھے ملی اس نے میرے لاشعور یا تحت الشعور پر ایسا اثر چھوڑا کہ باوجود دنیا کے مشاغل کے میں قرآن کریم سے لگاؤ کو نہ بھول سکا۔ اس لئے اگر کوئی حقیر خدمت میں قرآن حکیم کی کر سکا تو یہ دراصل میرے والد مرحوم کا ہی ورثہ اور احسان ہے۔

دوسرا احسان

دوسرا احسان جو میں کبھی نہ بھولوں گا وہ میرے والد مرحوم کا مال و دولت سے کلی استغنا اور قابل رشک مالی قربانیاں تھیں۔ ان دنوں ڈاکٹر (اسسٹنٹ سرجن) کی تنخواہ بہت تھوڑی ہوتی تھی۔ آپ سن کر حیران ہوں گے کہ پہلی جنگ عظیم سے قبل زیادہ سے زیادہ تنخواہ دو سو روپے ماہوار ہوتی تھی اس جنگ کے بعد جو ایک دم مہنگائی بڑھی تو زیادہ سے زیادہ تنخواہ ساڑھے چار سو روپے ماہوار ہو گئی۔ اور ساری عمر میرے والد کے اوپر اپنے آٹھ بچوں۔ بیوی اور بیوہ والدہ کے علاوہ کئی ایک رشتہ کی بیواؤں اور یتیموں کا بوجھ رہا۔ ایک وقت میں گھر میں قریباً بیس آدمی

(چھوٹے بڑے) کا کھانا پکتا رہا۔ اور تنگی ترشی سے ہی گذارہ ہوتا تھا۔ مگر اپنی آمدنی کے دسویں حصہ کو بطور چندہ ماہوار ساری عمر دینے کے علاوہ جو بھی اپیلیں مرکز سے ہوتی تھیں ان میں السابقون الاولون میں میرے والد مرحوم ہوتے تھے۔ ایک دفعہ بیٹی کا جہیز لینے لاہور آئے مگر جلسہ پر اپیل ایسی ضروری اور اہم ہوئی کہ جو رقم جہیز خریدنے کے لئے لائے تھے وہ راہ خدا میں دے کر خالی ہاتھ گھر واپس چلے گئے۔ پرائیویٹ پریکٹس سے ڈاکٹر لوگ اچھی خاصی آمدنی پیدا کر لیتے تھے۔ ان دنوں اسسٹنٹ سرجن کو گھر بلانے کی پانچ روپے فیس ہوتی تھی مگر میرے والد مرحوم کو کوئی لالچ نہ تھی۔ اگر کسی نے فیس نہ دی اور معذرت کی تو فوراً قبول کر لیتے تھے۔ کئی دفعہ لوگ بجائے پانچ کے کم فیس دے دیتے تو بجائے گن کر لینے کے جو کسی نے دیا وہ خاموشی سے قبول کر لیتے تھے۔ پھر بھی ان فیسوں پر بھی دسواں حصہ ضرور انجمن کے لئے نکال لیتے تھے۔ میں نے ایک دفعہ والد کے صندوقچہ میں اٹھنیوں کا ڈھیر دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کس لئے ہیں تو فرمانے لگے کہ جب کوئی پانچ روپے فیس کے دیتا ہے تو میں ایک اٹھنی (دسواں حصہ) انجمن کے خانہ میں ڈال دیتا ہوں تاکہ حساب میں غلطی نہ ہو جائے اور مہینہ کے اخیر میں وہ انجمن کے خانہ کی اٹھنیاں گن کر وہ رقم بھی اپنی پوری ماہوار تنخواہ کے دسویں حصہ میں شامل کر کے انجمن کو بھجوا دیتے تھے۔

اس نمونہ کو دیکھ کر میرے دل پر جو پائیدار اثر ہوا اس کی وجہ سے میرے لئے جانتے بوجھتے اپنی آمدنی کے دسویں حصہ سے کم چندہ ماہوار دینا ناممکن ہو گیا جو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ساری عمر ادا کیا۔ اس کا ثواب یقیناً میرے والد مرحوم کو بھی ملے گا کیونکہ یہ انہی کے نیک نمونہ کا اثر تھا ورنہ مجھ میں وہ مال سے بے رغبتی نہیں جو والد مرحوم میں تھی۔

کیا دوسرے والدین اس سے سبق لیں گے کہ ان کا نمونہ کا اجر نہ صرف ان کے اپنے لئے ہے بلکہ اپنی اولاد پر بھی اس کا جو اچھا یا برا اثر پڑیگا اس کے ذمہ دار بھی وہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام والدین کو اپنی اولاد کے لئے اعلےٰ نمونہ قائم کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

خدمت دین کیلئے موقعہ: انجمن کو اپنے دفاتر اور شعبہ تبلیغ میں کام کرنیکے خواہشمند نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ کم از کم تعلیمی استعداد میٹرک پاس ہونی چاہیئے۔ مرکز میں دوسالہ تربیت دی جائے گی اور اس دوران انہیں ساڑھے تین صد روپے ماہوار وظیفہ علاوہ رہائش و خوراک دیا جائیگا۔ موزوں نوجوانوں کو انجمن اپنے خرچ پر فنی / تدریسی اداروں میں داخل کرائے گی دو سال کے بعد ان کی قابلیت و استعداد کے مطابق انہیں شعبہ تبلیغ یا دفتر میں باقاعدہ ملازمت دی جائے گی۔ امیدواروں کو تحریری درخواستیں معہ نقول اسناد اپنے حلقہ کے رکن مجلس معتمدین / صدر مقامی جماعت کے توسط سے ۳۰ راپریل ۱۹۸۴ء تک بھجوانی چاہییں۔ درخواستیں

"جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶" کے پتہ پر ارسال کی جائیں۔

اخبار احمدیہ

* سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں اور حسب دستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ احباب جماعت سلسلہ کے اس مبارک ترین وجود کی صحت و سلامتی والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

ضرورت ہے

دفاتر انجمن کے لئے ایک تجربہ کار آڈیٹر کی ضرورت ہے۔ بی کام کو ترجیح دی جائے گی۔ ریٹائرڈ اصحاب بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ تنخواہ حسب قابلیت،

خواہشمند حضرات اپنے کوائف۔ سابقہ تجربہ اور تعلیمی استعداد پر مشمولہ درخواست، شناختی کارڈ اور اسناد کی فوٹو سٹیٹ نقول کے ہمراہ ۳۰ - اپریل ۸۴ء تک جنرل سیکرٹری، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ کے پتہ پر بھجوائیں۔

جامعہ احمدیہ پارا ماری بو (سرینام)

مکرمی اے۔ ایچ نعمت صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، سرینام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اپنے حالیہ مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

"ہم نے جامع مسجد احمدیہ سرینام کے افتتاح کا فیصلہ کیا ہے اور اس کی تاریخ ۲۷ جولائی ۱۹۸۴ء بروز جمعہ مقرر ہوئی ہے۔ ہم آپ کے دست مبارک سے اس کے افتتاح کو اپنی جماعت کے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔ ہم نے ۲۷ رجولائی سے ۳۰ رجولائی تک احمدیہ کنونشن منعقد کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے، پاکستان کے تمام احمدی بھائیوں کو ہماری طرف سے کنونشن میں شمولیت کی دعوت ہے۔ جتنے وفود پاکستان کی جماعتوں سے شمولیت کر رہے ہوں ان کے نام اور خط و کتابت کے پتے پر پندرہ جون ۸۴ء تک ہمیں پہنچ جانے چاہئیں۔

پاکستان سے جو احباب فرداً فرداً اور جماعتوں کے نمائندہ کی حیثیت میں اپنے خرچ پر شمولیت کرنا چاہیں۔ جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (پاکستان) دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ کے پتہ پر مطلوبہ کوائف ۳۱ رمئی ۱۹۸۴ء تک بھجوا دیں۔ تاکہ جماعت سرینام کو بروقت معلومات بہم پہنچا دی جائیں۔

جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

از محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ، لندن

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے حالات زندگی

ایک خادم دین اور خادم خلق ہستی

آپ ۳۔اکتوبر ۱۸۷۶ء کو بمقام بھاگسو چھاؤنی دھرم سالہ ضلع کانگڑہ (حال بھارت) میں پیدا ہوئے۔

والد کا نام بشیر احمد اور والدہ کا نام خورشید بانو تھا۔ آپ کے دادا شیخ احمد علی فاروقی صاحب دھرم سالہ میں انگریز فوجی افسروں کو فارسی و اردو پڑھاتے تھے۔ انگریزی میں اورنٹیل پروفیسر اور اردو میں میر منشی کہلاتے تھے۔

یہیں ڈاکٹر صاحب موصوف کا زمانہ طفولیت گذرا۔ دادا نے ریٹائر ہونے پر سیالکوٹ چھاؤنی میں سکونت اختیار کی۔ اور یہیں ڈاکٹر صاحب کی ابتدائی تعلیم ہوئی۔ پہلے سکاچ مشن سکول سیالکوٹ میں پڑھا پھر مرے کالج سے ایف ایس سی پاس کیا۔

اب ان کے دادا نے پوتے کی تعلیم کی خاطر سیالکوٹ چھوڑ کر لاہور سکونت اختیار کی اور یہاں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں ان کو داخل کروا دیا۔

اسی اثناء میں ۱۸۹۴ء میں ان کی شادی صفدر جنگ صاحب انسپکٹر پولیس امرتسر کی صاحبزادی حلیمہ بیگم سے ہوئی۔ ڈاکٹری پاس کر کے سب سے پہلے بسلسلہ ملازمت ایسٹ افریقہ گئے اور کوئی ڈیڑھ سال کے قریب وہاں رہے اس کے بعد دو تین سال متفرق مقامات بیاس. گورداسپور. شکرگڑھ جالندھر وغیرہ میں پلیگ ڈیوٹی پر رہے۔

تھوڑا وقت شاہ پور سپتال میں گذار کر پنڈی گھیپ کے سپتال کے انچارج ہوئے اور بھیرہ۔ میانوالی۔ راولپنڈی۔ کامل پور۔ کھیوڑہ۔ خانپور۔ کرنال گجرات۔ جہلم۔ لدھیانہ میں یکے بعد دیگرے تبدیل ہوتے رہے جہلم میں ۱۹۲۶ء سے لیکر ۱۹۲۹ء تک قیام رہا۔ اس کے بعد لدھیانہ سے ۱۹۳۱ء میں ریٹائر ہوئے اور لاہور میں سکونت اختیار کی۔ گرمیوں میں چار پانچ ماہ کے قریب ڈلہوزی میں گذارتے تھے۔

آپ کی زندگی کا دینی پہلو

۱۹۰۳ء :- ڈاکٹر صاحب موصوف نے جن کی فطرت روز اول سے دین، مذہب کی طرف مائل تھی اور اس میں بھی افراط و تفریط سے بچ کر ایک صراط مستقیم پر قائم ہونے کی متلاشی تھی۔ بہت غور و خوض کے بعد ۱۹۰۳ء میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم کی دعاؤں کا ایک عجیب کرشمہ دیکھ کر ان کی بیعت کرلی۔ اور بعد میں جب نبوت اور تکفیر کے مسئلہ پر قادیانی جماعت سے حضرت اقدس کے چیدہ مرید علیحدہ ہو گئے تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی گئی اور ڈاکٹر صاحب موصوف بھی اس سے منسلک ہو گئے اسی دوران میں انہوں نے ختم نبوت کی تائید میں اور مسئلہ تکفیر کی مذمت میں بیش بہا مضامین لکھے جو" اخبار پیغام صلح" لاہور میں چھپ کر تعلیم یافتہ پبلک میں بہت مقبول ہوئے اور لوگوں کے اصرار پر کتابی شکل میں "بشارات احمدیہ" کی تین جلدوں میں شائع ہوئے۔

ان مضامین کے علاوہ زمانہ حاضر کے جتنے نئے مسئلے یا اسلام پر اعتراض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے تھے ان کا نہایت خوبصورت اور مسکت جواب لکھتے رہے۔

ڈاکٹر صاحب نہایت خوش الحان تھے اور اُن کی قرأت قرآن قابل شنید تھی۔ نوجوانی سے ہی آپ کو قرآن کریم سے اس قدر شغف تھا جو عشق کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ پہلے خود تلاوت قرآن کر کے اس کے معانی اور حکمت و معرفت پر غور کرتے تھے اور پھر تمام عرصہ ملازمت میں جہاں رہے ہر روز شام کو بعد نماز مغرب دوسروں کو درس قرآن دیتے تھے۔ پنشن ملتے ہی قرآن کریم کے دو مشکل سیپاروں ستائیسویں اور تیسویں کی تفسیر لکھنے میں لگ گئے اور یہ سیپارے "انوار القرآن" کے نام سے حصہ اول ۱۳۵۳ھ میں اور حصہ دوم ۱۳۵۷ھ میں شائع ہو کر مقبول خلائق ہوئے۔ علاوہ چھوٹی چھوٹی مذہبی کتب بنام۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ حج۔ مسئلہ تقدیر وغیرہ بہت آسان اور دلنشین پیرائے میں شائع ہوتی رہیں۔

آپ کی "انوار القرآن" کے بعد سب سے اہم تصنیف "مجدد اعظم" سوانح عمری حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم تھی جس کا حصہ اول ۱۹۳۹ء اور حصہ دوم ۱۹۴۰ء میں طبع ہوا۔ تیسرا حصہ آپ نے مکمل کیا ہی تھا کہ آپ کا مرض الموت شروع ہو گیا۔ اور وہ آپ کی وفات کے بعد شائع ہوا۔

آپ لاہور سے ۱۶ جنوری ۱۹۴۳ء کو بمبئی کے لیے روانہ ہوئے اور اپنے فرزند ارجمند نصیر احمد فاروقی کلکٹر تھانہ کے پاس اور پھر ان کی تبدیلی پر اُن کے پاس بمبئی میں رہے۔ جہاں ۲۱۔اپریل ۱۹۴۳ء کو ۹ بجے کے قریب داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر اپنے مولا کے حضور میں جا پہنچے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ چھیاسٹھ سال۔ چھ ماہ۔ اٹھارہ دن عمر پائی۔

آپ کی یہ تو موٹی زندگی کی مختصر کیفیت۔ اس کے علاوہ اپنی سرکاری ملازمت کے عرصہ میں آپ کی کئی صفات بہت نمایاں رہیں۔ بطور ڈاکٹر

کے خدا نے آپ کے ہاتھ میں شفا دی تھی۔

اس زمانے میں فزیشن، سرجن، مختلف میڈیکل سپیشلسٹ سب کچھ، بس ایک ڈاکٹر ہسپتال کا انچارج ہوتا تھا۔ بطور فزیشن کے آپ کی تشخیص اور نسخے ایسے صحیح اور مقبول تھے کہ کئی مریض بعد میں دوسرے شہروں سے آپ کو نسخوں اور دوائیوں کے لئے لکھتے تھے بطور سرجن کیا بھی آپریشن ہو جگر، گردے، آنتوں کی پتھریوں یا رسولیوں کا۔ اللہ کے فضل سے بہت کامیاب رہتا تھا اور آپ کہا کرتے تھے کہ انہوں نے جو بھی آپریشن کئے خدا کے احسان سے اس میں مریض کی جان نہیں گئی۔

اس کے علاوہ آپ کی دوسری نمایاں صفت دیانت داری تھی۔ جن مقامات پر آپ تعینات ہوتے رہے وہاں زیادہ تر رسوخ بڑے بڑے زمینداروں اور ملکوں کا تھا۔ ان کے مزارعے اور ملازم اکثر کبھی پانی کبھی زمین پر آپس میں جھگڑتے اور سر پھٹول کرتے تھے اور دونوں پارٹیاں زخمی ہو کر ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر کے پاس میڈیکل سرٹیفکیٹ کے لئے آتی تھیں۔ تو ہر بڑا زمیندار اپنے کمیں کی حمایت کے لئے چاہتا تھا کہ ڈاکٹر اس کے آدمیوں کی چوٹوں کو تو ضرب شدید لکھے، اور مخالف پارٹی کے زخمیوں کے لئے ضرب خفیف کا سرٹیفکیٹ دے۔ اس پر زمیندار اور ملک صاحبان ڈاکٹروں کو طرح طرح کی رشوتیں دینے کو تیار ہو جاتے تھے۔ جیسے دودھ کے لئے گائے بھینس، مکھن، گھی، موسم موسم کی فصلیں اور سبزی ترکاریاں اور جلانے کی لکڑی مفت مہیا کی جاتی تھی۔ لیکن باوجود اس کے کہ اس زمانہ میں ڈاکٹر صاحب کی تنخواہ کم تھی اور اپنے ماشاء اللہ آٹھ بچوں کے علاوہ اپنی والدہ، پھوپھی اور رشتہ کی کئی بیوہ خواتین اور یتیموں کے پالنے کی ذمہ داری تمام عمر ان کے سر رہی۔

انہوں نے کبھی ایسی کوئی رشوت قبول کر کے کسی کو غلط سرٹیفکیٹ نہیں دیا نہ کبھی انہوں نے کسی کی ناراضگی یا مخالفت سے ڈر کر کوئی ناجائز بات کی۔ ان کی تو "ملاں کی دوڑ مسجد تک" والی بات تھی کہ اللہ تعالیٰ کے آگے گڑگڑا اپنی حاجتوں اور مشکلوں کی آسانی کے لئے دعائیں کرتے تھے یہاں مجھے ان کا ایک واقعہ یاد آ گیا کہ ایک ریگستانی علاقے میں درختوں کی واحد "رکھ" یا ذخیرے کا مالک ایک بہت بڑا زمیندار تھا۔ جب ڈاکٹر صاحب نے وہاں کے ہسپتال کا چارج لیا تو یہ ملک صاحب ملنے کو تشریف لائے اور باتوں باتوں میں فرمایا کہ "ڈاکٹر صاحب آپ کے بچوں کے دودھ وغیرہ کے لئے ایک بھینس آپ کو پیش کروں گا۔ اور گھر کے خرچ کے لئے سب لکڑی میرے ذخیرے سے آپ کو بھیجدی جائے گی لیکن ہمارے بندے جب دوسروں سے لڑ کر آئیں تو آپ مخالف پارٹی کے مزارعوں کی چوٹوں کو ضرب خفیف لکھ دینا۔ آپ کے سرٹیفکیٹوں سے ہم پر الزام نہ آئے۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کی کہ "ملک صاحب میں آپ کی اور آپ کے لوگوں کی خدمت اور علاج معالجے کے لئے ہر طرح حاضر ہوں لیکن یہ غلط کارروائی کرنے سے معذور ہوں"۔ ملک صاحب بگڑ کر کہہ گئے کہ پھر دیکھوں گا آپ کو جلانے کی لکڑی کہاں سے ملے گی۔ آپ کے گھر کا چولہا ٹھنڈا ہی رہے گا۔"

ملک صاحب کا کہنا جلد ہی پورا ہو گیا۔ جب ادھر ادھر سے چن چنا کر بھی بالن جلانے کو نہ ملا تو گھر والوں نے تقاضا کیا کہ کہیں سے لکڑی منگواؤ ورنہ کھانا کیسے پکے گا۔ اس رات ڈاکٹر صاحب نے پچھلی رات نماز تہجد میں گھر سے ملحقہ مسجد میں سجدے میں گر کر دعا مانگنی شروع کی کہ "میرے پروردگار یہ مشکل آسان فرما"۔ بہت درد دل سے التجائیں کیں۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ جب میں محو دعا تھا تو میری آنکھوں کے سامنے ایک نظارہ آیا کہ ایک بڑا بھاری درخت ہے جو گر گیا ہے اور ان کو تعجب ہوا کہ یہ کیسا نظارہ تھا۔ اور اس سے میری دعا سے کیا تعلق تھا۔ بہرحال جب صبح باہر نکلے تو ہسپتال کے چوکیدار نے عرض کی کہ جناب رات کو ایک عجیب حادثہ ہوا کہ نہ آندھی نہ پانی۔ نہ ہوا کا جھکڑ۔ بس پچھلی رات کو ہسپتال کے قریب کسی بزرگ کا مزار ہے جس کے سرہانے ایک زبردست بوڑھ کا درخت برسوں سے کھڑا تھا وہ ایک دم اڑ اڑ دھم کر کے جڑ سے اکھڑ کر گر پڑا۔ اب صبح دس بجے اس کی نیلامی ہو گی۔

ڈاکٹر صاحب اسی وقت وہاں گئے اور اس سستے زمانے میں بارہ روپے میں وہ درخت خرید لیا۔ اس کا زبردست تنا تو چارپائیاں بنانے والے بعد میں ڈاکٹر صاحب سے آٹھ روپے میں خرید کر لے گئے اور باقی کی ٹہنیاں، شاخیں جھاڑ جھنکار اس قدر نکلا کہ نہ صرف سال بھر ڈاکٹر صاحب کے باورچی خانہ میں لکڑیاں جلیں بلکہ تبدیلی کے وقت اچھا خاصہ لکڑی کا ڈھیر ڈاکٹر صاحب کو تحفہ دے کر گئے۔

یہ روشن واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ کس طرح ہر وقت اپنے دیانتدار بندوں کی مدد فرماتا ہے ایسے ایسے بہت سے امتحان آپ کی زندگی میں آئے۔ لیکن خدا کے فضل سے کبھی آپ کا قدم دیانت و صداقت کے صراط مستقیم سے نہیں بھٹکا۔

دوسری نمایاں صفت آپ کی خدا ترسی اور مخلوق خدا پر شفقت تھی غریب اور مستحق و مجبور لوگوں کا نہ صرف توجہ سے علاج کرتے تھے بلکہ ان کی اپنے پاس سے مدد بھی کر دیتے تھے۔

جہلم شہر کے وہ قصاب جو آپ کے وقت میں تھے گواہی دے سکتے ہیں کہ مہینے میں تین بار آپ صدقے کے لئے بکرا خریدتے تھے۔ اور ہسپتال کے گرد و نواح میں بسنے والے تمام غریب گھرانوں میں اس رات گوشت کی ہانڈیاں چڑھتی تھیں اور ننھے بچے خوشی خوشی کھانے کا انتظار کرتے تھے اور پھر تو غریب غربا ایسے عادی ہو گئے کہ اگر کبھی ذرا زیادہ دن بکرا نہ ہوتا تو آنے جانے والی غریب عورتیں ان کی بیگم صاحبہ سے کہتیں کہ "بی بی جی بہت دن ہو گئے آپ کے ہاں بکرا نہیں ہوا۔ گوشت کھانے کو دل چاہتا ہے"۔ بس دوسرے دن ہی قصائی بکرا لے کر حاضر ہو جاتا تھا۔

آپ کی والدہ صاحبہ کی نشست صبح ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر بنگلے کے برآمدے میں ہوتی تھی۔ جہاں ان کے نوکر لڑکے اور دوسرے ہسپتال کے ملازمین کے بچے ان سے قرآن شریف اور اردو پڑھنے آجاتے تھے اور اچھا خاصہ چھوٹا سا مدرسہ کھل جاتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب اگر اس وقت ہسپتال سے اتفاقاً آجاتے تھے تو بجائے پریشان ہونے کے بچوں کو پڑھنے اور سبق رٹنے سن کر محظوظ ہوتے تھے۔

یہ تو مخلوق خدا سے ان کی مہربانی و شفقت کی ذرہ سی جھلک ہے ورنہ ان کی کتاب زندگی دوسروں کی اور بیواؤں اور یتیموں کی سرپرستی اور پرورش اور اپنے بچوں کی طرح اُن کی تعلیم و تربیت اور دیکھ بھال سے بھرپور تھی اس پر مستزاد اسلام اور قرآن کے لئے جو محبت اور جذبہ ان کے دل میں تھا اس کا یہ اثر تھا کہ تمام عمر اپنی محنت کی کمائی میں سے انہوں نے پابندی سے دس فیصدی اپنی تنخواہ اور فیسوں کا حصہ ہر ماہ اشاعت اسلام اور قرآن کے لئے چندہ میں دیا۔ گھر کے خرچ میں تنگی ترشی کچھ ہو چندہ میں فرق نہ آتا تھا۔ اور ایک واقعہ تو ان کی زندگی کا ایسا ہے کہ آجکل ایسے ایثار کا نمونہ ملنا مشکل ہے۔

اُن کی ایک بیٹی کی شادی تھی۔ تاریخ شادی سر پر تھی۔ وہ اس کے جہیز کے لئے ایک معقول رقم لے کر جہلم سے لاہور تشریف لائے۔ جہاں ان کی بڑی صاحبزادی مقیم تھیں تاکہ ان کے صلاح و مشورے سے جہیز خریدا جائے۔ لاہور پہنچ کر جب ان کو معلوم ہوا کہ جرمنی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مشہور اور واحد برلن مسجد اس کے ایک انچارج کی سازش سے ایک کمپنی کے پاس گروی ہو گئی ہے اور اس کے چھڑانے کے لئے چندہ کی اپیل ہو رہی ہے۔ تو آپ نے اپنی لائی ہوئی ساری رقم بلا پس و پیش خانہ خدا کی آزادی کے لئے چندے میں دیدی۔ اور بیٹی کا جہیز خریدے بغیر خالی ہاتھ واپس جہلم آ گئے۔

آپ کے اس نمونہ کا خود آپ کے اہل و عیال پر ایسا اچھا اثر ہوا کہ آپ کی بیگم صاحبہ۔ والدہ صاحبہ نے اپنے زیورات اور بچوں تک نے اپنے اپنے جیب خرچ کی بچائی ہوئی چھوٹی موٹی سب رقمیں مسجد کے چندے میں دیدیں۔ اور پھر اُن کی لڑکیوں نے خواتین جہلم کا جلسہ کر کے ان سے بھی مسجد کے لئے اپیل کر کے معقول رقم اس فنڈ میں دی۔

یہ ایثار و قربانی رنگ لائی اور جلد ہی برلن میں یہ مسجد واگذار کروا لی گئی۔ اور آج تک جرمنی کے مشہور شہر برلن میں یہ خوبصورت مسجد حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور ان کے وقت کے دوسرے بزرگوں کی قربانیوں اور ایثار کا ثبوت بنی صحیح و سلامت موجود ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

— ✱✱✱ —

ارشادِ باری تعالیٰ:

اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔"

بقیہ: چومکھی لڑائی

کئے ہیں۔ اس کا افتتاح تقریباً دو تین ماہ پیشتر ہوا ہے۔ ایک جماعت ایک مولوی صاحب کو امامت کے لئے رکھنا چاہتی ہے جو میلاد شریف کے خلاف ہے اس کے برعکس دوسری جماعت ایسے مولوی کو لانا چاہتی ہے جو میلاد شریف کے حق میں ہو فساد کی یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ ایک شخص کو ہسپتال داخل کرنا پڑا اور پولیس رات کے دس بجے موقع پر پہنچ گئی۔ مسلمانوں کو مساجد کی تعمیر کا شوق تو ضرور ہے اور اس کے لئے قربانی کرنے کے لئے بھی تیار ہیں لیکن ان میں اشاعت اسلام کا جذبہ نہیں پایا جاتا۔ اور وہ چھوٹے چھوٹے مسائل پر لڑ کر دیگر اقوام کے سامنے بُرا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

درخواستِ دُعا:

ڈاکٹر محمد اقبال رجب علی اور ڈاکٹر فریدہ عبداللہ رجب علی ڈینٹل سٹیٹ بورڈ کے امتحان کی تیاری میں مصروف ہیں۔ ان کو گزارہ کے لئے ایک سکول میں روزمرہ چھ سات گھنٹے بچوں کو تعلیم دینی پڑتی ہے جو ان کے پروفیشن سے تعلق نہیں رکھتی۔ بورڈ کے امتحان میں کامیابی کے بغیر ان کو امریکہ میں پریکٹس کرنے کے لئے اجازت نہیں مل سکتی اور امتحان اس قدر سخت کر دیئے گئے ہیں کہ سینکڑوں اُمیدواروں میں سے چند گنتی کے ڈاکٹر ہر سال کامیاب ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں بزرگان سلسلہ و احباب سے ان کی کامیابی کے لئے دعاؤں کی درخواست کرتا ہوں۔

زکوٰۃ کا مہینہ

زکوٰۃ ہمارے ذمہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے اور علمائے دین نے رجب کا مہینہ زکوٰۃ کیلئے مقرر کر رکھا ہے ہمارے احباب باقاعدگی سے ہر سال اس ماہ مبارک میں اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن میں بھیجتے ہیں۔ اُمید ہے ہمارے دوست بدستور زکوٰۃ مرکز میں بھجوا کر ثواب دارین حاصل کرینگے مرکز کی طرف سے اس سلسلہ میں ایک چٹھی بھی بیرونی جماعتوں کو بھجوائی جا چکی ہے۔ (ادارہ)

احباب جماعت کے نام محترم جنرل سیکرٹری صاحب کا مکتوب

اخویم مکرم معظم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ماہ رجب زکوٰۃ کا مہینہ ہے اور اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے، یہ ماہ شروع ہو چکا ہے اسلئے میں آپکو اس ضروری فریضہ کیطرف توجہ دلاتا ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ، تجارتی مال، زیورات اور جائیداد وغیرہ کا (جن پر زکوٰۃ واجب ہے) حساب کر کے زکوٰۃ حسب معمول اپنے قومی بیت المال میں جمع کرائیں گے۔

۱ :۔ نقدی پر زکوٰۃ چالیسواں حصہ یعنی یکصد روپیہ پر اڑھائی روپے ہے

۲ : زیورات بھی نقدی کے تحت آتے ہیں ۵۲ تولہ چاندی اور ۷½ تولہ سونا اور اس سے زائد پر زکوٰۃ واجب ہے۔ تمام رقوم بنام محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ارسال فرمائیں۔ شکریہ

مخلص

منصور احمد

جنرل سیکرٹری

از قلم: مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور۔

درسِ قرآن - سبق نمبر (۶۵)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ
فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ۪ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا
اللّٰہُ ۪۫ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰٓئِکَ
جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا
الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ○

(آل عمران - ۱۳۴-۱۳۵)

ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو جب کوئی برا کام کرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کیلئے مغفرت مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کی مغفرت کر سکے؟ اور جو وہ کر بیٹھیں اس پر اصرار نہیں کرتے دراںحالیکہ وہ جانتے ہیں۔ انہی کے لئے جزاء اپنے رب کی مغفرت اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کا اجر کیا ہی اچھا ہے!

پچھلے دو درسوں میں جو مضمون چل رہا تھا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اس دنیا میں معصومیت کی حالت میں پیدا کیا ہے یعنے گناہوں سے پاکیزہ حالت میں جس کا نتیجہ اس کے دل میں جنّت کا ہونا ہوتا ہے۔ اس جنت کو انسان قائم رکھ سکتا ہے تقوٰی کے ذریعہ سے یعنے بدیوں اور گناہوں سے بچنے سے جس کے متعلق مکمل ہدایت قرآن پاک میں ہے جس کو شروع کتاب میں ہی ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ فرمایا تھا۔ اس دل کی جنت کے کھوئے جانے کے تین بڑے طریق ہیں۔ اول تو پیسے یعنے دولت کی تلاش اور تنگ دی۔ دوم جذبات کا جوش جس میں سب سے زیادہ جوش مارنے والا جذبہ غضب یا سخت غصہ کا ہوتا ہے۔ کہ وہ جب چڑھتا ہے تو انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ چونکہ دولت کی تلاش اور محبت سے دنیا کے اکثر گناہ اور جرائم پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے اسلام کے سوا دوسرے مذاہب نے دولت کی تلاش ترک کر کے سادھو یا راہب یا نن یا بھکشو بن جانے میں ہی انسان کی خیریت سمجھی مگر ساری نسل انسانی تارک الدنیا ہو جائے تو نہ تو کوئی انسانی ترقی ہو نہ انسان میں محنت، کوشش، دیانت داری، یا اللہ تعالےٰ کے اور مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی اعلےٰ خوبیاں پیدا ہوں۔ اور شادی بیاہ چھوڑنے سے جیسا کہ تارک الدنیا لوگ کرتے ہیں نسل انسانی جلد ہی ختم ہو جائے۔ اسلام نے بجائے دولت کی تلاش اور تنگ دی دو چھوڑ دینے کے دولت کو حلال طریقوں سے کما کر اللہ تعالےٰ کی بتائی ہوئی باتوں پر خرچ کرنے کو کہا جس سے کہ دل میں وہ جنّت اور راحت پیدا ہوتی ہے جو صرف اپنے اور یا اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی حیوانی سطح پر نہیں ہوتی کیونکہ صرف اپنی یا اپنی بیوی بچوں کی فکر تو ہر حیوان بھی کرتا ہے اور اس کے برعکس دوسروں کو دینا یہ خدائی صفت ہے کہ اللہ تعالےٰ جس کی ملکیت دراصل دنیا کی تمام دولت ہے وہ دوسروں کو ہر آن دیتا ہے۔

جہاں تک غیظ و غضب سے انسان کے دل کی جنت کھوئے جانے کا ڈر ہے تو قرآن حکیم نے اول تو غیظ و غضب کو دبانے کا حکم دیا کہ اسی سے وہ قابو میں رہ سکتے ہیں اور انسان کے دل کے اندر بھڑکتی ہوئی آگ اور باہر اس کے غضب کی وجہ سے جو جہنم بھڑکتی ہے اُن سے نجات ملتی ہے۔ مگر غصہ اور غضب کو دبا لینے سے انسان کے اندر غصہ کی آگ سلگتی رہتی ہے اور انسان دل میں کھولتا رہتا ہے۔ تو دل کی جنت تو بگڑ گئی۔ اس کا علاج قرآن حکیم نے اگلے کو دل سے معاف کر دینا بتایا بلکہ اس پر احسان کرنے کو کہا۔ انہی دو طریقوں سے نہ صرف انسان کا دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ بلکہ اُس میں وہ راحت اور ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے جو دل کی جنت کو بڑھاتی ہے۔ یہ تعلیم بظاہر ناقابل عمل یا کم سے کم مشکل بہت معلوم دیتی ہے مگر میں نے پچھلے درس میں بتایا تھا کہ اللہ تعالےٰ سارا وقت انسانوں کی دہریت یعنے خدا کی ہستی کا انکار یا شرک کو دیکھتا ہے۔ اسی طرح لوگوں کی بدیوں اور بے حیائیوں کو بھی دیکھ رہا ہے۔ کیا اُس کے دل میں غضب نہیں پیدا ہوتا؟ ضرور ہوتا ہے مگر وہ اسے دباتا رہتا ہے اور انسانوں کو نہ صرف معاف کرتا رہتا ہے بلکہ اُن پر احسان پر احسان کرتا چلا جاتا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ کیا انسان بھی یہ کمال دکھا سکتا ہے؟ تو میں نے پچھلے درس میں مثالیں دی تھیں کہ رسول اللہ صلعم نے بھی یہ کمال کر دکھایا اور آپ کی اتباع میں لاکھوں صالح انسانوں نے بھی یہ کر دکھایا

آج کی آیات میں دل کی جنت کھوئے جانے کی تیسری وجہ بتائی۔ فرمایا والذین اذا فعلوا فاحشۃً او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم یعنے متقی وہ ہیں کہ جس وقت وہ غلطی سے کوئی برا کام کرتے ہیں یا اپنے نفسوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں۔ اس آیت میں جو لفظ فاحشۃ آیا ہے اس کے معنیٰ ہیں کوئی ایسا فعل یا قول جس کی برائی اتنی زیادہ ہو کہ اس کا اثر دوسروں تک جا پہنچے یا انہیں برا لگے۔ یاد رہے کہ انسان نہ صرف اپنے عمل سے بلکہ اپنی زبان سے بھی بہت برائیاں کرتا ہے۔ قرآن کریم واحد کتاب ہے جس نے بتایا ہے کہ نہ صرف انسان جو عمل کرتا ہے وہ اس کے اندر ریکارڈ یا محفوظ ہو رہا ہے بلکہ جو بات وہ زبان سے

سکتا ہے وہ بھی اسی طرح ریکارڈ ہو رہی ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (ق ۵۰ - ۱۸) یعنے انسان کوئی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہوتا ہے جو اس بات کو محفوظ کر لیتا ہے۔ آج جبکہ انسان نے خود کیمرہ کے اندر فلم پر نہ صرف لوگ جو کرتے ہیں بلکہ جو وہ بولتے ہیں انہیں محفوظ کر لیا ہے تو اس کے لئے سمجھنا مشکل نہیں رہا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کے اندر بھی اسی قسم کا ریکارڈ تیار کرنے کا بندوبست اس کے دماغ کے اندر کیا ہوا ہے۔ آج سائنس خصوصاً سرجری نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ اور انسان خود بھی اپنے عملوں اور باتوں کو دوبارہ اسی لئے یاد کر سکتا ہے کہ وہ اس کے اندر محفوظ رہیں۔ قرآن نے انسانوں کے قول یعنی باتوں پر بھی محاسبہ لگا کر انسان کی مکمل اصلاح کا بندوبست فرمایا ہے۔ خالی عمل پہ محاسبہ کافی نہ تھا کہ لوگوں کی مکمل اصلاح ہو سکے۔ باوجود اس بندش اور پکڑ کے انسان سے پھر بھی بُرا فعل ہو جاتا ہے یا بُری بات زبان سے نکل جاتی ہے تو پھر انسان کیا کرے۔ فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ انسان کو ہر ایسی غلطی پہ خدا فوراً یاد آجاتے اور انسان اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگے۔ مغفرت جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں دو طرح ہے۔ گناہ کے بُرے انجام یا سزا سے حفاظت چاہنا دوئم اللہ کی پناہ چاہنا کہ وہ گناہ دوبارہ نہ ہو جائے۔ مثلاً اگر انسان نے رشوت لی تو اس کا بُرا انجام یا سزا یا تو اسی دنیا میں مل جاتی ہے اور یا قطعی طور پر مرنے کے بعد ملے گی۔ دوسرے ایک دفعہ رشوت لے لو تو جھجک نکل جاتی ہے اور دوبارہ رشوت لینے کی جرأت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ تو اس سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا استغفار کے اندر آجاتا ہے۔ اس کے لئے جو طریق ہمیں سکھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ انسان گناہ ہو جانے پہ فوراً یاد کرے کہ اللہ تعالےٰ اُسے دیکھ رہا ہے۔ اور اس کی بات کو سُن رہا ہے تو انسان صدق دل سے کہے استغفر اللہ ربی من کلّ ذنبٍ واتوب الیہ یعنے میں اللہ سے جو میرا رب ہے (یعنے ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانے والا خیر خواہ ہے) پناہ مانگتا ہوں۔ ہر گناہ سے، اور اللہ کی طرف توبہ کرتا ہوں یعنے اس کی طرف لوٹ کر آتا ہوں۔

آج کے سبق میں عملی یا زبانی بدیوں کے علاوہ ایک اور چیز فرمائی۔ او ظلموا انفسھم یعنے یا وہ اپنے نفسوں پر ظلم کر بیٹھیں تو بھی وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس سے مغفرت چاہتے ہیں۔ فاحشۃ یعنے ایسی بدی خواہ وہ عمل سے ہو یا زبان سے جس کا اثر دوسروں تک جا پہنچے۔ اس کے علاوہ کچھ بدیاں ایسی ہوتی ہیں جس کا اثر دوسروں تک تو نہ پہنچے مگر اپنے نفس یا روح کو وہ ضرور گندہ اور خراب کرتی ہیں۔ مثلاً دل میں گندے خیالات کا گھومنا تو اُن سے بھی اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم ہے کہ انسان کی روح کو جو اس کے اندر ایک شخصیت یا نفس بن رہی ہے۔ وہ ضرور گندہ اور ناپاک کرتے ہیں۔

پھر فرمایا ومن یغفر الذنوب الا اللہ یعنے اللہ کے سوا کون گناہوں سے مغفرت دے سکتا ہے۔ گناہ ہو گیا تو اس کے بُرے نتیجہ سے جو دل کے اندر پیدا ہوتا ہے یا اس کی سزا سے جو باہر واقع ہوتی ہے سوائے اللہ کے کون بچا سکتا ہے؟ دل بھی خدا کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور وہی اُن پر جو گناہ سے سیاہ داغ پڑ جاتا ہے اُسے دھو سکتا ہے۔ نہ انسان خود اپنے دل تک پہنچ سکتا ہے کہ وہ اس کے اندر بند ہے نہ اس کی روحانی گندگی یا سیاہی کو اللہ کے سوا کوئی دھو سکتا ہے کہ روحانی معاملات تو بالکل اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح گناہوں کی سزا سے صرف وہی بچا سکتا ہے۔ وہ جسے اپنی پناہ میں لے لے تو کوئی دوسرا انسان یا حکومت اس کو نہیں چھو سکتی۔

پھر ایک اور بات فرمائی جو انتہ ضروری ہے کہ متقی گناہ یا بدی کو جان بوجھ کر دوبارہ نہیں کرتے۔ یہ کیا ہے کہ گناہ بھی انسان کرے پھر توبہ بھی کرے مگر پھر وہی گناہ جان بوجھ کر کرے۔ یہ تو نعوذ باللہ خدا سے مذاق ہو گیا۔ اور انسان کو اس سے ڈرنا چاہیئے۔ اگر آپ سے کوئی ایسا کرے تو کیا آپ اُسے برداشت کریں گے؟

اگلی آیت یہ ہے کہ جو اس طرح توبہ اور اصلاح کرتے ہیں" وہی ہیں جن کا انعام یا جزا ان کے رب کی مغفرت ہے اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کا اجر کیا ہی اچھا ہے"۔ آخرت میں جو ہمیشہ کا گھر ہے اللہ تعالےٰ نے متقیوں کے لئے یہ جنت عالم ظاہر میں بھی تیار کی ہے۔ مگر اس دنیا میں بھی متقی اللہ تعالیٰ کی مغفرت یعنے پناہ میں آکر شیطان کے ہتھکنڈوں سے اور نفس کے ورغلانے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کے دل کے اندر جنت کے باغ کا سا سہانا پن پیدا ہو جاتا ہے جس طرح ظاہری عمدہ باغ کو دیکھ کر دل میں ایک ایسا انبساط پیدا ہوتا ہے وہی حالت اس کے دل میں ہمیشہ رہنے لگتی ہے۔ اور جس طرح نہروں سے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے متقی یا نیک انسان سے اسی دنیا میں دوسروں کی خدمت اور فائدے کے کام سرانجام ہونے لگتے ہیں۔

آخیر میں فرمایا ونعم اجر العٰملین یعنے عمل کرنے والوں کا اجر کیا ہی اچھا ہے۔ اس میں اس بات کو واضح فرمایا کہ خالی ایمان کافی نہیں ایمان اگر صحیح معنوں میں ہے تو اس سے نیک عمل پیدا ہونے چاہیئیں ورنہ وہ ایمان ہی ناقص ہے۔

* * *

تعلیمی وظائف

نیا تدریسی سال اپریل ۱۹۸۴ء سے شروع ہو رہا ہے، مرکزی انجمن ہر سال جماعت کے نیک اور ضرورتمند بچوں اور بچیوں کو تعلیمی وظائف دیتی چلی آرہی ہے نئے تدریسی سال کے لئے درخواستیں جن میں طالب علم کے کوائف تعلیمی قابلیت۔ مضامین اور والدین کی مالی حیثیت پچھلے سالانہ امتحان میں حاصل کردہ نمبر مقامی رکن مجلس معتمدین / صدر مقامی جماعت کے توسط سے ۳۰۔ اپریل ۱۹۸۴ء تک پتہ ذیل پر بھجوائی جائیں۔ "جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - دار السلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶"

از قلم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب، امریکہ

"چومکھی لڑائی"

"چومکھی لڑائی" کا محاورہ جناب مولانا میرزا مظفر بیگ صاحب مرحوم و مغفور کی زندگی کے اُن ایام میں زبان زد عام تھا جبکہ آپ جزائر فیجی میں بیک وقت آریہ سماج اور عیسائیت کا مقابلہ کرنے کے علاوہ ان کو اپنے مسلمان بھائیوں سے بھی نمٹنا پڑتا تھا۔ اس قلمی و لسانی جہاد کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ آریہ سماج اور عیسائیت کو اسلام کے مقابلہ میں ہمیشہ کے لئے ہتھیار ڈالنے پڑ گئے۔ اور جناب میرزا صاحب کی واپسی ہند (پاکستان) کے بعد ان مذہبی جھگڑوں کا فیجی میں خاتمہ ہو گیا۔

سرزمین امریکہ میں مذہبی نفرت اور منافقت اس درجہ تک نہیں پہنچی کہ اس کے مقابلہ کے لئے ہمیں ضرورت پیش آئی ہو لیکن ہماری جماعت میں خداوند کریم کے فضل و کرم سے چوہدری مسعود اختر صاحب کا وجود مسعود قلمی جہاد کے رنگ میں مولانا میرزا مظفر بیگ مرحوم کے زمانہ کی یاد دہانی کرتا ہے۔ اور اگر ہم چوہدری صاحب کے لئے چومکھی لڑائی والا محاورہ استعمال کریں تو مبالغہ نہ ہوگا۔

جناب چوہدری صاحب کو اپنے روزگار کے لئے کافی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اس کے باوجود آپ کو اپنے امتحان وکالت کے لئے بھی وقت نکالنا پڑتا ہے اور اس کے لئے آپ ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں آپ مقامی ماہوار رسالہ اسلامک ریویو کے آنریری ایڈیٹر ہیں۔ اس کے لئے اکثر مضامین اور ایڈیٹوریل آپ ہی کو لکھنے پڑتے ہیں۔ رسالہ کی پروف ریڈنگ بھی آپ ہی کرتے ہیں۔ جزائر فیجی سے مولانا حافظ شبیر محمد صاحب بسا اوقات ان کے اردو مضامین کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کی فرمائش کیا کرتے ہیں۔ آپ نے اس خدمت کو بخوشی سر انجام دیا۔ اسی قسم کی جنوبی افریقہ سے بھی فرمائش آیا کرتے ہیں جس کی آپ فوری تعمیل کرتے ہیں۔

چوہدری مسعود اختر صاحب ماشاء اللہ وکالت کے کئی ایک مضامین کے امتحانات پاس کر چکے ہیں۔ صرف ایک مضمون باقی رہ گیا ہے۔ بزرگانِ سلسلہ سے ان کی کامیابی کے لئے دعاؤں کی درخواست کرتا ہوں۔

ولیمہ شادی خانہ آبادی

جناب غلام نبی دین پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام فیجی کے بہنوئی مسٹر محمد حنیف معہ اہل و عیال ہیورڈ HAYWARD کیلی فورنیا میں مقیم ہیں ان کے ایک صاحبزادے کا نکاح تو فیجی میں ہو گیا تھا۔ لیکن دلھن کو امریکہ آنے کے لئے ویزا حاصل کرنے میں ایک سال کا طویل عرصہ لگ گیا تھا۔ دلہن کی آمد پر ۳۰ مارچ کی شام کو ماسک ٹمپل کے وسیع ہال میں دولہا دلھن کے اعزاز میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں دو سو کے قریب مہمان شریک ہوئے۔ خاکسار نے تمہیدی الفاظ کے بعد سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کی۔ ڈاکٹر محمد اقبال رجب علی (خاکسار کے داماد) نے اسلامی نکاح کی ضرورت اور افادیت پر انگریزی میں تقریر کے دوران ان نقائص اور خبائث کو واضح کیا جو آزادانہ زندگی سے امریکہ میں پیدا ہو گئے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ امریکن رپورٹ کے مطابق ہر سال ۱۲ لاکھ بچے قبل از پیدائش ضائع کئے جاتے ہیں۔ اور یہ میرے ملک ماریشس کی آبادی ہے۔ دوسرے الفاظ میں امریکن لوگ ہر سال موریشس کی آبادی کو تلف کرنے کے سزاوار ہوتے ہیں۔ کھانے کا معقول انتظام تھا۔ دعا کے بعد یہ مجلس ۱۰ بجے شب برخاست ہوئی۔

جماعت احمدیہ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا مضمون زیر عنوان بالا نہایت موزوں اور قابل توجہ ہے۔ اُمید ہے یہ مضمون جماعت کے بعض اشخاص کی غلط فہمیوں کو دور کرانے کا موجب ہوگا۔ خاکسار نے ایک خط قریبًا اسی مضمون کا ایک ایسے محترم بزرگ کی خدمت میں لکھا تھا جو عملی رنگ میں جماعت سے قطع تعلق کر چکے تھے۔ ان کو جماعت میں ہر دلعزیز بننے اور احترام حاصل کرنے کے لئے میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ انجمن کی ہر ایک تحریک میں حصہ لیں اور مالی رنگ میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں غلط فہمیوں کا یہی واحد علاج ہے اور بقول شیخ سعدیؒ

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد + آں کہ خود را دید او محروم شد

امریکہ میں فرقہ بندی کے بد نتائج

انگلینڈ اور دیگر یورپی ممالک کے مسلمانوں کے مذہبی تنازعات اور جھگڑوں کے متعلق ایک مضمون پیشتر ازیں اخبار پیغام صلح میں مفصل طور پر شائع ہو چکا ہے امریکہ کے مسلمانوں نے مالی قربانیاں کر کے مساجد تو کھڑی کر دی ہیں اور مسلمانوں کی تعداد بھی روز افزوں ترقی پر ہے لیکن علماء لوگ ان مسلمانوں کو چین سے کہاں بیٹھنے دیں گے۔ سب سے پہلے فسادات کی چنگاری واشنگٹن ڈی سی سے شروع ہوئی اور کافی عرصہ تک مسجد کے دفاتر بند رہے۔ اور کسی امام کو وہاں قرار نصیب نہ ہوا۔ اب مشرقی ساحل سے ان کی ناپسندیدہ باتیں مغربی ساحل کی مسجدوں تک بھی پہنچ گئی ہیں۔

سیکرامنٹو میں پاکستانیوں کی پرانی مسجد ہے جب تک امامت کا کام کم تعلیم یافتہ پاکستانیوں سے چلتا رہا پاکستانی مسلمانوں میں کبھی انتشار پیدا نہ ہوا لیکن ایک خاصے تعلیم یافتہ مولوی کے یہاں آنے سے مسلمانوں کی دو جماعتیں ہو گئیں ایک جماعت مولوی کے حق میں ہے دوسری جماعت کو یہ اعتراض ہے کہ یہ مولوی مودودی خیالات کا ہے۔ کئی بار پولیس کو دخل دینا پڑا۔ کورٹ کے ذریعہ مولوی صاحب کو بے دخل کر دیا گیا ہے لیکن ہائی کورٹ میں مولوی صاحب کی جماعت کی طرف سے اپیل دائر کر دی گئی ہے۔ کورٹ نے اب ایک مسلم وکیل کو ووٹ لینے کے لئے مقرر کر دیا ہے۔

دوسری مسجد جس میں حال ہی میں فساد ہوا ہے وہ سان فرانسسکو سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس مسجد پر مسلمانوں نے ۵۰۰،۰۰۰ ڈالر خرچ

باقی صد کالم — پر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رح ایک صاحب حال بزرگ تھے

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور کی بے شمار خوبیوں میں سے سب سے زیادہ قابل رشک اور اعلیٰ خوبی تو آپ کا فہم قرآن اور کلام پاک کا عرفان تھا اور مرحوم کے اسی وصف پر بیشتر مضامین قارئین کے ملاحظہ سے گذریں گے جو میری ناچیز تحریر سے یقیناً بہتر ہوں گے۔ کلام الٰہی سے اس عشق کی طفیل اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو دیگر علوم میں بھی نہایت عمدہ فہم اور ذوقِ سلیم بخشا تھا۔ اور میں اسوقت اسکے متعلق کچھ عرض کروں گا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کو حضرت اقدس کے دلنشیں کلام کے علاوہ مثنوی مولانا روم خواجہ فریدالدین عطار۔ شیخ سعدی۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور دیگر متصوفین اور اولیائے امت کے کلام سے بھی خاص شغف تھا۔ آپ درس قرآن مجید کے دوران میں اپنے مخصوص انداز میں حضرت اقدس کے کلام اور مثنوی معنوی سے برجستہ اشعار سنایا کرتے تھے جو سامعین پر خاص اثر کرتے اور مضمون کو دلنشیں بنا دیتے آپکے مطبوعہ مضامین بھی جا بجا برجستہ اور مؤثر اشعار سے مزین ہوتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم ایک صاحب حال بزرگ تھے کلام پاک ایک خاص انداز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے جو سننے والوں کے لئے وجلت قلوبہم کا اثر رکھتا تھا اور اسی طرح فارسی اور اردو کلام بھی بڑے سوز اور ایک خاص کیفیت سے پڑھتے تھے خود بھی وجد میں آجاتے اور سامعین پر بھی وہی کیفیت طاری کرتے۔ سخن فہمی میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ نے ایک خطبہ کے دوران میں فرمایا تھا کہ حضرت اقدس کے صرف ایک شعر کے مطالعہ سے ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنی زندگی کا پروگرام تبدیل کر دیا تھا پنشن کے حصول کے بعد مرحوم کو کسی ریاست میں ملازمت پیش کی گئی اور جب انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے استصواب کیا تو حضرت ممدوح نے امام الزماں کا ایک شعر لکھ بھیجا ؎

عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند + بہ کہ در یادِ کسے صبح کنم شامے چند

اس شعر کو پڑھ کر ڈاکٹر صاحب مرحوم نے تمام ارادے ترک کر دیئے اور اپنے باقی تمام لمحات خدمتِ دین میں صرف کر دیئے اور محمد اعظم جیسی بلند پایہ تصنیف دنیا میں پیدا کی جو ہمیشہ آپ کی یادگار رہے گی۔ یہ واقعہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی کیفیت قلبی کا اظہار کرتا ہے اور آپ کے صاحب حال ہونے پر ایک بین دلیل ہے۔

جلسہ سالانہ پر آپ نے قرآن مجید کے جو معارف بیان فرمائے وہ کئی لحاظ سے معرکۃ الآراء تھے شاید اس لئے کہ وہ آپ کا آخری کلام تھا۔ جو احباب جماعت نے سننا تھا اور اس کے بعد یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جانا تھا۔ ویسے تو آپ کا درس ہمیشہ دلچسپ اور دلفریب ہوتا تھا مگر یہ آخری درس ایک خاص رنگ اپنے اندر رکھتا تھا۔ اسی درس کے دوران میں حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے دو تین اشعار سنائے جن سے حاضرین مسجد پھڑک اٹھے۔

جلسہ سالانہ کے بعد میں نے مرحوم سے فرمائش کی کہ اگر ان کے پاس وہ پورے اشعار ہوں تو مجھے تحریر کرا دیں۔ مرحوم نے فرمایا کہ وہ خود تمام اشعار لکھ کر مجھے دیدیں گے چنانچہ دو تین دن بعد مرحوم نے وہ تمام اشعار اپنی قلم سے لکھے ہوئے مجھے عطا فرما دیئے۔ مرحوم کی یہ آخری تحریر میرے پاس محفوظ ہے۔

میری خواہش ہے کہ مرحوم کا یہ آخری تحفہ صرف میری ذات تک محدود نہ رہے بلکہ تمام قارئین پیغام صلح اس سے لطف اندوز ہوں چنانچہ میں وہ تمام اشعار درج ذیل کئے دیتا ہوں تاکہ قارئین کرام ان سے حظ اٹھا کر حضرت ڈاکٹر صاحب کے لئے بلندیٔ درجات کی دعا کریں ؎

مراد در دل بجز از دوست چیزے در نمی گنجد
بخلوت خانۂ سلطان کسے دیگر نمی گنجد

درونِ قصرِ دل دارم یکے شاہے کہ گر گاہے
اگر بیروں زند خیمہ بہ بحر و بر نمی گنجد

ازاں جامے کہ من خوردم نہاں کے ماند اسرارم
شرابِ شوق در جوش است در ساغر نمی گنجد

رموزِ عشق گر خواہی ز لوحِ دل تواں خواندن
کہ حرفے از حکایاتش بصد دفتر نمی گنجد

حسابِ عمر صد عاقل بہ محشر بگذرد یک دم
حسابِ یکدمِ عاشق بصد محشر نمی گنجد

تنت گر چند موئے شد حجابِ جاں بود آں را
میانِ عاشق و معشوق موئے در نمی گنجد

ز بحرِ عشق یک قطرہ ظہورِ سرِ منصور است
بہ ظرفِ ہمتِ عاشق ازیں کمتر نمی گنجد

معینی گر ہمی خواہی کہ سرِّ عشق می دانی
مقامش بر سرِ دار است بر منبر نمی گنجد

کیسا پاکیزہ کلام ہے اور جس رنگ میں مرحوم ڈاکٹر صاحب نے مندرجہ بالا میں سے چند اشعار درس میں سنائے تھے وہ صرف سننے سے تعلق رکھتے تھے غرض یہ کہ ڈاکٹر صاحب مغفور کو اللہ تعالیٰ نے نہایت عمدہ فہم اور ایک اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا جو اُن کی شگفتہ مزاجی اور بذلہ سنجی کو چار چاند لگایا کرتا تھا ٭٭

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں (ماخوذ)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۸ - اپریل ۱۹۸۴ء - جلد ۷۱، شمارہ ۱۶

باہتمام الحبہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر نا صر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

جلد: ۱۷ | یوم چہارشنبہ ۲۳ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۵ - اپریل ۱۹۸۴ء | شمارہ: ۱۷

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھکر ہے

اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے

"اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیاء ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔ وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنھوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں جو کہ اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔

اللّٰھم صل وسلم وبارك علیه وآله بعدد همه وغمه وحزنه لهذه الامة وانزل علیه انوار رحمتك الی الابد۔

اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دعا ہے۔"

(برکات الدعا صفحہ ۱۴-۱۵)

خدا از آسماں پیدا کند ہر نوع سامانے

ہر آں کارے کہ گردد از دعائے محو جانانے + نہ شمشیرے کند آں کار نے بادِ نہ بارانے

دلبر کے عاشق کی دعا سے جو کام ہو جاتا ہے وہ کام نہ تلوار کر سکتی ہے نہ ہوا نہ بارش

عجب دارد اثر دستے کہ دستِ عاشق باشد + بگرداند جہانے را ز بہر کارِ گریانے

اس کے عاشق کے ہاتھ میں عجب تاثیر ہوتی ہے خدا اس رونیوالے کا کام بنانے کیلئے ایک دنیا کو پلٹ دیتا ہے

اگر جنبد لبِ مردے ز بہر آنکہ سرگرداں + خدا از آسماں پیدا کند ہر نوع سامانے

اگر اس آدمی کا ہونٹ ہلتا ہے جو خدا کا عاشق ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے ہر طرح کا سامان پیدا کر دیتا ہے

سختیاں سہتے ہیں آئینِ وفا کے واسطے

در حقیقت ہیں وہی لائق ثنا کے واسطے
زندگی جو وقف کرتے ہیں خُدا کے واسطے

دولتِ دُنیا کو خاطر میں کبھی لاتے نہیں
خاک میں ملتے ہیں شانِ کبریا کے واسطے

علم رکھتے ہیں مگر کرتے نہیں اس پر غرور
رکھتے ہیں سجدے میں سر دائم دعا کے واسطے

انکے اوقاتِ گرامی کے ہیں مالک اور لوگ
جیتے ہیں وہ اصل میں خلقِ خُدا کے واسطے

اپنے بیماروں کی کرتے ہیں مسیحائی بھی وہ
فکر رکھتے ہیں دوا کے اور شفا کے واسطے

ان کے دل میں ہے محبت انکی باتوں میں خلوص
رحمتِ حق ہیں وہ اخوان الصفاء کے واسطے

کارزارِ زندگی میں ہے، حجت ان کی تیغ
سختیاں سہتے ہیں آئینِ وفا کے واسطے

ہے جوانی میں عقل ان کی بڑھاپے سے سوا
خضر بن سکتے ہیں خود وہ رہنما کے واسطے

نوجوانی میں بھی ہیں وہ پاک دل اور پاکباز
زندگی اُن کی ہے زہد و اتّقا کے واسطے

سر جھکاتے ہیں قضا و قدر کے احکام پر
رہتے ہیں تیار تسلیم و رضا کے واسطے

چشم پوشی کرتے ہیں احباب کے اعمال سے
آنکھ ہے گویا بنی اُن کی حیا کے واسطے

عزم سے ٹلتے نہیں محنت سے کنیاتے نہیں
ہے روش اُن کی نمونہ اصفیا کے واسطے

نام سے ان کو غرض ہے اور نہ کچھ شہرت سے کام
کام جو کرتے ہیں، کرتے ہیں خدا کے واسطے

ولولہ ہے ان کے دل میں خدمتِ اسلام کا
درد رکھتے ہیں وہ دینِ مصطفےٰ کے واسطے

(مُرتضےٰ خان حسن)

ایک مومن کی پانچ صفات

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۸۴ء فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ، بمقام دارالسلام ۵ ر عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

تشہد و تعوذ اور سورۃ آلِ عمران کی آیات ۱۴ تا ۱۷ " زین للناس حب الشہوات من النساء ۔۔۔۔۔ الصّٰبرین والصّٰدقین والقٰنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار" کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا کہ :۔

میں نے اس وقت سورۃ آلِ عمران کی چند آیات پڑھی ہیں۔ ان میں سے جو آخری آیت " الصّٰبرین والصّٰدقین والقٰنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار" میں نے پڑھی ہے اس وقت اس کا مضمون میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اس آیت سے پہلے جن آیات کی تلاوت میں نے کی ہے وہ اس غرض کو سامنے رکھتے ہوئے کی ہے کہ اس آیت کا تعلق موجودہ زمانہ کے حالات کی مناسبت سے ہمارے سامنے واضح ہو کر آجائے۔

سورۃ آلِ عمران میں عیسائیت کا ذکر ہے۔ عیسائیت اس زمانے کا وہ سب سے بڑا اور خطرناک فتنہ ہے جس سے بہت پہلے خبردار کیا اور ڈرایا گیا ہے احادیث نبوی میں اس فتنہ کو فتنہ دجال اور یاجوج و ماجوج بھی کہا گیا ہے آنحضرت صلعم اس فتنہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ " مابین خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال" یعنی حضرت آدم سے لے کر قیامت تک دجّال سے بڑھ کر کوئی امر (فتنہ) نہ ہوگا۔ یہی وہ فتنہ ہے جو اس وقت تمام دنیا میں بپا ہے اور قریباً قریباً ساری دنیا اس سے پوری طرح واقف ہو چکی ہے۔ دجال اور یاجوج ماجوج کے الفاظ ہر ایک کی زبان پر آتے ہیں۔ اس زمانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے ہم بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں ہیں۔ حالانکہ ہمیں اس فتنہ سے متنبہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو مامور کر کے بھیجا جس نے بطور ایک آسمانی طبیب کے اس فتنہ کی وجہ سے دنیا میں وبا کی طرح پھیلنے والے امراض کی تشخیص کر کے ان کے علاج کے لئے وہ نسخہ بھی ہمیں بتا دیا جس کے ذریعے ہم ان امراض سے بچ سکتے ہیں اور ان میں مبتلا ہو جانے کے بعد شفا پا سکتے ہیں۔ وہ نسخہ آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم ہے جس کے متعلق خود قرآن ہی میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ یاایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور" اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت (قرآن) آگئی ہے جس میں تمہارے سینوں کی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ "قل ھو للذین اٰمنوا ھدی وشفاء" کہہ دے اس میں ان لوگوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے جو ایمان لائے۔ قرآن کریم تمام بنی نوع انسان کے امراض کے لئے ایک مجرب نسخہ اور شفا ہے۔

اس لئے ہمیں خاص طور پر اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

آخری آیت کے مضمون کی طرف آنے سے قبل میں اس سے پہلی آیات کا ترجمہ سنا دیتا ہوں تاکہ عیسائیت کے لائے ہوئے فتنہ کی لائی ہوئی مہلک بیماریوں کی تشخیص ہو سکے۔ فرمایا ہے :۔

لوگوں کو ان کی نفسانی خواہشات یعنی عورتوں۔ بیٹوں۔ ڈھیروں ڈھیر سونے، پلے ہوئے گھوڑوں۔ مویشیوں اور کھیتوں کی محبت بہت بھلی لگتی ہے لیکن اس کی حقیقت کوئی نہیں کیونکہ یہ تو متاع الحیٰوۃ الدنیا ہے یہ اس عارضی زندگی کا چند روزہ سامان ہے اس کے برعکس اللہ کے پاس بہترین ٹھکانہ ہے۔ دنیا نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنا کر اسکی پرستش میں لگ گئی ہے اور اس میں اسقدر غرق اور منہمک ہوگئی ہے کہ اللہ سے بہت دور جا پڑی ہے۔ باقی اقوام عالم کا تو کیا ذکر خود اللہ کا نام لینے والی مسلمان قوم بھی خدا کو فراموش کر کے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگ گئی ہے۔ ہم بھی جنہیں خاص طور پر وقت پر خبردار کیا گیا ہے اور ہم نے اسے سمجھ لیا ہے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔

اس کے بعد فرمایا ہے کہ :۔

" کہہ کیا میں تم کو اس سے اچھی بات بتاؤں؟ وہ بات یہ ہے کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں رہنے والے ہیں اور ان کے لئے وہاں پاک ساتھی اور اللہ کی رضامندی ہے۔ اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔" ایک دوسرے مقام پر جہاں اللہ نے اپنی دوسری بہت سی نعمتوں کو گنا ہے یہ فرمایا ہے " ورضوان من اللہ اکبر" ان تمام نعمتوں کی نسبت سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضوان ہے۔ اللہ اپنے بندے سے راضی ہو جائے تو اس سے بڑھ کر دوسری اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے۔ اس بات کو سمجھ اور اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے اور اس صداقت اور حقیقت کو مضبوطی کے ساتھ اپنے پلے باندھ لینا چاہیئے کہ مومن کے لئے خوشنودی اور راحت کا سامان صرف اللہ تعالیٰ کی رضا میں ہے صحابہ کرام کو جنہوں نے دنیا کی محبت اور اپنی خواہشات نفسانی کو کچل دیا اللہ تعالیٰ نے یہ سرٹیفکیٹ دیا " رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ" اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔" بندے کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جانے کا یہ مفہوم ہے کہ اس پر جو قضاء و قدر وارد ہو وہ اسے اللہ کی

راہ میں خوشی سے قبول کر لے اور اسے اپنے حق میں بُرا نہ سمجھے۔ یہ اس کا اللہ سے راضی ہونا ہے۔ اور اللہ کا بندے سے راضی ہونا یہ ہے کہ بندہ اس کے احکام پر وفاداری کے ساتھ عمل کرے اور جن باتوں سے اس نے روکا ہے یعنی نواہی سے باز رہے۔ اللہ کی یہ رضا ہے کہ اس کو اپنا حاکم اور مالک سمجھ کر اس کے آگے گردن نہاد ہو جائے تب اس کو اللہ کی رضا حاصل ہو جاتی ہے۔

چونکہ انسان کمزور ہے اس لئے اس سے گناہ اور کمزوریاں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ شیطان اس کو اللہ کے راستے سے بہکانے کے لئے ہر وقت اس پر حملہ آور ہوتا اور اُسے پھسلانے کی کوشش کرتا رہتا ہے تو ایسے لوگ اپنے گناہوں اور غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں۔ ربنآ اننآ امنا فا غفرلنا ذنوبنا وقنا عذاب النار اے ہمارے رب ہم ایمان لائے پس ہمارے گناہ بخش اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

یہ آگ جس سے انسان بچنے کی دعا کرتا ہے اس زندگی میں بھی ہوتی ہے اور آئندہ ابدی زندگی میں تو نار ہے ہی۔ اس آگ سے بچنے کی دعا کرنے والا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور گرفت سے ڈرتا رہتا ہے اگر اس کے دل میں گناہ اور لغزشوں کا احساس زندہ ہے۔ یہ احساس اگر مٹ جائے تو پھر یہ آگ اُسے گھیر لیتی ہے اور اس کے لئے کوئی ٹھنڈک باقی نہیں رہتی۔

اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے اس آخری آیت میں ایک مومن کی پانچ صفات بیان فرمائی ہیں۔ سب سے پہلی صفت ہے الصّٰبرین یعنی صبر کرنے والے اور صبر کا مطلب ہے تنگی کے اندر اپنے آپ کو روک رکھنا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے والصّٰبرین فی الباساۤءِ والضرآء وحین البأس۔ تکلیف، تنگی اور مقابلہ کے وقت میں صبر کرنے والے" اولٰٓئک الذین صدقواؕ واولٰٓئک ھم المتقون۔ جن لوگوں کے اندر صبر کی صفت پائی جاتی ہے یہی وہ لوگ ہیں جو سچ کر دکھاتے ہیں اور یہی متقی ہیں۔

جو انسان تنگی اور تکلیف میں اپنے اوپر قابو رکھنا۔ اچھی بات کے لئے قدم اٹھانا الصبر علی المعصیۃ کا نمونہ دکھانا یعنی جن باتوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو ان سے اپنے آپ کو روکنا۔ اللہ کی عبادت اور اس کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرنے میں استقامت اور ثابت قدمی دکھانا اور مصیبت میں بھی جو اس پر واقع ہو اُسے قضا و قدر سمجھ کر اس پر راضی رہتا ہے ایسے ہی شخص سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ انسان کی ترقی کے لئے خواہ وہ دنیوی ہو یا روحانی صبر ایک بنیادی صفت ہے اس لئے اس کا ذکر سب سے پہلے کیا ہے۔

دوسری صفت جو یہاں بیان ہوئی ہے وہ "الصٰدقین" ہے کہ مومن سچ بولتا ہے اور سچ کر دکھاتا ہے۔ سچ بولنا انسان کی بڑی خوبی ہے آنحضرت صلعم کا نمونہ ہمارے سامنے ہے کہ آپؐ نبوت کے مقام پہ فائز ہونے سے پہلے بھی صادق اور امین تھے۔ یہ ایک اعلےٰ درجہ کی صفت ہے کہ انسان کسی حالت میں بھی جھوٹ نہ بولے خواہ سچ بولنے میں اُسے کتنا ہی نقصان کیوں نہ اُٹھانا پڑے۔ آپ نے حضرت نبی کریم صلعم کے کامل متبع اور مسیح موعود کے صدق کے واقعات پڑھے اور سنے ہوئے ہیں کہ آپ نے ہر حالت میں سچ بولا۔ اپنے لئے کسی نقصان اور خطرہ کی پرواہ نہ کی پچھلے خطبہ میں بتایا گیا تھا کہ آپ نے جھوٹ کو کبھی قبول نہیں کیا۔ اپنی جماعت کے سامنے بھی یہی نمونہ قائم کیا۔ اس جماعت کے اندر ہم نے بہت سے صدق کے نمونے دیکھے ہیں۔" رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ "وہ مرد جنہوں نے سچ کر دکھایا جو اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کر کے اس پر پورا اترنا یہ صادقین کی علامت ہے۔ وہ اس عہد کو پورا کرنے میں پوری ثابت قدمی اور استقامت دکھاتے ہیں خواہ حالات ان کے لئے کتنے ہی ناسا عد اور مخالف کیوں نہ ہوں۔ وہ ہر مشکل کا مقابلہ پوری پامردی اور جوانمردی سے کرتے اور اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کے ساتھ حالات کا رُخ پھیر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا نام بھی صادق ہے " لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق یہ الفاظ سورۃ فتح کے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو ایک رؤیا دکھایا اور اُسے سچ کر دکھایا۔ " ومن اصدق من اللہ قیلا " اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے۔ جب سچ بولنا اللہ کی صفت ہے اور انسان کو اللہ کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کا حکم ہے تو وہی لوگ صادق ہوتے ہیں تو اس صفت کو اپنے اندر پیدا کر لینے اور اس کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ تنگی ہو یا خوشحالی صبر اور صدق دکھانا یہ مومن کے اعلےٰ درجہ کے وصف ہیں۔

صبر اور صدق کے ساتھ مومنوں کو قانتین ہونے کی بھی ضرورت ہے ان کے اندر خشوع۔ عاجزی اور انکساری بھی ہو۔ اگر کوئی صابر اور صادق ہے لیکن اسے اس پر گھمنڈ اور فخر ہے کہ میں صبر کرنے والا اور سچ بولنے والا ہوں تو اس کی یہ صفات داغدار ہو جاتی ہیں انہیں صالح پھل نہیں لگتا مومن کے لئے لازمی ہے وہ عاجزی اختیار کرے۔ جو نیک کام وہ کرتا ہے اس پر زبان اور عمل سے کسی طرح کا تکبر اور غرور کا اظہار نہ کرے کیونکہ اس سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا

خدا کے بندے وہ لوگ ہوتے ہیں جو زمین پر انکساری کے ساتھ چلتے ہیں۔ چلنے سے مراد یہی نہیں کہ جب وہ کسی راستے پر چلتے ہیں تو انکساری دکھاتے ہوئے چلتے ہیں بلکہ وہ اپنی زندگی کے ہر عمل میں عجز و انکسار کا نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی قول اور فعل ایسا نہیں ہوتا جس سے تکبر اور غرور کی بُو آتی ہو۔ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے کسی صورت میں برتر نہیں سمجھتے عاجزی کی یہ صفت ان کے ظاہر و باطن میں نمایاں ہوتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کسی اکڑ اکڑ کر چلنے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ عاجزی اور انکساری انسان کی بلندی اور عظمت کی دلیل ہوتی ہیں نہ کہ اس کے کم تر ہونے کی۔ چونکہ عاجزی اللہ کو پسند ہے اس لئے مومن بھی قانتین ہوتے ہیں۔ صبر، صدق اور انکساری کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے اور انسان کی روحانی شخصیت کی تعمیر و تربیت میں ان صفات کا بڑا دخل یاں کر دار ہے۔

میں اپنے بچوں کو خصوصیت سے اس طرف توجہ دلاتا ہوں کیونکہ وہ ابھی اپنی عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں ابھی ان کی عادات بن رہی ہیں۔ جب انسان بڑا ہو جائے تو اس کی عادات پختہ ہو جاتی ہیں اور ان کا بدلنا آسان نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر وہ اپنے بچپن میں ہی اعلےٰ درجہ کی صفات جن کا میں ذکر کر رہا ہوں اپنے اندر پیدا اور پختہ کر لیں گے تو آگے چل کر زندگی ان کے لئے آسان اور پُرمسرت ہو جائیگی۔

دنیا کے حالات پر غور کریں۔ جہاں دنیا کی محبت نے دل میں گھر کر لیا ہے وہاں سے اعلیٰ درجہ کی اخلاقی صفات اور اقدار خارج ہو گئی ہیں۔ نہ ان میں صبر ہے نہ صدق اور قنوت۔ اگر یہ تینوں صفات ایک انسان کے اندر پائی جائیں اور ان کا اثر اس کی اپنی ذات پر ہی نہیں دوسروں پر بھی پڑتا ہے اور اگر نہ ہوں تب بھی دوسرے ان سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔

مومنوں کی چوتھی صفت "المنفقین" جو اس آخری آیت میں بیان ہوئی ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہے یعنی مومن خرچ کرنے والے ہوتے ہیں۔ بخیل اور تنگ دل نہیں ہوتے۔ منفقین جو لفظ یہاں استعمال ہوا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنے اوپر یا اپنی دولت کو بڑھانے کے لئے دوسرے دولت بڑھانے کے منصوبوں میں سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ یہ لفظ اس کے برعکس انفاق فی سبیل اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ومن یوق شح نفسہ فقد رحم جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے میں اپنے نفس کو بخل سے بچا لیا اس پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہو گیا۔ جن کے دلوں میں اللہ تعالےٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کشادگی اور کشائش پیدا کر دیتا ہے وہ مال کی محبت میں اس قدر مبتلا نہیں ہوتے۔ اگر پہلی تین صفات صبر، صدق اور قنوت کے ساتھ یہ چوتھی صفت انفاق فی سبیل اللہ کی بھی پیدا ہو جائے تو اس سے انسانی عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

بعض اوقات انسان خرچ کرنے کے بعد بڑی بڑی لغزشیں کر بیٹھتا ہے۔ جن سے وہ اپنے اجر کو اپنے ہاتھوں ضائع کر دیتا ہے۔ کبھی انسان کچھ دے کر اس پر دل میں تکبر کرتا ہے اور احسان جتاتا ہے اور گن دیتا ہے۔ اس طرح گن کر یا احسان جتا کر اور یا اس کی وجہ سے دکھ دے کر اپنے اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذٰی۔ اپنے صدقات کو احسان جتلا کر یا دکھ دے کر ضائع نہ کرو۔ بعض لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس انتظار میں رہتے ہیں کہ لوگ ان کی تعریف کریں یا خرچ کرنے کے بعد توقع کرتے ہیں کہ انہیں اس کا بدلہ ملے اور اگر نہ ملے تو کہتے ہیں کہ ہم نے اتنا خرچ کیا ہمیں اس کے بدلے میں کیا ملا ہے اور ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہوا ہے۔ جو اللہ کے لئے دیا ہے اس کا اجر اسی سے مانگنا چاہیئے۔ اسے بھول جانا اور اس کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ اس وجہ سے دوسروں کو اثر انداز کرنا چاہیئے جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے۔ اس پر اپنے دل میں اترانا۔ اس کا بوجھ محسوس کرنا اور اس کی وجہ سے دوسروں پر کسی قسم کا بوجھ ڈالنا اس کے اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔ جو کوئی تھوڑا بہت دیتا ہے اس کا اجر اللہ تعالےٰ سے مانگے اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں وہ کئی گنا واپس کر دیتا ہے۔

پانچویں اور آخری صفت "والمستغفرین بالاسحار" ہے۔ یہ وہ صفت ہے کہ جس کے بغیر نہ ایک مومن کا ایمان مکمل ہو سکتا ہے اور نہ وہ کسی اعلےٰ مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ اس کا ذکر سب سے آخر میں کیا ہے لیکن اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے کیونکہ اگر یہ صفت نہ ہو تو دوسری چار صفات بھی انسان کے اندر پیدا نہیں ہو سکتیں۔ نہ اس میں صبر پیدا ہو سکتا ہے اور نہ صدق۔ نہ وہ عاجزی اختیار کر سکتا ہے اور نہ اس کا دل بغیر ریا کے انفاق فی سبیل اللہ پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ مومن کے تعلق کا واحد ذریعہ ہے جس سے اس کو اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ صبح کے اوقات میں اٹھ کر استغفار کرنا مومن کی ترقی کا آخری درجہ ہے۔ دنیا کے کاموں کے لئے صبح سویرے فکر سے آنکھ کھل جاتی ہے لیکن اگر نہیں کھلتی تو اللہ کے سامنے گرنے کے لئے۔ بچوں کو ہم اس لئے تکلیف نہیں دیتے کہ مستغفرین بالاسحار کے گروہ میں وہ شامل ہوں۔ کیونکہ ہمارے خیال میں ان کی صحت خراب ہوتی ہے۔ یہ ایک وہم ہے کہ اگر بچہ صبح سویرے جاگے گا تو اس کی صحت خراب ہو جائے گی لیکن ہم نے اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو عام نمازوں میں شامل ہونے کے لئے ترغیب نہیں دیتے اور نہ ہم خود اس کا التزام کرتے ہیں۔

اگر سکولوں کا وقت صبح سویرے کر دیا جائے تو سب لوگ اپنے اپنے بچوں کو اٹھا کر تیار کر دیں۔ میں سویڈن میں تھا۔ وہاں سردیوں میں رات بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ وہاں ہمارے وقت کے مطابق آدھی رات ہوتی ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بچے سکولوں کو جا رہے ہوتے ہیں اور بڑے لوگ اپنے اپنے کام کاج پر۔ دنیا کے دھندوں کے لئے لوگ وقت پر اٹھنے اور تیار ہونے کے لئے الارم والی گھڑیاں رکھتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو جگانے کے لئے تاکیدیں کرتے ہیں۔ لیکن نماز کے لئے بہت کم۔ ہمارے ہاں یہ بڑی کمی ہے ہمیں یہ کمی پوری کرنی چاہیئے۔ رات کو دیر تک جاگنے کے لئے مغربی سوسائٹی کی طرح ہماری سوسائٹی میں بھی جو اشغال پیدا ہو گئے ہیں اور جو لغویات کے ذیل میں آتے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔ عباد الرحمٰن کی قرآن کریم میں جو صفات بیان کی گئی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اذا مرّوا باللغو مروا کراما۔ جب لغو پر گذرتے ہیں تو بزرگانہ طور پر گذرتے ہیں رات کو ان لغویات میں مصروف ہونے کے بجائے یبیتون لربھم سجدا وقیاما۔ اسے اپنے رب کے آگے سجدہ کرتے اور کھڑے ہو کر گذارتے ہیں۔ رات کو اگر سویرے سو جائیں تو اللہ تعالےٰ سویرے اُٹھنے کی توفیق دے دیتا ہے کیونکہ انسان کے لئے دن بھر میں جتنے آرام اور نیند کی ضرورت ہوتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد جلدی سو جاؤ اور سونے سے پہلے یہ ایک دعا سکھائی ہے کہ اسے پڑھ لیا کرو۔ یہ دعا

ایک مجرب نسخہ کیمیا ہے۔ آپ بھی اسے یاد کرلیں اور پڑھا کریں۔ وہ دُعا یہ ہے:-

اللّٰھم اسلمت نفسی الیک و وجھت وجھی الیک وفوّضت امری الیک وَالجأت ظھری الیک رغبۃً ورھبۃً الیک۔ لاملجاء ولا منجاء منک الّا الیک۔ امنت بکتابک الذی انزلت وبنبیّک الذی ارسلت۔

ترجمہ:- "اے اللہ میں نے اپنی جان کو تیرے حوالے کیا اور اپنا چہرہ تیری طرف کر دیا اور اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا اور تجھے اپنی پشت پناہ بنایا تیری طرف رغبت سے مگر ساتھ ہی ڈرتے ہوئے آتا ہوں۔ تیری پکڑ سے کوئی پناہ نہیں یا نجات نہیں سوائے تیرے۔ میں ایمان لایا اس کتاب پر جو تو نے نازل فرمائی اور اس نبی پر جسے تو نے بھیجا۔"

اپنی روح کو حاضر کر کے اگر یہ دعا پڑھی جائے تو یہ بے خوابی کا بہت اعلیٰ نسخہ ہے۔ دنیا کے غموں سے نجات اور اچھی نیند کے لئے یہ بڑی موثر دوا ہے۔ آپ اسے آزما کر دیکھیں اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ آپ اس بات کو کبھی نہ بھولیں کہ آپ حضرت مسیح موعود کی جماعت اور احمدی ہیں۔ حضرت صاحب اس زمانے کے مفاسد اور امراض روحانی کے لئے ایک طبیب اور معالج بن کر مبعوث ہوئے تھے اس زمانے کا سب سے بڑا فتنہ اور مرض دنیا کی محبت اور اس میں انہماک کی وجہ سے اللہ سے دوری ہے۔ قرآن کریم نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "الذین ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا" ان لوگوں نے اپنی ساری کوششیں دنیا کی زندگی کے لئے وقف کردی ہیں اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ صنعت کے بڑے بڑے اعلیٰ کام کر رہے ہیں۔ لیکن ان کی یہ کوششیں بیکار جائیں گی کیونکہ ان کے یہ اعمال اللہ کی باتوں اور اس کی ملاقات سے انکار کے مترادف ہیں۔ اس کا نتیجہ ان کے حق میں اچھا نہیں نکلے گا۔ یہ شاخ نازک پر بنی ہوئی دجالی تہذیب کے اثرات ہیں جن سے ہم بھی متاثر ہو رہے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعود ان کی بیخ کنی کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس زمانہ کے فتنوں سے آنحضرت صلعم نے بھی بہت ڈرایا تھا جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں اور حضرت مسیح موعود نے بھی بڑے واضح اور واشگاف الفاظ میں ڈرایا ہے اور آپ نے چاہا ہے کہ آپ کی جماعت دوسرے لوگوں کے لئے ایک نمونہ بن جائے اور اس کے لئے ہم سے ایک عہد بھی لیا ہے۔ اگر ہم اس عہد کو پورا نہ کر کے صادقین نہ بن سکیں تو ہم آپ کی جماعت شمار نہیں ہو سکتے۔ انسان کسی وقت بھی اللہ کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ اور اللہ اسے قبول کر لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہمارا انجام بھی دوسرے لوگوں کے انجام سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ کے روحانی قوانین بھی ایسے ہی اٹل ہیں جیسے مادی دنیا کے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے اعمال بجالانے کی توفیق دے۔ آمین!

— * * * —

تعلیمی وظائف

نیا تدریسی سال اپریل ۸۴ء سے شروع ہو رہا ہے۔ مرکزی انجمن ہر سال جماعت کے ذہین اور ضرورت مند بچوں اور بچیوں کو تعلیمی وظائف دیتی چلی آرہی ہے نئے تدریسی سال کے لئے درخواستیں جن میں طالب علم کے کوائف تعلیمی قابلیت، مضامین اور والدین کی مالی حیثیت، پچھلے سالانہ امتحان میں حاصل کردہ نمبر مقامی رکن مجلس معتمدین/ صدر مقامی جماعت کے توسط سے ۳۰ اپریل ۸۴ء تک پتہ ذیل پر بھجوائیں۔

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶۔

زکوٰۃ کا مہینہ

زکوٰۃ ہمارے ذمہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے اور علمائے دین نے رجب کا مہینہ زکوٰۃ کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ ہمارے احباب باقاعدگی سے ہر سال اس ماہ مبارک میں اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن میں بھیجتے ہیں۔ امید ہے ہمارے دوست بدستور زکوٰۃ مرکز میں بھجوا کر ثواب دارین حاصل کریں گے۔ مرکز کی طرف سے اس سلسلہ میں ایک چٹھی بھی بیرونی جماعتوں کو بھجوائی جا چکی ہے۔ (ادارہ)

خدمتِ دین کے لئے موقعہ

انجمن کو اپنے دفاتر اور شعبہ تبلیغ میں کام کرنے کے خواہشمند نوجوانوں کی ضرورت ہے کم از کم تعلیمی استعداد میٹرک پاس ہونی چاہیئے مرکز میں دو سالہ تربیت دی جائے گی اور اس دوران انہیں ر ۳۵۰ روپے ماہوار وظیفہ علاوہ رہائش و خوراک دیا جائے گا۔ موزوں نوجوانوں کو انجمن اپنے خرچ پر فنی/ تدریسی اداروں میں داخل کرائے گی۔ دو سال کے بعد ان کی قابلیت و استعداد کے مطابق انہیں شعبہ تبلیغ یا دفتر میں باقاعدہ ملازمت دی جائے گی۔ امیدواروں کو تحریری درخواستیں معہ نقول اسناد اپنے حلقہ کے رکن مجلس معتمدین/ صدر مقامی جماعت کے توسط سے ۳۰۔ اپریل ۸۴ء تک بھجوانی چاہئیں۔

درخواستیں "جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶" کے پتہ پر ارسال کی جائیں۔

اعتذار:-

* سہو کتابت سے گذشتہ شمارہ کے صفحہ اوّل پر ۱۸۔ اپریل ۸۴ء کے بجائے ۲۱۔ اپریل لکھا گیا ہے اس کو ۱۸۔ اپریل ۸۴ء پڑھا جائے۔ ادارہ اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

از جناب مولانا مصطفےٰ خاں صاحب،

خُلقِ عظیم کا ایک نمونہ

(۱)

جنگ اُحد میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان فوج کو ترتیب دیا تو پچاس سپاہیوں کا ایک دستہ ایک درّے پر متعین کر دیا اور حکم دیا کہ خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم اس جگہ پر کھڑے رہنا اور کسی حالت میں بھی درے کو نہ چھوڑنا۔

جنگ شروع ہوئی دونوں طرف کی فوجوں نے اپنے حوصلے نکالے۔ مگر کفار اسلامی فوج کی تاب نہ لا سکے اور بالآخر ہزیمت کھا کر بھاگے۔ مسلمانوں نے بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کیا اور جو مال غنیم چھوڑ کر بھاگا جا رہا تھا قبضہ میں لینا شروع کیا درے والے سپاہی سمجھے کہ خدا کے فضل سے فتح ہو چکی۔ اب یہاں ٹھہرنا کیا ضرور ہے وہ بھی آگے بڑھے اور درّہ خالی رہ گیا۔ دشمن نے یہ موقعہ غنیمت سمجھ کر درے کی طرف سے مسلمان فوج پر حملہ کر دیا اور جو فوج بھاگ رہی تھی وہ پھر سامنے سے حملہ آور ہوئی۔ اب مسلمان نرغہ میں پھنس گئے۔ دونوں طرف سے غنیم ٹوٹ پڑا اسلامی فوج درہم برہم ہو گئی خود آنحضرتؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور پیشانی مبارک پر زخم آیا۔ جنگ کے اس ریلے میں حضورؐ ایک مرتبہ ایک ڈھلوان کی طرف اترنے پر مجبور ہو گئے دشمن نے سمجھا کہ آنحضرتؐ بھی معاذ اللہ کام آئے۔ غنیم نے جب یہ فاتحانہ نعرہ لگایا تو بعض مسلمانوں کے دل سہم گئے۔ اس وقت آنحضرت صلعم سے نہ رہا گیا آپ نے فرمایا الیّ عباد اللہ اے خدا کے بندو میں یہاں موجود ہوں۔ میری طرف آؤ۔ مسلمانوں کی جان میں جان آئی۔ انھوں نے آنحضرت صلعم کو تو اپنی حفاظت میں لے لیا اور دشمن پر اس شدت سے ٹوٹ پڑے کہ غنیم شکست کھا کر بھاگے مسلمانوں نے پھر اس کا تعاقب کیا۔ اب کی دفعہ دشمن ایسا بھاگا کہ نظر سے غائب ہو گیا۔

(۲)

اگرچہ اس جنگ میں بھی آخر مسلمانوں ہی کو فتح نصیب ہوئی مگر یہ فتح بہت نقصان کے بعد ہوئی۔ ستّر صحابی شہید ہوئے۔ آنحضرتؐ کے چچا حضرت حمزہ اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ اس نقصان جان کے سبب مدینہ کا گھر گھر ماتم کدہ بن گیا۔ مسلمانوں کی چھوٹی قوم میں سے اس قدر قیمتی انسانوں کا فقدان ناقابل تلافی نقصان تھا اور اس تمام مصیبت کی ذمہ داری بظاہر ان سپاہیوں پر تھی جنھوں نے آنحضرت صلعم کے حکم کے خلاف درہ کو خالی چھوڑ دیا اور اس طرح غنیم کو حملہ کرنے کا موقعہ مل گیا۔ مگر رحمۃ للعالمینؐ کو خدا نے اس قدر وسیع قلب دیا تھا کہ ان سپاہیوں کو سزا تو کیا پوچھا تک نہیں کہ تم نے یہ کیا کیا؟ آج کل کا زمانہ ہوتا تو ایسے لوگوں کا کورٹ مارشل ہوتا اور خدا جانے کیا سزا تجویز ہوتی مگر آنحضرت صلعم کے قلب مبارک نے ان کے اس قصور کو محسوس بھی نہیں کیا۔ خود خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کی اس وسعت قلب اور نرم دلی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظًّا غلیظ القلب لا انفضوا من حولك (۳ : ۱۵۸)

یہ خدا کی مہربانی ہے کہ تم ان کے لئے بہت نرم دل واقع ہوئے ہو اگر تم ترش رو اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔

(۳)

ٹھیک اسی طرح کا ایک واقعہ مگر بہت چھوٹے پیمانہ پر حضرت اقدس کے متعلق ہے جو میرے خیال میں ابھی تک کہیں شائع نہیں ہوا۔ اور چونکہ یہ میرے اپنے گھر کی کہانی ہے اس لئے میں اسکو احباب کے ازدیاد ایمان و عرفان کے لئے پیش کئے دیتا ہوں۔

جس عید الاضحےٰ کو حضرت اقدس نے عربی میں خطبہ الہامیہ دیا اس دن والد مرحوم بھی قادیان ہی میں تھے اور خطبہ الہامیہ کے سامعین میں سے تھے حضرت اقدس کے زمانہ میں عیدین کے موقعہ پر احباب دوسرے مقامات سے بھی حضرت اقدس کی زیارت اور مواعظ حسنہ سننے کے لئے قادیان آ جاتے تھے اور ایک مجمع کی صورت بن جاتی تھی۔ اس عید کے موقعہ پر بھی حضرت والد مرحوم اپنے دوست حضرت شیخ محمد حسین صاحب مراد آبادی کی معیت میں قادیان آئے ہوئے تھے یہ وہی شیخ محمد حسین ہیں جن کا ذکر حضرت صاحب کی ابتدائی کتابوں میں ہے۔

شیخ صاحب ممدوح پٹیالہ کے منشی خانہ (دفتر وزیر خارجہ) میں مراسلہ نویسی کے خدمت پر مامور تھے۔ اور نہایت اعلےٰ درجہ کے خوشنویس تھے۔ مجھے ان سے شرف تلمذ بھی تھا کہ خوشخطی میں مجھے اصلاح دیا کرتے تھے۔

عید کے دن صبح کو مولوی عبدالکریم صاحب نے حسب معمول حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آج عید کا دن ہے احباب باہر سے آئے ہوئے ہیں اگر حضور کچھ فرما سکیں تو نہایت مفید ہو گا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا آج رات کو مجھے الہام ہوا کہ ہم تم سے ایک مجمع میں عربی میں تقریر کرائیں گے شاید وہ مجمع یہی ہو۔

(۴)

غرض نماز عید کے بعد حضرت اقدس خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور عربی میں خطبہ شروع کیا۔ مولوی نورالدین صاحب اور مولوی عبدالکریم لکھنے لگے۔ والد مرحوم فرماتے ہیں کہ حضرت نے جب پہلے دو جملے فرمائے اور وہ مقفیٰ تھے تو مجھے خیال گذرا کہ تقریر میں مقفیٰ عبارت کا التزام کیوں کر نبھ سکے گا۔ مگر حضرت نے برابر مقفیٰ عبارت ہی میں تمام خطبہ دیا جو علم و معرفت کا ایک بحر زخار تھے۔ دوران خطبہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کبھی کبھی پوچھ لیتے تھے کہ حضرت یہ لفظ سین سے ہے صاد سے

حضرت اقدس بتا دیتے تھے۔ اور ساتھ ہی اس لفظ کا مادہ بھی فرما دیتے تھے سیدنا محمود احمد صاحب ابھی بچے تھے وہ جلسہ کے اندر پھر رہے تھے اور ایک مرتبہ انہوں نے ہم سے یہ بھی کہا کہ یہ سب الہام ہے۔ والد صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ حضرت صاحب جب خطبہ دے رہے تھے تو مجھے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ

"خود تو میرزا عربی سے نابلد ہے البتہ مولوی نورالدین وغیرہ عربی میں کتابیں لکھ دیتے ہیں اور وہ اپنے نام سے شائع کر دیتا ہے۔"

آکر دیکھیں کہ یہ دونوں مولوی جو علامہ دہر ہیں کس طرح حضرت اقدس کے سامنے طفل مکتب بنے بیٹھے ہیں۔ خطبہ ختم ہوا تو حضرت اقدس سجدۂ شکر میں گر پڑے اور تمام جماعت نے آپ کی اقتدا کی۔ جلسہ ختم ہوا تو والد مرحوم نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور نے جب پہلے دو جملے مقفیٰ فرمائے تو میں ڈرا کہ مقفیٰ عبارت کا التزام تقریر میں قائم رکھنا تو ناممکن ہوگا حضرت اقدس نے فرمایا مجھے تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی میرے سامنے سرخ روشنائی میں لکھے ہوئے فقرے آتے جاتے تھے۔ جب وہ فقرے آنے بند ہوگئے میں بیٹھ گیا۔

(۵)

اب حضرت اقدس کو اس کے چھپوانے کی فکر ہوئی۔ حضرت چاہتے تھے کہ یہ بہترین اہتمام سے چھپے۔ شیخ محمد حسین صاحب مراد آبادی تو وہیں تھے یہ فن خطاطی اور کتابت میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور لطف یہ ہے کہ ان کے دونوں خط عربی اور اردو لاجواب تھے۔ حضرت کو خیال آیا کہ شیخ صاحب ممدوح کو یہاں ٹھہرا لیا جائے اور ان کو دفتر سے چھٹی دلوائی جائے چنانچہ یہ قرار پایا کہ والد مرحوم حضرت کا سفارشی خط کرنل عبدالمجید صاحب میر منشی (وزیر خارجہ ریاست پٹیالہ) کے نام لے جائیں اور چھٹی منظور کرا کے قادیان فوراً اطلاع دیں اسی قرارداد کے مطابق شیخ صاحب تو قادیان ٹھہر گئے اور والد مرحوم خط لیکر پٹیالہ چلے آئے اور دوسرے ہی دن میر منشی صاحب کے مکان پر چھٹی کی غرض سے گئے مگر اتفاق ایسا ہوا کہ صاحب ممدوح ریذیڈنٹ صاحب سے ملنے کے لئے ان کی کوٹھی پر گئے ہوئے تھے۔ اب والد مرحوم سے یہ فروگذاشت ہوئی کہ اس امر کی اطلاع قادیان نہ بھیجی۔ غالباً یہ خیال کیا ہوگا کہ چھٹی منظور کرا کے ہی اطلاع دوں گا۔ اس ضمنی اطلاع سے کیا فائدہ؟

قادیان میں جب والد مرحوم کا خط نہ پہنچا تو شیخ صاحب کو خیال ہوا کہ بات یہ تھی کہ شیخ صاحب ادھیڑ عمر کے آدمی۔ قوم کے شیخ رہنے والے یو۔پی کے عادات و اطوار میں نہایت باقاعدہ اور مقطع وضع کے پابند شرافت، نجابت کے پتلے پتے کا کھٹکا ہو تو سہم جائیں ادھر جس حاکم سے ان کا پالا پڑا وہ قوم کے راجپوت صدر کے اہلکار۔ نشۂ حکومت میں سرشار، زمانہ کونسل آف ریجنسی کا جس کی حکومت کی گرفت صدر کے اہلکاروں پر نہایت ڈھیلی تھی اس پر میر منشی صاحب ریذیڈنٹ صاحب بہادر کے بڑے یار کہ ان کے بل بوتے پر کونسل سے اپنی من مانی منواتے تھے اور اپنے محکمہ کے خود مختار راجہ بنے بیٹھے تھے۔ شیخ صاحب کو خیال آیا ہوگا کہ دفتر سے غیر حاضر ہوگیا اگر میر منشی صاحب بگڑ گئے تو اس شیر ببر کی دھاڑ کون سنے گا۔ ممکن ہے کہ ملازمت سے ہی ہاتھ دھونے پڑیں اس کے ساتھ شیخ صاحب کو اپنی خدمات کا بھی خیال تھا اور پاس ادب سے خاموش تھے مگر ظہر کے وقت جب حضرت مسجد میں تشریف لائے تو شیخ صاحب نے نہایت ادب سے دبی زبان سے اتنا عرض کیا کہ حضور چھٹی کے متعلق خط نہیں آیا۔ حضرت کی فراست تو نور الٰہی سے منور تھی خدا جانے شیخ صاحب کے دلی خیالات ان پر آئینہ ہوگئے فوراً فرمایا کہ ہاں شیخ صاحب میری رائے میں آپ فوراً روانہ ہوجائیں نوکری کا معاملہ ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آجائے۔ یہ سن کر شیخ صاحب تو بعد از نماز ظہر یکّے پر سوار ہو کر پٹیالہ روانہ ہوگئے اور والد صاحب مرحوم پھر میر منشی صاحب کی خدمت میں گئے انھوں نے چھٹی منظور کرلی۔ چنانچہ والد مرحوم نے قادیان خط لکھ دیا۔ اب خط قادیان پہنچا اور شیخ صاحب پٹیالہ پہنچ گئے اور صبح دفتر بھی چلے گئے اور تیسرے پہر جب والد سے ملے تو وہ ان کو دیکھ کر ہکّا بکّا رہ گئے اور پوچھا کہ آپ کس طرح آگئے میں نے تو چھٹی کی اطلاع کر دی تھی۔ انہوں نے فرمایا آپ کا خط نہیں پہنچا تھا۔ میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا تو حضور نے مجھے فوراً روانہ ہونے کے لئے حکم دیا۔ والد مرحوم کو بڑی تکلیف ہوئی اور شیخ (محمد حسین) صاحب کو قادیان واپس جانے کے لئے کہا مگر شیخ صاحب نے فرمایا کہ اب تو حضرت صاحب نے کوئی اور انتظام کرلیا ہوگا مگر والد صاحب کو افسوس ہوا کہ حضرت صاحب کے دل میں خیال بلکہ ملال ہوگا کہ عجیب ہوشیار آدمی ہے جو یہ معمولی سا کام بھی سرانجام نہ دے سکا آخر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو بڑے الحاح سے معذرت کا خط لکھا جو حضرت صاحب کو سنایا گیا جس کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا۔ یہ کوئی تشویش والی بات نہیں۔ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی طرف سے والد صاحب کو لکھا کہ:

"بھائی جان! میرا امام ایسا نہیں کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہوجایا کرے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کو خداتعالیٰ نے نہایت وسیع قلب دیا تھا۔

ضرورت ہے کہ ہم بھی اسی قسم کے اخلاق اپنے اندر پیدا کریں۔

* * * *

ضرورت ہے:

دفاتر انجمن کے لئے ایک تجربہ کار آڈیٹر کی ضرورت ہے۔ بی۔کام کو ترجیح دی جائے گی ریٹائر اصحاب بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ تنخواہ حسب قابلیت خواہشمند حضرات اپنے کوائف تجربہ اور تعلیمی استعداد پر مشتمل درخواست، شناختی کارڈ اور اسناد کی فوٹو سٹیٹ نقول کے ہمراہ ۳۰۔اپریل ۸۴ء تک جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ کے پتہ پر بھجوائیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کے آدابِ ملاقات

مسلمانوں میں آج کس قدر کم لوگ ہیں جو اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے اخلاق فاضلہ کیا تھے دوستوں سے ملنے جلنے، بات چیت کرنے کا طریق کیا تھا۔ لہٰذا آدابِ ملاقات کے چند کلمات عرض کرنا چاہتا ہوں تا ہمارے احباب اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ کرتے (ہمارے دولتمند مسلمان غور کریں جو ہمیشہ دوسروں سے سلام کے متوقع رہتے ہیں) کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑ دے آپؐ اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔ کوئی شخص اگر جھک کر کوئی بات کان میں کہتا تو آپ اس وقت تک اس کی طرف سے رُخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود اپنا منہ نہ ہٹا لے۔ آپ کسی کے گھر پر تشریف لے جاتے تو دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے عین سامنے کھڑے نہ ہوتے اور السلام علیکم کہہ کر اذن طلب کرتے۔ اگر صاحب خانہ اذن نہ دیتا تو پلٹ آتے چنانچہ ایک دفعہ حضور صلعم سعد بن عبادہ کے گھر تشریف لے گئے اور باہر کھڑے ہو کر اذن طلبی کے لئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ سعدؓ نے اس طرح آہستہ سلام کا جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے نہیں سنا۔ حضرت سعدؓ کے فرزند قیس بن سعد نے کہا کہ آپ رسول اللہ کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے۔ حضرت سعدؓ نے کہا چپ رہو رسول اللہ بار بار سلام کریں گے تو ہمارے لئے برکت کا باعث ہوگا۔ آنحضرت صلعم نے دوبارہ السلام علیکم کہا اور سعد نے پھر اسی طرح جواب دیا۔ آنحضرت صلعم نے پھر تیسری مرتبہ اسی طریقہ سے اذن طلب کیا اور جب کوئی جواب نہ ملا تو آپؐ واپس چلے سعدؓ نے جب آپؐ کو جاتے دیکھا تو دوڑ کر گئے اور عرض کی کہ میں آپ کا سلام سن رہا تھا لیکن آہستہ جواب دیتا تھا کہ آپ بار بار سلام فرما دیں۔ آپ واپس تشریف لے آئے اور ان کے لئے بہت خیر و برکت کی دُعا کی۔

کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو ممتاز مقام پر بیٹھنے سے پرہیز فرماتے ایک بار آپ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے انھوں نے آپ کے بیٹھنے کے لئے چمڑے کا ایک گدّا ڈال دیا لیکن آپؐ زمین پر بیٹھ گئے اور گدّا آنحضرت صلعم اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے درمیان خالی رہا۔ (آجکل کے پیر اور سجادہ نشین اس پر غور کریں) مجلس میں بیٹھتے تو آپؐ کے زانو کبھی ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔

جس طرح آپ خود کسی سے ملنے جاتے تو اجازت مانگتے اسی طرح آپ سے جو شخص ملنے آتا اسے بھی یہی تعلیم تھی کہ سلام کر کے اور اجازت لے کے آئے۔ ایک دفعہ بنو عامر کا ایک شخص آیا اور دروازہ پر کھڑے ہو کر پکارا کہ اندر آ سکتا ہوں۔ آپؐ نے صحابہ رضہ کو فرمایا کہ جا کر ان کو اجازت طلبی کا طریق سکھا دو۔ یعنی پہلے سلام علیک کرے پھر اجازت مانگے۔

آپؐ مجلس میں کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے۔ جو بات ناپسند ہوتی اس سے تغافل فرماتے اور ٹال جاتے۔ کوئی شخص شکریہ ادا کرتا تو آپؐ نے اگر واقعی اس کا کوئی کام انجام دیا ہوتا تو شکریہ قبول فرماتے۔ مجلس میں جس قسم کا ذکر چھڑ جاتا آپ اس میں بھی شامل ہو جاتے ہنسی اور مہذب ظرافت میں بھی شریک ہوتے خود بھی کبھی مذاقیہ باتیں فرماتے۔ کسی قبیلے کا کوئی معزز شخص آجاتا تو حسب مرتبہ اس کی تعظیم کرتے اور فرماتے اکرموا کریم کل قوم۔ یعنے ہر ایک قوم کے معزز لوگوں کی عزت کیا کرو۔ لیکن اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ ایک شخص تو بیٹھا رہے اور دوسرے سب تعظیماً اس کے لئے کھڑے رہیں۔ کوئی شخص ملنے آتا تو آپ اس سے ضرور پوچھ لیتے کہ اسے کوئی ضرورت اور احتیاج تو نہیں ہے یعنے اگر ہو تو اس کی امداد کی جائے صحابہ رضہ سے یہ بھی فرمایا کرتے کہ جو لوگ اپنے مطالب مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو۔

لیکن آپ بلا وجہ سوال کرنے کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے یہاں تک فرمایا کہ سوال نہ کرو اگرچہ اپنے باپ ہی سے کیوں نہ ہو۔ ایک دفعہ حکیم بن خرام صحابی نے آپؐ سے کچھ مانگا۔ آپؐ نے خلوت میں انہیں جو مانگا تھا دیا لیکن ساتھ ہی ایک نصیحت کی کہ جو ہاتھ اوپر ہوتا ہے (یعنے دینے والا) وہ اس ہاتھ سے بہتر ہے جو نیچے ہے (یعنے لینے والا) اس نصیحت کا ایسا اثر حضرت حکیم بن خرام پر ہوا کہ تمام عمر کسی سے سوال نہیں کیا۔

جب کوئی شخص ملنے آتا تو آپ اس کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتے مسجد نبوی میں جگہ بہت کم ہوتی تھی جو لوگ پہلے سے آکر بیٹھ جاتے تھے ان کے بعد جگہ باقی نہ رہتی تھی۔ ایسے موقعہ پر اگر کوئی آجاتا تو ردائے مبارک بچھا دیتے تھے۔ ایک دفعہ مقام جعرانہ میں آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک عورت آئی۔ اور آپؐ کے پاس چلی گئی۔ آنحضرت صلعم نے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی۔ اپنی چادر مبارک اسکے لئے بچھا دی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں تھی۔ اسی طرح ایک دفعہ کا اور ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے کہ آپؐ کے رضاعی والد آئے آپ نے ان کے لئے چادر کا ایک گوشہ بچھا دیا پھر رضاعی ماں آئیں آپؐ نے دوسرا گوشہ بچھا دیا۔ آخر میں رضاعی بھائی آئے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔

* * *

جالینوس کے قلم سے

وجودِ باری تعالیٰ اور توحید، (کلام مجید کے آئینے میں)

• اس دور میں آپ کسی ملک اور کسی قوم کا بھی اگر بغور مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا بیشتر طبقہ دہریت کی طرف جا رہا ہے اختلافی مسائل اور مذہبی معاملات میں تنازعات پر بہت بحث ہو رہی ہے مگر بنیادی چیز پر کوئی توجہ نہیں کہ جو لوگ خدا کے وجود سے ہی عمداً یا سہواً قولی، فعلی یا معنوی اعتبار سے انکار کرتے ہیں اس کا کیا علاج کیا جائے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ مجھے ایک مشہور صحافی اور سیاست دان کے ساتھ ایک بڑے دردمند مسلمان کے پاس جانے کا اتفاق ہوا (اب وہ دونوں اس دنیا میں نہیں ہیں) گفتگو کے دوران یہ بات چل نکلی کہ اختلافات پر بہت کچھ لے دے ہو رہی ہے کیا دہریت اور خدا کے انکار کے خلاف بھی کچھ مہم شروع کرنے کا خیال ہے یا نہیں۔ مگر کچھ ہو رہا ہو تو بات آگے چلے۔

• دراصل ہستی باری تعالیٰ کے قائل کرنے کے لئے کبھی ہمیں سوائے قرآن کریم کی تعلیم کے اور کوئی راہ نظر نہیں آتا۔ اور خدا تعالیٰ کے کلام میں جو مضبوط دلائل اس بارے میں دیئے گئے ہیں وہ اس قدر شافی اور کافی ہیں کہ اگر صدق دل اور نیک نیتی سے ان پر غور کیا جائے تو سینکڑوں دلائل میں سے ایک دلیل ہی وجود الٰہی کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

• اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایک ایسے نور اور روشنی سے مثال دی ہے جو کسی بھی بھٹکے ہوئے مسافر کو راہ راست پر لانے کے لئے اور اس کو اپنے وجود سے مکمل طور پر باخبر کرنے کے لئے براہین اور دلائل کے ساتھ گمراہیوں اور اندھیروں سے نکال سکتا ہے۔ دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں ہے جو کلام پاک کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے وجود سے اس درجہ قائل کر سکے جتنا قرآنی علوم کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"اور تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آگئی ہے
اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کا طلبگار
ہو سلامتی کی راہوں کی طرف۔ اور ان کو اپنے حکم سے اندھیروں سے
نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور ان کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرماتا
ہے" (المائدہ ۱۵ - ۱۶)

• اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اپنے وجود کے لئے ایک کھلی کتاب کی طرح پیش کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اگر دیکھنے والی آنکھ ہو اور قبول کرنے والا دل ہو تو کائنات کی ہر چیز پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہمارا ایک خالق ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ جیسے اس نے فرمایا ہے۔

"آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کی حمد اور تسبیح کے ترانے گا رہی
ہے مگر تم ان کی تسبیحوں کو سمجھ نہیں پاتے"

(بنی اسرائیل - ۴۴)

وجود باری تعالیٰ کے برحق ہونے کے سلسلہ میں قرآن کریم کی آیات بینات سے چند براہین بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ارض و سما کی تسخیر:۔

حضرت مسیح ابن مریمؑ کا قول ہے کہ:

"مانگنے والوں کو دیا جاتا اور کھٹکھٹانے والوں کے لئے کھولا جاتا ہے"

اگر ہم کائنات میں غور کریں تو ہمیں نظر آئیگا کہ تمام بلندیاں اور پستیاں، تمام سمندر اور تمام خشکیاں۔ زمین و آسمان خدا کی توحید اور اس کی عظمت اور جلال کے مظہر ہیں۔ اور ان تمام میں اس کے موجود ہونے کے واضح نشانات اور علامات پائی جاتی ہیں۔ وہ فرماتا ہے:

"کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ کے سوا کون ہے جس نے تمہارے لئے
تمام زمین و آسمان کو مسخر کیا ہوا ہے۔"

(لقمان - ۲۰)

(۲) کائنات کی حسنِ تخلیق

نظامِ کائنات اور اس کے حسن نظم اور بہترین ترتیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کے لئے بطور گواہ کے پیش کیا ہے کہ نظام کو اس خوبصورتی اور حسن سے سوائے ایک بلند و بالا ذات الٰہی کے اور کون چلا سکتا اور قائم رکھ سکتا ہے ارض و سما اور بحر و بر میں تمام اشیاء کو جس خوبصورتی سے ایک سلک میں منسلک کر کے اور ایک متحدہ نظام میں پرو کر رکھا گیا ہے وہ سوائے اس بلند و بالا ہستی کے اور کس کا کام ہو سکتا ہے۔ وہ فرماتا ہے:

"کیا وہ اپنے اوپر آسمان پر نظر نہیں کرتے کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا
ہے اور مزین کیا ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اور زمین کو دیکھو
ہم نے اسے کیسے پھیلایا ہے اور اس میں ہر چیز کے خوبصورت
جوڑے پیدا کئے ہیں۔ یہ نصیحت اور بصیرت کی باتیں ہیں ہر مان
لینے والے بندے کے لئے اور پھر ہم نے آسمان سے برکتوں والا
پانی نازل کیا ہے اور پھر ہم نے اس سے باغات اور دانوں کو
اگایا ہے" (ق - ۷ - ۱۰)

(۳) قیامِ زندگی کے لئے حسنِ انتظام

اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات اور مخلوق کی زندگی اور بقائے حیات کے لئے جو نظم و نسق کر رکھا ہے اسے اپنے وجود کے لئے بطور ثبوت کے پیش کیا ہے۔ کہ یہی نہیں کہ ہم نے زمین و آسمان انسان و حیوان اور چرند پرند کو پیدا ہی کیا ہے بلکہ ان کے زندہ رہنے کے سامان بھی کئے ہیں۔ وہ فرماتا

ہے :-

"پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے پر غور کرے کہ کس طرح ہم نے بے اندازہ پانی بہایا ہے۔ پھر ہم نے زمین کو شق کیا ہے اور اس میں سے دانہ کو اگایا ہے اور انگور اور قضب (جڑی بوٹیاں) زیتون اور کھجور۔ گھنے باغات اور بکثرت پھل پیدا کیئے ہیں۔ یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدہ اور زندگی کے لئے ہی کیا گیا ہے۔"

(عبس ۲۴-۳۲)

۴۔ لیل و نہار اور بارش اور بادل کا نظام

رات کے بعد دن اور اندھیرے کے بعد اُجالا اور سمندر سے بخارات کو اٹھا کر بلندیوں پر جمع کرنا اور پانی کو منجمد کر کے پہاڑوں پر محفوظ کرنا اور انسانی ضروریات کے مطابق اس کی زندگی اور مردہ زمینوں کو ہریالی بخشنے کے لئے اس کی تقسیم کے نظام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بطور گواہ کے رکھا ہے۔ مگر ان تمام امور کو سمجھنے کے لئے فرمایا ہے کہ ان میں عبرت کے نشانات ہیں صرف ان لوگوں کے لئے جو بصیرت رکھتے ہیں۔ فرماتا ہے :-

"کیا تم نے غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو اٹھاتا ہے۔ پھر ان کو آپس میں جمع کرتا ہے اور ان کو اکٹھا کرتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے باران رحمت کو برساتا ہے اور اس میں بعض کو بھیج دیتا ہے اور کچھ حصہ کو محفوظ رکھ لیتا ہے اور اس کی بجلی کی چوندکا دینے والی چمک ایسی ہوتی ہے کہ آنکھوں کی روشنی لے جائے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ رات اور دن کو آگے پیچھے لاتا ہے۔ ان تمام باتوں میں اصحاب بصیرت کے لئے عبرت کے نشانات موجود ہیں۔"

(النور ۴۳ - ۴۴)

۵۔ ابتدائے خلق اور نشاۃ ثانیہ کا تسلسل

اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں نیست سے ہست میں لا کر انسان کی ابتدا کی اور پھر اس کی زندگی کے لئے تمام نظام کو بنایا اور اس اشرف المخلوقات کے لئے ہر چیز کو تابعدار کیا اور پھر اس نظام انسانی کو آگے چلانے کے لئے نسل انسانی کا نظام جاری کیا۔ صرف یہی نہیں کہ ہمیں اس نے پیدا کر دیا ہے بلکہ اس نے ہم کو اپنا خلیفہ بنایا۔ عقل سلیم عطا کی۔ فطرت الٰہی پر ہماری بنیاد رکھی۔ نظر اور بصیرت عطا کی اور ان تمام چیزوں سے کام لے کر وجود باری تعالیٰ پر شاہد اور گواہ چیزوں کو سامنے لا کر ہمارے لئے عبرت کے سامان فرمائے وہ ہمیں دعوت دیتا ہے کہ

"انسان سے کہہ دے کہ زمین میں چلو پھرو اور غور و فکر سے کام لو کہ کس طرح اس ذاتِ واحد نے مخلوق کی ابتداء کی پھر وہی نشاۃ ثانیہ میں اسکو پھیلاتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" (العنکبوت ۲۰)

۶۔ مُردہ اور خشک زمینوں کے لئے زندگی کے سامان

جو زمینیں خشک اور بنجر ہو جاتی ہیں اور جہاں کوئی چیز پھل۔ پھول۔ کھیتی اور درختوں کے آثار نہیں رہتے ان کو صرف اور صرف وہی وحدہٗ لاشریک ذات اپنے فضل سے زندگی بخشتی ہے اور ایسے ہی اگر اسے روحانی طور پر مراد لیا جائے تو جو لوگ خدا سے دور ہو جاتے یا اس کے نافرمان ہو جاتے ہیں انہیں زندگی دینے کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے فرستادوں کو بھیج کر ان کو زندہ کرتا ہے۔ اور پھر اسی بنجر اور خشک قوموں میں سے بہت بلند پایہ اور خدارسیدہ بزرگوں کو پیدا کرتا ہے۔ اور وہی لوگ جو توحید کے اعتبار سے بہت گر جاتے ہیں اور پتھروں کے بُت بنا کر انہیں پوجتے ہیں ان قوموں میں ابراہیمؑ پیدا کرتا ہے جو ان بتوں کو توڑ کر خدائے واحد کی توحید کو پھر سے قائم کرتے ہیں۔ اور پاک افراد پر مشتمل ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے اس نے فرمایا ہے :-

" اور تو نے غور کیا ہے کہ جب زمین خشک ہو جاتی ہے تو ہم آسمانی بارش نازل کرتے ہیں جس سے وہ پھر سے زندہ اور ترو تازہ ہو جاتی ہے۔ اور اس میں ہر نوع کے خوبصورت پھل اور پھول پیدا ہوتے ہیں۔ یہ محض اس لئے بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حق ہے اور وہی مُردوں کو زندگی عطا کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

(الحج ۵-۶)

۷۔ افلاک کی بلندیوں میں پرندوں کا قیام

طیور کی اڑانوں اور ان کا بلندیوں میں قیام کرنا۔ پر سے پر باندھ کر ہواؤں میں سفر کرنا۔ اور کئی کئی دن تک محض کھلے آسمان میں قیام کرنا اور ہواؤں میں ہزارہا میلوں کا سفر کر کے ایک ملک سے دوسرے ملک جانا۔ اس فضائی مخلوق کو بھی خدا تعالیٰ نے اپنے وجود اور ہستی کے لئے شاہد کے طور پر پیش کیا ہے کہ اور کون ہے کہ جو اس تمام نقل و حمل اور سفر اور حضر کا ذمہ دار ہے انہیں ایک نظام میں منسلک کرنے والی صرف وہ واحد اور یگانہ ہستی ہے جو اس کائنات کا بادشاہ ہے اور عالمین کی ربوبیت اور تخلیق کا واحد مالک ہے۔

فرماتا ہے :-

"کیا انہوں نے کبھی پرندوں کی طرف غور کیا ہے جو ان کے اوپر صفیں باندھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہیں فضا میں رکے ہوتے ہیں سوائے رحمان کے انہیں وہاں کون روک سکتا ہے۔ یقیناً اسے ہر چیز کی بصیرت حاصل ہے۔" (الملک ۱۹)

۸۔ تمام کائنات کا سربسجود ہونا

اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ایک مقام پر فرمایا ہے کہ :-

"اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو ان دونوں میں خرابی پیدا ہو جاتی۔"

جب تمام نظام نہایت حسن اور خوبصورتی اور نظم و ضبط سے جاری اور ساری ہے اور نظام میں کسی جگہ بھی جھول نہیں ہے اور ہزارہا سال سے صدیوں سے یہ نظام اسی طریق پر چلا آ رہا ہے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ان کا چلانے والا واحد لاشریک ہے۔

قرآن کریم میں سجدہ کرنے سے مُراد بہت جگہ پر اطاعت و فرمانبرداری

لی گئی ہے ۔ جیسے فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ آدم کو سجدہ کرو ۔ جبکہ سجدہ تو غیر اللہ کو روا نہیں ہے ۔ وہاں بھی اطاعت اور فرمانبرداری مراد ہے ۔ ایسے ہی نظام ارضی و سماوی کی تمام چیزوں کا خدا تعالیٰ کے حکم کے تحت چلنا اور ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہونا اسے بھی سر بسجود ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے اور پھر ان کا سجدہ تو اپنے خالق کو ہے جس کو سجدہ کرنے کے لئے تمام کائنات پیدا کی گئی ہے ۔ فرمایا ہے :

" کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جس کو ہر وہ چیز سجدہ کرتی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے ۔ اور سورج ، اور چاند ستارے ، پہاڑ ، درخت ۔ چوپائے اور لوگوں میں سے اکثریت "

(الحج ۱۸)

۹ ۔ نظام ارضی و سماوی کا مضبوطی سے قائم رہنا

ایک شاعر نے کہا ہے ؎

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کے لئے + اگر رسول نہ آتے تو صبح کافی تھی

کہ اگر خدا تعالیٰ کے انبیاء اور رسل نہ بھی آتے تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور وجود کے برحق ہونے پر طلوع فجر ہی کافی تھی ۔ کہ اس میں بھی اصحاب نظر کے لئے نشان موجود ہوتا ہے کہ کس طرح اندھیروں اور ظلمات کو دور کر کے خدا تعالیٰ نور اور روشنی کو نمودار کرتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے بار بار آثار ظاہرہ کو اپنے وجود کے گواہ کے طور پر پیش کیا ہے کہ یہ ہر انسان کی سمجھ میں آ جانے والی بات ہے جب کسی راہ سے قافلہ گذرتا ہے تو اس کے نشانات اور آثار بتلاتے ہیں کہ " ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے " اور قافلہ کے آثار سے ان کی سواریوں اور جانوروں تک کی نشاندہی ہو جاتی ہے ۔ اور اب تو لوگ قدموں کے نشانات سے گذرنے والے کا حلیہ ۔ قد ۔ وزن ۔ طرز فکر ۔ قومیت اور نسل تک کا پتہ لگا لیتے ہیں ۔ تو کیا اس قدر وسیع نظام ارضی و سماوی کے آثار سے تمام کائنات پر سایہ کئے ہوئے آسمان ۔ وسیع زمین ۔ موج در موج سمندروں ۔ دریاؤں ۔ پہاڑوں کے آثار سے ان کے پیدا کرنے والے کے وجود کی نشاندہی نہیں ہو سکتی ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

" وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو گرنے سے روک رکھا ہے اور اگر وہ دونوں گر جاویں تو خدا کے سوا انہیں کون روک سکتا ہے "

(فاطر ۴۱)

اور فرمایا ۔

" آسمان کے زمین پر گر جانے سے خدا نے ہی روک رکھا ہے "

۱۰ ۔ کلٌ فی فلک یسبحون

افلاک میں تیرنے والے سیاروں کو اس رنگ میں اپنے وجود کے برحق ہونے پر دلیل ٹھہرایا ہے کہ ہر کوئی اپنے دائرہ میں مصروف عمل ہے اور ستاروں کا نظام ، نظام شمسی ، نظام قمری اپنے اپنے حلقہ اور دائرہ میں خدا کے حکم سے مقرر کئے گئے ہیں ۔ کوئی بھی دوسرے کے دائرہ عمل میں مخل نہیں ہوتا ۔ باوجود اسکے کہ آسمان میں اس قدر ستارے ہیں جس قدر صحراؤں میں ریت کے ذرے ہیں اسکے باوجود سب اپنی اپنی جگہ پر الگ الگ اپنے خالق کے مقرر کردہ راستوں اور محوروں پر محو سفر ہیں ۔ اور جو جو راستے ، حلقے ، دائرے ۔ سمتیں اور اطراف ان کے لئے معین و مقرر کی گئی ہیں ان سے وہ باہر نہیں آتے ۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔

" سورج ایسا کبھی نہیں ہو گا کہ وہ چاند میں دخل اندازی کرے اور نہ ہی رات دن سے آگے بڑھے گی ۔ سب اپنے اپنے حلقہ میں سفر کرتے ہیں "

(یٰس ۴۰)

چونکہ یہاں دائروں میں گھومنے کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے کسی کا یہ نکتہ بھی عجیب نہیں ہے کہ " کل فی فلک " کو اگر الٹا کر کے پڑھا جائے تو " کل فی فلک " ہی بنتا ہے ۔ مگر ہمارا مقصد بیان کرنے سے صرف یہ ہے کہ قادر مطلق اور واحد و یگانہ ہستی نے اپنی قدرت سے ہی ان کو ایسی سمتیں بخشی ہیں کہ خلل اندازی کا امکان نہیں ہے ۔ اور ان سب کی باگ ڈور اور اس نظام کی لگام اسی کے ہاتھ میں ہے ۔

۱۱ ۔ نظام کائنات میں تفاوت اور فطور کا نہ ہونا

جب سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے ایسے ہی طلوع شمس ، ظہور قمر اور انوار نجوم کا نظام چلا آ رہا ہے اس حسن نظام اور پروگرام کی خوبصورتی اور ترتیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کے لئے گواہ بنایا ہے اور فرمایا ہے کہ صدیوں سے یہ نظام ایک ہی رنگ میں قائم ہے ان کی ہم رنگی اور ان کا قیام اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کا کوئی خالق ہے ۔ ان کا کوئی مالک ہے ان کو چلانے والی ایک ہستی ہے ۔ اور لاکھ نظر دوڑالو اس نظام میں کوئی جھول کوئی خرابی کوئی کمی کوئی نقص نظر نہیں آئے گا ۔ وہ فرماتا ہے :-

" تجھے کبھی بھی رحمٰن کی پیدا کردہ طاقتوں میں کوئی تفاوت نظر نہ آئیگا تو ذرا غور سے اپنی نظر کو دوڑا کیا تجھے اس میں کوئی کمی یا زیادتی نظر آتی ہے پھر بار دگر اپنی نظر کو پھیر کر دیکھ تیری نظر تھک کر تیرے پاس لوٹ آئے گی "

(الملک ۔ ۴)

اخبار احمدیہ

- سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں ۔ احباب سلسلہ حضرت کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں ۔

باہتمام المدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا ۔ (چیف ایڈیٹر : ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۲۵ ۔ اپریل ۱۹۸۴ء ، جلد ۷۱ شمارہ ۱۷